

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَذَا كِتَابٌ يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بوتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الہامیہ)

اردو زبان میں قرآن پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

# میلہ الرحمن

بمحرر العلوم علامہ سید امیر علی طبع آبادی

۵۱۳۳۶  
۶۱۹۱۹

۵۱۲۶۳  
۶۱۸۵۸

مکتبہ رشیدیہ لطیفینڈ

۳۲-۱ شاہ عالم مارکیٹ - لاہور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مَدَاکِبِنَا یَطِیْقُ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ

سَهْمًا لَدُنَّ رَبِّکُمْ بِرِزْقٍ رَّحِیْمٍ

اُرُوْزِیَانِ مِیْنِ قُرْاٰنِ پَکِ کِی ضَحْمِیْنِ مُسْتَفْهِیْمِیْنِ

# مَدَاکِبِ الرِّحْمٰنِ

مَدْرَسَةُ اَلْحِلْمِ خَالِدِیَّةٌ سِیّدِیْنِ عَلِیِّ مَلِیْحِ اَبَادِیِّیْنِ

1972

1972

مَدْرَسَةُ اَلْحِلْمِ خَالِدِیَّةٌ

سِیّدِیْنِ عَلِیِّ مَلِیْحِ اَبَادِیِّیْنِ

۲۹

20938

نام کتاب \_\_\_\_\_ مواہب الرحمن  
موضوع \_\_\_\_\_ تفسیر قرآن شریف (اردو)  
تالیف \_\_\_\_\_ علامہ سید امیر علیؒ  
ناشر \_\_\_\_\_ مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور  
مطبع \_\_\_\_\_ نعمت علی پرنٹرز لاہور  
صفحات \_\_\_\_\_ ۸۰۸  
تعداد \_\_\_\_\_ ۱۱۰۰

جلد دوم \_\_\_\_\_ بار اول \_\_\_\_\_ صفر المظفر ۱۳۹۶ھ فروری ۱۹۷۶ء

### تصحیح کنندگان

مولانا محی الدین سواتی فاضل دیوبند — مولانا حافظ شاہ محمد مظاہری  
مولانا سعید الرحمن علوی فاضل خیر المدارس

ہم نے اس تفسیر کے متن قرآن پاک کو لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔ اس میں کوئی لفظی یا  
اعرابی غلطی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی لفظ چھوٹا ہے

(مولانا حافظ) مشرف علی تھانوی خطیب جامع واپڑ کالونی لاہور  
(مولانا حافظ) محمد عثمان صدیقی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَذَا كِتَابُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاہلیہ)

اردو زبان میں قرآن پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

# تفسیر القرآن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی

۵۱۳۳۴  
۶۱۹۱۹

۵۱۲۶۲  
۶۱۸۵۸

پارہ

مکتبہ رشیدیہ لاہور

۳۲-۱ شاہ عالم مارکیٹ - لاہور



# لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا

الجزء السابع



مِمَّا حَبَّبَ إِلَيْكُمُ النَّفْسَ الْبَغِيضَةَ وَكَرِهَهَا إِلَيْكُمُ اللَّهُ بِمَا كَفَرْتُمْ ۗ وَمَا يَفْقَهُوا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْ يُلَاقُوا بِهِ عِلْمًا وَعِلْمًا ۖ وَمَا يَفْقَهُوا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْ يُلَاقُوا بِهِ عِلْمًا وَعِلْمًا ۖ

ہرگز نہ پہنچو گے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو کچھ ایک  
 جس سے محبت کرتے ہو اور جو کچھ چیز خرچ کرو گے سو اللہ تعالیٰ اسکا دانہ ترہر  
 لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ - اسی ثواب و ہوائجہ - تم نیکیو کاری کو ہرگز نہ پاؤ گے ف یعنی نیکیو کاری کا ثواب نہ پاؤ گے وہ ثواب جنت ہے  
 حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا حَبَّبَ إِلَيْكُمُ النَّفْسَ الْبَغِيضَةَ - یہاں تک کہ جن چیزوں کو تم چاہتے ہو ان میں سے خیرات کرو ف یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت غالب  
 ہو اور نفس جن چیزوں کی محبت رکھتا ہے تم ان چیزوں سے منقطع ہو جاؤ اور نفس آخرت کے طور پر انکو خیرات کر دوت نیکی پاؤ یعنی جو  
 ابرار کا مرتبہ ہے وہ نکلو حاصل ہو - واضح ہو کہ یہ کلام از سر نو شروع ہوا اور یہ منون کو خطاب ہے اور کافروں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے افسوس  
 ذکر فرمایا اس سے مناسبت ظاہر ہے اور تنالوا - از نیل ہے یعنی پالینا جیسے نیل مراد یعنی حاصل ہونا اور یہ لے لینا - ماننی منہ مروف مجھے اسکی طرف  
 سے بھلائی پہنچی اور یہ نول ہوا سے نہیں جسکے معنی تناول کے ہیں پھر بزمعنی کا رخصیو عمل صلح ہے اور اسکو ہونچنا یہ کہ اسکے ثواب کو ہونچنے  
 اور مترجم کے نزدیک جو تقدیر کہ ترجمہ سے ظاہر ہے وہ خوب ہے یعنی حد البر حال یہ کہ نیکیو کاری کی حد کو نہ پہنچو گے مگر اسطرح کہ محبوب  
 چیز سے صدقہ کرو - اگرچہ مال اسکا وہی ثواب جنت ہے اسسوا سطر حضرت ابن مسعود بن عباس عطا رو مجاہد و سدی سے تفسیر مری ہوئی  
 ہے اور بعض نے کہا کہ بر - اسی تقویٰ اور بعض نے کہا کہ طاعت - اور اصل میں برکتے میں نفل خیر میں توسع کو - اور یہ جب ہوتا ہے کہ آدمی اخلاق شرعی  
 سے آراستہ ہو علم و حکم و عدل و حیا و کرم و سخا و شجاعت وغیرہ خوبوں سے مزین ہو اور جہالت و غصہ و بے ایمانی و بے شرمی و دل و  
 تنگدلی و نامردی و خدا سے تعالیٰ پر بھروسہ نہ کرنا اور امر آخرت کا پورا نفس ہونا وغیرہ بدخصلتوں سے اللہ تعالیٰ نے اسکو نجات دی ہو جب  
 ایسا خوش خلق ہوتا ہے تو ہر فعل اسکا نکلوئی ہوجاتا ہے اسی سے حدیث نواس بن سمان میں ہے کہ میں نے رسول صلعم سے سزا کو دریافت کیا آپ نے  
 فرمایا کہ حسن خلق بہتر ہے فافهم - الفاق سے مراد مطلق خرچ کر ڈالنا نہیں ہے بلکہ صدقہ بیک خرچ کرنا مراد ہے خواہ صدقہ فرض ہو مانند زکوٰۃ وغیرہ  
 کے یا نفل ہو اور نفل میں اپنے اہل و عیال پر بھی بطور معروف بدون اسراف کے خرچ کرنا داخل نیکی ہے چنانچہ حدیث صحیحہ میں اللہ عنہ میں آیا کہ  
 جو لقمہ تو اپنی جو رو کے منہ میں ہونچاوے وہ بھی تیرے واسطے نیکی ہے (صحیح) پھر یہ صدقہ اس چیز میں سے ہو کہ جسکو تم محبوب رکھتے ہو اپنے  
 مالوں میں سے کوئی مال ہو اور من تبغیضہ ہے یعنی ان اموال سے بعض صدقہ کروا سوا سطر کہ کل مال خرچ کر دینا چاہنا نہیں ہے جبکہ ناقہ کشی کی نوبت  
 آوے اور محبت سے یہاں محبت شرعی مراد نہیں بلکہ بشری مراد ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ مال کی محبت فی نفسہ روا ہے بلکہ امر خیر کے  
 واسطے جبکہ حلال ہو انچھا سمجھا جائز ہے لہذا حرام و مشتبہ کے مال سے صدقہ دیکر ثواب کی نیت رکھنا کفر ہے اور شاید کہ من بیا تہ ہے یعنی  
 مخصوص وہ اموال جسے بمقتضای بشری تم کو محبت ہے انکو صدقہ کرو کیونکہ آدمی ہر چیز کو اپنے مال سے محبوب نہیں رکھتا ہے پھر محبوب مال خیرات  
 کرنے سے ولی نفس ظاہر ہوا کہ اسکو دار آخرت کا نفس ہے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے - بخلاف منافق کے جو خرچ کرنے میں تردد ہوتا ہے - وَمَا  
 يَفْقَهُوا مِنْ شَيْءٍ إِلَّا أَنْ يُلَاقُوا بِهِ عِلْمًا وَعِلْمًا ۖ

Handwritten notes and page numbers on the right margin.

نیت بھی جانتا ہے فیجازی علیہ۔ پس تم کو سپر ثواب دیگا یعنی صدقہ کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اپنا دانا ہونا بیان فرمایا اس سے مراد یہ کہ وہ تم کو  
 تمہارے کار خیر کا ثواب عطا کرے اور اس میں اشارہ ہے کہ نیت سچی رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ دانا ہے اس واسطے مطلق خرچ کرنے پر یہ فرمایا کہ  
 اللہ بجا ازکم جزا کریم۔ تمکو خدا نیک بدلادے گا کیونکہ بہتیرے دکھلانے سنانے کو صدقہ دیتے ہیں اس سے حسن کلام معلوم ہو گیا۔ پھر جانو کہ  
 بیضاوی نے مانتجوں میں کہا کہ مال سے یا ایسی چیز سے جو مال غیرہ کو عام ہے مثلاً مسلمانوں کے معاشرت میں لینے سے بن پڑتے ہوئے  
 بھلائی کرے مثلاً بادشاہ اسکی بات مانتا ہے اس سے بھلائی کرے اور بدن کو اللہ تعالیٰ کی بندگی میں صرف کرے اور دلکو اسکی یا میں قربان  
 کرے مگر حکم کتاب ہے کہ یہ کلام خوب ہے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے تعلیم دینے میں اپنی جان کو وقف کرنا بھی اس میں داخل ہے اور بخاری سلو وغرہ  
 نے حضرت انس سے روایت کی کہ جب یہ آیت اتزی تو ابطلہ انصاری رسول مہلم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے میرے مالوں  
 میں سے تیر جا بہت پسند ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے صدقہ ہے میں اللہ تعالیٰ کے پاس اسکا ذخیرہ و ثواب چاہتا ہوں پس اللہ تعالیٰ  
 کی توفیق سے آپ جہاں چاہیں خرچ کریں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخ ذاک مال یریح ذاک مال ریح یعنی خوب خوب یہ بڑا فائدہ مند  
 مال ہے یہ بڑا فائدہ مند مال ہے اور جو تو نے کہا میں نے سمجھ لیا اور میری اسے ہے کہ میں اسکو تیرے اقربین میں صرف کروں عرض کیا کہ آپ جیسا چاہیں کریں  
 پس آپ نے ابطلہ کے اقارب اور حجابی اولاد میں تقسیم کر دیا۔ اور ایسی ہی حضرت عمر کا حصہ خیر سب سے نفیس مال صدقہ کرنا حدیث صحیح میں اور  
 جلولا یعنی بہت پسند باندی کو اللہ تعالیٰ کے واسطے آزاد کرنا روایت بنا اور عبد بن حمید نے روایت کی اور حضرت عمر نے اس باندی سے پھر نکاح بھی نہ  
 کیا اور یہ تقویٰ ہے کیونکہ صدقہ کا مال پھر خرید کرنا حدیث بخاری میں ممنوع آیا ہے اگرچہ علماء کے نزدیک اس میں فقط کراہت ہے واللہ اعلم۔ اور  
 ان احادیث سے نکلا کہ صدقہ کو اقارب میں تقسیم کرنا اولیٰ ہے اور یہ نکلا کہ آیت کریمہ صدقہ مفروضہ و مستحبہ کو عام ہے اور میں تعین نہیں ہونے کی نفی  
 لکھتی ہے اور بعض قرآنہ میں بھی۔ بعض مانتجوں آیا ہے عرف عرائس البیان میں اس آیت کریمہ کے اشارت کو طول کے ساتھ اس طرح بیان  
 فرمایا کہ قولہ تعالیٰ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مانتجوں۔ جو لوگ اس صفت کے ہیں کہ محبوب چیز کو خرچ کرتے ہیں لے جا کر طبقہ میں حسب ذیل  
**طبقہ اول اہل معاملات۔** اور ان کی دس قسمیں ہیں ایک قسم تو یہ کہ لے لے میں اور نکاح خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک  
 ترک دنیا دوم ترک ریاست یعنی لوگوں کے سردار بننے کو چھوڑنا اور سوم ترک نفس کہ اللہ و فی اللہ ترک کرتے ہیں قسم دوم تورع کرنے  
 والے ہیں اور انکا انفاق بھی تین چیزیں ہیں ایک ترک معاصی کہ گناہ کسی قسم کا ہو ترک کرتے ہیں دوم سوائے سدر میں کے حلال بھی ترک کرتے ہیں  
 سوم شہوات سے یعنی تمام خواہشوں سے خواہ کسی قسم کی ہوں جو نفس سے متعلق ہیں سب سے نفس کو چھوڑتے ہیں قسم سوم زہد کرنا والے  
 ہیں اور ان کا انفاق بھی تین چیزیں ہیں ایک نفس کا مجاہدہ ہے یعنی نفس کو مجاہدہ میں لاتے ہیں اور اسکی ضد سے چھوڑتے ہیں  
 دوم اعمال کو پاک کرتے ہیں سوم جواریں و اعضا کو احکام سنت پر جھکانے رکھتے ہیں اور خود بینی سے ذلیل کرتے ہیں قسم چہارم فقرا ہیں  
 اور انکا خرچ بھی تین چیزیں ہیں اول حفظ اوقات یعنی جو دم ہے اسکو نگاہ رکھتے ہیں دوم فقر کی تکمیل کرتے ہیں کہ تو نگرہ یا اسکی  
 خواہش پر میل دکرے۔ سوم اپنے آپ کو تمام امور میں عقیف رکھتے ہیں کہ انکے حال سے سوائے حق عزوجل کے کوئی وقف نہ ہو۔ قسم پنجم  
 اس طبقہ سے عنیاب ہیں اور انفاق انکا بھی تین چیزیں ہیں اول مالوں کو خیرات کرنا بدوں اسکے کہ جسکو دیا ہے اسپر کھیرت رکھیں یا ایذا  
 دین یعنی قولہ تعالیٰ ثم لا یلتعنون بالفقوا منا ولا اذی کے پابند ہیں دوم فقروں کے نزدیک تواضع و عاجزی سے رہتے ہیں سوم  
 ریاضت کا نظریہ آنے کے وقت اخلاص کی دعا کرنا اور اپنے نفس کی شر سے پناہ مانگنا قسم ششم صبر کرنے والے ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزیں



ہیں۔ اول تو فاقہ کے وقت جزع نہیں کرتے ہیں دوم بلا نازل ہونے کے وقت دل خوش رکھتے ہیں سوم رحمت پر محنت و بلا کو اختیار کرتے ہیں یعنی محنت و بلا کو نسبت رحمت کے پسند کرتے ہیں **قال المتزحم** وجہ یہ ہے کہ بلا میں ظاہر ایک بلا ہے اور صدہا الطاف خاص بوشیدہ ہوتے ہیں پس عام تو اس ایک بلا ظاہر پر صبر نہیں کر سکتا اور یہ لوگ اسپر صبر کر کے ان الطاف کو پہنچ چکے تو اب بلا کو راحت پر ترجیح دیتے ہیں کیا نہیں دیکھتا کہ حفت انجنتہ بالکفارہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو مکارہ سے گھیر دیا ہے جو شخص اس مکر وہات کو جھیل گیا وہ جنت کو پسند کر لگا اور دوزخ کی شہوات سے بدرجہا افضل جائیگا۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بلا سے عاقبت مانگنا یہ علی العموم عوام کو حکم ہے ہوا سطلے کہ اگر خدا نخواستہ اس بلا پر صبر نہ ہو تو پھر بربادی زیادہ ہو جیسے عوام کو راہ تجرید و ترک تہن سکھلائی جاتی ہے جو خوف آنکہ فالبا وہ اس آہ میں ایمان سے جاتے رہتے ہیں اور حق یہ کہ بلا سے الہی پر صبر کرنا کسی کی مجال نہیں ہے کیا نہیں دیکھتے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے قید خانہ کو اختیار کیا تھا اور ہوا اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جو زمین کا فون سے بھر جانے کی تمنا کرتے اور اللہ تعالیٰ سے عاقبت چاہو لیکن جب مقابل ہو جاؤ تو ثابت قدم رہو (اصح) اور حدیث میں ہے کہ دنیا و آخرت کے لیے بہتر دلع عاقبت ہے (السنن) الحاصل جب بندہ شکر گزار ہی کے ساتھ عظمت کبریائی کا اظہار کرتا رہا پھر تقدیر سے سکو بلا پہنچی تو جسے بلا دی وہی صبر عطا فرماتا ہے و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم۔ یعنی بندہ ہر وقت یہ کلمہ کہے یعنی مجھے کچھ بھی طاقت و قوت نہیں سوائے اسکے کہ اللہ تعالیٰ عزیز حکیم ہی کے نام پاک کے ساتھ ہے حدیث میں ہے کہ ایک نے دعا کی کہ الہی مجھے صبر دے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شکر فرمایا کہ اس شخص تو نے بلا نامی پس تو عاقبت مانگ رہا ہے (السنن) حاصل آنکہ اسے صبر مانگا جو بلا پر ہوا کرنا ہے اور اسل اللہ تعالیٰ العاقبت فی الدنیا و الآخرة۔ قسم ہفت شکر کرنا ہے اور کا خرچ کرنا بھی تین چیزیں ہیں اول اپنی زبانوں کی تشاے پروردگار سے دیکھ کر شرم کرتے ہیں کہ ہم بھی تعریف کا دم ماریں حالانکہ نعمتوں کو خوب پہچانتے ہیں دوم انعام کرنے والے پاک بے نیازی کی معرفت حقیقت سے لپنے دلوں میں متحیر ہوتے ہیں سوم اپنی روحین خیرات کرتے ہیں اور کسی عوصن کے خواستگا نہیں ہیں قسم ہفتم متوکل ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز کا ہے اول استرسال نفوس اللہ تعالیٰ کے واسطے اسکی بلا نازل ہونے کے وقت دوم اپنے جان و دل کو اسکی رضا مندی چاہنے میں خیرات کرنا۔ سوم اللہ تعالیٰ کی قضاء و مقدر جاری ہونے کے وقت ہر خطرہ سے اپنی خاطر کو مضبوط رکھتے ہیں کہ کوئی بجا خطرہ نہیں آنے دیتے ہیں قسم نہم انہیں سے رہنی لوگ ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز ہوا اول آنکہ اللہ عزوجل جو حقیقت قادر مختار ہے اسکے اختیار میں ہونگے اور اپنے اختیار کا نام چھوڑ دیا دوم جو اسکا ارادہ ہے اسکے مقابلہ میں ٹخیر کرنا چھوٹا سوم اس مرتبہ سے کمتر و اون سے اپنے اسرار کو چھپاتے ہیں قسم دہم انہیں سے صا و قین ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزیں ہیں اول آنکہ مخلوق کے دیکھنے سے پروردگار عزوجل کی بندگی کو خالص پاک رکھتے ہیں اور فس کی دعوت سے اپنے سر باطن کو پاک رکھتے ہیں۔ سوم آنکہ توحید کو رسم عادت سے پاک رکھتے ہیں طبقہ ثانیہ

**اهل حالات** ان لوگوں کی بھی دس قسمیں ہیں قسم اول انہیں سے اہل مراقبہ کہلاتے ہیں اور خرچ کرنا انکا بھی تین چیزیں ہیں اول دفع خطرات اور دوم مناجات کو خفیہ ادا کرنا۔ سوم آنکہ خلوتوں میں حرمت کی حفاظت کرنا۔ قسم دوم اہل خوف ہیں اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزیں ہیں اول کمتر سونا اور دوم کم کھانا اور سوم قلت کلام یعنی کم بات کرنا۔ اور قسم سوم انہیں سے اہل رجوع ہیں اور انکا خرچ بھی تین چیزیں ہیں اول آنکہ ہر دو جہان سے طبیعت کو اٹھا لیتے ہیں دوم ان دونوں منزلوں سے اوپر چڑھتے ہیں سوم تمام عالم کے ذکر سے اپنے دل کو خالی رکھتے ہیں قسم چہارم محبتیں ہیں اور انکا انفاق بھی تین چیزیں ہیں اول آنکہ معرض کرامات سے اتقا کرتے ہیں دوم طاعات کی طرف التفات نہیں کرتے ہیں سوم قلب کو درجبات سے صاف کرتے ہیں کیونکہ وہ مقام مشاہدات تک پہنچ جاتے ہیں۔ قسم پنجم ان میں سے

مشاق کہلاتے ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں کہ ایک تو ہجر کی آگ سے جلنا دوم بھوک کی آگ سے نفس کا سلگنا۔ سوم خوف و ہلال کی آگ سے روح جلنا۔ قسم ششم ان میں سے عاشقین میں اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں ایک تو ولایت کی خواہش چھوڑتے ہیں دوم حفظ محبت چھوڑتے ہیں اور سوم مقام رعایت میں ہمیشہ سرباطنی کو لگائے رکھتے ہیں۔ اور قسم ہفتم موقنون یعنی یقین رکھنے والے ہیں اور ان کا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں یہ ہیں ایک تو نفس پر شفقت نہیں کرتے ہیں دوم قلب کی ہمیشہ نگہداشت کرتے ہیں۔ سوم ماسوائے حق عزوجل کے سب چیزوں کی یاد سے اجتناب کو پاک رکھتے ہیں۔ قسم ہشتم انہیں سے مستانسین میں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں کہ ایک تو مخلوق سے منحصر مورتے ہیں دوم دل کو اس طرف لگاتے ہیں جہاں سے طلوع انوار مشاہدہ ہوگا۔ سوم اپنی سرباطنی کو دشمن کے معارضہ سے پاک رکھتے ہیں۔ قال المبرم اس سے ظاہر ہوا کہ بندہ سے کبھی دوسرے تکلیف شرعی ساقط نہیں ہوتی یہ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم اور صحابہ کرام سے یہ تکلیف کبھی ساقط نہ ہوئی اور اشریح میں ہو کہ صحابہ رسول صلعم اعمال میں سے کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہیں جانتے تھے سوائے نماز کے کما فی مشکوٰۃ وغیرہ و لیکن بجائے اسکے حسنت ابرار کو مقربین کے درجہ میں سیات شمار کیا گیا ہے اور یہیں سے صحیح ہوا کہ صحابہ بدر کے حق میں آیا کہ اللہ عزوجل نے انکو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخش دیا حالانکہ اسپر بھی اکابر صحابہ و خلفاء راشدین نے اپنے حد شرعی جاری فرمائی ہے اور یہ بند صحیح روایت ہوا ہے اور خود اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ان احسانت یدہن السیات۔ نیکیاں ناپید کر دیتی ہیں برائیوں کو اور اس سے زیادہ تحقیق مقام کا انتظار کرنا چاہیے کہ اپنے موقع پر آوگی قسم نہم انہیں سے مطمئن ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں یہ ہیں ایک تو بلا میں تکس کرنا و قائم رہنا۔ دوم رنج و تکلیف میں صبر کرنا سوم نعمتوں میں شکر کرنا۔ اور دسویں قسم ان میں سے محسن ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں یہ ہیں ایک تو بندگی کی صحت اس صفت کے ساتھ کہ مشاہدہ معبود میں حاضر ہوتے ہیں دوم اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی جان و روح کو قربان کرتے ہیں بدون اسکے کہ ثواب جنت کی رغبت سے ہو سوم کناہیہ کے انوار مطالعہ کرتے ہیں طبقہ ثالثہ اہل معرفۃ اور ان کے بھی دس قسم ہیں قسم اول ذاکرین ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں یہ ہیں ایک تو دفع و سوس دوم قلب سے لوگوں کے بیچ میں ہو کر غفلت کو دور رکھنا سوم بروم شخصی سے باہر ہو جانا غفلت سے مراد بیان غین قلب ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں اذ لیغان قلبی میرے قلب پر ضیئ آجاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے شکر استغفار کرتا ہوں (رداہ سلم) قسم دوم انہیں سے متفکرین ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں یہ ہیں ایک تو روح کو بھینچنا تاکہ مشاہدہ غیب میں پہنچے اور وہاں ایسے مقام پر پھڑے کہ آفتاب جلال قدم کے انوار اسپر پڑیں۔ دوم عقل کو چھوڑ دینا کہ میدان ملکوت میں جبروت کا مشاہدہ کرے سوم قلب کو بساط قرب سے نزدیک کر دینا بغرض خواہش وصال کے مگر اس صفت کے ساتھ کہ وہ حضرت کبریٰ و عظمت کی ہیبت سے بھرا ہو قسم سوم حکما ہیں یعنی جن کو حکمت ربانی عطا ہوئی ہے اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں یہ ہیں ایک تو مریدین یعنی ایسے شخصوں کے واسطے جو درگاہ باری تعالیٰ کی مضبوط خواہش رکھتے ہیں کلام کرنا اور دوم ظالمین کے واسطے علم پھیلانا سوم اہل عالم کے لیے راہ صواب دکھلانا۔ قسم چہارم ان میں سے اہل جہا ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں یہ ہیں ایک تو سرباطنی سے مقام کبر سے متیز کر دینا اور دوم مشہد ذکر سے پوشیدہ خواہش کو پاک کر دینا۔ سوم مجاری خطرات سے باریک ریا کو دور کر دینا۔ قسم پنجم انہیں سے اہل تلوین ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں یہ ہیں کربوبیت میں عقل سے لینے عقل کلی سے تفکر کرنا اس نیت سے تاکہ معرفت حاصل ہو اور دوم اسکے قدیم انعام میں قلب سے نظر کرنا تاکہ محبت ربانی حاصل ہو۔ سوم روح سے سیر کرنا عالم ملکوت میں تاکہ انوار مشاہدہ حاصل ہوں۔ قسم ششم انہیں سے اہل تکلیف ہیں اور انفاق انکا تین چیزیں ہیں یہ ہیں ایک نگاہ رکھنا جناح عبودیت کا مقام ربوبیت سے دوم دفع کرنا تمہت بشری کا مصدر کشف مشاہدہ سے سوم راسخ ہونا سرباطنی کا طوالح سلطان

لہ یعنی مشاہدہ ذات صفات عقلی التباسی پروردگی ام

مہیت میں پس اہل تکمیل اور اک حقیقت جمال قدم سے پرورش یافتہ اور اتحاد بقا کو اعدام شاہدہ صرف سلطان حدیث سے تیز کرنے والے ہیں قسم ہفتم اس میں سے اہل حقیقت میں اور ان کا خراج کرنا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ گندگاریوں کے حق میں دعا کرنا دوم خوشی خاطر سے انکی ایذا کو برداشت کر لینا سوم انکے بدلے سے طمع اٹھالینا پس ہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحمت میں پس مخلوق تو معارف سے قطع کر دیے جاتے ہیں اور یہ لوگ تمام کشف سے بیشتر فیض پاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے بندوں اور ملکوں کے باقی رکھنے کے واسطے رکھا ہے تاکہ انکی طرف وہ لوگ التجا لائیں جنکو اپنے احوال میں شک پڑ گیا ہو قسم نہم ان میں سے اہل السزین اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں ایک اسرار کو چھپانا خوف غیرت حق کے دوم اپنی مراد سے نکل کر حق عزوجل کی مراد میں جانا اور سوم خلق سے غائب ہو کر اپنے سینوں میں جمال غیب الغیب کی تلاش کرنا۔ قسم دہم ان میں سے عارفین ہیں اور انکا خراج کرنا تین چیزیں ہیں ایک تو دنیا کو دنیا داروں کیلئے چھوڑتے ہیں اور دوم آخرت کو مع اسکی لذت کے داروں کی خواہش میں رکھتے ہیں یعنی اگرچہ آخرت کی نعمت انکو ملے گی لیکن خواہش اسکی نہیں کرتے ہیں سوم یہ کہ اپنے مولیٰ کے دروازے پر بیٹھے ہیں اس طرح کہ سوائے اسکے جب سے منقطع ہو جاتے ہیں اور اسی کے مشاہدہ کیواسطے صفائے عبودیت میں ساعی رہتے ہیں یہ لوگ تمام مخلوق و موجود سے منقطع ہو کر خالق عزوجل ہی کی طرف ہو رہے ہیں طبقہ رابعہ اہل توحید ہیں اور انکی بھی دو قسمیں ہیں۔ قسم اول ان میں سے اہل نقیض ہیں اور انکا خراج کرنا تین چیزیں ہیں ایک تو مقام حزن میں مراقبہ کر کے اپنے دم گنتے ہیں دوم مقام عشق میں خون بہاتے ہیں سوم مقام شوق میں دل سے آہ آہ کرتے ہیں **قال لست رحم اللہ عزوجل** نے حضرت ابراہیم کو فرمایا ہے کہ ان پر ایم لاواہ حلیم۔ اور اوادہ کی تفسیر کی گئی کہ بہت آہ آہ کرنے والا۔ حدیث میں ہے کہ آپ کے سینہ مبارک سے مثل جوش دیگ کے آواز آتی تھی اور قسم دوم ان میں سے برعکس اول کے یعنی اہل البسط ہیں اور انفاق انکا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو فرحت بوجہ حبیب و م نفرت از گفتگو کے قریب سوم تقرب از قول لبسوں قریب حبیب قسم سوم ان میں سے اہل مسکریں اور انکا خراج کرنا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ سماع ذکر از عالم دوم نسیم صبا غیب سوم جوشبو سے قرب براقبات۔ قسم چارم ان میں سے اہل صحو میں اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں ایک تو مخی ہجر میں ساکن رہنا دوم بشوق نقار حضرت گردیزی کرنا اور سوم مخلوق کے احوال پر شفقت کر کے اپنی مہربان ہونا اور شیطان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔ قسم پنجم ان میں سے اہل فنا ہیں اور ترک اکائین چیزیں ہیں ایک یہ کہ سر باطن کو ذکر سے پاک کرنا اور دوم فکر سے احوال کی تہمت کرنا اور سوم مجاہدہ سے شکل ظاہری کو ہلال بنانا۔ قسم ششم ان میں سے اہل نقار ہیں اور انکا خراج کرنا تین چیزیں ہیں کہ مشاہدات کا ذکر کرنا اور کرمان کو پھیلانا اور کاشفات حاصل کر کے مجاہدات سے خلاصی لینا اور قسم ہفتم ان میں سے اہل انسا ط ہیں اور انکا خراج کرنا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ سطح کے بعد استغفار کرنا اور سر کی حالت میں آداب لحاظ رکھنا اور مردیوں کو مقامات کی خبر و بدینا قسم ہفتم ان میں سے اہل حقائق توحید ہیں اور خراج کرنا اکائین چیزیں ہیں ایک تو امتحان میں مستقیم رہنا باہن طور کہ ایمان کو خلاص کے ساتھ رکھتے ہیں دوم مقام محبت میں اپنی خواہشیں چھوڑتے ہیں سوم آنکہ رسوم مقامات چھوڑنے سے ہزار کی رعایت رکھتے ہیں۔ قسم نہم ان میں سے اہل ولہ ہیں اور انکا خراج کرنا تین چیزیں ہیں عبادت و ازلیات و ذلیات و محبت درابیات قسم دہم ان میں سے اہل اتحاد ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں اول توحید کے مقام سے خواہش کو بھی کاٹ دیتے ہیں اور تجرید کے ساتھ قدم اقدام سے سیرالیکر تے ہیں اور تفرید کے ساتھ بقا بقا میں روح کو پرواز دیتے ہیں۔ اب جانتا چاہیے کہ مردان صادق کا حال اپنے خراج کرنے میں اس طرح ہر جو بیان ہوا ان لوگوں نے اپنے خراج پر قدر تقاد میں بڑی بڑی کراہتیں حاصل کی ہیں پس ہر گروہ کے واسطے ان میں سے ایک بر خاص ہے پس توبہ کرنے والوں کا بر یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوئی ہے اور یہی اشارہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ ان اللہ محب اللہ ہیں اور وہ والوں کا بر یہ ہے کہ تقویٰ کے ساتھ انکی دنیا

مستجاب ہوتی ہے۔ اور زہدوں کا برہمہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور یہی نبی صلعم نے اشارہ فرمایا کہ جسے چاہیں تو زمین میں زہد کیا تو حکمت کے چشمہ اسکے دل سے اسکی زبان پر نالیاں ہونگی اور برانقرار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انکے قلوب میں سکینت ظاہر ہوتی ہے اور برالاعتیاء یہ ہے کہ انکو درجہ کرامات ملتا ہے۔ اور برالصابرین یہ کہ درجہ ولایات ملتا ہے اور برالتاکرین یہ کہ قربے نزدیکی میں یاونی ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ لئن شکرتم لازیدنکم۔ اگر تم شکر کر دے تو ضرور میں تمکو زیادہ نعمت دوں گا۔ اور برالمتوکلین یہ کہ تمام ارادوں میں اللہ تعالیٰ کفایت فرماتا ہے اور محبت الہی کے لطائف اپنے قلب میں پاتے ہیں۔ ومن توکل علی اللہ فہو حسیب۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو توکل کرے اللہ تعالیٰ پر اللہ تعالیٰ اسکو کافی ہے اور نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان اللہ یحب المتوکلین۔ اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے متوکلوں کو برالراضین یہ کہ اللہ عزوجل انسے راضی ہوتا ہے اور یہ بڑا درجہ ہے کہ فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔ اور رضوان اکبر تجلی خاص ہے اور جو شخص مقام رضائین پہنچا وہ رضوان اکبر کو پہنچ گیا۔ برالصادقین یہ کہ دنیا و آخرت میں انکی تعریف و مدح ہوتی ہے اور قیامت کے روز خلائق کے ربوہ انکو کرامت حاصل ہوگی چنانچہ اللہ عزوجل نے فرمایا۔ لیجری اللہ الصادقین بصدقہم۔ یعنی قیامت ضرور ہوتی تاکہ اللہ تعالیٰ صادقین کو انکے صدق کی جزا عطا فرماوے۔ یہ درجہ اہل معاملات کا ہے کہ اللہ تعالیٰ انکو اپنے کرم سے انکے بڑے عطا فرماوے گا اور انہیں یہ ہے کہ نور فراست و حلاوت ذکر حاصل ہوگی اور برخالقین یہ کہ ذوق محبت اور معرفت اجمال حق تعالیٰ حاصل ہوگی۔ اور برراحمین یہ ہے کہ صفات رفقین اور نور بسط و انبساط حاصل ہوگا۔ برالحسین یہ ہے کہ مکاشفہ و انوار قربت و مشاہدہ حاصل ہوگا۔ برالمشاقین یہ کہ تمام معانی میں انکو اس حضرت حق عزوجل حاصل ہوتا ہے۔ برعاشقین یہ کہ چشم ارواح میں نور جمال سے سرور حاصل ہوتا ہے۔ اور برمؤمنین مشاہدہ نعمتائے کبریہ و طماننت در سرور ربوہ ہے اور برالمتسانین یہ کہ اپنے قلوب میں حسن قدم پاتے ہیں اور شہوات کے گندہ خطرات شیطانی سے پاک ہیں۔ برالطہنین یہ کہ طرح طرح کے عجائب آیات اور تعلیب ایمان سے انکو کرامات حاصل ہوتی ہے اور عارف کو حلاوت ذکر حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ الا بذکر اللہ تطہن القلوب۔ برالحسین یہ ہے کہ لباس ملکوت میں مشاہدہ حق حاصل ہوتا ہے۔ یہ سب بیان ان لوگوں کے برکات تھا جو اہل احوال ہیں۔ اور برالذکرین ایمان میں دیار ہے۔ برالمتفکرین یہ کہ پردہ آیات میں تجلی صفات کے ہمار دکھائی دیتے ہیں برالحکامیہ ہے کہ الہام کی صفت پر خصائص خطاب سے فیض ہوتا ہے۔ برالنجباء ویدار و مشاہدہ عظمت و کبریا ہے۔ اور برالبلویں ویدار عین صفات ہے اور برالکھن یہ کہ ویدار عین جمیع صفات بدون رسم افعال کے ہے۔ اور برالبحقیقہ یہ کہ ویدار عین القدم بصفت فناء ہے اور برالسرور یہ ہے کہ مدراج معرفت میں روح کی آنکھ سے علم ازلی کا خزانہ دیکھتے ہیں۔ اور برالعارفین یہ کہ تجلی صرف و احدانیت پاتے ہیں۔ یہ سب جو مذکور ہو وہ عارفوں کا ہے اور اب رہا بیان توحید تو اہل فیض کا یہ ہے کہ ویدار عزت نصیب ہے اور براللبسط یہ کہ نور قربت ظاہر ہونے پر حلاوت کے ساتھ جلالی صفات کو دیکھتے ہیں۔ برالکسریہ کہ اچانک انکے احوال کے پردہ میں حق کا ظہور انہر ہوا اور برالصحویہ یہ کہ ویدار حق نہایت حسن و جمال حاصل ہو اور برالغیا یہ کہ ویدار قیوسیت نبوت فدائیت حاصل ہو۔ اور برالبقایہ کہ حق عزوجل کے وہ ہم کا دیدار ہوا اور برالانبساط یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد پا کر اپنے واسطے حق کی طرف سے بسط کو دیکھیں۔ اور برالحقائق التوحید وہ ویدار انوار ذات و صفات ہے۔ اور برالولہ یہ ہے کہ اپنے اندر انبساط حق کو دیکھ کر حیرت میں رہ جاویں اسی سے دلہانہ ہو گئے۔ اور برالانقاد یہ ہے کہ لباس جمال قدم اپنی ارواں پر دیکھیں اور تمام مخلوق انکے واسطے شکر کی گئی باہن طور کہ قدرت حق عزوجل سے ظہور صفات ہوتا ہے لیکن اس بندہ متوحد موحد کے واسطے کرامت ہے حضرت استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ جزا و عوض کے لحاظ سے خرچ کرتے ہیں اور بعض نعمت و بلا و دور ہونے کی امید پر خرچ

کرتے ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ آیت سے معلوم ہوا کہ تو بر تک نہیں پہنچ سکتا بدون اسکے کہ جو تیری محبوب چیز ہے اسکو خیرات کرے تو بھلا تو خالق اکبر عزوجل تک کہاں پہنچے گا جبکہ تیرا حال یہ ہے کہ تو اپنے مخلوق کو اختیار کیے ہوئے ہے **قال المترجم** بھرا لفظ طاع کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کو جس چیز سے تعلق پیدا ہوا تو اسکو چھوڑ دے لیکن بسا اوقات بعض لوگوں کو یہی بات حاصل کرنے کیوں سٹے یہ ضرورت ہوتی ہے کہ دنیا کی آبادی سے یہ کہہ کر کسی پہاڑ یا جنگل میں تنہا بسر کریں حالانکہ یہ کچھ شخص کیوں سٹے لازمی نہیں ہے اور سیطون حدیث صحیح میں اشارہ ہے کہ پہاڑ کے کسی شعبہ میں بکریاں لیکر رہے وہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں عمر صرف کرے اور آبادی دنیا کے لوگوں کو اپنے شر سے چھوڑ دے اور بعض نے فرمایا کہ برادری تو ہر امت پر بعد اسکے مجاہدہ پھر شاہدہ ہر آدمی آئیے گئے ہیں کہ تم ان خصائل خوب کو نہ پاؤ گے مگر سید طرح کہ جو کچھ تم چاہتے ہو اس میں سے خرچ کر ڈالو اور شیخ **ابن عطاء** نے فرمایا کہ تم قربت کو نہ پہنچو گے در حالیکہ تم اپنے نفس کے مخلوق و خواہشوں میں لگے پٹے ہو اور شیخ **ابو عثمان رحمہ اللہ** نے فرمایا کہ خواص بندوں کے مقامات تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ نفس کے آداب اور اس کی ریاضت میں سے کچھ بھی اسکے ذمہ باقی رہا ہے اور **اسطی** نے کہا کہ بر تک پہنچنا تو بعض محبوب چیزوں کے خرچ ہی کرنے سے ہے مگر یا یعنی خالق بر تک پہنچنا یون ہی ہے کہ ہر دو جہان سے اور جو کچھ نہیں ہے سب سے مجرد و منفرد ہو جاوے اور شیخ **نصر آبادی** نے کہا کہ محبوب چیزوں کو مجھے دور کر کے تجھے خاص اپنے ہی واسطے اکیلا کر لیا تاکہ تیری محبت خاص کی طرف ہو اور اسکے سوا کسی کی طرف التفات نہ رہے **قال المترجم** یہ اشارہ صاف ظاہر اور بہت حیدر اشارہ ہے بلکہ ایسا قوی ہے کہ گویا سیاق کلام ہی کے واسطے ہی اور تجھے معلوم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے انکا کل مال خیرات کرنا قبول کیا اور کہا ابو بکر نے کہ میں نے اپنے لوگوں کے واسطے اللہ تعالیٰ واسکے رسول کا نام چھوڑا ہے یعنی کچھ نہیں چھوڑا۔ حالانکہ کل صدقہ اور دن کے واسطے رو نہیں رکھا گیا ہے پس فعل ابو بکر نے اقرب باصل مقصود ہے بلکہ وہی اصل مقصود ہے اور یہ خصوصیت بنظر قوت ایمان و صدقیت ہے بخلاف اور لوگوں کے کہ انہیں مزاج سخت باہست درجہ بدرجہ ہو و ہوشل جزع و فزع و وقت شدت کے وغیر ذلک فافتم اور شیخ **نصر آبادی** نے کہا کہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بر تکو اجبت ہے اور میرے نزدیک صفت بارہویں گویا یون کہا کہ تم لوگ میری قربت نہ پاؤ گے الا اسی طور سے کہ تمام علانی کو قطع کر دو۔ **قال المترجم** یعنی دل کو تعلق نہ رہے اور ظاہر میں ہر ایک چیز ہونا منع نہیں ہے لیکن کوئی چیز اس کی محبوب ہونگی اسکے نزدیک لعل کا ہاتھ مارنا اور کنکری کا جانا جب اللہ کیساں ہوگا فافتم اور **صفا** نے فرمایا کہ تم حق کو نہ پاؤ گے جب تک کہ اسوایے حق کے ہر چیز سے جدا نہ ہو جاؤ اور **ابن عطاء** نے فرمایا کہ تم میری معرفت و نزدیکی ہرگز نہ پاؤ گے یہاں تک کہ اپنے نفس اور قصد سے بالکل خارج ہو جاؤ۔ اور شیخ **علومی** نے کہا کہ تجھے سب چیزوں سے زیادہ محبوب تیری جان ہے اور شیخ **ابو بکر وراق** نے فرمایا کہ انکو اس آیت سے فتوت کی راہ بتانی اور فرمایا کہ تم ہرگز اس کھالی کو نہ پہنچو گے جو میری طرف سے تیرے والا اسی طور کہ تم اپنے بھائیوں پر اپنے مال خرچ کرو اور علی یہ کہ راہ انہی میں جان دو کیونکہ فضل جہاد کہ خودن گھوڑا پارہ پارہ کیا گیا اسکے عوض میں اللہ تعالیٰ تم کو جزاے خیر عطا کرے گا اور جو اتفاق اور بر بھارا دکھلانے سنانے کے واسطے ہوگا تو میں شکر سے ہی ہوں جیسا کہ اس بارہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت ہے جس میں فرمایا کہ اس آیت میں اشارہ ہے کہ

تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہیں پہنچو گے یہاں تک کہ اپنی محبوب جانوں کو اللہ تعالیٰ کی اجازت سے قربان کر دو  
**كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلاَلًا لِّنَبِيِّ اِسْرَائِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَائِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنزَلَ**  
**التَّوْرَةُ اَقْلُ فَاَتُوا بِاللَّتُوْرَةِ فَاَنلَوْهَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ** ○ **فَمَنْ اَقْتَرٰ**  
 سب کھانے کی چیزیں حال میں نبی اسرائیل کو مگر جو حرام اس کی نفسی اسرائیل نے اپنی جان پر سے پہلے تو رکھ لاؤ تورتہ اور پڑھو اس کو اگر تم ہے پھر جو کوئی ماہی سے

عَلَى اللَّهِ الْكَذِبُ مِنْ لَعْدِ ذَاكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝ قُلْ صَدَقَ اللَّهُ فَاتَّبِعُوا

اللہ پر جھوٹ اس کے لعد تو وہی ہے انصاف لوگوں میں تو کہ سچ فرمایا اللہ نے سونامی ہو جاؤ

مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

دین ابراہیم کے جو ایک طرف تھا اور شرک والا نہ تھا

و منزل لما قال اليهود انک نزعہ انک علی ملۃ ابراہیم وکان لایاکل لحوم الابل والباہنا یعنی شان نزول اس آیت کا یہ واقعہ ہوا کہ یہود نے کہا کہ اے محمد تم نزع کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم کی ملت پر ہو حالانکہ وہ اونٹ کا گوشت اور اس کا دودھ نہیں کھاتے تھے مگر تم کہتا ہو کہ یہ سب نزول آیت کریمہ کے سیاق سے خوب مطابق ہے اور یہی صیغہ فی وغیرہ اہل درایت و روایت نے ذکر کیا کہ ہر گاہ اللہ عزوجل نے فرمایا بقول من الذین ہادوا حرما علیہم طیبات اہلت لہم الآتۃ۔ اور نیز فرمایا علی الذین ہادوا حرما کل فی ظفر من البقر والغنم حرما علیہم شحمہا۔ تا قولہ۔ ذلک جزئیہ ہم بغنیم الآتۃ حاصل یہ کہ یہ چیزیں یہود پر بسبب ان کے ظلم و بغاوت کے حرام کی گئیں اور اس سے یہود کی بدخصلت و مذمت ثابت ہوتی ہے اور نیز یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ نسخ ٹھیک ہے جس سے یہود منکر تھے اور حضرت عیسیٰ سے کفر کرتے تھے کہ اس نے حکم تورات کو بدل ڈالا وہ نبی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں نسخ نہیں روا ہے تب یہود نے کہنا شروع کیا کہ یہ باتیں کچھ نہیں ہیں یہ چیزیں تو ہم سے پہلے دیگر انبیاء زور و ابراہیم سے ملی آتی تھیں یہاں تک کہ ہم بھی وہی شریعت قائم ہوئی پس ہم دین ابراہیم پر ہیں نہ اہل اسلام اور اس سے اپنی برات کھاتے اور نسخ نہ ہونا ثابت کرتے پس اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا۔ کل الطعَام۔ اے مطعوم اور مراد اہل مطعوم ہے یعنی ہر مطعوم کا کھانا۔ کَانَ حَلَالًا۔ حلال تھا۔ اور حل مصدر ہے جس میں مفرد جمع یکسان اور مذکر مؤنث یکسان ہے اور مراد حلال جیسے حرم معنی حرام ہے۔ اہل ہر ایک طعام جو کھایا جاتا ہے وہ حلال تھا۔ لَکِنِّی اِسْرَائِیلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَائِیلُ۔ یعقوب واسطے بنی اسرائیل کے گروہی جو حرام کر لیا تھا اسرائیل یعنی یعقوب نے۔ عَلٰی نَفْسِی۔ وہو الابل لما حصل له عرق النسا بالفتح والقصر فذرا ن شعی لایا کلمہا فحرم علیہ اپنی ذات بیرون اور وہ اونٹ تھا جبکہ انکو عرق النسا بالفتح اول بدون مد کے بروزن عصا پیدا ہوا پس انھوں نے نذر کی کہ اگر شفا حاصل ہو تو اس کو نہ کھاویگا پس اس پر حرام ہو گیا۔ مگر تم کہتا ہو یعنی بسبب نذر کے خاص اس پر حرام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے شرعاً حرام نہیں کیا۔ اولاً ایک خاص رگ ہے جو کولے سے نختہ تک ہے اور عرق ایسے رگ ہے جس میں یہ رگ نسا کی بیماری ہوتی ہے۔ پس معنی یہ ہوے کہ کل طعام بنی اسرائیل پر حلال تھے سوائے اونٹ کے جو یعقوب نے اس نذر میں اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اگر کھا جاوے کہ اس سے سوائے اونٹ کے کل طعام کی حلت ثابت ہوتی ہے حالانکہ مرد اگر بھی حلال نہ تھا تو جو اب یہ کہ وہ طعام نہیں اور مگر تم کہتا ہو کہ یہ جواب نہیں ہے کیونکہ جو کھایا جاوے وہ طعام ہے اور بت لوگ مردار کھاتے ہیں اور اگر شرعی ہونے کی قید لگائی جاوے تو اسی میں گفتگو ہے اور جواب صحیح یہ ہے کہ الف لام عند کا ہے اور مراد وہ طعام ہیں جسکے حرام ہونیکا یہودی دعویٰ کرتے تھے کہ پہلے سے حضرت ابراہیم وغیرہ پر حرام تھے۔ اگر کھا جاوے کہ یہ تو خاص نذر حضرت یعقوب کی تھی اس پر حرام ہوا پھر بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوب پر کمان حرام ہوے تو جو اب یہ کہ اولاد یعقوب نے اس چیز کو اپنے اوپر بھی اپنے باب کی سنت کی پیروی سے حرام رکھا تھا لہذا حرمت میں بنی اسرائیل کو شامل کیا یعنی بنی اسرائیل پر کل طعام حلال تھا سوائے اونٹ کے کہ جبکہ یعقوب علی السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا تو وہ بنی اسرائیل پر بھی حرام ہوا اسکا وقت بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَنْزَلَ التَّوْرَةَ۔ وہ ذلک بعد از نزول و لکن طے عمدہ حراما کما زعموا۔ قبل نازل کیے جانے تورات کے ف اور تورات کا نازل کیا جانا لہذا ابراہیم کے ہزار برس پہلے اور طے عمدہ

حضرت ابراہیم کے عہد میں حرام نہ تھا جیسا کہ یہود نے زعم کیا۔ اور قبل نزول التوراة کے قید فرمائی اس لیے کہ بعد نزول تورات کے اللہ تعالیٰ نے اور بہت چیزیں حرام کر دیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہود سے انھیں کی کتاب سے حجت دین تاکہ چپ ہوں پس فرمایا **قُلْ - اَلَمْ - فَاَتَوْا بِالْتَّوْرَةِ فَاَنلَوْهَا - لِيَسْبِيَنَ صَدَقَ تَوْلِكُمْ - اِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ -** فیہ قبہتوا ولم یا تو ابہا کمدے ان سے کہ پھر لاؤ تورت کو اور پڑھا اس کو تاکہ ظاہر ہو تمہارے قول کی سچائی (اگر تم سچے ہو اس دعویٰ میں واپس مہوت ہو گئے اور تورت کو نہ لائے ائمہ تفسیر نے لکھا ہے کہ امین بڑھی قوی دلیل موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رسولِ حق تھے اور اس سے خوب ثابت ہوا کہ شرع میں ترمیم ہونا قدیم سے ہے اور اس سے انکار کرنا بالبیوقوف نادان باہٹ و دھرم ہے کیونکہ نسخ کے توبہ معنی ہیں کہ اس سے ظاہر ہو جائے کہ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے نہایت تک کیونکہ اسے مقرر فرمایا تھا اور یہ نہیں ہے کہ نفوذِ بائس حکم میں تردید تھا کہ اب بدلا گیا یعنی اولیٰ علی اللہ لکذیب **مِنْ اَبَعْدِ ذٰلِكَ -** اسی ظہورِ الحججہ بان الترمیم انما کان من جہۃ یعقوب لاعلیٰ عہد ابراہیم پھر جس نے اللہ تعالیٰ پر تہتان یا نہا بعد اسکے و یعنی بعد اس حجت ظاہر ہونے کے کہ حرام کر لیا فقط یعقوب ہی کی طرف سے تھا اور حضرت ابراہیم کے عہد میں نہ تھا۔ **فَاُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ** المتجاوزون الحق الی الباطل۔ تو یہی ظالم لوگ ہیں و یعنی حق سے باطل کی طرف تجاوز کرنے والے ہیں۔ پھر چونکہ انکا اقرار جو خود باطل تھا انکی کتاب سے بھی جسکا اعتقاد رکھتے تھے باطل ظاہر ہو گیا اور کھلی حجت انہیں قائم ہوئی کہ سکو کی طرح دفع نہیں کر سکتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صلعم کو اعلانِ صدق و حق کا حکم دیدیا کہ۔ **قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ -** فی ہذا و جمیع ما اخبر بہ۔ کمدے کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے و یعنی اس بات میں اور تمام باتوں میں جس سے اسے بندوں کو آگاہی فرمائی ہے اور اس میں یہود پر تعریفیں ہے کہ تم جموٹے ہو۔ **فَاَتَّبِعُوا مِلَّةَ اِبْرٰہِیْمَ حَنِیْفًا -** الیٰنا علیہا۔ پس ملت ابراہیم حنیف کی اتباع کرو و یعنی اس ملت ابراہیم کی جس میں قائم ہوں حنیف کے معنی چھکنے والا ہے وہ دینِ ناحق سے طرف دینِ اسلام کے یعنی کل طریقوں سے منھ موڑ کر دینِ اسلام کی طرف مائل ہونے والا۔ **وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ** اور وہ مشرکین میں سے نہ تھا و اس میں یہود پر تعریفیں ہے کہ وہ مشرکین میں وضع ہو کہ اس آیت کریمہ سے چند امور ثابت ہوتے ہیں نذر کا وجہ ہونا اور انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ ہونا اور نسخ کا ثبوت اور انحضرت صلعم کے صدق رسالت کی دلیل اور دین میں دلیل کرنے والے سے دلیل کرنے کا حسن اسلوب اور حق عزوجل پر اقرار کرنے کی بُرائی اور اسلام کا ملت ابراہیم ہونا معلوم ہوا مگر اس میں چند مقامات عظیم الشان اور باقی رہے۔ اول آنکہ اس آیت کریمہ کو قبل سے کیا ربط ہے۔ دوم نذر کرنے کی نسبت حدیث مسلم میں مذمت بھی آئی ہے پھر نبی اللہ تعالیٰ نے نذر کی اس میں کیا تحقیق ہے۔ سوم تورت نامگی تو معلوم ہوا کہ وہ ٹھیک موجود ہے بدین تحریف کے۔ چہارم طریقہ حجت الزامی اختیار فرمایا۔ پنجم ملت ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا جانے لاکہ نبوت حضرت محمد صلعم مستقل ہے یہ بات کیونکہ ہے۔ پس ان مقامات میں مختصر کلام ضروری ہے اور ان میں فوائد بشمار انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہونگے۔ پس مقام اول کا بیان یہ ہے کہ امام احمد نے ابن عباس سے حدیث طویل روایت کی جس میں ایک گروہ علماء یہود کا حضرت صلعم سے چند سوال کرنا بیان عہد کہ بعد اطلاع کے متابعت اختیار کریں گے اور ہر جواب کی تصدیق کرنا ذکر ہے اس میں یہ بھی ہے کہ انکو قسم لائی کہ تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعنی یعقوب کو ایک مرض شدید ہوا اور بیماری نے طول کھینچا انھوں اللہ تعالیٰ سے نذر مانی کہ اگر اس مرض سے شفا ہو تو جو کھا تب مجھے بہت محبوب ہے اور جو پینا مجھے بہت مرغوب ہے اپنے اوپر حرام کر لاؤ گا اور انکو سب کھانوں سے اونٹ کا گوشت اور سب پنیوں سے اسکا دودھ بہت مرغوب تھا انھوں نے اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور سعید بن جبیر کے طریق سے امام احمد نے حضرت ابن عباس سے جو روایت کی اس میں عرق النساء کی بیماری کی تصدیق ہے و قدر واہ الحاکم و الترمذی و النسائی ایضا اور یہی وجہ ہے کہ

صحاہک وسدی سے بھی روایت کی اور کہا کہ اسکی تحریم میں اسرائیل کے بیٹوں نے بھی اپنے باپ کی سنت پر موافقت کی۔ پھر اس کی تشریح فرمایا کہ یہاں سے دو وجہ اس آیت کی لئے ماقبل سے مناسب ہونے کی ظاہر ہوئیں ایک یہ کہ قولہ لن تنالواہم حتی تنفقوا ما تحبون میں ترک حب الاشیاء مقصود ہے اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی چیز ترک کی جو انکو سب چیزوں سے زیادہ محبوب تھی جیسا کہ ہماری شریعہ میں مشروع ہوا ہے و اتی المبال علی حبہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام پر مال دیا باوجود محبت مال کے۔ اور فرمایا ولیطعمون الطعام علی حبہ۔ اور طعام دیتے ہیں باوجود کہ یہ در طعام کے محتاج ہیں۔ ہر بنا پر آنکہ صغیر جب بجانب مال و طعام راجع ہے۔ وجہ دوم یہ کہ پہلے نصاریٰ پر درگزر اور جو انہوں نے مسیح علیہ السلام کے حق میں عقاد باطل کر رکھا تھا۔ تو پہلے قول حق در باب عیسیٰ وانکی والدہ کے بیان فرما کر ظاہر کر دیا گیا کہ قول نصاریٰ سر سے نترک غلط ہے بلکہ حق عزوجل نے ہکو قدرت کاملہ سے سپرد کیا اور یہ اسکی قدرت کے سامنے کچھ بھی نہیں پھرا سکو رسول کریم بنی اسرائیل کی طرف بھیجا جو ایک شریعہ خاص کے ساتھ توحید پروردگار کی طرف دعوت کرتا تھا مگر یہود نے بعض احکام علی خلاف تورات ہونے کی وجہ سے نہ مانا تب اللہ تعالیٰ نے یہاں سے یہود پر در شروع فرمایا اور ظاہر کر دیا کہ جس نسخ کا انہوں نے انکار کیا بنا بر شریعہ عیسیٰ سے شرع موسیٰ منسوخ نہیں ہوتی ہر وہ نسخ تو جائز کیا معنی بلکہ واقع ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود تورت میں صریح ذکر فرمایا ہے کہ جب نوح کشتی سے اترے تب اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے زمین کے تمام جانور حلال کر دیے پھر اسکے بعد اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت و دودھ حرام کر لیا اور انکے فرزندوں نے اس بارہ میں اسکی پیروی کی پھر تورت میں اسکے سوائے دیگر چیزوں کی تحریم وارد ہوئی اور یہ حال معلوم ہے کہ اللہ عزوجل نے آدم کو اجازت دی تھی کہ اپنی لڑکیاں و لڑکے ایک دوسرے کے کھانچ میں دیدیں پھر اسکے بعد ایسا عقد حرام کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی شریعہ میں آزادہ منکوحہ پر باندھی رکھ لینا حلال تھا چنانچہ خود انہوں نے سارہ پر باندھ کر رکھا حالانکہ تورت میں ایسا کرنا حرام کر دیا گیا اور ایسے ہی دو بہنوں کو ایک وقت میں نکاح میں جمع کرنا روا تھا۔ چنانچہ یعقوب نے خود ایسا کیا پھر تورت میں یہ حرام کیا گیا اور یہ سب یہود کے پاس تورت میں مخصوص ہے اور یہ بعینہ نسخ ہے جس ایسے ہی حضرت عیسیٰ کے واسطے جو شرع معترض کی اسمین بہت سی وہ چیزیں جو یہود پر حرام کر دی تھیں بطور نسخ کے حلال کر دیں پھر یہود کو کیا ہوا کہ انہوں نے عیسیٰ کی پیروی نہ کی بلکہ جھٹلایا اور مخالفت کی اور ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صراط مستقیم ملت ابراہیم پر لب لباب شریعت پر بھیجا ہر ان سب کو کیا ہوا کہ اس پر ایمان نہیں لاتے ہیں پس سید واسطے فرمایا کل الطعام کان حلالی اسرائیل الایۃ۔ مقام دوم مذکور اس آیت سے کہ وہ تقدیر میں کچھ تشریح کرتی ہے نہ ہوتی ہے اور یہ شیوہ عوام و جمال ہے نظر باین معنی حدیث میں نسخ ہو کیونکہ جاہل سمجھتا ہے کہ میں نے یوں نذر کی تو ایسا ہوا کہ گویا تقدیر بدل گئی پس یہ نسخ ہوا اور برخلاف اسکے اس نیت سے کہ جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنے زہن سے واسطے سب سے محبوب چیز کو ترک کیا اور یہ موافق شرع ہے اور ہر بلکہ اولیٰ ہے اور اسمین تحقیق لطیف ہے جو عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آویگی۔ مقام سوم تورت کا قابل ہونا اور ہونا اسکے دو معنی ہیں ایک یہ کہ تورت وہ کلام الہی جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تو اسمین شک نہیں کہ وہ کتاب اللہ تعالیٰ برحق تھی اور اس سے انکار کرنا کفر ہے اور بحث یہاں دوسرے معنی کر کے ہے یعنی یہ تورت جو یہود کے ہاتھ میں موجود تھی آیا بعینہ وہی تھی جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ پر نازل فرمائی یونکہ بالانفاق الواح زبرجد کا تو پہ نہیں ہے تو میں کہتا ہوں کہ اسمین کچھ اختلاف ہے اور علمائے اسمین مفروضہ نہیں کیں لیکن شاید تحقیق کلام اختصار کے ساتھ وہ ہے جو حافظ ابن القیم نے اغاثۃ اللہ فان میں فرمایا کہ علمائے اسمین اختلاف کیا کہ جو تورت ان یہود کے ہاتھ میں ہے بھلا اسمین تبدیل لفظی ہوتی یا نقطہ معنوی تخریفات واقع ہوتی یعنی تاویل بجا کرتے تھے پس اسمین تین قول ہیں ایک گروہ نے کہا کہ کل تورت یا اکثر اسکے توم بدل ہو گئی کہ بعض نے یہاں تک غلو کیا کہ اسکے اوراق ردی سمجھے جاویں اور ایک گروہ کہہ فقہ حدیث و کلام نے کہا کہ تبدیل فقط تاویل ہے



میں ہوئی چنانچہ بخاری نے اپنی صحیح میں کہا یہ فون نیریلون لیس احد نزل لفظ کتاب بن کتب اللہ لکن تم تیا ولونہ علی غیر تاویلہ یعنی بحر فونہ بمعنی نیریلون  
 ہو لیکن کسی کو یہ قدرت نہیں کہ کتاباے الہی میں سے کسی کتاب کے لفظ کا ازالہ کرے لیکن بات یہ تھی کہ وہ اس کو تاویل حق کے سوا سے دوسری  
 وجہ پر تاویل کرتے تھے اور اسکو ابن عباس سے روایت کیا گیا اور یہی شیخ رازی نے اختیار کیا ہے اور میں نے اپنے شیخ سے سنا کہ فرماتے تھے فضلاء میں  
 جھگڑا پڑا پس اس نے ہی قول کو توجائز رکھا اور باقی احوال کو وہی قرار دیا پس لوگوں نے اسے نکار کیا تو اس نے اسکی چند نقلیں پیش کیں اور بخاری کی حجت کے  
 یہ بات ہے کہ تورات کے نسخے مشرق و مغرب و شمال و جنوب میں جہاں بھر میں پھیل گئے کہ اسکے نسخوں کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پس یہ ممکن ہے کہ  
 تمام ان نسخوں والے تبدیل و تغیر پر متفق ہو جاویں کہ یہ سب نسخے متغیر ہو جاویں اور وہ زمین پر ایک نسخہ بھی صحیح سلامت باقی نہ رہے جو ملے  
 وہ متغیر ہی ملے اسکو عقل سلیم مجال جانتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو فرمایا۔ قل فاتوا بالتوراة فاتلو ہا ان کنتم صادقین مگر تم  
 کتاب کو اسکو حکم قرار دیا اور اگر وہ محرف ہوئی تو کیوں حکم قرار دی جاتی اور نیز عبد اللہ بن صورت کے قصہ میں آئیہ رحم کو اسے چھپا رکھا تھا چنانچہ  
 فرمایا کہ اور ہمارے اتفاق کیا ہے کہ انھوں نے فریضہ رجم کو ترک کر دیا مگر اسے یہ ممکن نہ ہوا کہ تورت میں سے اسکو تغیر دیوں یہ اسطے جب انھوں نے  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو پڑھنے والے نے آئیہ رجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا پس عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اٹھا اسے اٹھا یا تو  
 اسکے نیچے سے چک اٹھی۔ کہا کہ اور ایک قوم نے بیع اختیار کیا ہے اور کہا کہ اس میں کچھ خفیف چیزیں ضرور زیادہ ہوں اور متغیر کی گئیں۔ اور  
 ہمارے شیخ نے رسالہ الجواب اصحیح من بدل دین المسیح میں اسی کو اختیار کیا اور کہا کہ یہ اسطے کہ جو تورت لکے پاس ہی اسے ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے  
 ابراہیم سے فرمایا۔ کہ اذبح ذبک بکر اور حیدک اسحق۔ یعنی ذبح کر تو اپنے بیٹے بکر کو یا حید کو اور وہ اسحق ہے حالانکہ یہ زیادتی دس سے بل سے  
 اول یہ کہ ابراہیم کا بیٹا بکر و حید تینوں ملتوں کے اتفاق سے اسمعیل ہیں نہ اسحق۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو حکم دیا کہ ہاجرہ اسکے فرزند اسحق کو ساہ  
 کے پاس سے ہٹا لجاوین اور خشک میدان مکہ میں بسا وین تاکہ سارہ کو نیرت نہ آوے پس باندی و اسکی اولاد کو سارہ کے سامنے سے دور کر کے حکم  
 دیا پھر اسکے بعد کیونکر حکم ہوگا کہ سارہ کے فرزند کو ذبح کرے اور ہاجرہ کے فرزند کو باقی رکھے اور یہ ایسی بات ہے کہ اسکو حکمت ہی نہیں ہے سوم  
 ہے کہ ذبح کا قصہ قطعاً مکہ میں واقع ہوا اسد واسطے اللہ تعالیٰ نے ہدی وغیرہ کی قربانی خاص مکہ میں قرار دی تاکہ ہت والون کو یاد رہے جو ابراہیم  
 واسکے فرزند کیساتھ حکم فرمایا تھا چہا یم آنکہ اللہ تعالیٰ نے سارہ کو اسحق کی بشارت دی اور بعد اسحق کے یعقوب کی بشارت دی اور یہ دونوں  
 بشارتیں سنا ایک ہی ساتھ دین یعنی جسے اسحق ہوگا اور تیری زندگی میں اسحق سے یعقوب ہوگا۔ پھر کیونکر اسکے بعد ذبح اسحق کا حکم ہوگا حالانکہ  
 ماورہ پدر کو اسحق کے فرزند کی بشارت دی ہے۔ چیم آنکہ اللہ عزوجل نے ہر گاہ قصہ ذبح و اسکا اپنی جان اللہ تعالیٰ کی واسطے تسلیم کرنا اور ابراہیم کا اسکے  
 ذبح پر اقدام کرنا ذکر فرمایا اور قصہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا و بشرنا بما باسحق بنیامن الصالحین پس اللہ عزوجل نے ذبح فرزند کے قصہ کے بعد  
 اسحق کی بشارت کا قصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ذبح دیگر ہے اور اسحق دیگر ہے چنانچہ پارہ ۲۳ میں فصل آوینا۔ پس اسمعیل کو ذبح سے نجات دی اور شکرت اسپر  
 اور پڑھایا کہ اسحق کو دیا۔ ثم آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے فرزند کی دعا کی پس اسکی دعا قبول فرما کر بشارت دی پھر جب اسکے ساتھ سخی کو  
 ہو چکا تو اسکے ذبح کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ وقال انی ذاہب الی ربی سہدین رب سہد لی من الصالحین فبشرناہ بنبلاہم حلیم پس یہ دلیل  
 ہے کہ یہ فرزند جب ہی ملا کہ ابراہیم نے اسکی درخواست کی اور دعا کی اور نص قرآن سے قطعاً معلوم ہوا کہ یہی فرزند جسکی بشارت بعد دعا کی دی گئی  
 تھی اسکے ذبح کا حکم ہوا ہے اور وہی اسمعیل ہیں اور رہے اسحق تو انکی بشارت بدون دعا کے بڑھاپے میں ہی گئی اور ایسی حالت تھی کہ ایسے سن والے کے  
 دعا کا نہیں پیدا ہوا کرتا ہے اور اسحق کی بشارت بھی سارہ کو تھی اسد واسطے سارہ نے تعجب کیا جیسا کہ حق عزوجل نے فرمایا قالوا تمہم من ان راسد رحمہم

حدیث میں ہے کہ  
 نفل عورت  
 کہ سناؤ اللہ  
 جو جس نے  
 بیان عورت  
 اور حکم دیا  
 انھوں نے ان سے  
 سنا ان میں سے  
 نہ سنا مال کا  
 من ابراہیم اور  
 اسکا اسکا  
 کہ اسکا اسکا  
 اور اسکا اسکا  
 اسکا اسکا

اور برکاتہ علیکم الہی البیت انہ حمید مجید۔ اور نیز فرمایا اور امر انہ قائمہ فصحتہ فبشرنا بالابا حق وین وراہ حق یعقوب۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو  
کہ میں نہیں لاتے اور کبھی انکو انکی ماں سے جدا نہیں کیا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا کہ سارہ کے فرزند کو چھڑا کر لیا وین اور اسکی  
سوت کے وہاں لیجا کر ذبح کر دین اور اسکی سوت کے فرزند کو باقی رکھیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے جب ابراہیم کو خلیل بنایا اور خلت میں اس  
کو متضمن ہے کہ اسکا قلب بالکل اپنے پروردگار سے متعلق ہو جس میں غیر کی کچھ بھی گنجائش نہ ہو پھر جب خلیل نے فرزند کی درخواست کی تو اس کو اس  
عطا ہوا پس اس سے شعبہ قلب متعلق ہوا پس اس شعبہ سے بھی خالص کرنے کو امتحان کیا اور حکم دیا کہ اس فرزند کو ذبح کر لے پس جب وہ فرما کر  
پرا ما وہ ہوا اور عزم باجزم کر لیا تو یہ شعبہ خالص ہو گیا اور یہ معلوم ہے کہ ایسا تو اول ہی فرزند میں ہو گا پس جب اول میں یہ بات حاصل ہو گئی اور  
امتحان پورا ہوا تو خیر میں اسکی حاجت ہوئی کیونکہ آخر فرزند کی محبت اگر مزاحم ہوتی تو اسکے ذبح کا بھی حکم ہوتا لیکن اگر آخر فرزند کے ذبح کا حکم ہوتا تو  
لازم آتا کہ اول فرزند کے بارہ میں خلت کی مزاحمت ایک مدت تک چھوڑ رکھی تھی حالانکہ یہ خلاف مقتداے حکمت ہے وفاقہم۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اسماعیل تو عنقوان  
شباب میں ملے اور اسکی آخر عمر بڑھاپے میں دیے گئے تھے اور عادت کے موافق تعلق قلب کا اول سے ہو فلیت ال فیہ۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم نے خود فرمایا کہ میں دو ذبح کا فرزند ہوں یعنی عبداللہ کا جو آپ کے والد تھے اہد قصہ انکما سیر میں مروی ہے دوم آپ کے دادا اسماعیل کا جیسا کہ قرآن  
میں قصہ مذکور ہے بالجملہ مقصود یہ ہے کہ یہ لفظ انھوں نے تورات میں بڑھادیا ہے اور پوشیدہ ہے کہ تمہیں ان وجوہ سے ضرور ہر قدر ثابت ہوتا ہے کہ  
اسحق کا لفظ تغیر کر کے زیادہ کیا گیا کیونکہ یہ وجوہ بعض مشیدارکان بعض میں ویسا ہی حال اہل کابہر چنانچہ حقیقی تھے تفسیر سورہ فاتحہ میں کہا کہ خلیل  
کے بعض الفاظ میں تحریف و تبدیلی اور معانی میں فرق کثیر ہوا اسکے نسخے بہت مختلف ہیں اور چار نسخے مشہور ہیں انتہی لخصاً مترجم کہتا ہے کہ ملا  
بحر العلوم وغیرہ سے تحقیق میں تصور ہوا کہ انھوں نے اسحق کو ذبح قرار دیا ہے حالانکہ قطع نظر مشہور کے وہ مخالف نصوص قرآن و حدیث ہیں  
اسکے مقابلہ میں کسی فرو بشر کا قول قبول نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ کیسا ہی کشف کا دعویٰ کرے اسواسطے کہ کشف کی شرط یہ ہے کہ خلاف نصوص و  
سنت ہو وے کہا لا یغنی علی المعارف الماہر و قد صرح بہ جمع من الاکابر۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک تحقیق المقام یہ ہے کہ اصل تورات عبرانی  
میں تحریف نہ تھی مگر تورات سے عربی وغیرہ میں نقل کرتے اور اسکے ابواب و سورتوں کو علیحدہ علیحدہ لکھتے اور اس میں تحریفات کرتے اور بعضے بیانات  
کو محکطے کر کے جہاں جہاں مناسب سمجھتے الحاق کرتے تھے چنانچہ قولہ تعالیٰ للذین یتقون الکتاب باییدیم ثم لیقولون ہذا من عند اللہ الایۃ میں  
منصوص ہے اور قولہ تعالیٰ تجلونا قرطیس تبدونہا و تحفون کثیر الایۃ سے ظاہر ہے کہ قرطیس اجزائے علیحدہ علیحدہ پارے لکھتے اور بہت کثرت  
سے چھپا ڈالتے تھے۔ اور شلاہیسی علیہ السلام کا ذکر تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی تھی تو اسکی آیات لیکر لکڑے ٹکڑے کر کے مندرجہ  
انبیاء سے بائقین کے ساتھ ملاتے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ یحرفون الکلم عن مواضع الایۃ میں منصوص ہے کہ کلمات کو اپنے مواقع سے بدل ڈالتے تھے  
پس جب نسخہ تورات جو انھوں نے بہ کثرت شائع کر دیے تو آئندہ اعتبار ساقط ہو گیا کہ اصل تورات کون نسخہ ہے اور انکے بدلے ہوئے نسخجات  
کون ہیں اگرچہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عبداللہ بن سلام وغیرہ علمائے یہود جو مسلمان ہو گئے تھے وہ اس نسخہ کو پہچانتے تھے جو قدیم سے  
انکے پاس تھا اگرچہ اسکی بعض کلمات جو قدیم سے سرزد ہوئی تھی جس سے حضرت عیسیٰ کی بشارت مٹانی تھی اس سے ان کو بھی مجبوری تھی رہا  
ہیکہ اس زمانہ میں جو ترجمہ تورات و انجیل کے موجود ہیں انکا تو حال ہی نہ ہو چھو کہ ان میں کس قدر تغیر و تحریف ہے اور سخت عجیب ہے کہ جتنے مرتبہ جتنے  
سنون کے مطبوعہ نسخے دیکھو ان میں فقر و عبارات و الفاظ و معانی و اشارات و فنون متعلقہ معانی سے بہت بڑا تفاوت موجود ہے  
جسکا ہی چاہے معائنہ کر لے۔ پھر مترجم کہتا ہے کہ جب تحقیق یہ ہوا کہ تورات میں فی الجملہ تغیر و تحریف اسوقت موجود تھی تو کیونکر حکم ہوا کہ

لہ یعنی آپ کے والد حضرت عبداللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام

فانوا بالمتوارة فاتلوها ان کھتم صادقین۔ اور جواب یہ ہے کہ علم الہی حاوی ہے اس مقام خاص میں کوئی تفریق نہ تھا جو ان کے الزام کیو اسطے بہت کافی تھا فافہم پھر ان کے احبار نے اسکی تفسیر کو اسطرح غلط کیا اور نقل میں ایسی عبارات سے سکولائے کہ اصل کلام متمیز نہ ہو اور تاویل منہی خلاف اصل کے بجائے اصل کے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے میں قائم کیے کہ وہ عوام کے نزدیک اصل مشہور ہو گئے ہو اسطے کہ جسے لوگ اپنے جبار کی ہر عملیں غریب میں سراسر تابع تھے اور تنقید روایت و درایت کا انہیں بالکل نام ہی نہ تھا و اللہ تعالیٰ علم تمام جہاں آگے اللہ عزوجل نے عدل و مراد سے منع فرمایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ میں اس سے سخت مانعت ہے اسطے کہ تحقیق و اکار علمائے علم خلاف پر تشبیح کی اور اس سے منع فرمایا ہے پس نظر بریکہ ہر ایت و ضلالت سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے لائق مقصد کو پسند فرما کر ان کے انکار کے جواب میں اسی قدر فرمایا کہ تم اگر کلام پاک قرآن مجید کے مستند نہیں ہو تو اورتیہ اٹھا کر دیکھ لو اس میں لکھا ہے اس اگر مساند نہیں ہو تو تسلیم کرو اور آئندہ کیو اسطے خدا ترک کرو اور اسلام لاؤ۔ پس ساری بات تو اللہ تعالیٰ کا انقیاد ہے اسطے اسحضرت صلعم کو حکم و پاکہ ملت ابراہیم کی پیروی کریں چنانچہ فرمایا تم خدا تعالیٰ ایک ان اتبع لہذا ابراہیم حنیفا۔ یعنی وہ طریقہ اختیار کرو جو ابراہیم نے اسلام کا اختیار کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے بہترین مقصد و وسیع تھا پس اس شرع کو اللہ عزوجل نے باستقلال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے مکمل کر دیا۔ وذلک فضل اللہ عزوجل بجاننا چاہیے کہ عرق النساء کی بیماری جسکی تدریس میں حضرت یعقوب نے اپنے اور اونٹ کا گوشت وغیرہ حرام کر لیا تھا اسکا علاج قرطبی نے تعلیمی کی روایت سے ذکر کیا کہ حضرت انس نے مرفوعاً روایت کی کہ عربی میڈیٹا جو نہ بچہ ہو نہ بڑھا ہو اسکی حکمتی لیکر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے جاویں اور آگ پر بھولے جاویں اور اس سے جوتیل ملے وہ لیا جاوے اور اسکی تین قسمیں کیا وین پس جو شخص اس مرض سے بیمار ہو وہ ہر روز نماز پڑھے اس میں سے تین وزن پیے۔ حضرت انس نے فرمایا کہ میں نے سو بہیا روں سے زیادہ کو یہ دو ادبائی سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھے ہونگے **ف** عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ کل الطعام کان حلالا لنبی اسرائیل الامم اسرائیل علی لفسہ۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ اس قصہ اولوں کو روا ہے کہ کھانے کی چیزوں میں سے کوئی چیز ازراہ مجاہدہ چھوڑ دین نہ ازراہ تحریم لینی یہ عقائد نہ کریں کہ یہ واقعی حرام ہے بلکہ خود مجاہدہ کریں کہ ہم نہ کھاٹینگے پھر اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے انبیا علیہم السلام کی شان سے آگاہ کیا کہ وہ اسطرح مجاہدت کرتے تھے تاکہ یہ لوگ اس میں انکی پیروی کریں۔ اور نیز اس میں یہ اشارہ ہے کہ گوشت چھوڑ دین کیونچہ اس میں بھی ایک عقل کی غلطی اور دل کی گندگی ہے کہ وہ مجاہدہ و ریاضت کے حق میں اسکا کام کرتا ہے لیکن اسکا ترک کرنا اس راہ سے نہ کہ گوشت کو حرام سمجھنے نے **قال لمرجم** انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبریٰ کی دست کو پسند فرماتے تھے یہ باعتبار اسکے تھا کہ وہ زود مضہم اور خوشگوار ہوتا ہے اور بوجہ خواہش نفس و مزہ کے نہ کھا کہ یہ وہ ہم آپ کی جناب میں سوائے بوقوف کے اور کسیکو نہ ہوگا اور یہ وجہ پسندیدگی کی جو میں نے بیان کی ہے بعض روایات میں خود مصرح آگئی ہے۔ پھر جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زیچالی کرنے کو مجموعی ہیأت سے نظر کرنا اور جانتا ہے وہ اسکی شہادت دیکھا کہ آپ کو کسی چیز کے ترک کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی علاوہ ازیں آپ کو کوئی چیز مضرت نہیں ہو سکتی تھی جیسا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو خصائص سے مخصوص فرمایا تھا اور یہ حال اور لوگوں کا نہیں ہے کہ وہ وہی ہے جسے ایسی سنتوں کے ادا کرنے میں سوائے اس کے اور طریقہ لیا کہ وہ ایک مرتبہ اس طرح دست کے گوشت کو کھاوے اور نیز جسے اکابر صوفیہ کی اس طرح ماننت کو خلاف سنت اور رہبایت خیال کیا وہ بھی کج فہم ہے پس حق و قول میل اس مقام پر یہ ہے کہ گوشت کھانا مطلق ہرگز اور دائمی ترک بھی خلاف سنت و فضیلت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منہ ہے لیکن یہ یاد رکھئے کہ اللہ عزوجل نے لگے بکری وغیرہ جو جانور جاندار پیدا فرمائے ہیں اور احسان کے طور پر آدمی کو یہ اجازت دی کہ ذبح کرے اور کھاوے تو اس آدمی پر کتنا بڑا احسان کیا اگر اسنے کبھی

صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے حضرت محمد اور حضرت عیسیٰ کے واسطے ایک ہی لفظ

جاندار کو ذبح کر کے کھایا تو اسکے عظیم شکر یہ کو پورا ادا کرے کہ جب تک اس غذا کی تقویت بدن میں ہر بدن کو امور شرعی و عبادت میں صرف کرے اور یہ امر اگرچہ کل غذاؤں میں ہے لیکن ان جاندار چیزوں کے گوشت میں زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اناج وغیرہ میں وہ جان نہیں سمجھتا ہے لیکن تقویت گوشت کی غذا میں ناندہر جیسا کہ طبیوں نے اسکے وجہ از قسم شہادت بمقتدی ہونا وغیرہ مفصل بیان کیے ہیں پس کتر ایسا ہوتا ہے کہ اس مواد کو مجاہدہ کے قابو میں لائے اور وہی شخص جسکو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور ایسے لوگ قلیل ہیں پس کثرت کے اعتبار سے ہی آہ صواب ہے کہ گوشت کو ترک کرے کیونکہ غذا سے جو فائدہ تھا کہ مجاہدہ و ریاضت میں قوت ہو گوشت میں اسکے عکس ظاہر ہوا یعنی اس کے جو ان اکابر نے کہا ہوا اور نظیر کی مثلث عینی ہے کہ امام ابو یوسف اسکو استعمال کرتے اور خود اسکے ترک کا اشارہ کرتے اور فقہائے متاخرین نے قطعاً اسکے ترک کی طرف گویا تعریض کر دی ہے جو دیکھ اسکے جو زمین اتفاق ہو فافہم واللہ اعلم۔ قال شیخ اور نیز سید خدایا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس طعام کو ترک فرمایا جو انکو بہت مرغوب تھا پس اللہ تعالیٰ نے جو اسکی خبر دی تو اپنے اہل نجات کو تعلیم دی کہ وہی بھی مرغوب کھانے اور جو کچھ دنیا کی ترقی و لذت کی چیزیں انکے خواہش کی مطلوب ہیں سب اسکی محبت کے واسطے ترک کریں۔ اور نیز اس میں اشارہ ہے کہ جو لوگ سالوں یا برسوں کے طور پر جموٹے وغیرہ کرتے ہیں اور اہل اسلام کو فریب دیتے اور اپنی عاقبت و دنیا خراب کرنے کو اکثر چیزیں پاتے اور حرام کرتے ہیں انکو نہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو پاک چیزیں حلال کی ہیں انکو حرام کریں اور جو خبیث و شرعیہ ممنوع چیزیں ہیں انکو حلال کریں اور ایسے لوگ ہر زمانہ میں ظاہر ہوئے ہیں جنکو اباحیہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ انکی جرمینا دنا پیدا کر دے مگر ہم کہتا ہے کہ اباحیہ ایک فرقہ ہے مگر اباحیہ میں اسلام کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کل چیزیں بندوں کے واسطے مباح کر دی ہیں اور جسے منع کیا ہے وہ اس طور پر یافتہ ہے جیسے طبیب کسی مریض کو پیریزینا ہوا حالانکہ اسپر کچھ قطعی حرام نہیں کرتا ہے اور یہ فرقہ زیادہ تصوف میں دم ہارتا ہے اور اسکے خبیث عقائد و فعال بعض بزرگوں نے مفصل بیان کیے ہیں اللہ تعالیٰ اسلام ان کو انکے شر سے بچاوے۔ قال تعالیٰ قل صدق اللہ فانتبولمۃ ابراہیم حنیفاً ملت ابراہیم علیہ السلام شوق عشق و محبت و خلعت و مروت و ثروت و سخاوت و شجاعت و حلم و امانت و دیانت و کرامت۔ و دعان کی بزرگداشت اور ملازمین صبر کرنا و نعمت میں شکر کرنا اور اسو اسے حق و مومل کو جو چیز ہے سب کو بالکلیہ چھوڑنا۔ اور در محبت میں اتک سیزی و آہ ذاری کرنا اور صدق و اخلاص و توجید و تجرید و تفرید اور سماع کلام حق و توجہ بہ صفت ہونا بالصفات حق باہن طور کہ بشری رسوم میں ٹھہرنے خلاق پر کار بند ہونا اور ٹھہرنے حاصلوں سے وہ عارفین کے پیشوا اور عالم کے معتبرا ہوسے۔ یہ دیکھو کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب خاص کو جو تمام مخلوق اور عالم سے برگزیدہ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابراہیم علیہ السلام کی متابعت و موافقت کا تمام احوال میں حکم فرمایا اور جو شخص ملت ابراہیم سے پھرا اگرچہ خردہ برابر کیوں نہ پھرا ہو وہ تو اسکا نفس ہی اسکا بت ہو جائیگا اللہ عزوجل نے فرمایا میں نے عن ملت ابراہیم الا ان سفہ نفسہ۔ مگر ہم کہتا ہے کہ یہ حقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متفرق مقامات کلام مجید میں مذکور ہیں۔ قولہ تعالیٰ و ما کان من المشرکین۔ حضرت ابراہیم کی توجید کا یہ حال تھا کہ حق عزوجل کے سواے جس شے تک کی طرف التفات ان امور توحیدی میں نہیں کرتے چنانچہ جب مزدوں نے انکو آگ میں ڈالنا چاہا اور ہاتھ پیر لیا کر گویا میں پھایا اور ملا لگہ آسمان و زمین و بندگان صانع اس حال کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر گزرتا تھا حیران تھے اور تقدیر کا یہ عالم دیکھ کر حیرت تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حضرت عزوجل سے خطاب ہوا کہ جاؤ اور جو کچھ ابراہیم علیہ السلام سے کہے انکو پورا کر دو پس اہل جبریل نے آکر کہا کہ آپ کو کچھ میری مدد کی ضرورت ہو تو فرمائیے کہ میں مزد و سمیت اسکا تختہ لوٹ دوں فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کی طرف تو مجھے کوئی حاجت نہیں میرا پروردگار مجھے خود دیکھتا جانتا ہے جو اسکو منظور ہو وہی میری مراد ہے۔ اور ابراہیم علیہ السلام اپنی دین توجید میں کسی کی مدد نہ تھیں کرتے

حتی کہ اپنے مان باپ کی محبت کچھ انکو امر حق سے سست نہیں کرتی تھی بلکہ ان سے کہہ دیا کہ انا قال تعالیٰ اتی بری ما تشکرکون اور فرمایا عقاب لانی ذہب الی ربی سیدین۔ اور حیمت کے ہتھوڑے سے بتوں کے سر توڑ دیے اور خیال شمال سے پاک کر دی وہ جگہ جو نظر حق کے واسطے تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اسکو مشکور کیا اور فرمایا فنجعلہم جزا ذرا۔ اور حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کی محبت میں مالون اور اولاد دن کو قربان کیا اور اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہیں کرتے اسی معنی کر اللہ عزوجل نے فرمایا۔ و اتجوالملة ابراہیم حنیفا اور نیز حضرت ابراہیم کے شان سے دور کر دیا وہ خطرہ جسکو شک تصور کیا جاوے کیونکہ انھوں نے کہا تھا کہ بت رنی کیف بحی الموتی۔ تو وہی دی اس سے پوچھ کر تا کہ شاید حضرت ابراہیم کو شک کا خطرہ آگیا تھا پس اسکو دفع کر دیا اور فرمایا۔ و ما کان من المشرکین۔

ان اول بیتی وضع للناس للذی بیکلہ میزکا و ھدی للعلمین ۝ فیہ آیت م

تحقیق پہلا گھر جو پھر لوگوں کے واسطے یہی ہو جو کہ میں ہر برکت والا اور نیک راہ جہان کے لوگوں کو اس میں نشانیاں بیتی مقام ابرہمہ ۝ و من دخلہ کان امینا ۝ و یدہ علی الناس حج البیت

ظاہر میں کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم کی اور جو اس کے اندر آئے اسکو امن ملا اور اللہ کا من ہر لوگوں پر بنا کر اس گھر کا من استطاع الیہ سبیلا ۝ و من کفر فان اللہ عتی عن العلمین ۝ جو کوئی پاوے اس تک راہ اور جو کوئی پھرے ہوا تو اس پر وہ نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی

و نزل لما قالوا قلیتنا قبل قبلکم یعنی یہود نے مسلمانوں سے کہا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے اور وہ کعبہ سے افضل اور مقدم ہے اسی کی طرف انبیاء ہجرت کرتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمایا کہ یہ بات وہ لوگ جہالت سے کہتے ہیں۔ ان اول بیت وضع۔ متعبدا۔ للناس۔ فی الارض۔ یعنی اللہ پہلا گھر جو وضع کیا گیا اور جاوے عبادت کیا گیا واسطے لوگوں کے زمین میں۔ اور

جاننا چاہیے کہ اول اس فرد کو کہتے ہیں جو اپنے سوا سے سب سے مقدم ہو۔ اور یہ معنی اولیت تحقیقی کہ میں ابراہیم جیسی چیز کو بھی کہتے ہیں جو ابتدا پائی جاوے خواہ اسکے بعد اور شئی ہو یا نہ ہو۔ پس معنی اول کی راہ سے یہ لفظ مضاف ہوگا پس سدی نے زعم کیا کہ خانہ کعبہ پہلا گھر مطلقا ہے اور سراج میں لایا کہ وہ پہلا گھر ہے جو پانی پر ظاہر ہوا اور وقت پیدائش آسمان زمین کے اللہ تعالیٰ نے اسکو دو نہر برس قبل پیدائش زمین کے

پیدا کیا اور پانی کی سطح پر وہ پیدا تھا جہاں کے نام نہ تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی گئی۔ اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صبح وہ ہر شے نے علی سے اس آیت میں روایت کی کہ حضرت علی نے کہا کہ بیت اس سے پہلے تھی و لیکن یہ پہلا وہ گھر جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے رکھا گیا۔ رواہ ابن ابی حاتم اور نیز خالد بن عمرہ کی روایت میں صریح ہے کہ ایک نے حضرت علی سے پوچھا کہ وہ اول بیت ہے فرمایا کہ نہیں بسین وہ اول

بیت بابرکت ہے اسکو بھی ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور اسکو مفسر نے اختیار کیا کہ متعبدا کی قید لگا دی پس اولیت صفاتی ہوتی و اللہ اعلم۔ للذی بیکلہ۔ وہ بیت جو کہ میں ہے۔ البیکلہ بالیا برلنتہ فی مکہ بہیت بڈلک لانا تاکہ عناق الجبارتہ اسی نہ تھا شاہ الملائکۃ پس خلق آدم و وضع لبعہ الاقصی و بنیہا از بعون سنتہ کما فی حدیث صحیحین و فی حدیث ان اول ما نظر علی وجہ الما عند خلق السموات والارض زبذہ بنیہا

فرضیت الارض من تحتہ۔ یعنی پہلے بار موصدہ کہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اسکا نیساہ سب سے کھانا کیا کہ وہ کب کرایا ہر مشرکوں نے زمین یعنی انکو توڑ دینا ہے۔ اسکو ملائکہ نے پیدائش آدم سے پہلے بنایا اور اسکے بعد سب الاقصی بھی گئی اور ان دونوں کے درمیان چالیس برس کا فترت ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث میں ہے ابو ذر سے روایت ہے کہ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلو کون سجدوا لضع ہوئی فرمایا کہ مسجد پر میں نے کہا

الحقیقہ یہ ہے کہ اس آیت میں جو کلمہ ہے

کہ پھر کون تو فرمایا کہ مسجد اقصیٰ میں نے کہا کہ دونوں میں کتنا فرق ہے فرمایا کہ چالیس برس پھر میں نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ پھر جہان مجھ کو نماز کے لیے آئے ہیں  
 پڑھ لے کہ سب میں مسجد ہر رواہ البخاری و مسلم۔ اگر کہا جاوے کہ کعبہ بنا برابر ابراہیم اور مسجد اقصیٰ بنا سلیمانؑ ہوا اور میں ہزار برس سے زیادہ تفاوت ہے  
 تو جواب یہ ہے کہ ملائکہ نے دونوں کو بنا یا تھا پھر انکے بنانے میں اتنا فرق مراد ہے بعد اسکے جیسا ابراہیم نے خاندان کعبہ بنا یا اور سلیمان نے بیت المقدس بنانے میں بہت فرق ہے فافہم۔ اور ایک حدیث میں آیا کہ اول جو بروے آب طاہر ہوا بروقت بیالیس آسمان وزمین کے ایک زبذہ بیضا تھا پھر اسکے نیچے تین کھائی  
 گئی آخر چھ الطیرانی و استغنی فی الشعب ابن جریر و ابن المنذر اور یہی مستند قول سدی ہے و اللہ اعلم بحکمہ کہ ہم مکہ پر تبدیل ہوا یا رہا نہ لازم و لازم دو وجہ  
 تسمیہ ایک تو مفسر نے ذکر کی اور بعض نے کہا کہ یہ ہم سب کی ہے اب کے من قول ہم کتبنا فیہ صرح اللہ جبکہ سخن سے سب دو دھڑوں میں گیا اور بعض نے کہا اس لیے تک  
 الظالمی ہلک کرنا ہی یا گناہوں کو ہلاک کرنا ہی اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قناد سے روایت ہے کہ سب بار موصدہ اس لیے کہ ان اللہ تعالیٰ  
 یک بہ الناس جمیعا فیصلی الناس امام الرجال لا یفعل و لک بیلد غیرہ و کذا روی عن مجاہد و عکرمہ و سعید بن جبیر و عمرو بن شیبہ و متعلق قبل  
 لان الناس یتیا کون فیہا ای بیروجمون اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ توحش سے نعیم تک ہوا اور یکہ بالباربت تعقیق سے بطحا تک ہوا اور ابراہیم  
 خنی سے ہے کہ کعبہ بیت و مسجد ہوا اور ایسا ہی زہری نے کہا اور ایک روایت میں عکرمہ نے کہا کہ توحش سے بیت و جو گروہ ہوا اور اسکے سواے کہ  
 سیم ہوا اور یہی بیون بن حمران کا قول ہے۔ و ابوالک و ابوصالح و ابراہیم خنی و عطیہ و متعلق نے کہا کہ توحش سے بیت ہوا اور اسواے اسکے کہ ہر  
 پھر سب جگہ اسار مکہ کے بیت عتیق۔ بیت الحرام۔ بلدین۔ بلد مامون۔ ام الرحم۔ ام القری۔ عرش۔ قاقس وغیرہ مذکور ہیں۔ مہیار کا حالیکہ  
 یہ اول بیت اس شان سے ہے کہ وہ مبارک ہوتے حال میں الذی ای ذابرت۔ یعنی اسکو نصب بنا برنیکہ الذی سے حال واقع ہوا اور معنی  
 اس کے یہ ہیں کہ برکت والا ہے۔ اونی برکت اسکی یہ ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ ہے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پچاس  
 ہزار کا جیسے بیت المقدس میں پچاس ہزار کا ثواب ہے۔ اور یہ صحیحین کے روایات سے ثابت ہے۔ و ھدی للعلمین۔ لانه قبلتہ ماور  
 وہ اول علم کے لیے مادی ہوتے کیونکہ یہی اہم قبلہ ہے یعنی عالمین کے لیے مادی ہونا اسوجہ سے کہ اہم قبلہ ہے۔ فیہ آیات بلیات۔ منہا  
**مَقَامُ اِبْرَاهِمَ۔** ای الحجر الذی قام علیہ عند بنا البیت فاشرق قدامہ فیہ ولقی الی الآن مع تطاول الزمان وتداول الایدی علیہ  
 منہا تضعیف الحسنات فیہ۔ وان الطیر لا یعلوہ۔ اس میں نشانیاں کھلی ہوئی ہیں (انہیں میں سے) مقام ابراہیم ہوتے یعنی وہ پتھر جس پر ابراہیم  
 کھڑے ہوئے وقت بنانے بیت کے پس انکے دونوں قدموں نے اس میں اثر کیا اور اسوقت تک باقی رہا یا جو دیکر زمانہ دراز گذرا اور پتھر سے  
 ہاتھ اسپر پڑے اور انجملہ یہ کہ اس میں نیکیاں دو چند ہوتی ہیں اور یہ کہ پتھر اسپر ہو کر نہیں اترتا ہی اور یہ بڑی محسوس معجزہ ہے جتنا چاہیے کہ بتا  
 کشف نے بیان یہ اشکال پیش کیا کہ آیات بنیات جمع ہے اور مقام ابراہیم مفرد ہے اسکا بیان کیونکہ ہو سکتا ہے اور مشرکات تہمیں اوی  
 کے خبر محذوف کی ای منہا مقام ابراہیم۔ یعنی بنیاد ان آیات کے مقام ابراہیم ہے اور جو داخل ہو جو ہوتے ہیں پھر خاصکر انہیں کے ذکر سے کفار پر حجت  
 قائم ہے کیونکہ وہ انکو جو اس سے ادراک کرتے ہیں و مترجم کہتا ہے کہ امن و تخمین حکم شرعی ہے جیسا کہ آتا ہے پس کفار پر اس سے احتجاج مستعد ہے  
 بلکہ ارجح وہی ہے کہ منہا خبر محذوف ہے اور مہیاوی نے کہا کہ مقام ابراہیم کا سبب یہ تھا کہ ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے ہوئے کہ دیوا بلند کرنے  
 پر قادر ہوں اور اسمعیل علیہ السلام پتھر و گارا پہنچاتے تھے پس انکے دونوں پاؤں اس میں دھنس گئے اور مخنون تک در آئے لیکن مترجم کہتا ہے  
 کہ صحیح مشہور یہ ہے کہ پتھر میں انکے متبرک قدموں کا نشان پڑ گیا جو کعبہ باقی رہا قال ابن کثیر وہ دیوار بیت سے ملاحق تھا پھر عمر بن الخطابؓ  
 نے اسکو اپنی خلافت میں ناحیہ شرقی کی طرف ہٹا دیا تاکہ طواف پر قابو لے اور بعد طواف کے نماز ادا کرنے میں نمازیوں کو تشویش نہ ہو کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ واتخذوا من مقام ابراہیم صلی۔ اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ قولہ فیہ آیات بنیات مقام ابراہیم  
 اور فہنہن مقام ابراہیم والمشاہد اور عوفی نے کہا مقام میں ابراہیم کے قدموں کا اثر ایک آیت بینیہ پھر مقام ابراہیم اکثریون کے قول پر وہی پھر  
 ہے اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ کل حرم مقام ابراہیم ہے اور شیخ عمر والادوی راوی حدیث نے اپنی حدیث میں کہا کہ  
 کل حرم مقام ابراہیم ہے اور یہ روایت اوفی ہے۔ پھر حق یہ ہے کہ مقام ابراہیم تو یہود و منکرین وغیرہ پر آیت بینیہ وحجت ہے کہ وہ بیت المقدس  
 کو ابراہیم سے اختصاص دینے سے روک دیا کہ ابراہیم کو خصوصیت اس خانہ کعبہ سے ہے کہ انکا اثر قدم آسمین ہے اور آسمین معنوی آیت اہل ایان کے  
 واسطے ولایت فرمائی اور منجملہ عجیب آیات کے یہ ہے کہ پرنڈ اسکے اوپر ہو کر ہنہن اڑتا ہے اور وہاں سے لڑتا ہے حالانکہ کتنے ہزار برس گزرے یہی  
 حال جاری ہے اور یہ کہ درندے دیگر جانوروں سے خلط ہو کر حرم میں گھسے ہین اور شکار سے تعرض ہین کر لے مین اور جس بد بخت سرکش نے ہسکا  
 قصد کیا وہ ہلاک ہوا اور یہ کہ بارش جب رکن پانی کی طرف ہوتی ہے تو عمرہ پیدا اور مین ہوتی ہے اور جب ناحیہ شامی کی طرف ہوتی ہے تو شام  
 مین پیداوار کی کثرت ہوتی ہے اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس خانہ کی تعمیر کا حکم فرماتے والا حضرت رب جلیل اور ہندس بندہ خاص جبریل اور معمار کریم  
 بندہ حبیب ابراہیم جلیل اور مددگار معمار فرزند جلیل اسمعیل ہے اور طواف کرنے والے ذریات انبیاء کرام مین اور یہ فجر کسی بیت کو نہیں ہے۔  
 وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ط۔ لایتعرض لقتل او ظلم او غیر ذلک۔ اور جو آسمین داخل ہوا مومن ہوا اوف اس سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا  
 یہ قتل کا اور نہ ظلم کا اور نہ کسی دیگر امر کا مفسر نے اس مقام پر تفسیر راجح کو اختیار کیا کہ یہ خبر یعنی جو شخص اس موضع مبارک مین داخل ہوا  
 وہ شرعاً مومن ہے اس سے بالکل یہ تعرض نہ کیا جائیگا کہ قتل کیا جاوے یا اور کوئی ظلم و ایذا اسکو ہو پائی جاوے اور یہی ایک جماعت کا قتل  
 ہے اور اسی سے امام ابوحنیفہ زوانکے صاحبین نے کہا کہ جس شخص پر قتل لازم آیا خواہ اسوجہ سے کہ وہ مرتد ہو گیا یا اسے کسیکو ناحق مار ڈالا جس کے  
 قصاص مین اسکا قتل لازم آیا اور کیسوجہ سے پھر اسے حرم مین جگہ بکڑی تو اس سے تعرض نہ کیا جائیگا لیکن ایسے حال پر چھوڑا جائیگا کہ مجبور ہو کر  
 خود نکلے تب وہ گرفتار کیا جائیگا اور یہی مذہب قوی ہے اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ اگر مین آسمین بالفرض اپنے باپ کے قاتل کو پاؤں  
 تو اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤں بہا تک کہ وہ حرم سے باہر نکلے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ جسے بیت اللہ تعالیٰ کی پناہ بکڑی اسکو بیت اللہ پناہ  
 دیتا ہے لیکن اس مجرم کو وہاں بچھوٹا مذاہب جائیگا اور نہ کھانا اور نہ پانی دیا جاوے بہا تک کہ نکلے پھر جب باہر نکلے تو اپنے گناہ مین بکڑا جاوے اور یہ  
 معنی حضرت ابن عباس سے بوجہ ابن جبریر و ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے مین اور شافعی رحمہ اللہ و دیگر ائمہ کا یہ قول ہے کہ جسے کوئی جرم کیا اور  
 حرم مین گھس گیا اسکو وہاں حد قائم کی جائیگی۔ شاید مفسر مجتہد رحمہ اللہ نے اس سلسلہ مین قول ابوحنیفہ اختیار کیا ہے کہ نہ کوئی کوئی بیدار حدیث صحیح موجود  
 مین چنانچہ خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث سابق مین لکھی گئی ہے اور وہ حدیث صحیح مین کی معروف ہے اور حضرت جابر سے مرفوعاً روایت ہے کہ کسی کو حلال  
 نہیں کہ مکہ مین ہتھیار اٹھاوے زواہ سلم۔ اور عبداللہ بن عدی سے روایت ہے کہ حضرت صلعم فرماتے تھے کہ واللہ انکے تھے کہ واللہ انکے تھے کہ واللہ انکے تھے کہ  
 زمین خراس سے بہتر اور زمین خراس سے محبوب تر ہے اور اگر مین تجھ مین سے نہ نکالا جاتا تو نہ نکلتا۔ رواہ الامام احمد والنسائی وابن ماجہ والترمذی  
 وقال حسن صحیح اور مانند اسکے ابن عباس سے روایت کر کے صحیح کہا اور احمد نے ابوہریرہ سے ماندا اسکے روایت کیا پھر کچھ تعبیر مین کہ مومن  
 ہونا سوائے معنی مذکور کے اور معانی پر کبھی نہو چنانچہ کبھی بن جعدہ بن ہیر سے روایت ہے کہ کان آسنا ہی دوزخ سے مومن ہوا رواہ ابن  
 ابی حاتم۔ اگر کہا جاوے کہ فتح مکہ مین لشکر خالد بن الولید نے مشرکوں کو قتل کیا اور حضرت صلعم نے عبداللہ بن خطل کے بارہ مین جو پردہ  
 کعبہ سے لپٹا کھڑا تھا وہ مین قتل کیے جانے کا حکم دیا پس معلوم ہوا کہ مجرم وہاں قتل ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ فتح مکہ کے دوسرے روز حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو خطبہ پڑھا اس میں صاف فرمایا کہ جو کوئی اسوجہ سے حرم میں قتال کا جواز نکالے کہ رسول اللہ صلعم نے اس میں قتال کیا تو اس سے کہہ دو کہ اللہ عزوجل نے اپنے نبی صلعم کو اجازت دیدی تھی اور تمکو اجازت نہیں دی ہے اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کیواسطے اجازت دی تھی پھر اسکی حرمت نے عود کیا جیسی اگلے روز تھی پس چاہیے کہ جو شخص یہ بیان حاضر ہو وہ غالب کو خبر ہو بخیاوے رواہ البخاری وسلم وغیرہا  
**وَيَلْبَسُ عَلَى النَّاسِ حَجَّ الْبَيْتِ - وَيَسِيلُ مِنَ النَّاسِ - مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِمْ سَبِيلًا ط -** طریقاً سفرہ صلے اللہ علیہ وسلم بالزاد والراحۃ رواہ الحاکم وغیرہ۔ اور اللہ تعالیٰ کے واسطے لوگوں پر حج کرنا اس بیت کا واجب ہے جو شخص کہ پاوے طرف اس حج کے سبیل و معنی سبیل کے طریق یعنی راستہ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ زادراہ و سواری پاوے اسکو حاکم وغیرہ نے روایت کیا حج بالکسر قرارۃ کوفیہ وبالفتح قرارۃ باقیہ و ابو بکرؓ نے حج ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ اللہ کا لام ہی لام ایجاب والزام کہلانا ہے اور اسپر علی کے ساتھ جو واجب کے لیے ہے تاکید فرمائی پس جمہور کے نزدیک حج فرض ہونے کی یہی آیت ہے اور بعض نے کہا بلکہ قولہ و اتوا الحج والعمرة للہ سے حج فرض ہوا۔ بالجملہ واجب معنی فرض ہے جیسے ضیفہ کہتے ہیں کہ زکوٰۃ واجب ہے یعنی فرض ہے اور خصوص علمائے شافعیہ واجبہ فرض میں فرق نہیں کرتے اور شراح مشہلح الوصول **مضیادوی** نے اقرار کیا کہ دونوں میں فرض معقول ہے پس فرض وہ ہے جو دلیل قطعی ہو جب سے میں کسی تاویل کو گناہ نہیں ثابت ہوا اور واجب وہ کہ دلیل قطعی ثابت ایجاب سے ثابت ہو۔ بہر حال احادیث متعارضہ سے ثابت ہوا کہ حج مجاہد کا سلام کے ایک رکن ہے اور مسلمانوں نے باجماع ضروری ہے اجماع کیا پھر حج تمام عمر میں ایک مرتبہ ایسے شخص پر واجب ہوتا ہے جو مکلف ہو اور اسپر نص موجود اور اجماع ثابت ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی مسلمان ہو خواہ فقیر یا تو گناہ اسپر فرض ہے کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حج فرض ہے اور رہا اسکا ادا کرنا تو یہی شخص پر واجب ہے جسکو استطاعت ہو اور اس تقریر میں اسکا سب بیان کیا ہے پس ابو ہریرہؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ لوگو تمہارا اللہ تعالیٰ نے حج فرض کیا ہے تم حج کرو پھر ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ کیا ہر سال تو آپ خاموش رہے یہاں تک کہ اسنے میں باہمی سوال کیا پس آپ نے فرمایا کہ اگر میں بان کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا اور تم سے ادا نہ ہو سکتا پھر فرمایا کہ میں نے جس حد پر تمکو چھوڑا تم بھی مجھے چھوڑو یعنی سوال مت کر دیکھو تم سے اگلے اسی سے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے کثرت سے اپنے انبیاء سے سوال کیے اور انکے خلاف کیا سو جب میں تم کو کسی امر کا حکم دوں تو تم اسکو بجا لاؤ جہاں تک تم کو استطاعت ہو اور جب میں تمکو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے باز رہو رواہ احمد و مسلم اور ابن عباس کی اس روایت میں لپچھے ذلے کا نام اقرع بن حابس مذکور ہے اور جواب میں تشریح ہے کہ فرمایا حج ایک مرتبہ ہے اور جو زاد و اولاد ہو وہ نفل وغیرہ رواہ احمد ایضاً ابو داؤد والنسائی وابن ماجہ اور معنی حد علی و انس بن مالک و سراقہ بن مالک وغیرہ سے ثابت ہیں اور یہی ظاہر ہے کہ یہ حج فرض ہے کی تفسیر زاد و اولاد سے ترمذی ابن ابی حاتم و ابن مردودہ حاکم ابن جریر و عبدالرزاق وغیرہ نے ایک جماعت صحابہ و تابعین سے مرفوعاً لینے کلام حضرت صلعم سے اور موقوفاً روایت کیا اور انکی اسانید میں اگر یہ ادنی کلام ہے ولیکن حدیث حجت ہے اور اسی حدیث کی ابتداء پر بھی قول امام ابو حنیفہ و امام شافعی کا ہے اور یہی مذہب اکثر اہل علم از صحابہ و تابعین کا ہے جیسا کہ امام ترمذی نے کہا اور یہی حق ہے اور امام مالک نے فرمایا کہ آدمی کو حیثیت اپنی قوت پر چھوڑو ساہو اور راہ میں کمائی کرنے پر قادر ہو تو اسپر اسے حج واجب ہے اگرچہ زاد و اولاد نہ رکھتا ہو اور یہی بعض تابعین سے مروی ہے پھر لفظ الناس عام ہے خواہ مرد ہوں یا عورتیں سب پر واجب ہے جسکو استطاعت ہو سوائے ان لوگوں کے جو کسی دلیل سے خاص کیے گئے مانند عورت بے محرم و طفل نابالغ و غلام و مجنون وغیرہ کے جبکا ذکر فقہ میں مفصل ہے پھر ان مخصوص کیے ہوؤں کے سوائے باقی سے من استطاع الیہ سبیلہا بدل ہے اور استطاعت کی تفسیر اوپر گذری لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ استطاعت کا انحصار انہیں دونوں باتوں میں مقصور نہیں اور نہ اسپر مقصور ہے چنانچہ یہ امر بالبداہتہ ظاہر ہے کہ جو شخص اس طرح گناہوں کو نہ پیر و ن چل سکتا ہے اور نہ



سواری پر چل سکتا ہو وہ اگرچہ زادور ارحلہ پاوے مگر اسپر ادا کرنا فرض نہیں کیونکہ اسے استطاعت نہیں پائی پس صحت بدن ہتقد کہ وہ وہاں پونچنے پر قادر ہو  
 منجملہ استطاعت کے ہے اور نیز یہ کہ راستہ مامون ہو کہ ہکو اپنی جان یا مال پر خوف نہ ہو اور ایسے ہی عورت کو ہکا کوئی ذمی حم محرم مانند شوہر یا باپ و بھائی وغیرہ  
 کے ساتھ کوٹے ورنہ استطاعت نہوگی اگر متن روز کی لادہ مسافت سفر ہو۔ ہوسٹے ہسٹا و می غیر مے لہنص تمام پر تہیہ سبب ضروری جو ادا کرنے  
 کے واسطے چاہیے ہیں سب موجود ہونا استطاعت قرار دیا ہے لیکن زادور ارحلہ کی تفسیر سے یہ ضرور ثابت ہو کہ زادور ارحلہ منجملہ استطاعت کے ہے اگر یہ نہ ہو تو  
 استطاعت تام نہیں ہے۔ پھر باقی رہا بیان یہ مقام کجج کو وجوب بظور ہے یا تبراخی یعنی جب واجب ہو تو ہوسٹ وقت اس سال میں ادا کرے یا روہو کہ  
 آخر عمر تک ویر کر سکتا ہے اس میں امام ابو یوسف و امام محمد کا خلاف فقہ میں مذکور ہے اور تحصیل کو قوی کہا گیا کیونکہ ابن عباس نے مرفوعاً روایت کی کہ جلدی کو  
 حج ادا کرنے میں بیٹھے حج فرضیہ میں کیونکہ تم میں سے کیسوں میں معلوم ہے کہ ہکو کیا پیش آوے و جگہ رواہ احمد۔ اور نیز ابن عباس نے مرفوعاً روایت کی کہ حج کا ارادہ  
 کرے وہ جلدی کرے رواہ احمد ابو داؤد اور مترجم کہتا ہے کہ مال کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ دلیل مفید قول و م ہے اس واسطے کہ آیت سے جلدی ثابت تھی  
 اسکی تاکید کردی کہ معلوم نہیں کیا پیش آوے لہذا جلدی کرنا چاہیے پس ظاہر یہ ہے کہ فرضیت تو تبراخی ہے اور جلدی کرنا حکم الگ ہے قائل۔ وَ مَنْ كَفَرَ  
 بِاللّٰهِ وَرَفَضَهُ مِنَ الْحَجِّ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ الانس و الجن و الملائکة عن عباد و تم ساور جسے کفر کیا یعنی لہذا تعالیٰ کے ساتھ یا فرضیہ حج سے  
 انکار کیا، تو اللہ تعالیٰ بے پردہ ہوا عالموں سے (یعنی عالم انس و عالم جن و عالم ملائکہ وغیرہ سے اور انکی عبادتوں سے) اور شیخ ابن کثیر کی تفسیر میں ہے  
 کہ عکرمہ نے کہا کہ جب یہ آیت اترا ہی من بتیہ غیر الاسلام دنیا فلن یقبل منہ۔ تو یہودیوں نے کہ ہم مسلمان ہیں پس اللہ عزوجل بنا پر حجت قائم کر دی کہ نبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مسلمانوں پر حجت فرض کیا ہے جو اسکی استطاعت پاوے تو بولے کہ ہم پر یہ فرض نہیں کیا گیا اور حج کرنے سے انکار کیا تو اللہ عزوجل نے  
 فرمایا کہ من کفر فان شغنی عن العالمین۔ اور مجاہد سے ماخذ اسکی مروی ہے اور سہامی نے حضرت عمر سے روایت کی کہ جسے حج کی طاقت پائی اور حج کیا تو کیا ان  
 ہی سپر کہ بیوی مر لیا نظرانی اور ابن کثیر نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور سعید بن منصور نے حسن بصری سے روایت کی کہ عمر نے فرمایا کہ میں نے قصد کیا کہ  
 ان شہرون میں لوگ بھجیوں وہ دیکھیں کہ ہر وہ شخص جسکے پاس استطاعت ہے اور اسے حج نہیں کیا پس اسپر خیرہ یا بدھین وہ ہرگز مسلمان نہیں وہ ہرگز  
 مسلمان نہیں ہیں۔ بالکل اس آیت میں امر حج کی فضیلت اور اسکے تاک کے حق میں وعید شدید ہے جو نظم کلام سے ظاہر ہے اور سپر تہیہ کے واسطے طول  
 کلام کی ضرورت نہیں ہر ف قال شیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ ان اول بیت وضع للناس۔ جانا چاہیے کہ عرش تو قبلہ ملائکہ ہے اور کسی ان لوگوں کا قبلہ  
 جو درگاہ عزت میں اپنی خودی سے بے خبر ہیں اور بیت المہورس گروہ ملائکہ کا قبلہ ہے جبکہ سفر کرام کنتہم اور کعبہ منکبہ ارمیون کا قبلہ ہے سب عام و  
 خاص کے واسطے بلا تخصیص یہ قبلہ ہے ہر دو گروہ کو دوسا لٹکی طرف حوالہ کر دیا اور انکو اپنے مشاہدہ جمال سے پردہ میں کر دیا غیرت کی کہ اسکی طرف کوئی راہ  
 پاوے کیونکہ اپنے بیت مکرمہ کو آدم اور اسکی ذریت سے پہلے وضع فرمایا یہ انکی ابتلا و امتحان کے واسطے تاکہ بیت کو قبلہ کر کے صاحبیت سے محبوب ہوں پھر  
 میں نے اپنی توجہ کی حالت میں حجت کو فقط ایک واسطے سمجھا اور سر باطنی کو اس سے طرف اللہ تعالیٰ کے متوجہ کیا تو حق عزوجل اسکا قبلہ ہو پس وہ خود تمام  
 کا قبلہ ہوگا جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ کے قبلہ ہوے کیونکہ اللہ عزوجل اور ملائکہ کے درمیان آدم ایک وسیلہ ہوئے کیونکہ آدم پر اسکے جلال جمال کا  
 لباس تھا چنانچہ حدیث میں آنحضرت صلعم نے فرمایا یا یحییٰ اللہ ادم علی صلواتہ من مشرہ تم کہتا ہے کہ اس حدیث کو میں نے شروع پارہ الم میں  
 بیان کر دیا ہے اور معنی بھی بیان کیے اور اشارہ کیا کہ صرف اسکے معنی بروجہ دیگر لیتے ہیں چنانچہ شیخ نے بیان اسکے معنی یہ بیان کیے کہ یعنی اللہ عزوجل  
 جل نے آدم پر اپنی صفات و مشاہدہ کا حسن ڈال دیا جیسے موسیٰ علیہ السلام کے حق میں کہا کہ والقییت علیاک محتہ منی۔ اور محبت  
 جناب باری تعالیٰ کا خاصہ ازلیہ ہے پھر اہل عبودیت میں سے جسے آدم علیہ السلام سے اعراض کیا اسکی مثال ایسی ہے جیسے ملائکہ کے درمیان میں نے عرض

کیا تھا اس واسطے کہ معرفت کی شرط سے یہ ہے کہ عالم پرستش میں وسائط کو وسیلہ کرے پھر جب وہ مشاہدہ خاص میں پہنچ کر مرتبہ تحقیق کو پہنچ جائے تو جس طرف چاہے توجہ کرے ہر طرف وہی ہے چنانچہ فرمایا - فاینما تو لو اقمہ وجہ اللہ - کیونکہ وہ محل میں الجمع میں پہنچا اور اسی سے بعض عارفوں نے کہا کہ میں نے کسی شیخ کی طرف نظر نہیں کی مگر آنکہ اس میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا قال المترجم یہ مطلب نہیں ہے کہ نعوذ باللہ من اللہ تعالیٰ کا حلول تھا یا اس میں کوئی دخل تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ مشاہدہ حضرت باری تعالیٰ وہی اسکا عین ہو گیا حتیٰ کہ وہ خود اپنے آپ کو بھی نہیں دیکھتا تھا اور نہ کسی چیز کو دیکھتا تھا مگر چونکہ بیان جمع اضداد برحق ہے اگرچہ ظاہر گفتگو میں تسلیم نہ کیا جاوے لہذا بعد تسلیم کے اسکے علم میں دونوں امر موجود ہوتے ہیں قتال و منتقم - پھر شیخ نے دوسرا اشارہ شروع کیا اور کہا کہ تیرا نہیں یہ اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سب رکھا اور اسکو اپنی آیات کبریٰ کا لبا سینا پایا اور وہ تو قدرت ہے تاکہ اپنی طرف سینوں کے دل اس بیت کے وسیلہ سے جذب فرماوے اسی بہت سے اس بیت کو اپنی طرف ضاقت فرما کر کہا ہے کہ - طہر امتی للطائفین - اور تیرا سوجہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات خاصہ سے منور ہے - قوله للذی بکتہ - اسکا نام بکتہ ہے جو ہے اس سے عاشقوں کی ارواح جا ملتی ہیں اس شوق میں کہ حبیب کا دیدار نصیب ہو اور سوجہ سے کہ ہر عارف لوگ از دو حام کرتے ہیں بانی طور کہ اپنی جانیں سپر قربان کرتے اور اس طرف دوڑتے ہیں قال المترجم شیخ ابن کثیر نے ہکی وجہ تسمیہ میں ذکر کیا کہ بعض نے کہا ہے کہ اسکو بکتہ کہا گیا ہے سوجہ سے کہ الناس بینا کون فیہا ای بزدحمون - بعض مشائخ نے کہا کہ کتنا بظرافت فرق ہر ان دو شخصوں میں ایک نے تو اس بیت سے دل لگا لیا جو اول اسکے واسطے موضوع ہوا اور دوسرے نے اس سے دل لگا لیا جسکی یہ اول بیت وضع کیا ہوا ہے - قوله مبارک و ہدی للعالمین - یعنی پاک مقدس اس بات سے کہ شک کرنے والوں کا شک پار یا کاروں کی ہمت اس تک پہنچے یا حسین آیات کبریٰ سوائے تخلصوں کے غیر کو نظر پڑے اور تیرا اس کو بزرگ کر دیا اس لباس سے جو اسکو انوار قرب و برکات سے دیا ہے کہ مریدوں کے دل اس سے تسکین پاتے ہیں اور شائقوں کی آتش شوق سے سوختہ فواد کا پتکھا ہو جاتا ہے اور صادقین کی ارواح کے لیے باغ فرح بخش ہے اور عاشقوں کے مشام دل کے لیے ریحان معطر ہے اور بہری یعنی ہادی ہے بانی طور کہ اہل عالم میں سے مومنوں کے اوپر نور قرب کو انکشاف کر دیتا ہے اور تیر مریدوں یعنی خالص ارادہ سے طلب کرنے والوں کو آیات کے دیدار تک راہ نبھاتا ہے اور عارفوں کو اس پاک ذات تک پہنچاتا ہے جسکے واسطے آیات وہاں موجود ہیں اور خائفوں کو مقامات میں تک راہ دکھلاتا ہے - اور جو لوگ منتقطع ہو گئے ہیں انکو شہود آتش تک ہدایت فرماتا ہے اور حسین کو شاہدہ رب تبارک و تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اور حسین نے فرمایا کہ حق عزوجل نے اپنی تکلیف دو قسم پر وارد فرمائی ہے یعنی بندوں کو جو مکلف کیا تو دو قسم کی تکلیفوں سے ہائیا یعنی کے مکلف کیا انک تکلیف از وسائط ہے اور دوم تکلیف بجماعت ہے جس تکلیف بجماعت کے معارف اس سے ظاہر ہوتے اور اسکی طرف عود کرتے ہیں اور تکلیف بوسائط کے معارف تو اسکے سوائے غیر سے ظاہر ہوتے ہیں اور اس تک پہنچنے نہیں مگر اسوقت کہ جب وہ مکلف اپنے ترقی کر جاوے بانی طور کہ ان سے افسا ہو کر اوپر کو قدم رکھے پس مجملہ تکلیف بوسائط کے ظاہر بیت و کعبہ ہے چنانچہ فرمایا ان اول بیت وضع للناس پس جب تک تو اس متصل ہے تب تک منفصل ہو گا پھر جب تو اس سے حقیقہً منفصل ہو تو اسکے وضع متصل ہو گا پھر بجماعت سے تو ایک رسم کا لگا کر ہر ایک اور حقیقی لگاؤ اسکے وضع سے ہو گا قال المترجم خانہ کعبہ کی وہ جہت قرار دی گئی ہے ایک سرسری نظر ظاہری اور دوم نظر باطنی پس اول تو ظاہر ہے اور دوم میں دو نظریں ایک تعلق اس واسطے سے جو موجب قربت ہے اور دوم واسطہ محض سیر کے طور پر ہوا اور حقیقی واسطہ ہو کہ اصل تعلق اس واسطہ کے مالک سے ہو پس مراد ترک واسطے سے نہیں ہے کہ اسکو بالکل چھوڑ دے بلکہ یہ مراد ہے کہ وہ مرتبہ حال ہو کہ یہ واسطہ در حقیقت محض واسطہ ہو جاوے مثال اسکی قرآنہ کلام مجید ہے کہ نظر سرسری تو اسکے نقوش ہیں اور تجاویز انے تعلق اسکے الفاظ سے ہے اور ربط قابل بالبعد و بین نظم و ترکیب پھر اسی مقصود اسکے معنی ہیں کہ وہ بعد ایک تخریر و تفتیح کے حاصل

ہونگے اس صورت میں الفاظ و کلام سے تعلق و نظر فرم ہو جائیگی اور مراد و معانی حاصل ہونگے و اللہ اعلم۔ قولہ تعالیٰ فیہ آیات بنیات بیت  
 معظمہ عارفون کا آئینہ ہے اس سے حق عزوجل و جل یواسطہ آیات کے انکے واسطے تجلی فرماتا ہے اور حق عزوجل نے اپنے ظہور کا بھید سلیم پوشیدہ  
 کر دیا ہے تاکہ اسپر شخص جو اس قصہ سے اجنبی ہے مطلع ہو اور اس بیت کی شان اور درخت موسیٰ کی شان کیساں ہو وہاں درخت سے حضرت موسیٰ  
 کے واسطے تجلی فرمائی اور بیان بیت سے بہت مجملہ کے واسطے تجلی فرمائی اور آیات بنیات سے اشارہ کے طور پر اپنی ذات پاک کو کہا حالانکہ  
 وہ ذات پاک حلول نزول اور انتقال سے پاک برتر ہے یعنی فیہ آیات سے یہ وہم نہ ہو کہ جب ذات پاک کی طرف اشارہ ہے تو اس بیت میں ہونے  
 سے حلول یا نزول و انتقال لازم آتا ہے کیونکہ یہ سب چیزیں مخلوق پر قیاس ہی بلکہ یہ قیاس خود ذاتی مخلوق ہے وہ ذات پاک کے ہلکے نہیں  
 پہنچ سکتا ہے ایسے قیاسات کو وہاں مجال نہیں ہے فافہم۔ اور حضرت استاذ نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات۔ اس میں آیات میں و لیکن یہ آیتیں  
 ان آنکھوں سے جو سر میں ہیں اور اک نہیں ہوتے ہیں بلکہ قلوب کی آنکھوں سے نظر آتی ہیں **قال المترجم** یعنی جو آیتیں ظاہر کی آنکھوں سے  
 اور اک ہیں یہ ادنیٰ ہیں یہ سمجھنا چاہیے کہ بس یہی ہیں بلکہ وہاں جو آیات بزرگ ہیں وہ بڑے مرتبہ کی ہیں فافہم اور **محمد بن فضل** نے فرمایا  
 کہ قولہ فیہ آیات بنیات۔ یعنی علامات ظاہرہ ہیں جسے عارفون کو اپنی معروف کی طرف راہ لٹی ہے قولہ تعالیٰ۔ مقام ابراہیم۔ یہ مقام  
 خانہ کعبہ میں ظاہر ہے اور باطنی مقام ابراہیم بھی ہے اور وہ جب مقام میں رضا و تسلیم و انبساط و تقین پس مقام رضا و وہ تھا کہ جب آگ میں ڈال  
 گئے۔ اور مقام تسلیم وہ تھا جبکہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے۔ اور مقام انبساط میں کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی۔ اور تقین اس سے  
 ظاہر ہے کہ حق عزوجل نے فرمایا۔ و کذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض و لیکون من المؤمنین۔ اور زیادت میں مقام مکاشفہ و  
 مشاہدہ و خلعت و قوت ہے جس کا سر باطنی ان مقامات سے موافق پڑے آ سے البتہ مقام ابراہیم کا حق ادا کیا یا وزیر خلیل کو مقام موت و  
 توحید اور فنا و بقا اور سکرو صحو حاصل تھے پس جسے سکر کا مزہ چکھا اور صحو میں متکون ہوا اور اپنی ذاتی اوصاف سے فنا ہوا اور اوصاف حق کے  
 ساتھ تخلق پیدا کر کے سپر قائم ہوا اور انوار معرفت سے منور ہوا اور لباس توحید سے تسلسل ہوا اور اسکی روح نے نور قدم میں پرواز کیا اور اسکا  
 قلب جلال اہدیت میں گھل گیا اور اسکا سر باطنی ملار علی کو پہنچا اور میدان عظمت و کبریا میں اسکی عقل حیران ہوئی اور احکام حق کو بلا جمع  
 و ذرع بجالانے میں اسکا نفس مطمئن ہوا وہ مقام ابراہیم کے دیدار سے مشرف ہو گیا کیونکہ وہ محل تکون ہے حضرت استاذ نے فرمایا کہ مقام  
 ابراہیم ظاہر میں وہ ہے جو انکے قدموں کے نیچے رہا اور اشارہ میں وہ ہے جو انکی ہمتوں سے موافق ہوا اور بعض نے کہا کہ شرف دیا مقام ابراہیم کو اسلیے کہ  
 وہ شریف ہے اور خلیل کے نزدیک خلیل کے آثار کو حفظ عظیم ہوتا ہے اور شیخ **مشعلی** نے فرمایا کہ مقام ابراہیم خلعت ہے جسے آسمین مقام ابراہیم خلیل کو  
 مشاہدہ کیا وہ شریف ہے اور جسے اسین مقام حق کو مشاہدہ کیا وہ اشرق ہے۔ اور **محمد بن علی المرمری** نے فرمایا کہ مقام ابراہیم ہے کہ خلیل  
 کی راہ میں اپنا جان و مال و اولاد قربان کرنا پس جسے اس مقام کو دیکھا اور اس سے اسکی نفس و مال و اولاد کے حق میں وہ تجلی ہوئی جو ابراہیم کو پہنچی  
 اور سلم ہوا تو اسکا سفر برباد ہوا اور شفقت بیکار گئی۔ قولہ تعالیٰ من دخل کان آسنا۔ جو شخص کہ مقام انابت میں داخل ہوا اسے نور کفایت کا  
 دامن پکڑا کہ متواتر معصیت سے بچے رہے۔ اور جو شخص مقام زہد میں داخل ہوا وہ وسوسہ کے ہر جان طوفان سے راحت میں ہو گیا۔ اور جو مقام  
 توکل میں آیا تو کمائیوں کی تنگ و تاریک ہوس سے اسکو وسعت حاصل ہوئی اور جو مقام وفا میں گھسا اسے فنا سے نجات پائی۔ اور جسے صفا کا مزہ  
 چکھا ہے وہی ہے جو مقام وفا میں پہنچا۔ اور جو شخص مقام ہمتاقت میں آیا تو رنگ برنگ کے خطرات سے چھوٹا۔ اور جو مقام خلاص میں داخل  
 ہوا وہ بیا وسعت کی آفتوں سے اس میں ہوا۔ اور جو مقام صدق میں آگیا وہ نفس کی رعونت سے بچا اور جو شخص با زہد خلیل کے مقام تسلیم میں پہنچا

وہ نفس کے جھگڑے و تدریر و ارادے سے نکلا اور اسکو خود کچھ اختیار نہ ہا بلکہ حق عزوجل کے اختیار و اسکی مراد میں خاطر جمع ہوا اور جاتے رہنے کے خوف سے نکل گیا اسواسطے کہ جتنے خوف ہیں سب اسی ہمت سے ہوتے ہیں کہ مراد جاتی رہے پس جب اسکی خود کوئی مراد نہیں ہے تو اس سے بالکل خوف زائل ہو گیا اور اسکے حالی میں خوف کو کہیں گنجائش ہی نہ رہی اور لامحالہ یہ بات ہر کہ بیت میں داخل ہونا چاہی جس میں ہونگا کہ جتنے امہر میں سب مالک بیت کے سپرد کرے کیونکہ جو شخص اپنی مراد کو چھوڑ کر تمام امور کو سپرد کرنے والا نہ وہ اپنے تمام امور میں تقدیر سے معارضہ کرتا اور ہونگا مالک بیت میں داخل ہونے کا جس ادب یہ تھا کہ رضامندی سے تسلیم اختیار کرے و آنکہ معارضہ و نزاع بشریت پر اڑے۔ اور جو شخص مقام مراقبہ میں داخل ہوا وہ بعد استقامت کے رومی خطرات سے بیخوف ہوا اور جو مقام کس میں گھسا اس سے وحشت دور ہوئی اور فتور پیدا کرنے والی حرص کے پاس سے بھاگ گئی۔ اور جو شخص مقام خوف میں آیا اللہ تعالیٰ اس سے خوف زوال کو مٹا دیتا ہے اور تمام مخلوق کے نزدیک اسکو تہیت سے توقیر دیتا ہے۔ اور جو شخص مقام امید میں آیا تو امتحان کے بگلے اسکے گرد سے پارہ پارہ ہو جاتے ہیں اور وہ دنیا کی حلاوت و تازگی کے فتنے سے پاک نکل جاتا ہے اسواسطے کہ جسکے دل میں حقیقی امید کا بادشاہ تخت نشین ہوا وہ ان بشریت کے جھگڑے اور جو جس طبیعت اور نفسانی کشمکش سے امن ہو جاتا ہے اسواسطے کہ رجا کا لور تو دریا سے کس سے ہر اور انس کا وجود دریا سے قدس سے ہر اور قدس اسکی صفات کہیں سے ہو چل و علا شانہ۔ اور جسے سلطان و حدایت کے سایہ میں پناہ لی وہ شیطان کی لوٹ مار سے بیخوف ہو ا کیونکہ وہ سلطان قدیر کی پناہ میں بیٹھ گیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو سلطان جسوت کی پناہ میں ہو اسکو شیطان کا دست غارت کہاں پہنچ سکتا ہے چنانچہ فرمایا۔ ان عبادی میں کلم علیہم سلطان یعنی شیطان کو کہا کہ میرے جو خاص بندے ہیں انپر تجھ کو کوئی دسترس نہیں ہے اور نیز شیطان کا حال خود نقل فرمایا کہ اسنے کہا لا غورنیم معین الاعدادک منہم المخلصین۔ یعنی شیطان نے عزت حضرت عزوجل کی قسم کھائی کہ میں ضرور ان سب کو غوا کرونگا سوا سے تیرے ان بندوں کے جو ان میں سے مخلص و بچے ہیں۔ اور جو شخص کہ مقام محبت میں آیا وہ دور اور مٹو دیکھے جانے اور غضب میں گرفتار ہونے سے مامون ہوا۔ اور جو مقام شوق میں داخل ہوا وہ اس بات سے بیخوف ہو گیا کہ اسکی بوجھ کو عالم حادث سے کوئی ارتباط ہے۔ اور جو شخص مقام عشق میں پہنچا وہ اوصاف نفیس سے نکل کر صفات حق سبحانہ سے متصف ہو گیا۔ اور جو شخص کہ مقام معرفت میں آیا وہ چشم انکار کے زخم سے بچ گیا اور جو شخص کہ مقام لقیں میں آیا وہ شک و شبہت کے عیار سے بچا اور جو شخص کہ پردہ توحید میں داخل ہوا اس سے شرک کے خطرے دور بھاگے اسواسطے کہ حقیقت توحید کی پیروی کہ نفس کے معارضہ سے اور سوساں کی قید سے اور بشریت کے علائق سے اور انسانیت کی روک ٹوک سے نکل کر سکون کیساتھ ہر دم اسکی یاد میں ہو۔ اور جو شخص مقام ذکر میں آیا وہ مذکور یعنی جسکو یاد کرتا ہے اسکے دیدار سے مطمئن ہوا اور اسورائے حق کے سبکی باد سے چھوٹا اور جب بندہ اپنے نفس اور اسکی خواہشوں سے چھوٹا تو صفائے عبودیت کے مقام کو پہنچتا ہے اور جب صفائے عبودیت کو پہنچا تو صفائے حریت کا مقام ملتا ہے اور جو صفائے حریت کو پہنچا وہ صفائے ذکر کو پہنچا اور جو صفائے ذکر کو پہنچا اسنے جسکو ذکر کیا اس پاک مذکور مشاہدہ کیا اور عذاب قبر سے چھوٹا اور جو شخص مقام تفکر میں آیا اسکی روح انوار ملکوت میں غوطہ کاتی ہے اور عیب کی سیبوں میں جبروت کے موتی کی جھنکی ہے اس نفس کی گرفت اور شیطان کے چنگل سے سالم رہتا ہے۔ اور جو مقام حیا میں داخل ہوا اسنے قلب کی زیارت گاہ سے شیاطین کا لگاؤ دور ہوتا ہے اور نفع و سوساں سے اسکا سر باطنی پاک ہوتا ہے۔ اور جو شخص کہ عین الجمع کے مقام میں پہنچا تو وہ حق تعالیٰ کو بار سکون میں ہوتا ہے کہ اسکو لذت انبساط اور نور سبط ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکو خلعت انانیت پہناتا ہے اور وہ صفات انسانیت سے امن میں ہو جاتا ہے اور دنیاوی زندگی کی تکلیف سے آزاد ہوتا ہے اور قابل المترجم یعنی دنیاوی تکالیف سب پر ایسی آسان ہوتی ہیں جیسے بچہ پر کوئی تکلیف نہیں۔

اور جسکے دل میں انوار قرب داخل ہوئے اسکی روح مشاہدہ میں اور اسکی عقل مکاشفہ میں اور اسکا سر باطنی ممانہ میں اور اسکا نفس عبادت میں آرام پاتا ہے۔ اور جسکی روح انوار عظمت میں داخل ہوئی اسکا قلب میدان ہیبت میں حیران ہوتا ہے اور اسکی عقل نور معرفت میں ساکن ہوتی اور اسکا سر باطن نور وصل میں اور اسکا نفس لذت طمانیت میں تمام امور ربوبیت کے ساتھ ساکن ہوتا ہے۔ اور جسکا سر باطن جنت انس میں پہنچا تو انوار قدس کے ظہور میں اسکا قلب اور انوار قدس کے ظہور میں اسکی روح اور نور قدرت کے ظہور میں اسکی عقل آرام ساکن رہتی ہے اور جسکی عقل نور شہادہ میں داخل ہوئی تو بقائے شہود میں اسکا سر باطنی اور عین الحقیقہ کے دیدار میں اسکی روح اور محبت ازلیہ میں اسکا دل اور رسوم مخالفت میں اسکا نفس سکون کیساتھ رہتا ہے۔ اور جسکا نفس مراد حق میں داخل ہوا یعنی جو حق عزوجل کا ارادہ ہے وہی اسکا ارادہ ہے تو وہ مخلوق کی دیدہ بانی سے باہر ہوا اور نور خلاص میں اسکا دل گھڑا اور نور صدق میں اسکی روح اور صفیٰ عبودیت میں اسکی عقل ساکن رہتی ہے اور نیز جو شخص کہ نور یقین میں آیا تو اضطراب شک سے اسکا دل مومن ہوا اور رحمت نفس سے اسکی عقل اور غمہائے نذیر سے اسکی روح اور نفاذ شہوت خفیہ سے اسکا نفس گھڑا ہوا رہتا ہے۔ اور جسکی عقل میں نور ایمان آیا تو اسکا دل حقائق برہین کو اور اسکی روح عالم ملکوت کو اور اسکا سر باطن نور صحت کو دیکھتا ہے اور حضرت حق عزوجل سے اسکو خطاب خاص کی آواز میں محسوس ہوتی ہے۔ اور جسکی روح نور توحید میں داخل ہوئی تو اسکی سر باطنی کی آنکھ نور توحید سے کشادہ اور نرمہ فردایت سے آراستہ ہوتی ہے اور اسکے نفس میں اخلاص عبودیت خوب راسخ ہوجاتی ہے اور جو شخص نور خلاص میں داخل ہوا اسکی روح اسکے نفس کے خطرات سے اور اسکا سر باطنی اسکے نفس کی خفیہ نگاہوں اور اسکا دل اسکے نفس کے وسوسوں سے اور اسکی عقل اسکے نفس کے جھگڑوں سے نجات پاتی ہے پھر جانتا ہے کہ جو شخص ان صفات کے ساتھ جو ہم نے ذکر کی ہیں اپنے پروردگار تعالیٰ کی بیت میں داخل ہوا وہ دنیا و آخرت کے عذاب سحر سے مومن ہوا۔ شیخ استاد نے فرمایا کہ ہم نے بیت سے یہاں قلب بطریق اشارہ مراد لیا ہے اور جسکے قلب میں سلطان حقیقت تشریف لایا تو بشری جھگڑوں اور نفسانی بدخواہشوں سے امن میں ہوا۔ اور بعض نے کہا کہ قولہ سبحان من خلوہ کنایہ کا مرجع بیت کی طرف ہوا جو شخص اس میں مشابہ حقیقت سے داخل ہوا وہ بخوف ہوگا۔ اور بعض نے فرمایا کہ بیت میں حقیقت کے ساتھ داخل ہونا نہیں ہو سکتا مگر اسی طور پر کہ تو خودی سے خارج ہوا اور خودی سے جب تو خارج ہو گیا تو تیرا بیت میں داخل ہونا صحیح ہوا اور جب تو خودی سے خارج ہوا تیرا ایمان درست ہوا اور شیخ جعفر بن محمد نے قولہ تعالیٰ ومن دخلہ کان آمنا میں کہا ہے جسے اللہ تعالیٰ کو پہچانا اسے سوائے اسکے کسی سے اس میں رہنا اور شیخ ابوالحسن التوری نے کہا کہ جسکے دل میں سلطان عرفان نے قدم رکھا وہ اپنے ہوس نفس و وسوس شیطان سے بخوف ہوا اور شیخ ابوبکر واسطی نے فرمایا کہ جو شخص بشری حقیقہ میں داخل ہوا وہ اپنے نفس کی رعوت سے مومن ہوا۔ اور شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ جو شخص داخل ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے عقاب سے مومن ہوا اور اللہ عزوجل نے دنیا میں بھی ثواب و عقاب کھلے ہیں اب تو یہ ہے کہ جسکو عاقبت و پورے اور عقاب اسکا بلا رہے پس عاقبت تو یہ ہے کہ تیرے کام تیرے اور پروردگار کے اور بلا یہ ہے کہ تیرے امور دنیا کی طرف لے لے اور جو شخص نے فرمایا کہ جسکے دل میں ایمان داخل ہوا وہ کفر سے مومن ہوا اور واسطی نے دوسرے مقام پر کہا کہ جسکے قلب کے جو زمین ایمان ہوا اپنے نفس کی رعوت سے مومن ہوا اور جعفر صادق نے فرمایا کہ جو شخص پاک بیت میں اس صفت سے داخل ہو اس صفت سے انبیا و اولیا و اصفیاء داخل ہوئے تو وہ بھی عذاب الہی سے اسی طرح بچا جیسے وہ لوگ بے خوف ہو گئے ہیں۔ قولہ تعالیٰ لو صد علی الناس حج لبيت من استطاع الیہ سبیلاً حج کو حق عزوجل نے اپنی ذات پاک کی طرف نسبت کیا کیونکہ اس میں آثار ربوبیت اور حقائق عبودیت پائے جاتے ہیں۔ اور نیز حق عزوجل نے اپنے بندوں پر لازم فرمایا تاکہ ذکر ربوبیت ادا کریں۔ اور نیز زکوراہ دکھلائی آیات و علامات میں دیدار مقصود کی اس وسیلہ سے کہ اسکے بیت مکرم کا قصد

کریں۔ اور نیز حج کو سب پر فرض کیا تاکہ عوام کے درمیان میں چھپے ہوئے خاص بندے بھی رب البیت کی زیارت کو حاضر ہوں **قال المترجم** یعنی انکو تجلی خاص بمشاہدہ خاص حاصل ہو فافہم۔ اور نیز چاہا کہ اپنے بندوں کو اپنی عظمت و کبریائی دکھلا دے کہ وہ اپنے کو دیکھیں کہ ذات جمودیت و تواضع و تضرع اپنے گرد نون پر رکھے **قال المترجم** یعنی ہیات و حالت حج کی شخص لیل عاشق کی ہی حالت ہوتی ہے چنانچہ سب رکان ہیات حج کو ملاحظہ کرنے سے یہ بات ظاہر ہے اور جو بندے اس نندل سے کوشش کرتے ہیں اور خوش ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسی قدر عزیز و عزت والے ہیں فافہم۔ اور نیز وجوب قدیم نے بندوں پر واجب کیا کہ اسکے مشاہدہ کا قصد کریں اس طرح کہ اپنی جان و مال و اہل و عیال کو قربان کریں نہ تین و خواہشیں و چاہتیں چھینیں و اولاد و ازواج کو ترک کریں اور جہان سے مجرد ہو کر اکی درگاہ کا قصد کریں پھر اس بیت مکرم کو جو مخصوص کیا کہ اسکی طرف قصد کریں حالانکہ مشاہدہ مقصود ہے تو یہ مشاہدہ کی طرف سے دسواں حکم ظاہر میں فرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حلول تشبیہ سے پاک منزہ ہے **قال المترجم** پس اصل مقصود مشاہدہ ہے اور بیت مکرم اسکی ایک رسم و حکم ظاہری ہے یعنی خانہ کعبہ جس پر وہ ظاہری میں ہے ہی زیارہ لگاہ مقرر ہے حالانکہ مقصود وہ حقیقت کعبہ ہے نہ ظاہری درود و ازواج اور یہ مطلب نہیں ہے کہ مشاہدہ کوئی امر دیگر ہے اور یہ بیت مکرم فقط رسم ہے اور کعبہ نہیں ہے کیونکہ یہ خلاف ہے چنانچہ اکابر جمع اللہ نے تصریح کر دی ہے کہ حقیقت کعبہ ایسا امر ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا اور کون اس امر کا قائل ہو سکتا ہے کہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے رخصت ہونے کے وقت پر وہاں سے خانہ بیت سے با صد جوش و شوق لپٹتے تھے اور حسرت کے ساتھ رخصت ہوتے تھے پھر کوئی حق ہو گا جو سمجھے کہ اصل حقیقت یہی درود و ازواج ہے فلیتأمل۔ بلکہ بات یہ ہے کہ جو شیخ نے کہی کہ اللہ تعالیٰ ہر وہم و گمان سے پاک برتر ہے کہ نہ اس بیت مکرم میں حلول ہے نہ اسکو تشبیہ ہے نہ نزول ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ لیکن حال یہ ہے کہ اس سے ان لوگوں پر جو قصد کر کے جاتے ہیں پردہ ملک و لباس آیات میں تجلی و تامل ہے کیونکہ اولیٰ نے فرمایا۔ فیہ آیات بنیات پس خبر دی کہ آیات بنیات اسی بیت مکرم معظم میں ہیں اور اشارہ فرمایا کہ صفات کی تجلی انہیں آیات میں ہے چنانچہ حضرت نے فرمایا جارا اللہ من سنیاہ و استقلن لباعیر و اشرق من جبال فاران۔ آری اللہ تعالیٰ طور سنیاہ سے اور ظاہر ہو اساعیر سے اور جبکہ فاران کے پہاڑوں سے اور جراد اس سے کہ کے پہاڑ میں اور مراد پہاڑوں سے واللہ اعلم شاید بیت الحرام ہے کیونکہ یہ پتھر ایسے ہیں کہ اللہ عزوجل نے انکو ازل ہی میں برگزیدہ فرما کر اپنے بندوں کا قبلہ اور رخسار بنوایا لیسے آئینہ کشف قرار دیا ہے **قال المترجم** جارا اللہ من سنیاہ و استقلن لباعیر سے اشارہ ہے تجلی موسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ انکو کوہ طور پر تجلی ہوئی اور یہی آنا بلا کیفیت مراد ہے اور ہم جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے اور تجلی ہونے پر نہیں قرآنی ایمان ملانے میں ہم کو یہاں بھی اس معنی کو کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ قصہ موسیٰ علیہ السلام میں بھی بلا کیفیت ہم تسلیم کرتے ہیں اور معتزلہ و غیرہ مگر آہ فرقوں کی طرح کوئی تاویل و تفسیر نہیں جکتے ہیں پھر استقلن لباعیر اور ظاہر ہو اساعیر سے وہ بھی نام پہاڑ کا ہے اور شاید یہ کوئی اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہے اگرچہ بعض نے عرب نبی کے پہاڑ میں سے قرار دیا واللہ اعلم و لیکن و اشرق من جبال فاران اور جبکہ فاران کے پہاڑوں سے۔ بین فاران سے بلا حقا کہ کے پہاڑ مراد ہیں اور یہ تصریح طور تو نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہی فرق ظاہر درمیان نبوت موسیٰ اور درمیان نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے کہ وہاں فقط آیا ہے اور یہاں اشرق فرمایا یعنی خوب ظاہر چمک نکلا جیسے آفتاب کہ وہ وقت اشراق کا ہے جس کو چاشت کہتے ہیں اور بعض جو طلوع کا وقت لیتے ہیں یہ وہم و غلطی ہے اسبوسطے نماز اشراق سے تحقیق قول دہی نماز چاشت ہے کہ صریحاً یہ المحققون لیکن باقی ہوا کلام اس بات میں کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا نہیں پس ظاہر کلام شیخ سے وہم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے لیکن البیان نہیں ہے اور زقا و محققین نے تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے اور ہمیں موضوع کا اطلاق کیا ہے لیکن موضوع اس معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا اور یہ مطلب نہیں ہوتا ہے

کہ یہ قول غلط یا بے معنی ہے پھر جبکہ حدیث نہ ٹھہری تو دوسری طرف تلاش کرنی چاہیے پس بعض نے کہا کہ یہ بعض اکابر کا کلام ہے جنہوں نے ہتھکڑیاں وغیرہ کے طور پر کہا ہے مگر حق یہ ہے کہ اہل اسلام میں کسی کا کلام نہیں بلکہ یہ تورات و انجیل کی عبارات میں سے ہے چنانچہ بعد بہت تحقیق کے اصل نسخہ میں پائی گئی حالانکہ انجیل کے ترجمہ کرنے والوں نے حسد کی راہ سے یہ فقرہ نکال ڈالا ہے اور بعض نے اس کے معنی جو اپنے نزدیک صحیح سمجھے وہ لکھے ہیں اور یہ بڑی جت اہل تورات و انجیل پر صدق رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور انکار و مسکابروہ و ہٹ دھرمی کا اعلان نہیں ایسے شخص کے حق میں یقین جانا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ایمان نہیں چاہتا ہے تو عوذ باللہ من الضلال۔ پھر بعض حکیموں نے اسی ہتھکڑیوں پر وقت ظہر از جبال فاران کا ایک طلسم بنایا تھا جس کا ذکر یونان وغیرہ کے انجیل کے مترجموں نے اور دیگر تواریخ میں مذکور ہے کہ وہ بھی زمانہ دراز گزرنے پر مٹا گیا لیکن اب بھی پتلا ملتا ہے اور خود مترجمین یونان ہی ترجمہ انجیل میں بڑی تحریف کرنے والے ثابت ہوئے ہیں چنانچہ جو شخص اس کی تحقیق کا قصد کرے اس پر اللہ تعالیٰ یہ بات خوب ظاہر ہوگی واللہ اعلم بالصواب۔ قال الشيخ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں استطاعت بطریق ہتھکڑی ہر آدمی کی معرفت ہو اور اس کا قرب حاصل ہو اور تمام اوقات میں اس کے الطاف پر نظر رکھے اور اس کے وعدے میں یقین کامل ہو اور تمام امور میں اسی پر تکل ہو اور ہر دم اسی کا مراقبہ رکھے اور اسی کی ہمیشہ رعایت و حفاظت کو پہچانے اور جان لے کہ سب بندوں کا وہی کول ہے اور نفس کی رعوت سے پاک ہو کر اس کی محبت صافیہ رکھے اور صفائے نیت سے اس کی طرف قصد کرے اور اس کے ماسوائے سب سے قلب کو پاک ظاہر رکھے۔ پھر انکا گوشہ وزاد راہ ہی ہے کہ ہمیشہ اسکی یاد ہو اور ہمیشہ اسکی نعمتوں و نشانیوں و اسکی خدمت کاملہ و رحمت کافیکہ فکر کریں اور مانند اس کے دیگر امور میں جو اس کے خاد و مظلوم مکرم کے قصد کرنے والوں کے واسطے استطاعت ہیں اور جو برخلاف اس کے ہو اور راہ ہدایت سے کٹ کر دوسری راہ چلاکے عناد کے تار یک گڑھے میں گر کر ہلاک ہوگا نعوذ باللہ منہ۔ چنانچہ فرمایا تو کہ من کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ شروع آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے حج کو اپنی طرف نسبت دیکر فرمایا تھا اب یہاں آخر میں اپنی پاک ذات کو منزه کر دیا تاکہ بندگی کرنے والوں میں سے جو غیر دار لوگ ہیں وہ جان لیں کہ اسکی شفقت اپنے بندوں پر کیسی ہے کیونکہ عبادت کرنا تو اب تو انھیں بندوں کی طرف لوٹ آتا ہے اور اللہ تعالیٰ جل شانہ جملہ اسباب سے منزہ و پاک برتر ہے پھر جانتا چاہیے کہ بیت اللہ تعالیٰ کی طرف قصد کرنے والے تین قسم ہیں۔ قسم اول وہ قصد کرنے والے جو اپنی جان و مال کے ساتھ تو اب کیو اسطرح جمع کرتے ہیں قسم دوم جو اپنے دل و دنیا و مافیہا سے صاف ہیں اللہ تعالیٰ کی فرمائنداری اسکی رضا مندی چاہتے ہیں کہ حج کرتے ہیں قسم سوم وہ قصد کرنے والے ہیں جو رب البیت کے مشاہدہ و تجلی کے لیے اپنے عاشق ارواح کے ساتھ حقائق معرفت و قربت اور صفات و صولت اور زیادت مشہارحی و تجلی کی طلب میں قصد و حج کرتے ہیں۔ پس اہل ظاہر کا تو یہ حال ہے کہ وہ احرام باندھتے ہیں اور جو امور منع ہیں ان سے باز رہتے ہیں اور نہ اسکی حج ادا کر کے اپنے احرام سے حلال ہو جاتے ہیں۔ اور اہل باطن کا یہ حال ہے کہ وہ تمام کائنات سے احرام باندھ لیتے ہیں اور تمام مخلوق سے نظر اٹھا لیتے ہیں اور کبھی حلال نہیں ہوتے جب تک دنیا میں ہیں یہاں تک کہ انکو مشاہدہ ذات و کشف صفات کا نتیجہ ہوتے عیاناً کھلے کھلے مل جاتا ہے جب مرجائے ہیں پھر غور کرو کہ دونوں میں کتنا بڑا فرق ہے ایک تو وہ ہوئے کہ جنہوں نے گنتی کی چند معلوم و سہوہ چیزوں سے چندوں کے واسطے احرام باندھا اور دوسرے وہ ہوئے کہ انہوں نے سب نفس کی خوشی و تسکین کی چیزوں سے اور تمام موجودات سے احرام باندھ لیا لیکن اس کھن کرنی کو کون کرتا ہے اور اس بلا کے بوجھ کو وہی لاوس جو اس طرح کا بار بردار ہے۔ اللہ اللہ وہی لوگ چلے گئے اور ان کے ساتھ کسین بھی جاتی رہیں انکے غروب ہونے سے کرا متوں کے سوچ اور امتیوں کے چاند بھی ایسے منہ میں ڈوبے ہیں کہ تا ابد نکلنے کی امید نہیں مگر جب کبھی غور اہت کسی زاد میں اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔ ہاں اب انکی خبریں آفاق میں پھیل رہی ہیں اور نشان انکا کہیں ڈھونڈھے نہیں ملتا ہے اللہ تعالیٰ انکی پاک روحوں پر رحم فرماوے

ودرجہ عالی کراست کرے قال المترجم اس حسرت میں شیخ رحمہ اللہ کے ساتھ ہر دیندار شریک ہوگا اور کیا کوئی شرکت کرے کہ وہ دل جو  
 باخ اس کی پوچھتا ہے اور وہ آنکھیں جو ڈھاب کراست پر آنسو بہاویں۔ اللهم انت الله الذي لا اله الا انت الحي القيوم لا شريك لك ليبيك  
 لا شريك لك ان الحمد والنعمة والملك لك لا شريك لك سبحانك اللهم ومجداك استغفرک وانتوب اليك - اللهم اسألك حسن  
 التوفيق وحسن الهدى والعصمة من فتنه الدجال صلى الله تعالى على سيدنا محمد وآله وصحبه وجميع المتقين الاخيار من  
 عباده اجمعين والحمد لله رب العالمين - اور حدیث میں ایک صحابی کو آپ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص نے حشر میں سے کسی شخص کو  
 ہوگا جب تو ایسے اوگون میں رہ جاوے گا جو بھوسا میں یعنی منہ نہیں پھر قیاس کرو کہ شیخ کیوں ایسا کلام حسرت نہ فرماویں۔ قال - اور کہہ حقیقت کے  
 حج کرنے والوں اور قصد رکھنے والوں کا اشارہ یہ بھی نکلا کہ جب وہ اپنے پاک و لون سے جانب مقصود کا یعنی بیت المقدس کا قصد کرتے ہیں تو اللہ  
 عزوجل کے ساتھ محبت سے پہچان و عہد معرفت بانڈھتے ہیں اور جتنے عہد انھوں نے سوائے خاص لہجے کے دیگر امور میں بانڈھے تھے سب توڑ دیتے  
 ہیں چنانچہ حق عزوجل پر اگر کسی دوسری چیز کو اختیار کیا تھا یا دکھلاوے سوائے کی ظاہر و پوشیدہ مگر نفس کو لگا رکھا تھا یا کسی بزرگی شرف چاہنے کو  
 جگہ دی تھی سب چھوڑ دیتے اور سب کی رسی توڑ دیتے ہیں پھر مشاہدہ کے مقام تک حاضر ہونے کی راہ کا گوشہ یہ لیتے ہیں کہ صدق و توکل اخلص  
 و یقین احد اللہ تعالیٰ کی تجارت میں زہد ساتھ لیتے ہیں اور صبر کی سواری پر چلتے ہیں جسکے پاتوں میں ہیں کہ ہر حال میں جو شکر کرتے ہیں اور سر  
 اسکا علم ہے اور سیٹ اسکا پر ہیر گاری ہے اور زمین اسکی تکبیر ہی یعنی ہر دوسرے و خطرہ باطل و فاسد سے دور اور صدق و غیر پر جھبے ہیں اور  
 تکمیل اسکی استقامت ہے اور باگ اسکی تسلیم ہے اور کوڑا اسکا ادب ہے اور زمین اسکی رننا ہے حق ہے اور آسمان اسکا یقین ہے اور پانی اسکا فکر صواب ہے اور  
 چارہ دانہ اسکا ذکر کرب الارباب ہے اور باغ اسکا شجر ہے اور چراگاہ اسکی مشاہدہ ہے اور توجہ و رنخ اسکا بجانب شہود و قدم ہے پھر جب وہ ایسی  
 سواری پر اپنے وطن سے نکلے تو دنیا و مافیہا سب چھوڑتے ہیں اور سب کو وداع کرتے ہیں اور سامان موت کو مہیا کرتے ہیں کہ جبکے ساتھ رہتے  
 تھے خواہ دوست ہوں یا بیگانے انسے رخصت ہو لیتے ہیں اور راہ ریاضت میں تیز قدم اٹھاتے ہیں یعنی خوب ریاضت کرنی شروع کرتے ہیں  
 اور اپنی جان پر تیزی کرنے والوں اور تیزی کھلانے والوں کا طور لازم کر لیتے ہیں اور خالص نیت سے اللہ عزوجل کی طرف توجہ کرتے ہیں اور کسی  
 غیر کی طرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں التفات نہیں کرتے ہیں اور قصد مصمم کر لیتے ہیں کہ ٹھیک راہ سے تجاوز نہ کریں اور کسی خواہش نفس و راہ شیطان  
 کی طرف لیجاتے والی چیز پر نظر نہیں ڈالتے ہیں - پھر جب اپنی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہوتے ہیں تو اٹھا آگے سے کھینچنے والا وہ ہری ہوتا ہے یعنی  
 ہدایت الہی آگے ہوتی ہے اور پیچھے سے ہانکنے والا تقویٰ ہوتا ہے اور جس کشاہدہ راہ میں چلتے ہیں وہ راہ صفا ہے اور فریق ساتھی اٹکا وہی اٹکا  
 مولیٰ عزوجل ہوتا ہے اور عدیل اٹکا علم حق ہوتا ہے اور صاحب محاکم ہوتا ہے انکو شوق زیدار یا بان عشق میں لیے جاتا ہے اور نون اٹکا نین اور مطرب اٹکا  
 ہنر ہوتا ہے - اور بدرقہ کا جلیب ہے کہ یعنی حضرت حق تعالیٰ پھر جب میدان حرم سے قریب ہوتے ہیں تو شوق سے تیز قدم ہوجاتے ہیں اور گناہوں کی  
 شرم سے لجائے ہوئے راہ طو کرتے ہیں اور مشاہدہ پروردگار کی طرف جاتے ہیں اس حال سے شرمندہ ہیں اور جو اوقات عالم غفلت میں تھی پھر حسرت  
 اٹھاتے ہیں اور اس صورت میں درجات بلند چاہتے ہیں تھیں ہیں ہمیں اس نفس میں خون روتے ہیں اور اپنی جانوں پر جو توجہ کرتے ہیں اٹکا اٹھ  
 اٹھ آنسو رونا اسکی شرح کرتا ہے اور جب اس میدان کے ہتھالی سرے پر پہنچ گئے تو سب رحمتیں ترک کرتا اور تمام خواہشوں سے مجرہ ہوجاتے ہیں اور حرام  
 میں تقریب کا لباس پہنتے اور دریائے تجرید میں نہاتے اور تمام شوائب علی سے پاک ہوجاتے ہیں - اب جو وہ طلبہ کہتے ہیں تو یہ آواز سنتے ہیں کہ وہ اس سے  
 رضامندی ہے اور درگاہ میں آنے دینے کی اجازت ہے اور وہی آواز انکو آتی ہے جو دنیاوی وجود سے پہلے انکی افواج نے عالم انزل میں سنی تھی - اور جب

درجہ عالی



وہ عرفات میں پہنچے تو سکر کی زنجیر میں پابستہ رہا جسے میں اس سے ہرگز خلا ہی نہیں الایہی کہ پردہ صحنہ پر ہوتا ہے جس میں مسکرو صوم کے دریاں بہتے اور  
 بہیت ورجار کے درمیان مہوت ہوتے ہیں انکو حق عزوجل اپنی قبول خاص سے حقائق مشاہدہ و صفات کا شہدہ پہنچاتا ہے **قال المرحوم** اسی  
 سے اس مقام کا نام عرفات ہے اور حق عزوجل انکو غیب کی مکونات اور دون کے مصورات ظاہر فرماتا ہے پھر جب کھڑے  
 ہوتے ہیں تو دیدار حضرت عزوجل کے امیدوار ہوتے ہیں اور منقطع کیے جانے اور مجبور ہونے سے خوفناک رہتے ہیں اور مقام حیا میں حاضر اور مقام خیرین  
 موجود اور دیدار بقا کے شاہد ہوتے ہیں۔ پھر جب مشعر الحرام میں پہنچتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے دیدار کی نعمت کا نہایت شکر ہے اور ان کے ذکر میں مگم  
 ہو جاتے ہیں اور یہ ذکر انکا اس مقام پر یہ ہے کہ زبان گنگ اور زبان نکل اور حضرت حق عزوجل کے سامنے عرق تشویر بہاتے ہیں اور تقصیر سے سر  
 درگیاں آسٹون سے نہاتے ہیں اپنی کوتاہی پر گردن ڈالے رہتے ہیں۔ پھر جب مقام منیٰ میں پہنچے تو ظاہر میں جاؤں قرطانی کو ٹہرے مگر تحقیق وہ  
 اپنے نفسوں کو لذات و شہوات سے فوج کر ڈالتے ہیں پھر جب کنکریاں مارتے تو اپنے مجاہدہ و ریاضت و عبادت کو پردہ عدم میں بھینکتے ہیں کیونکہ  
 مشاہدہ قدم کو پہنچ گئے اور جب پتھر توڑتے ہیں تو انکے ساتھ اپنی باطنی شہوات کو توڑتے ہیں اور اپنے نفس کے ارادوں کو منسک کرتے ہیں جو انکے  
 اسرار میں جاگیر تھے اور جب سر منڈاتے ہیں تو اپنے باطن سے فضول مسوس اور لوگوں کی تریف کرنے کی پسندیدگی کو منسک کر دیتے ہیں اور  
 جب زمین حرم میں داخل ہوتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ وہ درگاہ حضرت و بنا عظمت کے قریب پہنچے پس جلال سے کھلے جاتے ہیں اور عظمت گبرائی کے  
 مشاہدہ میں فنا ہوتے جاتے ہیں اور اسوے حق عزوجل کے سب سے احرام باندھتے ہیں اسی کے دیدار کے لیے کلعہ ہوتے ہیں پھر انکو مخلوقات سے  
 کوئی چیز حلال نہیں ہوتی جب تک انکی جناب تک نہ پہنچیں یعنی موت مقررہ سے اس دنیا کو چھوڑیں کیونکہ وہ معاون صمدیت و صولت سرمد میں  
 ہیں جو انکو خدو شیت کی علتوں سے مانع ہوتی ہے اور جب وہ مکہ میں داخل ہوئے تو یقین ہوا کہ وہ جو حضرت جلال میں ہیں اس واسطے کہ مکہ بمنزلہ  
 حنبت کے ہے اور جو اس میں داخل ہوا وہ اسکے پڑوس میں ہونے سے عقاب الہی سے مامون ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اور جب وہ مسجد میں  
 داخل ہوئے تو اسکے دیدار عظمت سے ہمان کی حالت میں داخل ہوتے ہیں اور اسکی بہیت و جلال کو یاد کرتے ہیں اور جب وہ بیت معظمت کو دیکھتے ہیں  
 تو بیت سے پہلے رب البیت کو دیکھتے ہیں اور اسکے مشاہدہ سے سرفراز ہو جاتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ وہ اسکی درگاہ قدیم و مشاہدہ کریم میں  
 حاضر ہیں اور جب وہ گردخانہ کعبہ کے طواف کرتے ہیں تو اسکے ملائکہ کو دیکھتے ہیں کہ اسکے عرش و کرسی کے گرد طواف میں لگے ہیں اور یقین کرتے ہیں  
 کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بمنزلہ ان ملائکہ کے ہے اور جب وہ حجر اسود کو پورے دیکھتے ہیں تو جانتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت انزل کے  
 ساتھ اس طرح بیعت کی کہ بعد اس بیعت کے مخالفت نہیں کرینگے اور اپنے ہاتھوں کو اسی چیزوں کی طرف نہ بڑھاویں گے جنکو انکی خدائیں چاہتی  
 اور انکے نفس الفت کرتے ہیں اور جب وہ مقام ابراہیم کے سچھے ناز پڑھتے ہیں تو جان لیتے ہیں کہ وہ مقام وصل و قرب و منا جات میں ہیں اور اس مقام  
 میں ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کے عہد پورا کرنے والے پہنچے اور جب وہ پردہ کعبہ سے لپٹے تو جان لیتے ہیں کہ انہوں نے انصاف کی رسی مضبوط بکری اور اسکی  
 حقیقی عصمت سے لپٹے ہوئے ہیں اور اسکی نزدیکی سے ملتے ہیں اور پھر ہوسے سے جو اسکے سوا ہے ہر ایک میں بعد ازین حق عزوجل کو پانے ولہ میں  
 اور جب وہ خانہ کعبہ میں داخل ہوئے تو یقین کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حفظ عنایت اور اسکی نگہبانی میں اسی کے وجود قدم و بقا میں مستغرق ہیں  
 اور جب وہ صفا و مروہ پر چڑھے تو کدورات نفس سے پاک ہوسے اور دیکھا کہ وہ مقام صفا و جنبار میں ہیں۔ پھر جس شخص کو معرفت میں کچھ بصیرت  
 ہے وہ تحقیق جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان مناسک و شاعر کو جو حج میں برتے جاتے ہیں اپنی درگاہ جلال کی مثال مقرر کیا ہے پس کعبہ کو تو مثال عرش  
 کے مقرر کیا ہے اور مسجد حرام کو حنیفہ قدس کی مثال اور شہر مکہ کو حنبت کی مثال اور صفا و مروہ و جبال مکہ کو حجاب ملکوت کی مثال اور کل حرم کو پردہ ہے



بیچ ہوئی میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو صفا پیرن پڑھا فرمایا تو نے درمیان صفا و مردہ میں سعی کی میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تو اسکی طرف بھاگا میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا تو نہیں دوڑا۔ فرمایا کوہ مردہ پر کھڑا ہوا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تجھیں سکینت کا نزول ہوا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو عمرہ پیرن کھڑا مولہ فرمایا تو سنی کی طواف نکلا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تیری تمنا بکھولی میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو سنی کو نہیں نکلا۔ فرمایا تو سبھی الخیف میں گیا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تجھیں خوف جبریل درغل ہوا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نہیں داخل ہوا۔ فرمایا تو عرفات کو گیا تو مشعر الحرام کو گیا میں نے کہا ہاں۔ فرمایا بھلا تو نے اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کیا سوے اس کے سب تجھے فراموش ہو گیا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نہیں گیا۔ فرمایا تو نے جانا کہ تجھے کیا جواب ملا اور کیا تجھے خطاب ہوا میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو مشعر الحرام میں گیا تو آیا تو نے قربانی کی۔ کہا ہاں۔ فرمایا اپنی خوشنود و لادلان کو رخصت سے حق میں ذبح کر ڈالا۔ کہا نہیں۔ فرمایا تو نے قربانی نہیں کی۔ فرمایا تو نے کنکریں ماریں۔ کہا ہاں۔ فرمایا اپنی جہالت پھینکی اور اس علم کا شکر ادا کیا کہا نہیں۔ فرمایا تو نے نہیں کنکریاں پھینکیں۔ فرمایا تو نے طواف زیارت ادا کیا۔ کہا ہاں۔ فرمایا تجھے خفایق کا کچھ انکشاف ہوا یا اپنے اوپر زیارت کرامات و عین جو زیارت سے ملتی ہیں کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہر کہ حاجی اور عمرہ اور کر نیوے اللہ تعالیٰ کی زیارت کر نیوے ہو تم میں۔ اور جسکی زیارت کی ہر حق ہے کہ زیارت کر نیوے کی تکریم کرے۔ میں نے کہا یہ تو نہیں ہوا فرمایا تو نے زیارت نہیں کی فرمایا تو نے حلال کیا۔ کہا ہاں۔ فرمایا حلال کھانے پر مصمم ہمد کر لیا کہا نہیں۔ فرمایا تو نے حلال نہیں کیا۔ فرمایا تو نے وداع کیا۔ کہا ہاں فرمایا تو نے نفس روح سے بالکلیہ خارج ہو گیا۔ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نے وداع نہیں کیا تو نے کچھ نہیں کیا تجھ پر کہ دوبارہ حج کر سوت تیرا حج چاہا اور جب توج کرے تو اس میں کوشش کر کہ تیرا حج ایسا ہو جیسا میں نے تجھے صرف کیا ہر حج عبد الرحمن المسلمی کہتے ہیں کہ جب میں بغداد میں شیخ حصری گھر اللہ کی خدمت میں پہنچا تو مجھے فرمایا کہ توج حاجی ہے یعنی حج کا قصد کرتا ہے میں نے کہا کہ میں قوم کیساتھ ہوں۔ فرمایا کہ کیا حج کے فرائض میں سے چار باتیں جتن نہیں ایک حرام مدخول بلفظ تلبیہ ہے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تلبیہ تو اجابت ہے یعنی پکارا جاوے نوحی ہاں حاضر ہوں کہ مگر جواب دے میں نے کہا درست ہے۔ فرمایا بے بلائے جواب نیلے ادبی ہے میں نے کہا درست ہے۔ فرمایا پھر کیا تجھے بلا یا جانا تحقیق ہو گیا کہ تو نے جو بے یا پھر فرمایا کہ احرام تو تجرید ہے ہر چیز سے اور تجرید بیرون تقریر کے پوری نہیں ہوتی ہے میں نے کہا درست ہے پھر فرمایا کہ ایک بات ایگان حج میں سے وقوف عرفہ ہے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا تو اس میں سخت کوشش کر کہ وہ مساوات کا مقام ہے پھر دیکھ کہ طواف میں تو کس حال سے ہوتا ہے اور بات یہ کہ طواف جناب باری سے قربت کا مقام ہے پس تو ہر گاہ کہ باری میں جس ادب سے داخل ہو پھر سعی درمیان صفا و مزدہ کا اور وہ ایسا مقام ہے کہ وہاں اس سے کسی طرف بھاگنا تو تلو ہاں بنا تلو کہ اسوے حق کے سب سے ہزار ہوس خیر زار ہو کہ بعد اس سعی کے تکلم ہو جو جان سے اور جو کچھ ہیں کہ کسی سے کچھ تعلق نہ ہوے اور شیخ نے فرمایا کہ میں نے محمد بن الحسن بغدادی سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے محمد بن احمد بن اسلم سے سنا اور انھوں نے سعد بن عثمان سے انھوں نے عبد الیماری سے سنا کہ حضرت ذوالنون مصری سے سوال کیا گیا کہ وقوف کی جگہ مشعر الحرام کیوں مقرر ہوا اور حرم کیوں نہیں مقرر ہوا تو ذوالنون نے فرمایا کہ ہکا بھیر یہ ہے کہ کویت بیت اللہ تعالیٰ ہے اور حرم اسکا حجاب اور مشعر الحرام اسکا دروازہ ہے پھر جب حاضر ہونے والوں نے قصد کیا تو پہلے دروازے پر روکے گئے وہاں تصریح و الحاح کرتے ہیں یہاں تک کہ آگے آنے کی اجازت ملتی ہے پھر دوسرے حجاب پر روکے گئے اور وہ مزولفہ ہے پھر جب انکی نہایت غازی زاری پر نظر رحمت ہوئی تو قرآن لے لیا حکم ملاحظہ بانی کی اور ادب پر سے کہے اور ان گناہوں سے پاک ہوے جو انکے حق میں پردہ تھے تب انکو اجازت ملی کہ اپنے پارٹ کے قابل میں ہیں وہ پاک و طاہر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتے ہیں

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ذَوَاتِ اللَّهِ شَهِدًا عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصَدَّقُونَ

تو کہ او اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو جو تم کرتے ہو تو کہہ دو اہل کتاب کیوں کہتے ہو عن سبیل اللہ من امن بتبعونها عوجا وانتم شهداء وما اللہ بغافل عما تعملون

اللہ کی راہ سے ایمان لانے والے کو ڈھونڈتے ہو اس میں عیب اور تم خبر رکھتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَكْفُرُونَ - القرآن - کہدے کہ امراہل کتاب کیوں آیات الہی سے انکار کرتے ہو ف یعنی قرآن سے اور یہ ظاہر ہے اور اشارہ اس میں حج خانہ کعبہ کے فرض ہونے سے انکار کی طرف ہے کیونکہ وہ اس سے انکار کرتے تھے اور انکار کے فرض ہونے کا کفر ہے اور بعض نے کہا کہ آیات اللہ سے مراد محمد صلعم ہیں اور بعض نے مخصوص آیات حج مراد لین۔ اور یہ خطاب یہود و نصاریٰ کو ہے اور بعض نے کہا کہ انکے علماء کو جو صدق آیات سے آگاہ تھے اور اس میں دلیل ہے کہ انکا کفر واضح تر ہے اگرچہ وہ اپنے آپکو تورات و انجیل پر مومن جانتے تھے۔ وہ کہتے تھے **شَهِدْنَا عَلَىٰ مَا لَعَلَّوْنَ**۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر شاہد ہے و شاہد ہونے کی تہدید سے مراد یہ ہے کہ تمکو اسکی سزا دیگا۔

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصَدُّونَ - تھرفون۔ کہدے کہ امراہل کتاب کیوں پھرتے ہو ف پہلی آیت میں تو خود انکے اپنی ذات سے کافر ہونے کا حال بیان کیا اور یہاں انکے دوسروں کو روکنے کا حال فرمایا کہ تم کیوں روکتے ہو **عَنْ سَنَدِ اللَّهِ**۔ دینہ راہ خدا سے یعنی دین قیم اسلام سے۔ **صُنْ اَصْحٰق**۔ ہر ایسے شخص کو جو ایمان لایا و بتکذیبکم التبی و کم نعتہ۔ اسطرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے ہو اور اسکی صفت کو چھپاتے ہو کیونکہ یہود و کھت حسرت سے کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر و بشارت پہلے نہیں مذکور ہے اور اسکی صفت و لغت جو تورات و انجیل میں مذکور تھی اسکو چھپاتے بلکہ وہ آیات کا لکر دیگر بنیا علیہم السلام کیساتھ میں اور بعضے کہتے کہ عرب سے جو غیر آخر الزمان ہونگے وہ سیاہ رنگ اور ایسے ایسے ہونگے یعنی آپ کی اصلی تعریف میں تحریف کرتے تھے۔ پھر من آمن سے یا تو ایمان لائے ہوئے مراد ہیں یہود انسے حیلہ و مکر کرتے تاکہ انکے دل میں شبہ ڈالیں یا من ادا والا ایمان مراد ہیں تو انکو جو ایمان لانا چاہتے تھے ایسے ہی شک و شبہ ڈال کر روکتے اور ظاہر یہ ہے کہ عام مراد لیا وے جیسے حقیقہ عموم مجاز کے قابل ہیں **تَبَعُوا لَهَا**۔ تطلبین ایل۔ عوجا مصدر یعنی موجہ ما کلمۃ عن الحق۔ حالانکہ طلب کرتے ہو راہ کو عوجا ف یہ لفظ مصدر ہے اور معنی اسم مفعول کے ہیں اور موجہ یعنی حق سے پھری ہوئی راہ مصدر ہونے کی وجہ سے تار تار نشہ نہیں آئی۔ اور ابو علی نے کہا کہ عوج بالکسر تو دین و قول عمل میں مستقل ہے اور بالفصح دیوار وغیر کے ساتھ مستقل ہے اصل تم لوگ دین کو کج ڈھونڈتے ہو۔ **وَ اَنْتُمْ شَرُّ اُمَّةٍ**۔ علماء بیان الدین المرصی القیم ہو دین الاسلام کافی کتابم حالانکہ تم لوگ شاہد یعنی عالم ہو۔ خوب جانتے ہو کہ دین پسندیدہ قیم وہ دین اسلام ہے جیسا کہ انکی کتاب میں مذکور ہے اور حال یہ ہے کہ تم کیونکر جی طلب کرتے ہو دین اسلام کے حق میں حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی دین الہی ہے یعنی انکا اللہ تعالیٰ اسکے سواے کوئی دین قبول نفر ماویگا۔ اور بعض نے کہا کہ تم کیونکر دین اسلام کو حق جانکر اس میں کجی جانتے ہو اور مومنوں کے درمیان فساد و فتنہ ڈالتے ہو پھر انکو وعید سخت سے تہدید کی۔ **وَمَا لَكُمْ لِيَغَافِلَ عَمَّا تَعْمَلُونَ**۔ من الکفر والتکذیب و انما یؤخرکم الی وقتکم فیما زکم۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو یعنی کفر اور غیر صلعم آیات اللہ قرآن کو جھٹلانا اور سواے اسکے نہیں کہ تمکو تمہاری موت تک تاخیر دیتا ہے پھر تمکو سزا کے کالجیگا اور اولیٰ یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم مومنوں میں یا ایمان کا قصد رکھنے والوں میں فتنہ و شبہ ڈالتے ہو اور دین اسلام میں عوجا طلب کرتے ہو۔ اگر کہا جاوے کہ پہلی آیت کریمہ کو اللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیت کو اللہ لغافل عما تعملون پر ختم کیا اس میں کیا حکمت ہے تو جواب یہ یا گیا کہ پہلی آیت میں تو انکے ذاتی کفر پر انکار ہے جسکو وہ کھلے کھلے کرتے تھے پس اسکو اللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیت میں انکا حال علیہ و علیہ تھا کہ جس سے مومنوں کو روکتے تھے تو اسکو چھپاتے تھے نہیں ظاہر ہونے دیتے کہ یہ کفر ہے اس اعلام کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے ذکرہ فی السراج **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن لَطِيفُوا فِرْيَاقًا مِّنَ الَّذِينَ آمَنُوا أَوْ تَوَالًا لِّكِبْرٍ وَ كَم بَعْدُ**

ای ایمان والو اگر تم مانو گے بعض اہل کتاب کی بات تو پھر کر دینگے تم کو ایمان لانے چھے

إِنَّمَا كُفِّرَتْ لَكُمْ لِقَائِي ۝ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تَتْلُوا عَلَيَكُمْ آيَاتِ اللَّهِ وَقِيلَ لَكُمْ رَسُولًا

مسکر اور کیسے تم مسکر ہو اور تم پر بھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اسکا رسول ہو

وَمَنْ لِيَقْتَصِرَ بِاللَّهِ فَقَدْ هَدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

اور جو کوئی مضبوط پکرتے اللہ کو وہ ہونچا سیدھی راہ پر

شیخ سیوطی و لغوی و شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحق بن یسار وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت اس مخرج کی شان میں

نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ ایک شخص یہودی میں سے جسکا نام محالم بن شاس بن قیس لکھا اور اسکا عالم یہودی سخت کا فر اور سلاون پر سخت طعن کرنے والا تھا وہ اس مخرج پر گذر آیا اور اس مخرج و ذکر وہ انصار کے ہیں جو زمانہ جاہلیت میں ایک دوسرے کے دشمن اور آپس میں سخت لڑا میاں لڑتے

تھے اور بعد اسلام کے آپس میں دوست ہو گئے پس اس میں سے کچھ لوگ اپنی مسجد میں بیٹھے آپس میں باتیں کرتے تھے (قال ابن کثیر) پس یہ اتفاق ہفت

انکی دیکھا کہ اس یہودی کو رنج ہوا پس اس نے اپنے ساتھ کے ایک جوان یہودی کو بھیجا کہ انہیں جا کر بیٹھیا اور انکو وہ لڑا میاں یا دولاہے جو زمانہ جاہلیت میں

انکے درمیان ہوئی تھیں خصوصاً یوم بعاث کی کہ آخر لڑائی ہوئی فی المعالم اور جو شخراہیں لڑائی میں گئے تھے وہ سناٹے اور بے لڑائی نہایت سخت ہوئی

تھی اور اس میں اس کو فتح حاصل ہوئی تھی (قال ابن کثیر) پس اس جوان یہودی نے یہی کیا اور برابر انکے درمیان ہی مذکور کتاب یا تا تک کان جنون

باہم فخر کیا اور غضب لکھا پھر اس میں آگے اور جو اکھا شخراہیں سے آپس میں فریق والے نے اپنوں کو آواز دی اور اپنے ہتھیار لگے اور میدان حرہ میں

دو گاہ مقرر کی پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی آپ اپنے ساتھ ہاجرین و انصار کو یہے ہونے آئے اور انکو ٹھٹھا کر کے فرماتے ہیں تم یہ جاہلیت کی

پکارا آپس میں پکارتے ہو اور میں تمھارے سامنے موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اسلام سے بزرگی دی اور جاہلیت تم میں سے دور کیا اور تم میں الفت ڈال دی

اور اپنی آیت پر بھی پس سبکے سب سخت نام ہو سکے یہ ہنسنے کیا حرکت کی اور سمجھے کہ یہ نرفہ شیطانی تھا پس ہتھیار پھینک دیا اور لڑنے لگا اور اس میں ایک دوسرے کے

گلے لٹ گئے اور حضور صلح کے ساتھ مرجع گئے ہوئے لوٹ آئے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كُفِّرَتْ

فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ كَعْدَابِكُمْ كُفْرًا ۝ اے ایمان والو اگر تم کتابوں میں سے ایک فریق

یہودی خبیث کی بات مانو گے تو یہ فرقہ تم کو تمھارے ایمان کے بعد انکا کا فر کرے گا۔ ہفت پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں لایا بقولہ تعالیٰ

كَيْفَ تَكْفُرُونَ ۝ استفہام تعجب و تنویر ہے یعنی یہ استفہام انکو تعجب دلانے اور ہدایت کے طور پر ہے کہ تم کہو کہ کفر کی بات کرتے ہو۔

وَقِيلَ لَكُمْ رَسُولًا ۝ حالانکہ تمھاری شان یہ ہے کہ تم پر آیات الہی تلاوت کی جاتی ہیں وَقِيلَ لَكُمْ رَسُولًا ۝ اور تم میں اللہ تعالیٰ کا رسول پاک (محمد) موجود ہوں پھر بھلا کون صورت ہو کہ کفر پیدا ہو۔ وَمَنْ لِيَقْتَصِرَ بِاللَّهِ فَقَدْ هَدِيَ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ

اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے لے لے وہ راستہ مستقیم کو پہنچا دیا گیا ہے پس ان دونوں گروہ نے اللہ تعالیٰ کے رسول قرآن کو مضبوطی سے لیا اور فتنہ فرود ہو گیا۔ بعض علمائے ذکر کیا کہ انکے اس ثوران و جوش میں چند قرآن پڑھے اور انکے کفار سے خلط ہفت سخت ہوا اور ان میں سے کئی

کہ یہود انکے دین کے دشمن ہیں دوم مذگان مطلع ایسے ہوتے ہیں کہ بعد یا دولاہے کے فوراً نام ہوتے ہیں سوم یہود کے دل میں بہت اور انکے اتفاق کا یقین اور غیظ زباوہ ہو۔ چہارم کیونکہ اسے مدت میں یہ فتنہ ابھارا اور یہی لڑا اللہ تعالیٰ نے رحمت سے دم میں فرود دیا اور ان میں

جاہل سے روایت لایا کہ میں نے ایسا کوئی دن نہیں دیکھا کہ اول اسکا تو ایسا قبیح ہو اور آخر اسکا ایسا نیک ہو۔ اور قولہ تعالیٰ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تَتْلُوا عَلَيَكُمْ آيَاتِ اللَّهِ

اسی واسطے تعجب و سزائش دونوں میں کہ یہ تعجب ہو کہ تم پر آیات اللہ پر بھی جاوین اور پھر یہ فتنہ دوم آنکہ تم کسی تلاوت والے ہو کہ تمکو ترہین ہو جی کہ شیطان نے یہ راہ پائی۔ پس بعد اس آیت کے ہمیشہ کے واسطے انصار کے دلوں سے جو کچھ میل آپس کا تھا باہل نکل گیا۔ قولہ ویکرم رسولہ۔ جو دو بابرکت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی عین رحمت تھا۔ اب بعد آپ کے اسکی عزت طاہرہ و اہل بیت میں تھا اسی واسطے آپ نے اپنے بعد کے لیے دو چیزوں کی وصیت کی ایک قرآن مجید دوم آل اطہار اور فرمایا کہ انکو مضبوط پکڑے رہو تو گمراہ نہو گے اور زجاج نے معانی قرآن میں اشارہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و علامات موجود ہونا اب بھی بمنزلہ آپ کے وجود شریف کے ہے اور مخرج کما ہے کہ میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک کی تبعیت اور تعظیم سے بڑی برکت و اثر ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کی صفت میں خود فرمایا کہ جس گھر میں ہو گیا اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے ہیں پس چاہیے کہ تقویٰ دزد حسن اخلاق کی حدیں اور مذمت تکبر و غرور و ریا پروردگار کی غیرہ کی احادیث کو ان کتابوں سے بے تکلف لیوین اور اپنے عمل کریں اور رہیں احادیث احکام نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ وغیرہ کی حدیں حدیثوں کو ملا کر توفیق دینے وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے انہیں روایہ کہ فقیہ مجتہد کی سمجھ پر عمل کریں اور یہ تو بہت حقوڑی حدیں ہیں اور جبکو بے تکلف لے سکتے ہو وہ بہت ہیں اور بڑا باب دین کا اسے متعلق ہے فی عمل العالمون واللہ الموفق۔ اور تمام نصیحت اس فقہ آیت میں جمع فرمادی قولہ تعالیٰ ومن لعنیم بائس قدر ہدی الی صراط مستقیم جس نے جنگل مارا اور مضبوط پکڑ لیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسے ضرور راہ مستقیم کی ہدایت پائی پس جو شخص وہ کرے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور کسی طرف نہ جھکے وہ یقینی راہ راست پر وصل و کامل ہوگا چاہے اسکی سمجھ و عقل کچھ ہی کیوں نہ کہے اس کو روہنیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے ذرا بھی تجا و زکرے کیونکہ اسکی عقل جزوی ہے اور وہم و شیطان میں گھنسی ہوئی اسکا کیا اعتبار ہے اور جان کھنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اسی میں داخل ہے کیونکہ وہ عین فرمان الہی ہے ہر اشارہ عر اس میں ہے کہ قولہ تعالیٰ ومن لعنیم بائس جمع وجود ظاہر و باطن سے اعتصام بحق ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہم انی اعوذ بربضاتک من سخطک و عوذ بمجاہاتک من عقوبتک و اعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما انیت علی نفسک۔ یعنی الہی میں تیرے خشم سے تیری ہی صفا کی پناہ میں آتا ہوں اور تیرے عقوبت سے تیری ہی عفو کی پناہ میں آتا ہوں اور تیرے ہی ساتھ تجھے پناہ لیتا ہوں میں کچھ تیری شان و صفت نہیں ادا کر سکتا بلکہ تیری شان وہ ہے جو خود تو نے اپنا وصف فرمایا ہے۔ (اصحیحین) اور اسوقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشاہدہ جلال و جمال و کمال و قدیم و بقار و جہت و کبریا میں تھے اسطرح کہ جو حق عزوجل کی معرفت یوری تھی اور علوم قضا و قدر کے سمندر میں غرق تھے اور اسکی عجائب قدرت سے دیکھا تھا جو کچھ دیکھا تھا اور اسکے بعض اسرار و ارادہ سے اطلاع حاصل ہوئی تھی پس اللہ عزوجل پاک بے نیازی جناب میں اس سے اسکی پناہ لی اور نیز جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتصام کیا اللہ تعالیٰ اسکو اسکے نفس کے عیب جاننے کی راہ دکھلا تا ہے اور شیطان کے باریکہ مگرگی شناخت کی ہدایت فرماتا ہے اور قلب کے اخلاق اور روح کے شامل عقل کے اوصاف اور امور معاملہ و حقیقت حالات و طلب کاشفات و اطلاع مشاہدات و ملائکہ و علوم الہام و فریسات کی اسکو ہدایت کرتا ہے اور ان خصلتوں کے حاصل ہونے سے وہ مقام نگین میں جو مستقیم راہوں میں سے نہایت استوار ہو سکتا ہے۔ اور نیز اعتصام یہ ہے کہ قلب تمام سہا بے ارباب سے منقطع ہو و اللہ تعالیٰ کی طرف عاجزی کرے کہ میں اپنے عمل و قوت سے ہزار ہوں اور جسے مخلوق سے طلب کے جیلے قطع کر دیے اسکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان نے وری تفع ہوئی اور معرفت سے پہلے اعتصام محال ہے اور مشاہدہ سے پہلے معرفت محال ہے اور جسے معرفت کیساتھ حق عزوجل کو مشاہدہ کیا وہ اپنی تمام مراد میں اسکے ساتھ اعتصام کرتا ہے اور شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ جو شخص تمام ماسوی اللہ تعالیٰ سے محفوظ ہو کر خاص اللہ تعالیٰ ہی کی طرف

اشارہ ہے کہ  
آوی میں توکل  
میں ایک لہ  
شیطانی دوم  
لہ ملائکہ  
اور سب ان میں  
یہ حدیث مذکور  
ہوئی ہے ۱۱۶۱

تہ

محتاج ہوا تو اسکے لیے حج کا راستہ کشادہ ہوتا ہے اور یہ راستہ اقوم ہے۔ اور شیخ جعفر نے فرمایا کہ جس نے ہکو پہاڑ اور اسکے ساتھ تمام مخلوق سے استغنی ہوتا ہے۔ اور واسطی نے فرمایا کہ تو اسے جنت میں لے جائے گا۔ تو پیشواؤں کے واسطے ہے اور قولہ تصمو بحمل اللہ یہ عوام کے واسطے ہے اور اعتصام تو یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو اسکے سایہ اور گونہ میں دیکھے اور حسن قیام پر اسکے ساتھ ہو اسکے دست قدرت میں ہو پس سب سے لائق تو اعتصام ہے اور تصدیق موجب اعتصام ہے اور بعض نے فرمایا کہ اعتصام یہ ہے کہ ایسی طرف التجا کر کے اپنے حول و قوت سے خارج ہو اور اسکے حکم کی طرف سکون ہو اور اللہ تعالیٰ کی مراد میں ٹھہراؤ ہو قال المترجم یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تصادق و قدر کے موافق بندے کے حق میں ارادہ فرمایا ہے اسکو تسکین سے لیوے اور اسی پر راضی ہو اور اپنے نفس کے اضطراب سے خارج ہو۔ شیخ ابو بکر و راق نے فرمایا کہ اعتصام کی علامت تین چیزیں ہیں ایک تو دل کو مخلوق کی مددگاری سے توڑ لینا اور یہ امید نہ رکھنا کہ کوئی مخلوق ہماری معونت کرے دوم یہ کہ بالکل حضرت رب العالیین کی طرف پھیر دینا اور سوم یہ کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشائش کا امیدوار ہونا۔ اور شیخ ابو سعید خدری نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا وہ اہل بیت نہ کیا جائیگا اور جس شخص نے کہ اس سے اعتصام کیا اسکو ہر کمیت ہونگی اور فرمایا کہ نفس کو صلاح کی طرف پھیرنا کسی چیز سے ممکن نہیں سوائے حکمت اور علم اور مجاہدہ و عاجزی کے کہ ان چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی صلاح ہوتی ہے اور ان سب کی جڑ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یا تھما الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقیہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون ○ واعصموا بحمل اللہ

ایمان والا ہے اور اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ ملو مگر مسلمان اور مضبوط ہو رہی ہو اسکی

سب ملکر اور آپ سے نہ پھوڑو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب پختہ تم آسین دشمن پھر اگت دی تمہارے دلوں میں

فَاَصْحَابُ بَيْتِهِ اِخْوَانًا وَ كُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُم مِّنْهُوَ كَذٰلِكَ يَبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

کھلی بیان کرتا ہے اللہ تم پر نشانیاں اپنی شاید تم راہ پاؤ

یَاٰتِیَہَا الذِّیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تَقٰیہ۔ ای ایمان والو اللہ تعالیٰ سے حق تقویٰ کرو فت حدیث میں ہے کہ بان یطاع علیا بیسی و لشکر فلا کیف و ینکر فلا یشی تقالوا یا رسول اللہ میں تقویٰ علی ہذا نسخ بقولہ فاتقوا اللہ یا استطعتم۔ یعنی حق تقاۃ باس طور کا ظاہر ہے کیجاوے اسکی پس اسکی نافرمانی نہ کیجاوے اور شکر کیا جاوے پس ناشکری نہ کیجاوے اور یاد کیا جاوے پس نہ بھولا جاوے پھر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کرنے پر کس وقت ہے پس منسوخ کیا گیا بقولہ تعالیٰ فاتقوا اللہ یا استطعتم پس تقویٰ کرو اللہ کا جہاں تک تم میں استطاعت ہو۔ وکلا تمونن الا و انتم مسلمون۔ سو محدود۔ اور موت مگر اس حال میں کہ تم توجید کرنے والے ہو فت تقاۃ مصدر ہے اور حق تقاۃ احاطت ہے بموصوف ہے اصل میں تقاۃ الحق تھا اور ایسا تقویٰ کہ جو اسکے واسطے حق و ثابت ہے اور قرطبی نے ذکر کیا کہ جب یہ آیت اتری تو صحابہ پر یہ شاق گذرا اور بولے کہ یا رسول اللہ کیوں کر سکتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ فاتقوا اللہ یا استطعتم پس یہ آیت منسوخ کر دی ہے قتادہ و ربیع بن انس ابن زید سے مروی قال ابن کثیر یہی قول سعید بن جبیر ابو العلیہ و مقاتل و سیدی وغیرہ سے مروی ہے اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہے اور تقویٰ کی جو تفسیر کر کی وہ حاکم نے ابن سعد سے مرفوعاً روایت کر کے کہا کہ یہ حدیث برشرہ صحیح ہے اور ایسا ہی

ابن مردویہ نے روایت کی اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابن مسعود سے موقوفاً اٹھا قول روایت کیا اور ابن کثیر نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور کہا کہ اظہر ہی ہے کہ حدیث موقوفہ ہے واللہ اعلم۔ اور مفسر نے جو کہا کہ فقالوا۔ بقاء تھا اس سے مراد یہ ہے کہ اس آیت کے اترنے پر صحابہ نے کہا کہ پس تقریح نزول آیت پر ہے نہ اس تفسیر تقویٰ پر کیونکہ تفسیر مذکور کے بعد احکام یہ کننا مروی نہیں ہوا لیکن اس میں اشارہ ہے کہ جو تفسیر تقویٰ کی مذکور ہوئی ہے وہ استطاعت سے باہر ہے پس اسکے منسوخ ہونے کا قول اتر ہے۔ اور سید ابن کثیر نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہوئی بلکہ حق تقویٰ یہ ہے کہ جہاد کریں اسکی راہ میں حق جہاد اور انکو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہ ہو اور بدل پر قائم ہوں اگرچہ اپنی جانوں اور اپنے آباء و اجداد اور اپنے فرزندوں کے حق میں ہو۔ اور فرمائی ہے کہ بعض نے فرمایا کہ قولہ فالقوا اللہ استظعم اسکا معنی ہے اور معنی یہ ہیں کہ اتقوا اللہ حق تقاۃ استظعم۔ اور کہا کہ یہی قول صوب ہے اسواسطے کہ نسخ و مان بضرورت ہے جہاں جمع کرنا ممکن نہ ہو اور بیان دلوں آیتوں میں اتفاق ہو گیا جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ تم کہتے ہو کہ اس میں شک نہیں کہ اتقوا اللہ حق تقاۃ۔ اپنے اطلاق پر سب وجوہ تقویٰ کو خواہ داخل استطاعت ہو یا نہ شامل ہے اور استظعم کی قید لگانے سے دوسری شق عدم استطاعت کی جاتی رہی ہے یہ اصطلاحی نسخ نہیں قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ تخصیص بنا بر ایک راے کے ہو سکتا ہے سو وہ بھی نسخ فی حق بعض ہے لہذا بظاہر صوب ہے جو مفسر نے اختیار کیا واللہ اعلم اگرچہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس شامل دلتی ہے اور علی بن ابی طلحہ اس روایت میں منفرذ نہیں بلکہ مجاہد نے بھی ایسا ہی کہا پس باصول تفسیر انھوں نے حضرت ابن عباس سے سنا ہوگا واللہ اعلم اور بعض نے حق تقاۃ کی تفسیر میں کہا کہ تقویٰ واجبہ اور کسبیبی جو تقاۃ ہے اسکو ٹھیکہ ادا کرے اور جو حرام دنار و دہرہ اس سے پورا پرہیز کرے۔ پھر قولہ ولا تموتن الا و انتم مسلمون۔ ہتھنار مفرغ از عم الاحوال ہے یعنی لا تموتوا علی حال سہوی حال الاسلام یعنی جب مرد کسی حال میں نہ ہو سوائے حال اسلام کے اور مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے یہ آیت پڑھی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاۃ ولا تموتن الا و انتم مسلمون۔ اور فرمایا کہ اگر قوم کا ایک قطرہ اس دنیا میں چکے تو اہل دنیا کی زندگی بگاڑ دے پس ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا کچھ نہیں سونے زقوم کے رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم والترمذی وقال حسن صحیح۔ اور جابر نے سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے آپ کی موت کے تین روز پہلے آپ سے سنا کہ تم میں کوئی نہ مرے مگر اس حال میں کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ ظن نیک رکھتا ہو رواہ احمد و مسلم۔ اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث مرفوعہ میں بھی اللہ عزوجل سے حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں بندے کے اس گمان پر اسکے ساتھ ہوں جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔ واعلموا۔ متسکوا۔ اور مضبوط پکڑ لو۔ بحسب اللہ۔ اور دینہ۔ اللہ تعالیٰ کی رسی یعنی دین کو ہر جگہ سے مراد دین اسلام ہے جیسا کہ ابن کثیر سے مروی ہے اور جبل دراصل سی ہے یا ہر نسب جس سے مراد کثیر توصل ہو پس اللہ عزوجل نے انکو حکم کیا کہ دین اسلام پر تنک کرنے میں مجتمع و متفق رہیں حال اللہ سے قرآن مراد ہے اور احادیث صحیحہ میں قرآن کو جبل اللہ اللہ کے ماننا الفاظ سے فرمایا ہے اور قتادہ نے عبد اللہ سے تفسیر کی اور معنی تمقار ہیں یعنی کہ تمقار کو نصب بنا بحال کے ہے اور مجاہدین اور قولہ۔ ولا تفرقوا۔ بعد الاسلام۔ اور اسلام کے بعد متفرق ہونے کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تین چیزوں سے رہنی ہوتا ہے ایک یہ کہ تم اسکی بندگی کرو اور نہ ترک کچھ نہ کرو دوم یہ کہ غصام کرو جبل اللہ جمیعاً اور متفرق نہ ہو یہ کہ والی ملک کو باہم نصیحت کرتے رہو اور تم سے تین چیزوں سے بچنا فرماتا ہے ایک قبل و قال دوم کثرت سوال سوم ضاعت المال۔ رواہ مسلم۔ واذکر والعمہ اللہ۔ الغامہ۔ علیکم یا مشر الاوس و انحراب۔ اور اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے انعام کو یاد کرو و اسکو خیر و احرام یہ ہے کہ اذکنتم احداً قبل الاسلام۔ جب تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے یعنی اسلام سے پہلے۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انوں و خیر دونوں کے

لن متالوا کی روایت میں ابن عباس سے روایت ہے





ہدایت و کفایت و رعایت وغیرہ پر بزبادہ سایہ عنایت و کفایت سے کہیں دور پڑ گیا شیخ سہیل نے فرمایا کہ انھوں نے عہد سے شک کیا اور عہد اسکا تو حید ہو اور شیخ ابو یزید نے فرمایا کہ جب تک تو اپنے نفس کو گم نہ کرے اور اپنے خالق سے عتصام نہ کرے تب تک تیری دعا قبول نہوگی اور جب تک تو واسطہ امور میں رہیگا تو مخلوق اپنے خالق کی طرف راہ نہیں پاتا ہے پھر جب تو نے اسکو اپنے سے طرح ذیبا یعنی کسی امر کے واسطے سے وصول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ سے عتصام کرنے والا ہو گیا اور بعض نے فرمایا کہ اسکی طرف عتصام یہ ہے کہ بندہ کا دل عہد و وفا کرنے پر آمال ہے اور وہ دن کسی دکو تاہی کے فرائض ادا کرنے پر جھکے۔ اور شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ جب اللہ سر بندہ سے متصل ہو اور جمل اللہ ہی عہد الہی اور اس کی کتاب مجید پر جسے اسکو مضبوط کیا وہ وصل ہو گیا اور شیخ حمید سے پوچھا گیا کہ قولہ تعالیٰ و اعصموا جمل اللہ کے معنی کیا ہیں تو کہا کہ صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمیں خصوصاً اور عموماً بھی ہر پس اعصموا باللہ کے یہ معنی ہیں کہ جمل اللہ کے ساتھ عتصام کرنے سے تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ عتصام کرو قال المترجم حاصل یہ کہ خاص لوگوں کو تو اعصموا باللہ فرمایا اور عام کو اعصموا جمل اللہ فرمایا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اعصموا جمل اللہ کے یہ معنی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت پر مجتمع ہو یعنی ہر حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل سب سے موافقت کرو کہ وہی جمل اللہ ہے اور ظاہر و باطن اور بیرون و علانیہ کسی حال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے متفرق نہو۔ قولہ تعالیٰ و اذکر نعمۃ اللہ علیکم۔ یعنی اپنے اوپر اس نعمت الہی کو یاد کرو کہ معرفت و محبت کی صفت سے تم کو اپنی طرف راہ دے۔ قولہ اذکر نعمۃ اللہ علیکم۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے گناہوں کو بادل کے نیچے کفر و کفار کے پردہ میں اسکی توحید کو مشاہدہ کرنے سے در اسکی دیدار قربت سے محروم پڑے تھے اور وہ وقت دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کا حق اور اپنے بھائیوں کا حق برابر کرنے تھے اور کفر کی ذلت میں پھینے ہوئے اپنے نفس کی خواہشیں چلہتے اور اپنے بھائیوں کی خواہشوں کو برابر کرتے تھے اور جانتا چاہیے کہ اصل سبب نہیں عداوت کا یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو لباس معرفت سے ننگار کھا تھا پھر جب انکے ہر بار باطنی کو اپنی جناب سے نواہر معرفت کی خلیجیں عطا فرمائیں اور انکے دلوں کو حقائق وصال نے ڈھانپ لیا تو بعض نے بعض پر جمال حق عزوجل کا اثر دیکھا اور بعض رہو جس بعض پر عاشق ہوئیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا حبیب الیکم الایمان و زینہ فی قلوبکم۔ اور یہی شہر جو میں نے بیان کی یہی معنی ہیں اس قول و تعالیٰ عزوجل کے کہ فرمایا۔ فالق من قلوبکم فاحتم بنعمۃ اخوانا۔ اور نیز یہ اشارہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں الفت و دیدی طرح کہ اپنی طرف سے عصمت نوزانی تمہارے دلوں کو وی اور اپنی درگاہ باکمال کا جمال کشف فرمایا یہاں تک کہ تم سب کے سب مکاشفات وصال کی حقیقت کو پہنچے اور شرف احسان سے تمکو الفت کا دودھ سا پیالہ ملا اور جمال حبیب سے خوش دل ہو گئے اور تمہارے قلوب سے وحشت کا پردہ اٹھ گیا پس ان سب کا عشق ایک اور تہذیب ایک اور حظ ایک ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے سب کو خلاص پر جمع کر دیا تاکہ انکے اخلاق پر جو عمل آگیا تھا اور طبیعت پر کچھ لگاؤ ہو گیا تھا اس سے پاک ہو گئے اور یہی الفت و خلاص کا لباس میں لیا قال المترجم جب حضرت صلعم نے حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو انصار رضی اللہ عنہم کو کچھ کم دیا اور خشکی تالیف قلوب منظور تھی انکو زیادہ دیا پس بعض انصار نے ہمیں کچھ باتیں کہیں خشکی خبر حضرت صلعم کو پہنچی تو خطبہ فرمایا کہ اگر وہ انصار کیان نے تمکو گراہ نہیں پایا تھا کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمکو ہدایت دی اور تم آپس سے چھوٹے ہو سے لکھے کہ میرے ساتھ اللہ تعالیٰ نے تمکو باہم ملا دیا الفت سے تم محتاج تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو میری وجہ سے تو گرا کر دیا جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے کہ اللہ تعالیٰ واسکے رسول کا ہر طرف احسان ہو تم جو کتا ہو گویا اس تصدیق سے انھوں نے اپنا حصہ بھریو کیا خدا دانا تر ہے کہ کس قدر لیا فلتیما لہ اللہ تعالیٰ نے تمکو مخلوقات کے پھنساؤ سے چھڑا دیا اور تمکے دلوں سے تفرقہ کے خطرات دور کر دیے پس انکو عین الجمع میں ایک کر دیا گویا ایک دن میں اس کے جلال نے انکو وفا دیدی اور انکے اخلاص نے تمکے دلوں کو صفا کا لباس پہنایا پس وفا و صفا کے درمیان وہ سچے بھائی ہو گئے اور محبت میں مخلص ہو گئے

اور آپس کے ساتھ میں انصاف سے رہنے والے ہو گئے اور ایک کو دوسرے کی دوستی پر یقین کامل ہو گیا حال کلام بیان یہ ہے کہ برگزیدہ لوگوں کے دلوں میں جو الفت ہوتی ہے وہ انکے مقامات و حالات کے مراتب کے موافق درجہ بدرجہ مختلف ہوتی ہے اور جان رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ نے اصلاح کو پیدا کر کے انکو اپنے مشاہدہ قرب میں جمع کیا تو بعض کو مقام توحید سے مشرف کیا اور بعض کو مقام معرفت سے اور بعض کو مقام محبت اور بعض کو مکاشفہ اور بعض کو مقام مشاہدہ اور بعض کو مقام انس و وجود و حالات سے مشرف فرمایا پس الفت ان سب میں اسی انداز پر جس قدر ان کے درجوں میں آپس میں نزویگی ہو مثلاً مقام توحید و معرفت میں قربت ہے نسبت توحید و مکاشفہ کے پھر ان سب کو بعض کو بعض پر رحمت و ہدایت و نصرت قرار دیا ہے حدیث میں فرمایا کہ مومنین مثل عمارت مکان کے ہیں کہ ایک دوسرے کو قوت دیتا ہے۔ پھر جان لو کہ جو شخص مشرک اہل میں جمع مقامات کے مدارج سے توفیق یافتہ ہو اوہ اپنے لوگوں میں سب کے نزدیک محبوب و مشوق ہو گا اور سب کا پیشوا ہو گا کیونکہ اسے اصول حقائق قوم کو پایا اور سب کے مقامات کی حقیقت کو ادراک کر لیا ہے اور جسے تمام مقامات کو نہیں پایا تو اسکا حال ایسا نہیں ہو گا پس باہم الفت ہونا تو ان لوگوں کی صفات سے ہے اور ایک دوسرے سے انکار ہونا پھیلوں کا حال ہے سو اسطے کہ انکی رحمتیں باہم ایک دوسرے سے محجوب ہوتی ہیں اور یہی حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ارواح جنوز مجنوںہ میں پس جنین باہم تعارف ہوا انہیں باہم الفت ہوتی اور جنین باہم شہابی نہوتی انہیں پھوٹ پڑی قال المترجم یہ حدیث صحاح میں ہے۔ بعض کا برنے کہا کہ کنتم اعداء کے معنی میں کہ اپنے خطوط نفس سے لگے رہنے سے تم میں تھے پھر فرمایا کہ فالق بین فلوکم۔ باہم معنی کہ خطوط نفس تم سے زائل کر دیے اور اس سے پھر کر تم کو حقائق کی طرف لگا دیا۔ قول تعالیٰ انتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها۔ یعنی تم امتحان کے واسطے انکی غضب میں ڈالے گئے تھے اور یہ مراد نہیں کہ حقیقت میں ایسے تھے کیونکہ واقعی تو یہ لوگ خاصان حق سے تھے چنانچہ فرمایا پھر تم کو اس سے نکال لیا اور یہ رضائے تقدیر انکی تھی کہ تمہارے شر و برگزیدگی پر جاری ہوتی تھی کہ تمکو معاف و کواشف سے سرفراز کرے اور یہی فرمایا سبقت رحمی غضبی مترجم کہتا ہے کہ یہ حدیث قدسی صحاح کی روایت سے ہے اور معنی اسکے یہ ہیں کہ حق عزوجل نے فرمایا کہ میری رحمت میرے غضب پر پیش قدم ہے۔ اور بعض محققین نے ہر چیز و ہر حال میں رحمت ثابت کی ہے اور شیخ اکبر بخسین میں سے ہیں حتی کہ عذاب کفار میں بھی انھوں نے وجوہ رحمت کی تقریر کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ جلہ کے لیکن عموم رحمت تو صبح ہے بلکہ منہ صبح ہے کہ فرمایا جبرتی دست کل شیء۔ میری رحمت ہر شیء کو وسیع ہے اور شری میں سب شامل ہے لیکن ادراک وجوہ رحمت عوام کا کام نہیں مثلاً جہاد میں قتل کفار انکے حق میں

دفع از نکاب شر و فساد کفر ہے اور مومنوں کے حق میں تو ظاہر علی ہذا القیاس فافہم

وَلَسَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

اور چاہیے کہ رہیں تم میں ایک جماعت بلائی نیک کام پر اور حکم کرتی پس بات کو اور منع کرتی ناپسند کو  
وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ

اور وہی ہیں نچے مراد کو اور نہ انکی طرح جو پھوٹ گئے اور غلامان کرنے لگے بعد اسکے کہ پہنچ چکے ان کو  
الْبَيِّنَاتِ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ

ساتھ حکم اور انکو بڑا عذاب ہے جس دن سپید ہونگے بعضہ تھو اور سیاہ ہونگے بعضہ تھو  
فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ فَالَّذِينَ كَفَرُوا لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فِتْرَةٌ فَاُولَئِكَ لَئِيْلٌ عَلَيْهِمْ سَبِيلُهُمْ  
سو وہ لوگ جن کے منہ سیاہ ہوئے آیاتم کافر ہو گئے ایمان میں آزار چکھو عذاب

بِأَلْسِنَةٍ تَكْفُرُونَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وَجوهُهُمْ فِي سَجْمَةِ اللَّهِ هُمْ فِيهَا

بدلا اوس کفر کرنے کا اور وہ جو سپید ہوئے انکے سوا اللہ کی رحمت میں ہیں وہی میں خلد و نون ۝ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلْمَ الْعَالَمِينَ

رہ پڑے حکم ہیں اللہ کے ہم شائق ہیں ہمکو تحقیق اور نہیں چاہتا اللہ ظلم کو جان والوں پر وَ لِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَاللَّهُ تَرْجِعُ الْأُمُورَ

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اور اللہ کی طرف وَلَسٰكُنْ مَعَكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُونَ اِلٰى الْخَيْرِ - الاسلام - اور تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہیے کہ غیر نبی اسلام کی طرف

دعوت کرے ف اور حضرت جعفر باقر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ غیر نبی قرآن اور میری سنت کا اتباع ہو (رواہ ابن مردویہ) وَيَا هُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ - اور معروف شرعی کا حکم کرے ف اور نیک کاموں کو

سکھلاوے - وَيَهَيِّوْنَ عَيْنَ الْمُتَنَكِّرِ - اور متکر شرعی سے منع کرے ف جو شرع میں بد کام ہو اس سے روکے - وَأُولَئِكَ الدَّاعُونَ الْأُمُورَ النَّاهُونَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ - الفاعلون واللتعيين لان ما ذكر فرض كفايه لا يلزم كل الامنة ولا يلحق بكل احد

کا بجائیل قول نائدہ ای لنگو نواتہ - اور یہی غیر کی طرف بلا نیوالے اور نیک کام کا حکم کرنے والے اور متکر سے منع کرنے والے یہی مفلحون ہیں ای فائز برادرین ف اور نیک میں من تبیضیہ ہو کیونکہ جو حکم ذکر فرمایا وہ فرض کفایہ ہے کہ کل امت پر لازم نہیں ہے اور ہر فرد کے لائق بھی نہیں ہے جیسے

جائیل اسکی لیاقت نہیں رکھتا مگر حکم کتابی کہ منکر کی عبارت میں ظاہر ہے چھٹتا ہے کہ فرض کفایہ ہر امت پر لازم نہیں ہے بلکہ بعض یہ ہوتا ہے اور ہر خطاب لفظی نے احقر من کیا ہے کہ یہ قول مردود ہے اور دلیل قائم ہوئی کہ فرض کفایہ بھی کل پر واجب ہوتا ہے لیکن بعض کے ادا کرنے سے

سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے چنانچہ پیغمبر اوی نے بھی کہا کہ خطاب کیا صحیح کو اور انہیں سے بعض کا فعل طلب کیا تاکہ دلیل ہواں بات پر کہ یہ حکم پر لازم ہوتی کہ اگر سچوں نے ایک ہرے سے ترک کیا تو سب کے سب گناہگار ہونگے لیکن اگر بعض نے ادا کیا تو سب کے ذمہ سے ساقط

ہوگا اور یہی ہر فرض کفایہ کا حال ہے - اور بعض نے کہا کہ من نائدہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ چاہیے کہ ہو جاوے تم ایسی امت الی آخرہ مگر حکم کتابی ہے کہ قرطبی نے اول کو ترجیح دی ہے وہ سب سے کہ محتسب ہونا اور علم و لیاقت کے ہو سکتا ہے پس فقط اہل علم سے مخصوص ہوگا - اور صحیح ابن کثیر نے فرمایا کہ مقصود اس آیت سے یہ ہے کہ اس امت میں سے ایک فرد اس کام کی تکلیف اپنے اوپر اٹھائے اگرچہ یہ کام تو ہر فرد پر اسکی لیاقت کے موافق واجب ہے

جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے تم میں سے منکر دیکھا یعنی کسی کو ایسا فعل کرتے دیکھا جو شرع میں منکر ہے تو چاہیے کہ اسکو اپنے ہاتھوں جگاٹے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے متغیر کرے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے اور یہ سب سے کم فر

ایمان ہے اسکے بعد انی ہر ایمان نہیں ہے - اور حدیث سے مرفوعا روایت ہے کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ تم حکم کرو گے امر بالمعروف کا اور منع کرو گے منکر سے یا اللہ تعالیٰ تم پر اپنے پاس سے عذاب بھیجا گا پھر تم اس سے دعا کرو گے اور تمہاری دعا قبول ہوتی

رواہ الترمذی وابن ماجہ - اور آیت میں دلیل ہے کہ امر بالمعروف و نہی منکر واجب ہے اور یہ صحیحاً وہی نے کشف کی بیرونی میں کہا کہ امر بالمعروف تو بھی واجب ہوتا ہے اور کبھی مستحب ہوتا ہے جیسا حکم ہو یعنی اگر اسکا کرنا واجب تھا مثل نماز کے تو امر بالمعروف بھی واجب ہے اگر اسکا کرنا مستحب تھا تو امر بالمعروف بھی مستحب ہے اور باہنی از منکر تو یہ سب کل واجب ہے اسواسطے کہ تمام جسکو شرع نے منکر قرار دیا ہے وہ حرام ہے اور ہر

مفسر جلال الدین سیوطی نے اسپر عرض کیا کہ یہ غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر فعل منکر حرام ہو تو اس سے نہی کرنا واجب ہے اور اگر مکروہ ہو تو اس سے نہی کرنا مستحب ہے اب رہا یہ کہ جس فعل کو آدمی خود کرتا ہے حالانکہ منع ہے تو اس سے دوسرے کو منع کرے یا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یا ایہا الذین آمنوا لم تقولوا ما لا تفعلون۔ یعنی ایمان والو تم کیوں کہتے ہو وہ جو خود نہیں کرتے ہو تو سچا آدمی خود نہیں لگتا کہ اس میں اختلاف ہے اور اظہار حج یہ ہے کہ گنہگار جس گناہ کا خود مرتکب ہوتا ہے اس سے بھی دوسرے کو نہی کرے کیونکہ اسپر دو باتیں واجب ہیں ایک یہ کہ خود اسکو نہ کرے اور دوم یہ کہ جسکو کرتے دیکھے اسکو منع کرے پس اگر سے پہلی بات نہ کی تو دوسری بات جو اسکے ذمہ واجب تھی وہ کیونکر ساقط ہو سکتی ہے مگر جمہ کہتا ہے کہ اسی پر ائمہ حنفیہ کا فتویٰ ہے۔ **وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَقَرَّوْا عَنْ ذُنُوبِهِمْ وَخَلَفُوا بِهَا عَنَاصِرَ مَعِينٍ**۔ وہم الیہود والنصارى۔ اور تم لوگ ایسے مت ہو جیسو جیسے وہ لوگ جو بھوٹ میں پڑے اور اختلاف ڈالا بعد ازاں کہ انکے پاس آیات بنیات آچکی تھیں و یعنی تفرق سے دین کا تفرق مراد ہے اور اختلاف سے دین میں اختلاف مراد ہے اور اس ہوصول وصلہ کی مصداق یہود و نصاریٰ ہیں اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے۔ **وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ**۔ ایسے بدکاروں پر عذاب عظیم ہے اور ابن عباس سے روایت ہے کہ یہی معنی مراد ہیں اور حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ یہودی اکثر فرقے پر متفرق ہوئے اور انصاری اکثر فرقے پر متفرق ہوئے اور یہی بت تشریح فرقوں پر متفرق ہوگی اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے کہ سب جہنم میں جاویں گے سوائے ایک کے اور وہ جماعت ہے یعنی اہل اللہ والجماعۃ رواہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم و احمد وغیرہ اور ابن عمر کی روایت حاکم میں مرفوع ہے کہ پوچھا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون ہے یا رسول اللہ تو فرمایا وہ کہ جو اس راہ پر ہو گا جس میں اور میرے صحابہ آج میں۔ بالجملہ مصداق اسکے وہ لوگ ہیں جو شرک سے پرہیز کر کے حضرت صلعم کی سنت پاکیزہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال پر چلتے ہیں اور سب جماعت ہیں تفرقہ درہنیں رکھتے ہیں کیونکہ ابو ذر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسے جماعت کو بالشت بھر چھوڑا اسے رقبہ اسلام اپنی گردن سے نکالارواہ ابو داؤد میں مسلمانوں کو سخت تنبیہ ہے کہ آپس میں متفرق نہ ہوں لیکن کبھی ہوسکتی ہے کہ جب تک کہ راہ توحید پر قائم نہ ہوں۔ **يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ**۔ ای یوم القیامۃ۔ یعنی اس دن سے مراد روز قیامت ہے اور اس کثیر نے ذکر کیا کہ تبیض وجوہ۔ اہلسنت وجماعت ہیں اور تسود وجوہ اہل بدعت ہیں ابن عباس کا قول ہے اور ظاہر مراد اہل بدعت سے عام ہیں خواہ اس امت کے بدعتی لوگ ہوں یا کسی اور امت کے ہوں۔ الحال جنہوں نے صراط مستقیم اور آیات بنیات میں اختلاف کیا اور اراحت میں مومنوں کو تکلیف دی تو آخرت میں ان مشرکوں کا فریون بدعتیوں کے لیے عذاب عظیم ہے جس دن دو قسم کے چہرے ہونگے ایک سیاہ و دوسرے سفید پھر ہر ایک کی تفصیل یہ ہے کہ۔ **فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ**۔ وہم الکفرون فیلقون فی النار وبقی المال لعم تو بنیاء الکفر **كَعَذَابِ آيَاتِنَا**۔ یوم اخذ المتیاق۔ چہرے سیاہ ہونگے (وہ کافر ہیں جو آگ میں ڈالے جاویں گے و تو بنیاء کہا جائیگا) کیا تم کافر ہوئے ہو ایمان لائیکے و ازل میں عہد تو جید لینے کے وقت جو سبھوں نے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا اقرار کیا تھا وہ ایمان مراد ہے اور در صورتیکہ اہل بدعت مراد ہوں تو کوئی تردید نہیں کیونکہ بدعت تو بدعت کے ہوتی ہے فافہم۔ اور جس بصری سے روایت ہے کہ وہ منافق ہیں اور ان میں بھی تاویل نہ کراری کیونکہ وہ ایمان نہیں لائے تھے غرضکہ انکو بدعت کی جاہلیگی کہ کیا تم بعد ایمان لانے کے کافر ہو گئے۔ یعنی عہد ازل میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیکے بعد کافر ہو گئے۔ **فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ**۔ پس اپنے کفر کرنے کے بدلے عذاب چکھو جو دہی جہنم ہے۔ **وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ**۔ وہم المؤمنون اور وہ لوگ جنکے چہرے سفید ہو گئے۔ (وہ مومنین ہیں)۔

Marfat.com

رحمت اللہ - جنتہ - تو وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں یعنی جنت میں ہیں و جنت کو بطور نماز کے رحمہ اللہ سے تعبیر کیا کیونکہ جنت محل  
 رحمت ہے اور اس میں تینہ ہر کہ جنت غنیہ فضل ہے کسی کے اعمال وغیرہ کا عوض نہیں ہے۔ ہفتہ فیہا خالد حنون۔ یہ نیک بندے جنت میں ہمیشہ  
 رہیں گے و ما وہاں موت نہیں ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ تفسیر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابو غالب سے روایت کی کہ ابوالامام نے  
 درج مسجد دمشق پر کچھ سرچنے دیکھے تو ابوالامام نے فرمایا کہ دوزخ کے گتے ہیں یہ زیر آسمان نہایت شرمین مقبول ہیں و جس ہون کو انہوں نے قتل کیا  
 ہو گا وہ سب بہت اچھے مقتول ہونگے پھر یہ آیت پر بھی یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔ آخر تک تو میں نے ابوالامام سے پوچھا کہ آپ نے اس کو  
 رسول اللہ صلعم سے سنا ہے تو فرمایا کہ اگر میں نے اسکو انحضرت صلعم سے فقط ایک بار یاد دیا تو میں بارہا تائب کہ سات بار شمار کر کے کہا کہ اگر فقط سات  
 ہی بار یاد دیا تو میں تم سے اسکو بیان نہ کرتا۔ قال الترمذی حدیث حسن و قدر رواہ ابن ماجہ والا امام احمد ایضاً مخرجہ کہ یہ حال ظہور کا  
 بیان ہوا ہے اسی واسطے بعض نے اس آیت میں۔ الذین اہودت وجوہہم۔ سے خارجی مراد لیے ہیں اور حق یہ ہے کہ خارجی بھی ان لوگوں میں  
 داخل ہیں اور آیت کریمہ اپنی زیادہ منطبق ہے کیونکہ پہلے وہ لوگ مسلمان ہوئے تھے پھر خارجی ہو گئے ہیں کہتا ہوں کہ ہلام انکا مانند نفاق  
 کے تھا اور معاملہ میں محی اللہ رحمہ اللہ نے بوقف قیامت میں تجلی پروردگار کی حدیث ابن عباس مروی ہے کہ میں نے ابوالامام سے سنا ہے کہ  
 انشاء اللہ تعالیٰ۔ تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ الَّتِي تَنْزَلُ اللَّهُ فِيهَا آيَاتُ اللَّهِ تَعَالَى وَجَا فَرُونَ كِي خَوَارِي عَذَابِ مِيْن اور مومنوں کی منزلت ثواب میں مذکور ہوئی  
 نَتَلَوْهَا عَلَيْكَ يَا كُحَيِّتٍ۔ انکو ہم تجھ تلاوت فرماتے ہیں تحقیق و اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاص ہماری وحی عظیم ہے تو ضرور یوں ہی ہونے  
 والا ہے۔ وَمَا اللَّهُ بِرُبِّ ظَلَمًا لِلْعَالَمِينَ۔ بان یا خذ ہم بغیر جرم۔ اور اللہ تعالیٰ کچھ بھی جہان والین پر ظلم کا ارادہ نہیں کرتا و  
 بائیں غیر کہ انکو بغیر جرم کے ماخذ کرے بیضاوی نے کہا اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ سے ظلم ہونا تو محال ہے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ واجب  
 نہیں کہ اس میں کسی سے ظلم ہو اور وہ کسی امر سے ممنوع نہیں کہ اسکے کرنے سے ظالم ہو کیونکہ وہ تو علی الاطلاق مالک ہے۔ حال یہ کہ اللہ عزوجل کی طرف سے  
 ظلم تو متصور ہی نہیں ہو سکتا کیونکہ جو کچھ وہ کرے خود مختار ہے۔ لائل عما يفعل وہم لیسون۔ اور جس پر جو چاہے کرے سب بجا و درست ہے کیونکہ اسے  
 اپنے ملک میں تصرف کیا پس ظلم تو جو نہیں سکتا ہر لہذا فرمایا۔ قل من یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یرسلک المسیح و ہر من فی الارض جمیعاً یعنی اگر وہ  
 حضرت عیسیٰ دانی ان و سب کچھ جو زمین میں ہے ہر ہلاک کر لے گا ارادہ کرے تو کون مانے ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ظلم نکرہ کی نفی کرنے میں ہر فرد ظلم کی نفی  
 ہو گئی حالانکہ دنیا میں جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہیں وہ بار بار وہ الکی ہیں اور جواب یہ کہ خلق الکی ہرگز نہ الکر مرنی ہر فاقہم۔ وَتَدْعُوا السَّمَوَاتِ  
 وَمَا فِي الْأَرْضِ۔ ملکاً وخلقاً وعبیداً۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے ہر طرف ازراہ ملک خلق ہونے  
 اور بندے ہونے کے یعنی سب اسی کی ملکیت و مخلوق و بندے ہیں۔ وَرَالِی اللہ تَزَجَّح۔ تصیر الکاھنوم۔ اور بازگشت جمیع امور  
 کی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے ہر طرف یہ اللہ عزوجل کے بیان عظمت کا مقام ہے اس میں عقلاً بمنزلہ لا یعقلون کے ہیں و شیخ نے عرض بیان  
 میں کہا کہ نور تعالیٰ یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ۔ اشارہ ہے کہ جو لوگ دعویٰ محبت میں ہے میں انکے چہرے نور شاہد سے نور ہو گئے کیونکہ مطلع  
 تدم مشرق ازل سے آفتاب کمال طلوع فرمایا پس اپنی تجلی جمال سے ایسے چہروں کو پاک نور فرمایا جو اسکی درگاہ میں گرد آلودہ ہو رہے تھے اور  
 انکو اپنے نور سے ایک نور خاص کا لباس عطا فرمایا کہ اسی نور کا نام کی قوت سے جمال قدر کو دیکھنے کے لیے چہرے شرف بجمال بکریم اور نورانی بنو قریب  
 اور شاہد و خرم بیدار وصال ہوئے اور رضوان اکبر سے لہلہائے ہوسے اور اپنے پروردگار کی جانب قوت پاکر نکلی لگائے ہوئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
 وجودیو سناضرة الی ربنا ناظرۃ۔ اور جان رکھو کہ آج کے روز بھی وہ چہرے چلتے ہیں جن پر کل کے روز انوار و اوصاف ظاہر ہوئے چنانچہ فرمایا

سیاہی جو ہم من اثر السجود - اور فرمایا تعریف بسیار ہم - اور یہ سیاران اولیاء کرام کے چہرے کی ہیں کہ جب تو انکو دیکھے تو نوحیم و مالک کی طرح دیکھے  
 اس واسطے کہ وہ آئینہ حق ہیں اللہ تعالیٰ انہی اپنی مخلوق کے واسطے تجلی فرماتا ہے۔ قولہ تعالیٰ و تسود وجوهہ۔ یہ ان لوگوں کے چہرے ہونگے جو جناب  
 باری تعالیٰ میں کچھ نہیں اور یہ ان اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کا دوست قرار دیتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ جو ایک فرد شرک و باطنیہ فرقہ وغیرہ کے لوگ کہ مخلوق کے  
 درمیان تشفی ظاہر کر کے مقامات اولیاء کا دعویٰ کرتے ہیں اور صادقین کی وضع میں نکلتے ہیں اور خلق سے خواہش کرتے ہیں کہ انکی تعریف کریں اور  
 اپنے چہرے انہیں مخلوق کی طرف لگائے رہتے ہیں اور جو لوگ کہ زمین میں اللہ عزوجل کے میں ہیں اسے عدوت رکھتے ہیں **قال المترجم** فرقہ خارجہ کا جو  
 شخص پیشوا تھا اسے حضرت صلعم سے آکر کہا کہ یا محمد آپ اس تفسیر کرنے میں انصاف کیجیے کہ آپ نے انصاف نہیں کیا تب آپ نے فرمایا کہ افسوس  
 ہے کہ مالک آسمان و زمین تو مجھ کو اہل زمین پر امین کرتا ہے اور تم نہیں کرتے ہو اسی قصہ میں ذوالنوحیم اور خاریجین کے بے ایمان ہونے کا حال  
 فرمایا ہے حالانکہ یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی ناز و روزہ کو ان کے مقابلہ میں حقیر دیکھو گے مگر باوجود اسکے بنو اسرائیل لوگ دین سے ایسے باہر ہو گئے جیسے کمان  
 سے تیر کل جاتا ہے اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ رمدی لوگوں کے چہرے سیاہ ہو جائینگے کیونکہ مجمع قیامت کے حضور میں وہ لوگ  
 دیدار درگاہ سے محروم و محجوب ہونگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **کلا انهم عن ربهم یومئذ یحجرون الا انہ** - محی اللہ نے معاملہ میں ذکر کیا کہ سعید  
 بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کی کہ انھوں نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ سپید ہونگے چہرے اہل سنت کے اور سیاہ ہونگے اہل بدعت کے۔  
**اور کلبی نے ابی صالح کے واسطے سے ابن عباس سے روایت کی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر قوم کے واسطے وہ اونچا کیا جائیگا جسکو**  
**وہ پوجتے تھے پس ہر قوم جسکو پوجتی تھی اسکی طرف روان ہوگی اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نولہ ما تولى**۔ پھر جب اسکی طرف جا پہنچیں گے تو  
 حقیقت حال دیکھ کر سخت غمگین ہونگے کہ سب برباد ہوا پھر غم سے انکے چہرے سیاہ ہو جائینگے۔ اور اہل قبلہ اور یہود و نصاریٰ باقی رہینگے  
 کہ جو انکے واسطے اونچا کیا گیا ہے ان سے کسی کو نہیں پہنچائینگے پھر اللہ تعالیٰ انہیں آویگا پس اسکو سجدہ کرگیا پھر شخص جو دنیا میں اسکو سجدہ کرتا تھا  
 مطیع مومن ہو کر پھر باقی رہ جائیگا ویسے یہود و نصاریٰ اور منافق لوگ کہ یہ لوگ سجدہ کرنے پر قائل ہوئے پھر انکو سر اٹھانے کی اجازت دیکھا گی اور  
 مسلمانوں کے چہرے برف کے مانند سفید ہونگے اور منافق و اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جب مومنین کے چہرے دیکھینگے تو سخت غمگین  
 ہو جائینگے اور انکے چہرے سیاہ پڑ جائینگے تو کہینگے کہ اے پروردگار ہمارا کیا حال ہے کہ ہمارے چہرے سیاہ ہیں پس اللہ ہم شرک نہ تھے تو اللہ  
 تعالیٰ ملا کہ سے فرمایا کہ دیکھو انھوں نے اپنے نفسوں پر کیا جھوٹا بندھا ہے **قال المترجم** یہ حدیث مرفوع طور پر یا سلوٹ یا اسانید صحیحہ کے  
 ساتھ تفسیر قولہ تعالیٰ یوم یكشف عن ساق و یدعون الی السجود لآیہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اچھی طرح بیان ہوگی اور جو حال اس حدیث میں مذکور ہے  
 اہل ایمان کا بصر صلحا عارفان پاک ہر صدق دل سے ایمان لائے اور مقرر جم تمام انوجہ پر جسپر صلحا و امت ایمان لائے ہیں ایمان لایا اور اس کو  
 اللہ عزوجل کا فضل جانتا ہے پس عام بھائی مسلمانوں کو لازم ہے کہ سلف صالحین کے طریقہ پر ایمان لاویں اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و  
 اولاد و اپنی عقل جزوی کی حماقت کو درمیان سے اٹھا دیں و التوفیق الا باللہ تعالیٰ۔ اور جو آئین مذکور ہے پھر صریح دلالت کرتا ہے قولہ  
 تعالیٰ للذین حسنوا الحسنى و زیادة ولا ترہق و جو ہم قتل و لا ذلہ والذین کسبوا السیئات جزا ہیئہم بئسما و ترہق ذلہ۔ لیکن چہرے کی سیاہی وغیرہ  
 جزا و بدکرداری و ناصیہ مندی باری تعالیٰ ہے اگرچہ ظاہر کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ فقط غم سے سیاہ ہونگے۔ فقہر۔ پھر قولہ الذین حسنوا الحسنى و  
 زیادة۔ کی تفسیر میں زیادہ دیدار باری تعالیٰ ہے اور یہی تفسیر مرفوع و موقوف متواتر مروی ہے اور شیخ نے جو آیت ذکر کی تھی قولہ۔ **کلا انهم عن**  
**ربهم یومئذ یحجرون**۔ اس میں امام مالک نے کہا کہ دلیل موجود ہے کہ مومنین اس دن اپنے پروردگار سے محجوب ہونگے بلکہ اسکے دیدار کریم سے شرف ہونگے

اور آگے اشارت اللہ تعالیٰ دیدار باری تعالیٰ کی بخت آویگی۔ قال الشیخ اور محمد بن علی نے فرمایا کہ چہرے سپید ہونگے ہر سوجہ سے کہ انکو اپنے مولا سے عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا اور چہرے سیاہ ہونگے یعنی کافروں و منافقوں کے ہر سوجہ سے کہ انکو محرومی ہوگی قال المترجم

یہ کلام صبیحہ و اللہ تعالیٰ علم

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تؤمنون

تم ہو بہتر سب امتوں سے جو پیدا ہوئی ہیں لوگوں میں حکم کرتے ہو پسند بات پر اور منع کرتے نا پسند سے اور ایمان لاتے ہو باللہ و لو امن اهل الکتب لکان خیر الھم منہم المؤمنون و اکثرھم الفسقون

اللہ پر اور اگر ایمان میں آتے اہل کتاب تو انکو بہتر تھا کوئی ان میں ایمان والے اور اکثر تو وہ فاسق ہیں یعنی کافر کنتم۔ یا امة محمد صلعم فی علم اللہ تعالیٰ۔ خیر امة۔ تم دعا ہے محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے علم میں بہتر امت تھے۔ اخرجت

للسان میں۔ جو لوگوں کے واسطے ظاہر کی گئی ف یعنی جس قدر امتیں پیدا ظاہر ہوئیں تم سب سے بہتر امت ہو۔ تأمرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تؤمنون باللہ۔ تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو یہ وصف

جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا برائے سیدنا محمد صلعم و تابعین میں جاری رہا۔ پس یہ یہی معجزہ ہے واضح ہو کہ بیان اللہ عزوجل نے اپنا کرم و فضل کامل جو اسے امت محمد صلعم پر اپنے علم قدیم میں رکھا ہے ظاہر فرمایا۔ کنتم صبیحہ ماضی ہے جو گذرے ہوئے پر دلالت کرتا ہے تو معجزاوی نے کہا کہ کنتم سے زمانہ قدیم سے انکی خبر ہونے پر دلیل ہے اور بالبعد میں القطار نہیں جیسے قولہ کان اللہ غفوراً رحیماً۔ اللہ تعالیٰ غفور رحیم تھا اسکے

یعنی کہ تھا اصحاب بھی ہو اور آئندہ بھی رہے گا کیونکہ یہ اسکی صفت قدیم ہے۔ پھر کنتم خطاب ہے پس حاضر و موجود لوگوں کو جو حضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے انھیں کو خطاب ہوا۔ اسنواسطے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہجرت فرمائی معرکہ

کتاہہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معلوم نہیں کہ کس موقع پر ایسا فرمایا شاید ہماجرین کے درمیان سے انکی تخصیص ہو ورنہ سب صحابہ کو شامل فرمایا ہر تخصیص کی کوئی وجہ نہیں۔ اور یہ روایت حاکم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس سے وارد کی ہے۔ اور معالم میں کہا کہ عمر بن الخطاب سے

یہ روایت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرماتا کہ اتم خیر امة۔ تو ہم سب کے سب شامل ہوتے لیکن اللہ تعالیٰ نے کنتم فرمایا جو مخصوص صحابہ صلعم کے حق میں ہے اور جسے انکی طرح کام کیا دی بھی خیر امة میں شامل ہونگے۔ اور ایک روایت میں عمر رضی اللہ عنہ سے آیا کہ یہ ہمارے گون کیواسطے ہوگا اور ہمارے

پھلوں کے واسطے ہوگا اور نیز عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا ای لوگو جسکو خوش آوے کہ اس امت سے ہوا سکو چاہیے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے ہونے کی شرط کر دی ہے اسکو اور کرے یعنی امر بالمعروف و نہی ازمنکر و ایمان باللہ عزوجل قدر واد ابن جریر ایضا آوجنا چاہیے کہ ضحاک نے بھی

مانند قول حضرت عمر کے مروی ہے اور معالم میں فرمایا کہ عکرمہ و مقاتل نے کہا کہ مالک بن لصف و وہب بن بہو و غیرہ یہودیوں نے حضرت ابن خوذامہ بن کعب و معاویہ بن جبل و سالم مولے حذیفہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہم تو تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین تو اس سے بہتر ہے جسکی طرف تم سکو بلاتے ہو پس

یہ کہتے کہ میں نازل ہوئی۔ پھر بر تقدیر قول عمر رضی اللہ عنہ کہ انکو کیواسطے ہر ہمارے پھلوں کے لیے نہیں تو انکو کی حد کہا تا تک ہے تو عمر ان میں نے روایت کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت میں سے بہتر میرا قرن ہے پھر جو اسے سمجھے لگے ہوئے ہونگے پھر جو اسے سمجھے لگے ہونگے۔ عمران کہتے ہیں

کہ مجھے دریافت نہیں رہا کہ آنحضرت صلعم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن ذکر فرمائے یا تین قرن فرمائے ہیں پھر انکے بعد ایسی قوم ہونگے جو نبی کریم کے اور امت والے ہونگے اور گواہی دینگے حالانکہ گواہ کے جاوینگے اور نذر کرینگے اور سکو پورا کرینگے اور میں پاپا چلا جاوے گا وہ اللہ تعالیٰ سے

کرینگے اور امانت والے ہونگے اور گواہی دینگے حالانکہ گواہ کے جاوینگے اور نذر کرینگے اور سکو پورا کرینگے اور میں پاپا چلا جاوے گا وہ اللہ تعالیٰ سے



والحدیث فی الصبیح وغیرہ من اسن۔ اور ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ بزرگانی امت کرنا میرے صحابہ کے حق میں کہہ کر تم ہو  
 اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہو کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پارٹکے برابر سوتا خیرات کرے تو انکے آدھے سیر ستو کے برابر نہیں  
 بلکہ وہ اسکے آدھے کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا ہے رواہ البیہقی و ہونی الصبح۔ یہ تمام بیان تو اس بنا پر تھا کہ تم سے فقط صحابہؓ ملازمین اور یہ قول  
 حضرت ابو ہریرہ سے بھی نکلتا ہے جیسا کہ بخاری نے روایت کیا کہ ابو ہریرہؓ نے قول کہ تم خیراتہ اخراجت للناس میں کہا لوگوں کے واسطے تم بہتر ہو  
 کہ لوگوں کو طوق و زنجیروں میں قید کر کے لاتے ہو یہاں تک کہ وہ دین اسلام میں آجاتے ہیں شیخ ابن کثیر نے کہا کہ بی بن عباس و مجاہد و عطیہ عوفی  
 و عکرمہ و عطا و ربیع بن انس سے مروی ہے اور معنی یہ ہیں کہ امتوں میں سے بہتر اور لوگوں میں زیادہ نافع ہو لوگوں کے لیے یہ واسطے فرمایا نامروں  
 بالمعروف و تنہون عن المنکر و تومنون باللہ۔ اور امام احمد نے درہ بنت ابولیب سے روایت کی کہ ایک مرد نے طرے ہو کر رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ حال کیا ہے  
 خطبہ پڑھتے تھے کہ لوگوں میں سے کون بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ جو انہیں سے اقرا ہو اور اللہ تعالیٰ کے واسطے سب سے زیادہ تقویٰ والا۔ اور معروف کا حکم  
 کرنے والا اور منکر سے منع کرنے والا اور ساتے کا ملانے والا ہو۔ رواہ النسائی وغیرہ ایضا مشہور ہے کہ تمہارے دیکھ لال موجود ہیں جسے صریح ثابت ہے تو  
 کہ تمام امت محمدی صلعم سب امتوں سے بہتر ہے اور کلام میں للناس صلہ اخراجت کا ہے اور معنی اسکے یہ ہیں ما اخرج اللہ للناس امت خیر من امت محمد صلعم  
 یعنی ہمیں کھلا اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے واسطے کسی امت کو بہتر امت محمد صلعم سے۔ چنانچہ مخی استہ نے بہترین حکیم عن ابیہ عن جدہ پر روایت کی  
 کہ اسے بنی صلی اللہ علیہ وسلم سے قول تعالیٰ کہ تم خیر امتہ اخراجت للناس کی تفسیر میں سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم نسرمت کے تمہارے یعنی انھیں امتوں  
 کے بعد تم ہوے کہ نسرمتی تعداد پوزی ہوئی سو انہیں سے تم سب سے بہتر اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بزرگ ہو و رواہ الترمذی۔ جسے وہ حدیث  
 ابن ماجہ و الحاکم و صحیحہ الطبرانی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم۔ اور نیز ابو سعید خدری سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا اگاہ ہو جاؤ کہ اس  
 نے پورا کیا امتوں کی تعداد کو جنہیں سے یہ امت سب سے بہتر اور سب سے بزرگ ہو اللہ عزوجل کے یہاں۔ اور حضرت انس سے روایت ہے کہ حضرت صلعم  
 نے فرمایا کہ میری امت کی مثال جیسے مینہ کا پانی کہ معلوم نہیں ہوتا کہ اول بہت ہو یا آخر۔ اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ  
 جنت سب انبیاء ممنوع رہی یہاں تک کہ میں پہلے آسین داخل ہوں اور سب امتوں پر حرام رہی یہاں تک کہ پہلے میری امت آسین داخل ہو قال المہر حم  
 و قد رواہ الدارقطنی فی الاوار و ابن عدی و شعبی و الحدیث صلح الاسناد و ان کان فیہ تفرق و بعض الرواۃ واللہ اعلم اور یہ حدیث سے روایت کی کہ حضرت  
 صلعم نے فرمایا کہ جنت والے ایک سو بیس صنف ہونگے جنہیں سے انہی صنفیں میری امت ہوگی مگر تم کہتا ہو کہ بیان اور تقویٰ لال ہی موجود ہیں  
 جنکو بخوف طوالت میں ترک کرتا ہوں۔ نظر برین ہمارے مفسر جمال نے کنتم کا خطاب عام امت محمد صلعم کو لیا ہے اور اللہ عزوجل کے سامنے  
 موجود و محدود سب حاضر ہیں کیونکہ اسکے علم میں سب موجود ہیں ایسا کہ تم ای امت محمد صلعم علم الہی میں سب سے بہتر ٹھہرے ہوے ہو اور  
 شیخ ابن کثیر نے اسکو صحیح فرمایا چنانچہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ عام امت محمدی کو شامل ہے پس امت محمدی باقی تمام امتوں سے بہتر ہے ان سے کہ  
 امت محمدی اپنے درمیان گہرہ قرن کے موافق ایک دوسرے سے بہتر ہے پس اس امت کا سب سے بہتر ہے وہ جنہیں رسول اللہ صلعم مبعوث ہوے پھر انکے  
 بعد والے یعنی تابعین کا قرن پھر انکے بعد والے یعنی تبع تابعین کا قرن ہے اور یہی دوسری آیت میں فرمایا و کذلک جعلناکم منہ وسطا لعلکم تشار  
 علی الناس الایہ۔ پھر شیخ ابن کثیر نے معاویہ بن حیدرہ القشیری کی روایت ذکر کر کے کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے اور معاویہ بن حیدرہ ابو سعید خدری  
 رضی اللہ عنہما سے اسکے مانند مروی ہے۔ پھر کہا کہ اس امت کو جو فیصلیت حاصل ہوئی کہ تمام امتوں سے بہتر ہے تو فقط اپنے نبی محمد صلعم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی فوت پاکیزہ کی وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلعم اشرف خلق اللہ و اکرم الرسل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرف کامل عظیم کیا تھا جیسا کہ شیخ ابن کثیر

رسول کو نہیں عطا فرمائی پس آپ کی شرع پر عمل قلیل اس قدر درجہ و ثواب و خیر کا نتیجہ دیتا ہے کہ دیگر انبیاء کی شرائط پر عمل کثیر اس قدر خیر کا نتیجہ نہیں دیتا ہے اور امام احمد نے باسناد حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھے دیا گیا وہ کسی نبی کو نہیں دیا گیا ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا ہے فرمایا کہ میں رعب سے فتح دیا گیا اور زمین کی کنجیاں مجھے دی گئیں اور نام میرا احمد رکھا گیا اور مٹی میرے لیے طور کر دی گئی اور میری امت خیر الامم کر دی گئی۔

تفرد بہ احمد بن ہذا الوجه و اسناد حسن اور نیز امام احمد نے ابوالدرداء سے روایت کی کہ میں نے ابوالنعمان سلم سے سنا فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا اگر عیسیٰ میں تیرے بعد ایک ایسی امت ہوتی کہ وہ اللہ سے ڈرے اور اللہ سے ڈرنے والے ہوں کہ اگر انکو ایسی چیز ہو جو تمہاری جس کو محبوب رکھتے ہیں تو حیرت انگیز ہو گئے اور اگر انکو ایسی چیز ہو جو تمہاری جس کو کونکے سے صبر کرینگے اور نہ علم ہو اور نہ علم ہو عیسیٰ نے عرض کیا کہ انکو یہ کیونکر حاصل ہو گا حالانکہ علم ہی اور نہ علم ہی۔ فرمایا کہ میں اپنے علم و علم سے انکو دیکھا کثیر اس کثیر نے کہا کہ بیان اور احادیث مناسب ہیں پھر حضرت ابوبکر صدیق سے روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ستر ہزار اپنی امت کے لوگ دیا گیا ہوں کہ وہ بلا حساب جنت میں داخل ہونگے انکے چہرے ایسے ہونگے جیسے چوہوں کی برسات کا چاند اور ان سب کے دل ایک مرد واحد کے دل پر ہونگے پھر میں نے اپنے پروردگار سے زیادہ مانگا پس اللہ عزوجل نے مجھے ہر واحد کیساتھ ستر ہزار دیے۔ حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ اس شمار میں شہر لے اور گاؤں لے لے تو آجاؤنگے اور جنگل کے کناروں کے بھی داخل ہو جاؤنگے رواہ احمد اور دوسری روایت میں بھی بارہ ستر ہزار کی زیادتی مذکور ہے اور اسکے ساتھ دولہا ہاتھ پھیلا کر لب بھر کے دیے جانا بھی مذکور ہے اور شام بن حسان براوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مقدار ایسی ہے کہ اسکا شمار نہیں معلوم ہو سکتا

**قال المترجم** بھیدار میں یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی زیادتی میں صدیقان امت کی زیادتی ہے اور حضرت عمر کی روایت میں دوسری تیسری وغیرہ زیادات شہداء و صحابین کے ہے اور روایت طبرانی میں مصرح ہے کہ عمر نے کہا کہ پہلے ستر ہزار تو ایسے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ انکی سفارش انکے آباء و اہل و عیال و عشیرہ و ازدواج کے حق میں قبول فرماوے گا اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کچھ لے کسی لب پھر کی زیادتی میں سے کرے اور اس حدیث طبرانی کی اسناد صحیح ہے چنانچہ ضیاء مقدری نے فرمایا کہ میں اسکی اسناد میں کوئی علت نہیں جانتا ہوں پھر شیخ ابن کثیر نے اس حدیث کے طرق و اسانید کثرت سے ذکر فرمائے اور ظاہر کیا کہ بہت سے صحابہ سے یہ روایت باسانید صحیح مروی ہے اور صحیحین سنن و مسانید و معاجم میں ائمہ حدیث نے اخراج کیا ہے اور سلم کی روایت میں حضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو رقیہ نہیں کراتے ہیں اور نہ داغ دلاتے اور نہ طہ کرتے ہیں اور فقط اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہیں اور ایسا ہی اور ائمہ کی روایت میں مذکور ہے۔ اور صحیحین میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم رخصتی نہیں ہو کہ اہل جنت میں سے چوتھائی تم ہو تو ہم نے خوشی سے تکبیر کہی پھر فرمایا بھلا تم رخصتی نہیں ہو کہ اہل جنت سے چھائی ہو پھر ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہے کہ اہل جنت میں سے شطر یعنی آدھے تم ہونگے پھر شیخ ابن کثیر نے طبرانی و امام احمد و ترمذی وغیرہ کی روایات سے منجملہ اکیسویں نصف اہل جنت کے انسی نصفین اس امت کی ہونا ذکر کیا مترجم کہتا ہے کہ دونوں روایتوں میں کچھ تعارض نہیں اول تو یہ کہ حضرت صلعم نے نصف سے مقدار قطعی نہیں فرمائی ہے دوم آنکہ شطر کا لفظ چھوٹے آدھے اور بڑے آدھے اور کوہے سب پر بولا جاتا ہے اور سوم یہ کہ شاید انسی نصف کی تعداد وحی سے معلوم ہوئی ہو فافہم مترجم کہتا ہے کہ میں نے تفسیر ابن کثیر سے یہ مقام بہت ہی مختص کر لیا اور نحوہ طوالت کی تفصیل کو ترک کیا اگرچہ اس میں فوائد تھے لیکن اس قدر میں بھی کفایت ہے واللہ الموفق۔ قولہ اخرجت للناس ای اظہرت یعنی اخراج سے جدید طور پر لکھا محالاً جاننا اور نہیں بلکہ اخرج یعنی اظہار ہے حالانکہ علم الہی میں وہ خیر امت قرار پائے ہوتے قدیم سے تھے اب وہ ظاہر کیے گئے ہیں چنانچہ حدیث صحیحین میں یہ مضمون مذکور ہے کہ ہم دنیا کی پیدائش میں کچھلے ہیں اور قیامت میں جنت میں داخل ہونے میں گلے ہیں۔ قولہ

فرد ہر واحد  
ساکتہ تفریق  
ہر ہر ہر ہر  
ساکتہ تفریق  
ہر ہر ہر ہر  
اور ہر ہر  
سکایا علم  
کی روایت  
حضرت زبان  
بین ہر ہر  
و ہر ہر  
کراہی روایت  
الطبرانی وغیرہ  
و ہر ہر ہر ہر  
معنی میں علیہ  
ابن کثیر  
یعنی ہر ہر  
بھی بلا حساب  
خیر ہونگے

پہلے

تارون بالمعروف الخ۔ یہ جملہ متانفہہ جس سے انکا خیر است ہونا بیان فرمایا۔ یا کنتم کی خبر دوم ہے اور مجاہد نے فرمایا کہ وہ خیر است ان شرائط  
 مذکورہ پر ہیں اور اس سے لازم آتا ہے کہ یہ جملہ حالیہ ہوا اور تو منون باللہ۔ منضمین ہے ہر سبھی چیز پر ایمان کو چسکے ساتھ ایمان لانے کا اللہ تعالیٰ نے  
 حکم دیا ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان لانا جبھی شمار کے قابل ٹھیک ہوگا کہ جو کچھ اسے حکم دیا ہے سب پر ایمان بلاوے اور کچھ خیر دیا  
 حالانکہ یہ سب سے مقدم ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ دلالت ہو کہ انکا امر بالمعروف ونہی از منکر بجا لانا اسی آہ سے تھا کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور انکی  
 تصدیق کی ہے۔ اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع محبت شرعی ہے اس واسطے کہ آیت کریمہ لفظی ہے کہ وہ جو حکم کرتے  
 ہیں وہ معروف شرعی ہے یا جس سے منع کرتے ہیں وہ منکر شرعی ہے اس لیے کہ الف لام المعروف وال منکرین متواتر کا ہے پس اگر حاشا ہم اللہ تعالیٰ  
 دے کسی باطل پر اجماع کریں تو انکا حال اسکے برخلاف نہو جائیگا پس معلوم ہوا کہ جب کسی امر پر اجماع کریں تو قطعاً وہی ہے اور حدیث میں انکے  
 اجماع کے حق ہونے کا بیان صریح موجود ہے۔ **وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْکِتٰبِ**۔ باللہ۔ اور اگر اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے و  
 یعنی اہل کتاب اپنے زعم میں تو شرک کا ایمان لائے تھے مگر مقصود یہ ہے کہ اگر اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر توحید کا ایمان لاتے جیسے صحابہ رضی اللہ  
 عنہم ایمان لائے تھے۔ **لَکَانَ**۔ الایمان۔ **خَیْرًا لَّکُمْ**۔ تو اللہ تعالیٰ یہ ایمان لانا انکے حق میں بہتر ہوتا ہے اس حال سے جسے آپ  
 موجود ہیں۔ اگر کہا جاوے کہ خیر تو تم تفضیل ہے یعنی زیادہ اچھا پس معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا حال اچھا ہے اور اگر ایمان لاتے تو زیادہ  
 اچھا ہوتا تو جواب یہ ہے کہ یہ طریقہ نہیں ہے کہ وہ اپنے زعم میں اچھا سمجھتے تھے اور نیز اس حال کفر سے وہ بہت اچھا تھا پس تم تفضیل میں  
 معنی تفضیلی مقصود نہیں ہیں اور کرمی سے نقل کیا گیا کہ بہتر ہونا بہ نسبت ایمان موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام ہے اور یہ خبر ہے کہ تفضیل  
 اپنے معنی پر ہوگا اور حق یہ ہے کہ معنی تفضیلی مراد نہیں جیسے قولہ **فَمَنْ لَّمْ یَلِقْ فِی النَّارِ خِیْرًا لَّیْسَ مِنْ ہِمَّ** **مُؤْمِنُوْنَ** کے بعد میں سلام  
 و اصحابہ۔ اہل کتاب میں سے بعضے مومن ہیں جیسے عبد اللہ بن سلام انکے ساتھی کہ وہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔ **وَالَّذِہُمُ الْفٰسِقُوْنَ**  
**الکافرون**۔ اور ان میں سے بہتر ہے فاسق ہیں اور کافر ہیں یعنی فاسق یعنی کافر کیونکہ طاعت سے باہر ہونا فسق ہے سو کافر بھی فاسق  
 ہے کہ ایمان سے خارج ہے اور مومن گنہگار بھی فاسق ہوتا ہے کہ شرعی احکام بجا لانے میں نافرمان ہے اور ایمان چونکہ ایمان نہ لانے میں انکا حال بیان  
 کیا تو وہ کافر ہوئے اور ہمیں اشارہ ہے کہ انکا کفر ابداعتقادی بداعمالی کیساتھ ہے و شیخ نے عراس البیان میں کہا کہ تو اللہ تعالیٰ کنتم خیرتمہ خیر  
 للناس تارون بالمعروف و تنہون عن المنکر۔ اللہ عزوجل نے انکی خیر ہونے کی مدح فرمائی پھر خیر ہونے کی شرح کر دی اور معروف ونہی منکر بجا لانے  
 سے اور یہ رتبہ ہے کیونکہ درجات میں سے یہ انتہائی ہے اور محل نگین تقدیس ہے جبکہ خطرات سے نفس پاک ہو اور یہ حال میں ہونا اگر کسی وقت کہ ہر  
 لباس عظمت و کبریاہ کا پر تولے جیسے انبیاء علیہم السلام کو حال تھا۔ پھر اس امت والوں کا سب سے بہتر ہونا انکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے  
 بہتر ہونے کی وجہ سے ہے اور اسوجہ سے کہ انھوں نے ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور انکی موافقت کی اور انکی خیر ہونے کی صفت انکے  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر ہونے سے مقرون ہے اور حال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے بہتر ہیں پس قوم آپ کی تمام امتوں سے بہتر ہے۔  
 اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہیں اور علمائے امت عارفین زبانی انھیں کے قدم پر میں فاعلم بچھو امر بالمعروف سے شاہد ہے کہ وہ  
 کو زبان محبت کیساتھ مشاہدہ کی مدح کر کے بلاوے اور نبی منکر یہ ہے کہ مریدوں کو انکے نفوس سے اللہ تعالیٰ کی طرف پھیرے اور تین نفوس پر عہد  
 کرنے سے منع کرے اور یحییٰ بن معاذ رازی نے فرمایا کہ یہ ان بندوں کے واسطے مدح ہے اور یہ نہیں ہوگا کہ اللہ عزوجل ایک قوم کی مدح کرے  
 پھر انکو عذاب کرے اور جو **صَادِق** نے فرمایا کہ امر معروف یہ کہ معروف شرعی بجا لانے کا حکم کرے اور معروف شرعی یہ کہ قرآن مجید و سنت

بنی صلعم سے موافقت کرے **قال المترجم** معروف یعنی پسندیدہ لینا عمل ہر مراد یہ ہے کہ جو قرآن و حدیث کے اس فقیر پر اس پر عمل کرے اور جس سے قرآن و حدیث میں منع و احکام ہو اسکو چھوڑے اگرچہ وہ مکروہ و تیز بھی کیوں نہ ہو کیونکہ مقصود تمام ایمان کا حصول ہے۔

**لَنْ يَضُرَّكُمْ وَلَا أَذَىٰ ط وَإِنْ يَقَاتِلُوكُمْ يَكُونُ كَمَا لَبِصْرُونَ ۝ ضَرْبٌ**  
 وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ دینگے پھر انکو مدد نہوگی ٹھیک ٹھیک ہو

**عَلَيْهِمُ الدِّلَّةُ الْآيِنُ مَا تَقْفُوا إِلَّا الْجِبْلُ مِنَ اللَّهِ وَجِبْلٌ مِنَ النَّاسِ بَاءٌ وَبِغَضِبِ**  
 اپنی دولت جہان و کعبے سے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگوں کے اور کمانڈے غصہ

**مِّنَ اللَّهِ وَضَرْبٌ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ط ذَلِكَ يَأْتُهُمْ كَأَن يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ**  
 اللہ کا اور ٹھیک ٹھیک اپنی مسکنت یہ اس واسطے کہ وہ رہے ہیں اللہ کی آیتوں سے

**وَيَقْتُلُونَ الْآبِيَاءَ لَعْنَةُ اللَّهِ لَأُولَٰئِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَأَنُ الْعِتْدُونَ ۝**  
 اور مار ڈالتے رہے ہیں بیوں کو لعنہ اس سے کہ نافرمان ہوئے اور عد سے بڑھے ہیں۔

**لَنْ يَضُرَّكُمْ وَلَا أَذَىٰ**۔ اسی الیہود یا مشرکین کی۔ باللسان من سب و تہدید بہرگز نہیں ضرر پہنچا سکتے (یعنی یہود لوگ) تم کو اور گروہ مسلمانوں کے کسی چیز کے ساتھ سوائے اذی کے زبان سے کہ وہ بدگویی و دشمنی وغیرہ ہے۔ حال آنکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو وعدہ دیدیا کہ یہود تمکو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکیں گے جو درحقیقت ضرر ہو سوائے اسکے کہ زبان سے تمہارے زبان و رازی و بدگویی و دھمکیاں دینگے اور یہ درحقیقت ضرر نہیں بلکہ اذیت ہے پس یہ تہذیب مفرغ ہے۔ اور یہ ایذا بھی اسوجہ سے کہ یہود بد بخت کی قسمت میں عذاب غضب بے فائدہ لکھا جاوے۔ **وَإِنْ يَقَاتِلُوكُمْ يَكُونُ كَمَا لَبِصْرُونَ**۔ منہز ہیں۔ اور اگر تم سے قتال کریں گے تو تمکو پیچھے دینگے اور حالیکہ بھاگنے والے ہونگے) اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنین کو یہود پر وعدہ فتح و نصرت ہے اور یہ وعدہ دائمی ہے چنانچہ فرمایا تم **لَا يَضُرُّونَ**۔ علیکم بل لکم النصر علیہم۔ یعنی کچھ بھی وہ مدونہ دیے جاوینگے تمہارے بلکہ تمہارے واسطے اپنی فتح ہوگی یہ آیت معجزہ نبوت ہے انکوں سے کچھ کہ مومنین نے ایسا ہی پایا کہ بعد اسکے کبھی یہود کا کوئی حقیقتاً آج تک بلینہ نہوا اور نہ کبھی غالب ہوئے جہاں کبھی یہودی ذلیل ہیں اور مسلمان برابر غالب رہے اور یہودیوں پر ہمیشہ غالب رہینگے اور ہر قوم پر غالب ہیں اگر کتاب اللہ و سنت رسول پر ثابت قدم ہوں **ضَرْبٌ عَلَيْهِمُ الدِّلَّةُ الْآيِنُ مَا تَقْفُوا**۔ جینا و جد و اخلا عزائم و اعتصام۔ یعنی ٹھیک دیدی گئی اپنی دولت جیسے ضرب سکتے ہوتا ہے جہاں کہیں جائے جاوے اسکو کوئی عزت نہیں اور نہ اعتصام ہے (آلا۔ کاسٹین۔ جیبل من اللہ و جبیل من الناس۔ المومنین و یہود و عہدیم اللہم بالاسمان علی ادا ماجزینہ ای لا عصمتہ لہم غیر ذلک۔ یعنی الا کا ما لہم نصب الجبل بنا بر حال ہونے کے ہے اور معنی یہ ہیں کہ انکو کہیں عزت نہیں اور نہ انکے خون کی حفاظت ہے سوائے اس حال کے کہ وہ ہوں ساتھ عہد ذمہ کے اسد تعالیٰ کی طرف سے اور بزرگ لوگوں کی طرف سے یعنی مومنین کی طرف سے پس جیل سے جو رستی کے معنی میں ہے مراد عہد مومنین کا یہود کی طرف سے ایمان کا ادا و جزئیہ کے ساتھ اور حال یہ کہ نہیں بجا و ہو انکو سوائے اس حال کے اگر کہا جاوے کہ پھر عہد اللہ تعالیٰ کا کیا ہے تو جواب یہ کہ اللہ عزوجل نے مومنین کی بزرگی ظاہر فرمانے کو اپنا عہد فرمایا وہی مومنین کا عہد ہے اور بعض نے کہا کہ عہد اللہ تعالیٰ یہ کہ یہود مسلمان ہو جاوے تو ان سے یہود زائل ہو۔ **وَبَاءٌ وَبِغَضِبِ اللَّهِ وَضَرْبٌ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ**۔ رجوع کیا انہوں نے غضب الہی کے

ساتھ اور مسکت اپنی داغ دہی و حال یہ کہ مرجع انکا غضب الہی ذلت ہو گیا جسکے مستحقین میں ذلک بالانہم۔ اور سبب انہم یہ بات جو مذکور ہوئی اس سبب سے ہو کہ وہ لوگ۔ **كَأَنَّهُمْ كُفَرُوا وَإِنَّمَا كُنُوا يَاقُونَ وَاللَّهُ يَتَقَبَّلُونَ إِلَّا لِبَيْعَاتٍ بَعِيثَةٍ كَفَرَتِ** ہے آیات اللہ تعالیٰ سے اور قتل کرتے رہے انبیاء کو بغیر حق کے اگر کہا جاوے کہ قتل بنی تو ہمیشہ ناحق ہوگا جو اب یہ کہ اشارہ ہو کہ وہ خود بھی جانتے تھے کہ باغی قتل کرتے ہیں مگر دنیا کے واسطے اپنے قتل و مجرم برہنہ کو قتل کرتے اور اس میں زیادہ فضیلت ہے۔ **ذَلِكَ تَأْكِيدٌ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ** اور اللہ تعالیٰ نے۔ **وَكَأَنَّهُمْ كُفَرُوا**۔ یہجا و زون الحلال الی الحرام۔ تاکیدی فرمائی کہ یہ جو مذکور ہوا اس سبب سے کہ یہ نے امر الہی سے نافرمانی کی اور تجاوز کیا کرتے یعنی حلال چھوڑ کر حرام کے مرتکب ہوتے تھے ف مفسر محمد اسد نے اس لک کو اول کی تاکید قرار دیا اور **بعضیوں** نے اول ذلک کو ذلت و مسکت مذکور کی طرف اشارہ قرار دیا اور دوم ذلک کا اشارہ کفر و قتل کی طرف رکھا اور پانچویں بار یہ ہے اور جرم صدر یہی سبب عصیانہم امر اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کرنے کے سبب سے کہ نافرمانی حکم الہی کی جو کبیر گناہ ہے صہار کی وجہ سے سووی کفر ہوئی۔ و کا نوا یعتدون اور تجاوز کرتے حلال سے حرام کی طرف یعنی جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی تھی اس سے تجاوز کرتے اور حرام کے مرتکب ہوتے تھے آخر یہ نتیجہ پایا۔ مگر اس سے یہ سمجھو کہ یہ وہ ہیں جسے کوئی بھی اس کا زری و ذمت سے غالی نہیں بلکہ بعضے اچھے میں قال تعالیٰ **لَيَسُوْا سِوَا عِطٍ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اُمَّةٌ قَائِمَةٌ يَتَّبِعُونَ آيَاتِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ اَكْبَرُ الْاَكْبَرِ وَهُمْ لَيَسْتَعِدْنَ** وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہو سیدھا راہ پر چلے ہیں آئین اللہ کی مانوں کے وقت اللہ سے بدتر نہیں یقین لاتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر اور علم کرتے ہیں سیدھت کا اور منع کرتے ہیں ناپسند سے اور دوسرے میں **فِي الْخَيْرَاتِ ط وَاُولَئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوْا** نیک کاموں پر اور وہ لوگ نیک بختوں میں ہیں اور جو نیک کام کریں گئے وہ رد نہ ہوگا

وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ

اور اللہ کو خبر ہو بہ ہیزگاروں کی

**لَيَسُوْا**۔ اہل کتاب سوا۔ مستویین یعنی میں سب اہل کتاب یکساں یعنی لیسوا کا اسم صغیر اہل کتاب ہے اور سوا مصدر یعنی مستوی ہے اور چونکہ مصدر ہے لہذا لفظ میں مفرد اور معنی میں جمع ہے اسلئے مستوی سے تفسیر کی صحیح ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قول لیسوا سوا کی تفسیر حضرت ابن مسعود سے یوں مذکور ہے کہ انہیں برابر ہیں اہل کتاب اور میت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی سوا ہے جو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے اور اس قول کی مؤید وہ حدیث ہے جو امام احمد نے اپنی اشاد سے حضرت ابن مسعود سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نازتہا میں تائید کر دی پھر مسجد میں نکلا تشریف لائے تو لوگ سب ناز کے منتظر بیٹھے کھٹے پس فرمایا کہ آگاہ رہو کہ ان میں ان میں سے کوئی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس سعادت میں یاد کرتا ہو سوا سے تمہارے کہا کہ پھر نازل ہوئی یہ آیت لیسوا من اہل کتاب تا قولہ واللہ علیم بالمتقین صحیح ابن کثیر نے کہا کہ مشہور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ ہے جیسا کہ محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا اور اسکو عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا کہ یہ آیت کریمہ ہو کے ان احبار کے حق میں نازل ہوئی جو ایمان لائے مانند عبد اللہ بن سلام و اسد بن عبد اللہ بن مغیرہ و غیرہ کا اور حال اسنی یہ کہ اہل کتاب میں سے جن کا ذکر ذمت کے ساتھ پہلے ہوا وہ اور جو اہل کتاب ایمان لائے یہ دونوں فرقے برابر ہیں پس قول لیسوا سوا راوی لیسوا کلیم علی سوا بل نام المؤمن

و منہم المجرم۔ اور دیگر آیات بھی اسکے مفسرین مانند قرآن من اهل الكتاب من يؤمن بالله وما انزل اليك من كتابه... مستقیم ثابتہ علی الحق کعبہ اللہ بن سلام و اصحابہ۔ اہل کتاب میں سے ایک امت قائم ہو کر مستقیمہ ثابتہ برحق ہو مانند عبد اللہ بن سلام و انکے ساتھیوں کے یعنی یہ گروہ پاکیزہ اللہ تعالیٰ پر ثابت و ٹھیک قائم ہو جس توہیت پر ٹھیک قائم ہونے سے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لائے یسکون آیت اللہ اناء العیل۔ اسی فی ساعاتہ شبہ لوگ اوقات شب میں اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھا کرتے ہیں ف انما جمع الی مانند سنی و اعمار کے اور یہ تلاوت یا تو نماز تہجد میں مراد ہو یا نماز عشاء میں اور مخصوص سکندر کیا اسلئے کہ اہل کتاب میں یہ نماز نہ تھی کذا قبل اور اولی یہ ہو کر انا کے قرینہ سے عام کہا جاوے نماز عشاء و تہجد وغیرہ اوقات شب میں تلاوت کرتے ہیں و لکم تسبیح و ن۔ لصلون حل۔ یعنی تلاوت قرآن کرتے ہیں در حالیکہ نماز پڑھتے ہیں پس سجدوں کی تاویل لصلون سے ہو اس واسطے کہ جب مراد اس سے وہ لوگ اہل کتاب میں سے ہیں جو سلام لائے اور امت محمدیہ میں شامل ہوئے تو اس شریعت حقہ کے موافق عمل کریں اور صحیح ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت میں قرآن سے منع فرمایا جیسے کوع میں بھی منع فرمایا پس اس کی تاویل ضرور ہے اور ارجح تاویل جو اہل معانی میں سے فراور و راجح رحما اللہ نے بیان کی ہے کہ وہ ہم لصلون ہے یعنی حالت نماز میں تلاوت کرتے ہیں یا کہا جاوے کہ سجدوں یعنی تفسیروں ہو اور حضور کرتے ہیں اس واسطے کہ سجدہ کمال حضور ہو۔ اگر کہا جاوے کہ کمال کیوں نہیں قرار دیا گیا حالانکہ کیوں قرار دیا جاتا ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو تو جواب یہ کہ مستقل ہو سکی صورت میں عطف جملہ ہمیں کا فعل ہے بل از م آوگا اور یہ ممنوع ہے مگر تم ہتار ہو کہ یہ عذر مل ہو وقد حقق الجوزا التفازاتی۔ یومنون باللہ والیوم الآخر و یأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و ینسأر عنونی فی الخیرات۔ یہ لوگ ایمان لائے ہیں اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور نیکوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور بہتر بیان حال کرنے میں جلدی کرتے ہیں۔ و اولی علیک۔ الموصوفین بما ذکر من اخصالہم۔ اور ایسے بندے بخلاصہ میں ہیں یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں۔ قال المفسر و منہم من لیسوا الذکاک و لیسوا من الصالحین۔ یعنی یہ لوگ جو امور مذکورہ سے وصف کیے گئے ہیں یہ نوصالحین سے ہیں اور بعضے ان کتاب اللہ میں سے ایسے نہیں اور نہ وہ صالحین سے ہیں۔ حال انکا ایک فرق اہل کتاب کو ذکر کر کے دوسرے جس فرق کے ذکر کو ترک کیا کیونکہ وہ کسی صفات خوب کے عکس انہیں دائم قبیح ہیں۔ و ما لیکم ان بالناہتہا الایمان ای الامنہ العالمتہ۔ یعنی تعقلوا بصیغہ خطاب قرآنہ سوا سے قرار کو فہ کی پس خطاب جمع امت کو ہے اور معنی یہ ہے کہ اس امت محمدیہ جو کچھ سنی کرو گے فلاں نہ ہوگی اور یاو کے ساتھ قرآنہ اہل کو ہے پس قابل سکا وہی امت قائمہ ہے یعنی گروہ صالحین اہل کتاب جو کچھ کریں گے فلاں تکفروا۔ بھلائی میں سے نوصالح نہ ہونگی ف یکفروہ بالوجہین اسی تن تعدوا ثوابہ بل تجاؤن علیہ۔ یعنی کفروہ بھی بالناہتہ التوقیہ وبالایمان القینہ اور کے موافق دو قرآن میں ہیں پس قرأت خطاب یہ کہ۔ و اتعلوا من خیر لمن تکفروہ۔ اور قرأت یاے فیت تو آیت میں مذکور ہے اور معنی یہ ہیں کہ فلاں تعدوا ثوابہ بل تجاؤن علیہ۔ اسی ہرگز محروم نیکے جاؤ گے (جاننے کے جاؤ گے) تو اہل عمل سے بلکہ اہل ایمان سے جاؤ گے (یا دے جاؤ گے) اور رضی اوئی میں ہے کہ حمزہ و کسالی و حصصے بالیا رتیمیہ بطیحا اور باقیوں نے بتا روقیہ بطیحا ہے اور کہا کہ اصاعت ثواب کو کفران کہا جیسے بھر پور ثواب کو شکر فرمایا۔ کما فی قولہ تعالیٰ ان شکور حلیم۔ اور مفعول کی طرف ہکا متوری ہونا اس سبب سے ہے کہ متضرر معنی درمان اور۔ واللہ علیہم بالمتقین۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کو خوب جانتا ہے وہ انکے واسطے ثواب ہے اور اس میں اشعار ہے کہ تقویٰ سببا خیر حسن عمل ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک فائز توری اہل تقویٰ میں اور علیم ہونیکے معنی یہ ہیں کہ انکے

Marfat.com

ثواب ضائع نہیں ہو سکتے ہیں۔ بخلاف کافروں کے جنکے پاس سوائے امتناع و دنیا کے کچھ نہیں تو وہ قانی ہر  
**إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُغْنِي عَنْهُمْ أَهْوَالَهُمْ وَلَا أَوْلَادَهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَئِكَ**  
 وہ لوگ جو منکر ہیں انکو کام نہ آویگئے انکے مال اور اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور وہ دوزخ کے  
**أَصْحَابِ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ** ○ مثل ما ينفقون في هذه الحياة الدنيا كمثل  
 وہ اس میں رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی میں انکی مثال  
**سِرِّحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا**  
 جیسے تیز ہوا میں پلاوہ مار گئے کھیتی ایک قوم کی جنہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پس انکو مٹ گئے اور اللہ نے انپر ظلم نہیں کیا  
**لَكِنَّ أَنفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ** ○

پروے اسنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں  
**إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ نُغْنِي** - تدفع - عنہم - اہوالہم - شئیًا - اللہ تعالیٰ سے یعنی عذاب الہی سے کچھ بھی یعنی بیان  
 کرینگے یعنی نہیں دور کر سینگے اپنے انکمال و اولاد میں اللہ - امی عذاب - شئیًا - اللہ تعالیٰ سے یعنی عذاب الہی سے کچھ بھی یعنی بیان  
 عذاب مصائب خود کر کے نام جلیل تعالیٰ کو ہول دلانے کے واسطے رکھا گیا حال یہ کہ کافروں کو عذاب الہی سے بچانے میں انکے مال و اولاد  
 کچھ کارآمد نہونگے **قال المفسر** خصہا بالذکر لان الانسان يدفع عن نفسه نفقة بقدر المال تارة بالاحتاة بالاولاد یعنی مخصوص مال و اولاد کو ذکر فرمایا  
 حالانکہ کوئی چیز بھی عذاب الہی سے کافروں کو نہ بچاویگی تو اسوجہ سے کہ عادت یوں جاری ہو کر آدمی اپنے اوپر سے مصیبت کو کبھی تو مال فدیہ دیکر دفع  
 کرتا ہے اور کبھی اولاد کی مدد سے دور کرتا ہے۔ پھر مقاتل نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ و نصیر کے یہودی کافروں کے حق میں ہر شخص نے کہا کہ شرکین قریش  
 کے حق میں ہو اور ظاہر یہ ہے کہ آیہ عام ہر جملہ کافروں کے حق میں اور یہی قول خود ہر کیونکہ اگر خصص سب ثابت بھی ہوتی بھی حکم عام لیا  
 جائیگا۔ **وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ** - ہر یہی لوگ جہنمی ہیں ف ہر جگہ کافروں و مشرکوں کو صحاب نام فرمایا اس میں اشارہ ہے کہ نار  
 کی خصوصیت انہیں لوگوں سے ہے اور گندگا راہل اسلام اگرچہ دوزخ میں بقدر جرم کے جاویں لیکن وہ صحاب النار نہیں کیونکہ خلقت جنتی انکے  
 واسطے ہے جیسے خلقت دوزخ کی کافروں کے لیے ہے چنانچہ فرمایا - اعدت للكافرين - یعنی وہ کافروں کے واسطے ہے یا موجود پہلی ہر نام  
**هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ** - ای ملازموں - یہ لوگ ہمیشہ اس میں رہینگے کیونکہ دلائل دیگر قائم ہیں کہ کافروں کے حق میں مخلوق سے ہر شے کی اڑ ہے  
 اگرچہ مخلوق زمانہ دراز کو بھی کہتے ہیں مثل - صدقہ - **مَا يَفْقُونَ** - ای الکفار - مثل کی تفسیر صفت سے ہمارہ ہے کہ انکے لفقہ و خیر کے بیان  
 کو جو مثل فرمایا تو اسوجہ سے کہ مثل ایک امر عجیب میں بولتے ہیں اور اسکی حالت عجیب ہے کہ محض بیکار جاتا ہے۔ احوال مثل اس نفقہ کی جگہ خرچ کرنے  
 میں **فِي هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا** - اس دنیا ہی زندگی میں ف ينفقون کا فاعل کفار ہیں اور یہ بیان انکے مالوں کا ہے کہ کچھ کارآمد نہونگے خواہ  
 کسی طرح خرچ کریں پس خرچ کرنا عام ہے خواہ ایسے کام میں خرچ کریں جسکو بھلا سمجھتے ہیں مثلاً بتوں کی دعوت میں یا حضرت صلعم کی ایما میں یا ایسی  
 فحش میں یا دکھلانے سنانے کو یا منافق لوگ ریا کاری اور خوف سے خرچ کریں چنانچہ مفسر نے کہا تو لفظ **هَذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا** فی صدقہ لہی صلعم  
 صدقہ او خود یعنی بنی صلعم اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں یا صدقہ دینے میں یا انڈا سکے کسی کام میں۔ بالجمہ کفالاتی نیت پر جو کچھ اس دنیا میں  
 خرچ کریں انکی مثال عجیب ہے مثل **سِرِّحٍ فِيهَا صِرٌّ** یعنی عداوت و برود شدید جیسے ہوا میں ہرگز عداوت شدید یا ریشہ ہر سرفیاضی و می

نے کہا کہ شائع اسکا اطلاق ہوائے سرد میں ہو۔ اور مفسر نے جو دونوں کو بیان کیا تو اسوجہ سے کہ حضرت ابن عباس سے دونوں معنی مروی ہوئے ہیں اور تحقیق وہ ہر جویح ابن کثیر نے کہا کہ صریحی برد شریذین یہ قول ابن عباس و عکرمہ سعید حسن قتادہ و بیہق و عیاک و غیرہ کا ہے اور عطار نے فرمایا کہ برد و جبید اور نیز ابن عباس و مجاہد سے فیما صراعی ناریعی آگ مروی ہوا اور اسکا مزج بھی اول ہی کی طرف ہے کیونکہ برد شریذ خصوصاً جبکہ جلید ہو تو کھیتوں و پھلون کو جلادیتا ہے جیسے آگ جلاتی ہے۔ اور **بعضاوی** نے کہا کہ مرد اصل مصدر ہے یاھنیہ صفت ہے کہ اس سے مبالغہ کے طور پر وہ کیا گیا جیسے برد بارو کہتے ہیں غرضکہ کافرون کے خوجہ کی مثال ہی کہ جیسے ہوائے سرد جو کہ۔ **اصحابک حرت نبع۔ قوم ظلموا انفسہم۔** بالکفر والمعصیہ۔ ایسی قوم کی کھیتی کو پونجی جنھوں نے نافرمانیوں و کفر سے لپٹا اور وبال لیا تھا۔ **فاهلکتہ۔ فلم یفتخوا بہ فلذلک کفقا تم ذابتمہ لا یتفتخون بہا۔** پس اس رخ مذکور نے اس کھیتی کو تباہ کیا یعنی قوم مذکور نے اس سے نفع نہیں پایا ایسے ہی ان کا فون کے نفقات مالی میں کہ محض برباد ہیں اسلئے انکو کچھ نفع نہوگا۔ حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور قبول سے سب نفع ہوتا ہے اسلئے نئے خرچ و نفعہ کو کیسا ہی ہو بھی بطور پر لانے سے قبول نہ کیا اور سیٹ ویا کہ کچھ اسکا نفع انکو عذاب الہی دفع کرنے میں مل سکتا ہے اور وہ صدقہ و نفعہ ہونے کے حکم میں بھی کار آمدین ہوتے ہیں۔ اگر کما جاوے کہ کاب تشبیہ توسیح پر داخل ہو پس نفقات کی مثل سچ سے ہونی حالانکہ کھیتی سے جسکو ایسا یا لاہو پونجا مثال مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ مثل مفرد نہیں ہے کہ ہر فرد کی فرد سے تشبیہ ہو بلکہ تشبیہ مرکب ہے جس میں مفردات کی تشبیہ پر لحاظ نہیں ہوتا اور **بعضاوی** نے کہا کہ جائز ہے کہ مصناف مقدر ہو یعنی مثل جہاک سچ مانند ہوائے مذکور سے ہلاک کی ہوئی چیز کی کھیتی کی اور پھر بھی تشبیہ مرکب ہے اور مفرد تصور کرنا وہم ہے۔ **وما ظلمکم اللہ۔** بضمیاع نفقا تم۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ظلم نہیں کیا کہ انکے نفقات ضائع کر دیتا۔ **ولکن انفسہم یظلمون۔** بالکفر الموجب بضمیاعھا۔ لیکن وہی خود اپنے اور پر ظلم کرتے ہیں ف سبب اسکے کہ فکر کرتے ہیں جو ان کے نفقات ضائع ہونیکا موجب ہو حال آنکہ خود ہی انھوں نے کھیتی والوں کے مانند ایسا امر کیا جو مستوجب عفو ہے کہ نفقات کو ایمان کیساتھ نالائے قبول ہونے بلکہ کفر کیساتھ لاکر خود ضائع کیے۔ اور تقدیم نفسم مفعول برعایت قول ہے **یظلمون** فذہبی لکن بالتشبیہ فاسمہ نفسم لانقر لکن لا ذہبی اشتر **یا ایھا الذین امنوا لاتخذوا بطانۃ من دونهم ولا یالوکم خبالا طودا واما عنکم** وہ کمی نہیں کرتے تمھاری خرابی میں کمی خوشی ہے تمھارے تکلیف یا

**قد بدت البغضاء من افواہہم** اور جو چھاپا ہو انکے دونوں میں سوا اس سے زیادہ ہو ہم نے بتا دیے تم کو

**الایات ان کنتم تعقلون** ہا نتم اولاء عجبون لہم ولا یحسبونکم ولومینون

**یا کتب کلہ** اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں پتلا و گھیاں

**الغیظ طقل موٹوا لعیظکم ان اللہ علیم ایدات الصدور** ان تمسلسہ حسنة

**تسویہم** تو کہہ مرد تم اپنی دشمنی میں اللہ کو معلوم ہے جیون کی بات ہے

**وان تصبروا سلسۃ** اور اگر تمکو ہو پتے

**وان تصبروا سلسۃ** اور اگر تمکو ہو پتے



### كَيْدٌ هُمْ شَيَاطِرُ اللَّهِ يُعْمَلُونَ كَيْدًا

ایک فریب سے جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے

دوست مت بناؤ کہ انکو اپنے بھید پر مطلع کرو۔ اور بطانہ دراصل مصدر ہے کہ واحد کا اور جمع کا نام ہے تو تلہ اور بیان جمع پر اطلاق ہے خواہ بظہر  
 لے صفیاء سے جو جمع صفتی ہے تو تفسیر کی اور لطن فلان لفلان جبکہ اسکے ساتھ خاص ہو اور **بصیاء وی** لے کہا کہ ایک وی کہتے ہیں اور بطانہ ہم  
 ایسا شخص ہے جسکو آدمی اپنے اسرار سے مطلع کرے اس پر اعتماد کرے۔ اور تشبیہ اسکی بطانۃ الثوب اور ستر سے ہے جیسے حضرت صلح نے شعار سے تشبیہ دی  
 کہ فرمایا انصار شعار ہیں اور دیگر لوگ و ثاہرین ہیں **مَنْ دُونَكُمْ عَرَايَ** غیر لیکن یہود و المنافقین یعنی مسلمانوں کے غیر تو کون یہود و  
 منافقون وغیرہ میں سے۔ الحاصل ایمان والو تم اپنے سواے غیروں میں سے ولی دوست سازد اوست بناؤ سارو واضح رہے کہ ممالحت دراصل  
 انکے دوست بنانے سے ہے یہی مراد نہیں کہ دوست بناؤ مگر ایسے دوست کہ اس پر اعتماد کر کے اپنے اسرار پر مطلع کرو کیونکہ کفار کی دوستی سے مطلق ممانعت  
 ہے جیسا کہ پہلے اسکی ممانعت گذر چکی ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو مروی ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے چند لوگ تھے کہ یہود سے صلحت  
 رکھتے سبب انکے بڑوسی ہونے کے اور سبب اس عمدہ قسم کے جو انکے درمیان زمانہ جاہلیت میں تھے پس اللہ تعالیٰ نے انکے حق میں یہ آیت  
 نازل فرمائی پس انکو ان یہود سے ممانعت کرنے سے منع کر دیا تاکہ فقہ میں نہ پڑیں اور نیز ابن عباس نے فرمایا کہ منافقون سے ممانعت کو منع فرمایا  
 ہے اسی سے بعض نے کہا کہ من دونکم میں من زائدہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ ایسے لوگوں سے جو تم سے ادون ہیں ایمان و عمل میں انکے ممانعت نہ رکھو اور  
 صحیح یہ کہ یہ تفسیر ہے ہر سواے کفار و منافقین ایمان و عمل میں ان سے ادون نہیں بلکہ محض بے ایمان تھے بلکہ کھلے کافروں سے زیادہ انکی ممانعت میں جو  
 مہر تھا۔ اور ابو امامہ نے رسول اللہ صلح سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جسے ممانعت کو منع فرمایا ہے وہ خواجہ ہیں رواہ ابن ابی حاتم و الطبرانی  
**وَمَنْ خَفِيَ جَلالِ الدِّينِ سِيوِي** نے کہا کہ اسکی اسناد جید ہے اور طاہر ہے یہی ان لوگوں میں داخل ہیں جنکی ممانعت سے منع فرمایا پس قول  
 یقرب یہ ہے کہ آیت کریمہ میں جمیع اقسام کفار سے ممانعت منع ہے اور اولادہ داخل ہیں جنکے حق میں نزول آئی ہے اور ثانیاً باقی سب تمام داخل ہیں  
 اور **سِيوِي** ابن کثیر نے جو کہا اسکا حائل یہ ہے کہ اہل تفاق سے سازداری رکھیں کہ وہ مومنوں کے حق میں کوئی مکر و خدعت اٹھائیں رکھیں گے  
 اور اپنے دین والے کے سواے کسی سے ممانعت نہ رکھیں اور ابو سعید سے اور ابو ہریرہ سے اور ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلح  
 نے فرمایا کہ تمہیں یہ عہد کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی اور نہیں خلیفہ کیا کوئی خلیفہ مگر انکے اسکے دو بطانہ رکھے ایک اسکو بھلائی کا حکم کرتا اور سپر آمارہ  
 کرتا ہے اور دوسرا اسکو برائی کا حکم کرتا اور سپر آمارہ کرتا ہے اور معصوم وہی رہا جسکو اللہ تعالیٰ نے معصوم کیا رواہ بخاری و السنائی کن فیروجد اور  
 مترجم کتاب ہے کہ شاید یہ دونوں وہی ہیں جنکو دوسری حدیث میں ملکہ اعلیٰ شیطان سے تعبیر فرمایا ہے واللہ اعلم اور حضرت عمر بن الخطاب  
 سے کہا گیا کہ بیان ایک غلام اہل جبرہ میں سے ہوتا تھا کہ تیرا گھر کوشی مقرر کرتے تھے تو اچھا ہوتا آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں میں سواے  
 مومنین کے دوسرے میں سے بطانہ بنا لینے والا ہو جاتا یعنی اس سے انکار کیا ہے اس آیت کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور البتہ مذکور ہے کہ  
 حضرت عمر نے اپنے غلام نصرانی کو بھی دیا اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاتا تو ہم تجھے مسلمانوں کے کام میں مدد دیتے پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو  
 سمجھایا کہ کافروں کو دوست بنانے میں نفع کا خیال مت کرو بلکہ **لَا يَأْتِيكُمُ خَبْرًا** ای لا یقصرن لکم ہم فی الفساد  
 وہ لوگ تمہارے بگاڑنے میں کوئی کوشش اٹھائیں رکھینگے ف خبا لا جو ہر طرح کے فساد کرنے کو عقل میں یا دین میں ہو کہ تمہیں اسکو

لے صفیاء سے جو جمع صفتی ہے تو تفسیر کی اور لطن فلان لفلان جبکہ اسکے ساتھ خاص ہو اور بصیاء وی لے کہا کہ ایک وی کہتے ہیں اور بطانہ ہم

نصب نزع خافض ہوا فی جناب اس واسطے کہ یالون ازا لومعنی کمی و کوتاہی متعدی بجز ہوا واسطے کہا کہ معنی یہ ہیں یہی کہ نیکے تمہارے  
لیے اپنی کوشش تک بگاڑ کرنے میں اور برضاوی نے فرمایا کہ متعدی بدو محول ہوا جیسے عرب بولتے ہیں لاکو ک لفتحا ما سوجے کہ متضمن  
معنی منع کو یا معنی نقص کو ہر دو آیتوں میں - **مَا عَيْتُمْ** - اور **عَشْتُمْ** و **هوشدة الضرر** - دل سے چاہا ان کا فزون نے تمہاری نعمت کو یعنی نعمت  
ضرر کو **قَدْ بَدَّتْ** - ظہرت - **الْبَغْضَاءُ** - العداوة لکم صوت **اَكْفُوا هِمَّ** - بالوقیہ نیکم و اطلاع الشکرین علی سر کم - ظاہر ہو گئی عداوت  
تمہارے ساتھ انکی مہنون سے بائبطور کہ تمہاری بدگوئی میں بڑے اور تمہارے بھید پر تمہارے دشمن شکرین مکہ کو اطلاع دیدی بن بغضار  
شدت بغض پر جیسے ضرر شدت ضرر ہوا انکی ایسا شدت بغض تمہارے ساتھ ہر کہ انکے چھپائے نہ چھپا اور اس کو گھٹایا اور گھٹایا اور محال میں بولتے  
ہیں وقع طمان فی زید یعنی اسکی بدگوئی اور غیبت میں بڑ گیا پھر بقدر توانکی عداوت کھل گئی - **وَمَا تَخْفَى مِنْكُمْ وَهَمٌّ** - من العداوة لکم الابرار  
اور جو چھپائے ہو ہے میں سینے انکے تمہاری عداوت سے وہ بہت بڑی ہوتی ہے ذی عقل بظاہر ہر کہ دہانے اور چھپانے پر تو جو آل یا اور نہ رکھا  
تو یہ کچھ نہ ہو گا پھر سینوں میں کیا کچھ ہو گا اس واسطے فرمایا - **قَدْ بَدَّتْ لَكُمْ آيَاتِ** - علی عداوت ہم - تمہارے لیے انکی عداوت پر نشانیاں  
ہم نے بیان کر دیں انکو خوب سمجھو - **ان كُنتُمْ تَعْلَمُونَ** - ذلک فلا توالہ ہم - اگر اسکو سمجھتے ہو تو بچان کا فزون سے ملامت مت کرو  
و ان اگر کہا جاوے کہ ان خوف شک کیا ہے - جواب یہ کہ یہ شک کے واسطے نہیں بلکہ بڑا ہوا ہے جیسے کہتے ہیں کہ بٹیا اگر تم ہمارے بیٹے ہو تو  
ناز نہ چھوڑنا پھر بالبد میں بھی آمارگی دلانی چنانچہ فرمایا - **هَآءِ لِلتَّبِيَةِ** - ای ہوشیار ہو جاؤ - **نَكْمُ** - یا - **اَوَّلَاءِ** - المؤمنین - تم ہی میرے  
ایمان والے بندو - **مُحِبُّوْنَهُمْ** - لقرابتہم منکم و صد ایتہم و **لَا يَخْتَوُونَكُمْ** - لئلا لفتہ لکم فی الدین تم محبت کرتے ہو ان لوگوں سے  
و بسبب انکی قرابت کے تمہارے ساتھ اور بسبب انکے پار سمجھنے کے اور حال یہ کہ وہ تمکو نہیں چاہتے میں بسبب اسکے کہ ان میں تم اسنے  
مخالف ہو چکا کہ تمہیں حق پر ہو - **وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ** - ای بالکتب کلہا و لا یؤمنون بکتا بکم - اور تم کل جنس کتاب ساری ایمان  
لاتے ہو یعنی سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو اور وہ لوگ تمہاری کتاب پر ایمان نہیں لاتے - اور حال یہ کہ ہر معاملہ دوستی و دشمنی کا جب اللہ تعالیٰ  
کیواسطے ہو تو دیکھو کہ تمکو تو شک و ہیرت و شبہ کچھ نہیں تم سب کتابوں پر ایمان لاتے ہو اور وہ شک و شبہ و ہیرت میں مذہب و کفر میں جس کرتے  
ہیں اور حاصل اسکا وہ جو بن عباس نے فرمایا کہ تم ایمان لاتے ہو اپنی کتاب پر اور انکی کتاب پر اور تمام ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے  
نازل فرمائیں اور وہ لوگ تمہاری کتاب سے انکار کرتے ہیں پس وہ جسقدر تمہیں بغض رکھتے ہیں اسکی نسبت تمکو اسنے زیادہ سخت بغض رکھا ہے  
رواہ ابن جریر - **وَإِذَا قُلْتُمْ قَالُوا أَمْسَا قًا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمْ الْأُكُلَ نَامِلًا** - اطراف الاصاب یعنی انامل  
جمع انملہ اور وہ انکی کا اوپر کا سر اور ہی قوادہ نے کہا اور ابن مسعود و سدی و بیہ نے انامل کی صانع سے تغیر کی اور یہی اور ہی کوئی  
کاٹنا اور نگلیوں کا ہوتا ہے صوت **الغَيْظِ** - شدہ الغضب لما یرون من ایتلافکم و لیس عن شدہ الغضب بعض لانامل مجاز اوان کمین غم  
عض - المعنی اور یہ منافق جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لاتے اور جب اکیلے میں ہوتے ہیں تو تم پر انگلیاں جیاتے ہیں بوجہ غیظ کے  
و یہ بیان سبب ہر معنی تم پر انگلیاں جیاتے ہیں بسبب غیظ یعنی شدت غضب کے کیونکہ تم میں اسپن بہت میل دیکھتے ہیں یا اسنے  
دوسرے پر کہ تم کو کوئی برائی نہیں ہو چکا کہتے ہیں حل حل کر رہتے ہیں کچھ بدلائن نہیں لے سکتے ہیں اگر کہا جاوے کہ کیا وہی انگلیاں جیاتے تھے  
جواب یہ کہ شدت غضب کو مجازاً بعض لانامل سے تعبیر کرتے ہیں اگرچہ درحقیقت بعض واقع بھی نہوا ہو - **قُلْ هُوَ نُو الْغَيْظِ لِمَ عَرَفَ**  
**الْبِقْرَ اَعْلِيَةَ اِلَى الْمَوْتِ فَلَنْ تَرَوْا اَمَّا لِيَسْرَمَ** یعنی حضرت صلیع تم کو حکم دیا کہ کہدے کہ مر و تم اپنے غیظ میں ف اس سے یہ مطلب نہیں کہ فی القور



شکست کھائی اور اس دن کو یوم اُحد کہتے ہیں اس دن سورہ آل عمران کی سائٹھ آیتیں نازل ہوئیں حسین اسدن کے واقعہ کا بیان اور شکست اٹھانے والوں پر عتاب ہے۔ پس جمہور کے نزدیک یہ آیت کریمہ بھی واقعہ اُحد کے بیان میں ہے اور یہی حضرت عبدالرحمن بن عوف و ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی قول زہری و قتادہ و سدی و بہتوں کا ہے اور حسن نے کہا کہ غزوہ احزاب ہر کار و راہ بن جبریل اور یہی متقال کعبی کا قول ہے اور یہ ترمذی میں اور ابن جریر نے کہا کہ قول اول صحیح ہے بلکہ آیتہ قال ابن کثیر وغیرہ واقعہ اُحد کا ماہ شوال روز سنہ ۳۱ کو سنہ تین ہجری میں واقع ہوا اور سب اسکا یہ ہوا کہ واقعہ بدر میں جب مال تجارت بچ گیا اور مشرکین مکہ کی جان بچ گئی اور کثر مارے گئے تو مقتولوں کی اولاد باقی بچے ہوئے۔ نے ابوسفیان سے کہا کہ یہ سب مال محمد سے لڑائی میں صرف کرنے کو رکھو اس انھوں نے تین ہزار شکر جمع کر کے اُحد پر قریب مدینہ کے اتارا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی نماز مدینہ میں پڑھ کر مالک بن عمرو پر خوارہ کی نماز پڑھ کر لوگوں سے شہرہ لیا اور عبداللہ بن ابی منافق کو بھی اس روز طلب کیا اسے مدینہ میں گھرنے کی راہ دی اور یہی بعض صحابہ کی راہ ہوئی کہ قریش اگر دہان پڑے ہے تو بڑی جگہ پڑیں اور اگر مدینہ پر چڑھیں تو مرد و بروسے مار نیگے اور عورتیں و لڑکے اوپر سے پتھر مار نیگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی راہ سے کیوں مال لکھے و فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے گرد گلہ گاؤں کا ذبح کیا ہوا ہے اسکی میں نے تاویل بہتر دیدی اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار کے پیلے میں خون ہو گیا اسکی میں نے تاویل دی کہ ہزیمت ہوگی اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ ایک زرہ حصین میں داخل کر دیے اسکی میں نے تاویل مدینہ دیدی اور دوسروں نے جو بدر میں شریک ہوئے تھے باہر نکلنے کی راہ دی اور صرا کر کیا پس آپ اندر گئے اور سامان جنگ ہینکے یہ دیکھ کر وہ نادم ہوئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی ہے ہم نے دیر کی تو عذر کرنے لگے کہ یا رسول اللہ اگر آپ چاہیں تو پتھر میں آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کو روانہ نہیں کہ سامان جنگ ہینکے لوٹے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ حکم کرے جو چاہے پس ہزار مرد کی جماعت سے صلے جب مقام شوط تک پہنچے تو عبداللہ بن ابی منافق تین سو کی جماعت سے لو گیا جو حضرت صلعم نے اسکی راہ کو نہیں لیا اور باقی لشکر سے آپ اُحد پر پہنچ گئے اور عدوہ قریب اُترے اور شکر کی پشت اُحد کی جانب کی اور کہا کہ کوئی دڑے جب تک میں حکم بدون پھر سات سو کی جماعت سے آپ نے لڑائی کا تہیا کیا اور شیر اندازوں پر عبداللہ بن جبریل کو سزا کیا وہ پچاس تیر انداز تھے اور فرمایا کہ جسے مشرکین کے سواروں کو دور رکھنا ہے پیچھے سے حملہ آور نہ ہوں اور برابر اپنی جگہ پر جمے رہنا خواہ ہو علیہ ہوا ہیر علیہ ہوا اور خوب تا کید کر کے مصعب بن عمیر کو لوار لشکر دیا اور مشرکین قریش نے جو تین ہزار تھے تہیا کیا اور انکے ساتھ دو سو گھوڑے تھے ان سواروں کے مینہ پر خالد بن الولید کو اور مسیرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو سزا کیا اور لواء بنی جہلمدار کو دیا اور باقی قعدان آیات میں آویگا پس ہی اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ اذ عذرت من الملک طرف منسوب لفضل مقداد ذکر اور فدو کہتے ہیں صبح کے چلنے کو۔ یہاں ابن جریر نے اشکال کیا کہ اس قصہ میں بعد نماز جمعہ کے آپ کا روانہ ہونا کیونکر مذکور ہے اور جواب دیا کہ عدوہ تو نمونوں کو مقاعد قتال کی واسطے ہر وہ سنیچری صبح کو واقع ہوا مگر جم کتا ہے کہ من الملک کا تعلق فدوت سے رکھنا اس صورت میں مشکل ہوگا اور بعض نے جواب دیا کہ کبھی عدوہ در و ارج مطلق چلنے و آنے کے معنی ہیں بدون اعتبار وقت کے استعمال ہوتا ہے جیسے صحیحی بدون اعتبار وقت صحیحی کے بولا جاتا ہے۔ اور من الملک اس واسطے فرمایا کہ آپ حجہ فائشہ سے نکل کر واندہ ہوئے تھے اور اس میں حضرت عائشہ کے اہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پر تقصیر ہے اور یہ بڑی فضیلت ہے۔ بتوئی۔ تنزل۔ المؤمنین مقاعد القتال۔ تو انا تاتھا مومنون کو مقاعد قتال کے لیے۔ مقاعد جمع مقعد اور مراکز جمع مرکز ہے جہاں وہ کھڑے ہونگے کمال در حالیکہ موقع سے انا تاتھا مومنون کو مرکز قتال میں۔ واللہ سمیع۔ لا تو اکم۔ اور اللہ تعالیٰ شیعہ والا ہے تمھارے اقوال کا حلیم۔ باحوالکم۔ جاننے والا تمھارے احوال کا ہے۔ و ہر یوم احد خرج صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بالف اذ لاسین رجلا و لشکر ثلثہ الاف و نزل بالشعب یوم بہت صلح شمال تری

ثلث من الهجرة وحبل ظهري وعسكره الى احد وسوى صفوقم وحلب جثيا من الرماة وامرهم عبد الله بن جبير لستم اجل وقال انصروا عنا يا ليل  
لا يا نوا من ورائنا ولا تبرحوا علينا انصرنا سيه واقية روز احد كما هو ان حضرت صلى الله عليه وسلم تبارك من ياحيا منكم ابيكم ارمو من نكله اور ان من  
تین سومرد منافق واپس ہوسے اور مشرکین تین ہزار تھے جن کا سردار ابوسفیان تھا اور حضرت صلعم جا کر احد کی گھالی پر عدوہ قریب پڑے بروز  
سینچر ہفتہ شوال دیا گیا صوبوں کا حال قراہہ یا چودھویں کا حال مکرما سہ تین ہجری کو اور شہداء اپنی و شکر کی کہ وہ حد کیرت کی اور مومنین  
کی صفین است کین اور ایک لشکر تیر اندازوں کا بٹھایا جو پچاس مرد تھے اول میر مقرر کیا پیر عبد اللہ بن جبر کو اور بٹھایا فتح محل پر یعنی درہ احد پر اور  
حکم کر دیا مشرکین جو اردن کو تیرون سے ہے دور رکھو وہ ہمارے پیچھے سے ہم پر آنے یا وین اور اپنی جگہ سے مت لہ خواہ ہم مغلوب ہوں یا فتح پا وین  
اخذ بدل من او فخلہ یہ رو پہلے اذ سے بدل واقع ہو۔ **كَلِمَاتٌ طَائِفَاتٌ فِيكُمْ**۔ بنو سلمہ و بنو حارثہ بنو حارثہ العسکر یعنی وہ گروہ تھیں  
وہ جو سلمہ بکرام از قبیلہ خزرج اور بنو حارثہ از قبیلہ اوس ہیں جو لشکر کے دونوں بازو کیے گئے تھے۔ **اِنَّ نَفْسًا لَّيَخْبَا فِي الْقِتَالِ وَ**  
**تَرَجَا لِي** ما يرجع عبد الله بن ابی المظفر و صحابہ وقال علی بن ابي طالب انما قتلت النفسا و اولادها قال لابی حاتم السلی القائل لہ انشدکم اللہ فی بنکم لیسکم لعلکم  
**قالا لا تبغواکم فبیتما اللہ تعالیٰ ولم یصرفا المنع** جب تم میں سے دو گروہ نے کچھ ارادہ کیا۔ یہ کشتل کر جاوین اسی میں و نہادی کر جاوین لڑائی  
سے و لوٹ جاوین بعد ہر عبد اللہ بن ابی المظفر واسکے ساتھی لوٹ گئے میں یہ کہہ کر کہ کس بات پر قتل کریں ہم اپنی جانوں کو و اولاد کو اور ابو حاتم  
سلی سے بولا جسے اس منافق نے کور سے کہا کہ میں نکلو قسم دلانا ہوں اور خدا کا واسطہ دیتا ہوں مختار سے نبی و مختار سے جانوں کے حق میں نبیوں  
جو اب ذیبا کہ اگر تم قتال جانتے تو مختار سے پیچھے ہو لیتے پھر اللہ تعالیٰ نے ہر دو گروہ کو ثابت رکھا اور وہ تین نوے مہینے گم کہتا ہوں کہ جب عبد اللہ بن  
ابی بن سلول منافق یہ کہہ لو تا کہ کس چیز پر ہم نے کو اور اپنی اولاد کو قتل کریں تو ابو حاتم سلی اسکے پیچھے گئے اور سکا قسم دلانی کہ لوٹے تو انکو نہ جواب  
دیا کہ اگر آج ہم لڑائی جانتے تو مختار سے پیچھے جلتے لیکن ہم نہیں دیکھتے میں کہ تم آج لڑو۔ اور بنو سلمہ و بنو حارثہ بھی لوٹنے کا ارادہ لیں کھتے تھے میں  
عبد اللہ بن ابی کے لوٹنے پر خون بھی قصب روٹنے کا کہا لیکن اللہ تعالیٰ نے انکو ثابت رکھا وہ میں لوٹے و اللہ کے حکم سے انصاف ہا سار اللہ تعالیٰ  
**ان دونوں کا مددگار ہو۔ وَعَلَى اللَّهِ فَذَلِكُمُ الَّذِي كَفَرْتُمْ بِهِ لَئِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ**۔ لیسقوا یہ دونوں کو جاسیے کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں و  
اور کسی پر۔ اور یہ جھوٹا تقییم علی اللہ سے مستفاد ہو۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ ہمارے حق میں نازل ہوئی۔ اور ہمت کے تقاضاں ہم ان کفشا  
الکبیر اور کہا کہ ہم دونوں گروہ بنو حارثہ و بنو سلمہ تھے اور کہا کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ وہ نہ اترتی اس واسطے کہ میں یہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر دو گروہ کو ثابت  
و سلم پھر جب قتال واقع ہوا اور لوگوں نے حکم رسول صلعم کا خلاف کر کے غضب الہی کا کیا اور کھائے اور منافقوں نے باتیں بنائیں تو انکو اسنی اہمیت یاد  
دلانی اور نصیحت لین قرآن نے کو نازل فرمایا جیسا کہ مفسر نے کہا کہ جب لوگوں نے نہایت گھالی تو انکو اسی اہمیت سائن انکو یاد دلانے کے لیے نازل آیا اور اللہ  
**وَاقْتُلُوا صُورَكُمْ اللَّهُ يَبْدَأُ سِرًّا وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ** ○ اذ تقول  
اور اللہ اللہ نے تم کو بددوی بددوی میں حال اسکو تم پر مقدر تھے سو ڈرو اللہ سے شایر تم شکر کرو جب کہنے لگا  
**الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَكْفُمُونَ أَنْ يَبْلُغَ كُمْ سِرَّكُمْ بِلَا إِذْنٍ مِّنَ اللَّهِ فَتَلْمِزُوا فِي سِرِّكُمْ فَتَبْلُغُوا**  
مسلمانوں کو کیا تم کو کفایت نہیں کہ تمہاری مدد سے ہر دو گروہ مختار میں نیراز فرشتے اتارے ہوے  
**بَلَىٰ إِنْ تَصْبِرُوا وَاتَّقُوا وَيَأْتُوكُم مِّن فُورِهِمْ هَذَا يَمْدِدْكُمْ وَرَبُّكُمْ جَمِيعٌ**  
اللہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ آوین تم پر اسی وقت تو مدد دے گا تمہارے ہر دو گروہ مختار میں نیراز فرشتے اتارے ہوے

۱۲ یعنی یہ لوگ اس وقت تک نہیں

مَنْ الْمَلَائِكَةُ مُسَوِّمَاتٍ وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوبُكُمْ بِهِ

مشتے لیے ہونے گھوڑوں پر اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو

وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور بہتین مدد گمراہ کے پاس جو زبردست ہو حکمت والا تاکہ ٹٹاٹٹا کر ایک طرف کاڑوں کو

أَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوا خَائِبِينَ

یا اور نکل کر ذلیل کرے کہ پھر جاوین تا مراد

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ - موضع میں مکہ والمدینہ سپرد ایک مقام درمیان مکہ و مدینہ کے بنام بدر میں نصر یا بدر بن لانا

باجاہ بدر مشہور ہے اور یہ لڑائی بروز جمعہ ہفتم شعبان سنہ دو سو چھی بیس میں بنو نضیر کے انصاریوں نے فتح دی اور انہیں

و غیرہ جو قریش کے سرغنہ تھے مارے گئے حالانکہ مسلمان تین سو تیرہ آدمی بے سامان تھے اور مشرکین لو سو اور ہزار کے درمیان پورے سامان سے تھے

بی فرمایا۔ ولقد نصرکم اللہ بیدر۔ وانتم اذلة۔ بقتل العذر و اسلح۔ اذ ان جمع ذلیل پس خلت بسبب قتل تعداد و سامان جنگ کے

ہو حال اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر کے روز فتح دی حالانکہ تم بے مقدار تھے تاکہ جان رکھو کہ فتح ہوتا کثرت تعداد و سامان میں ہوا عیاض

اشعری سے روایت ہے کہ میں فتح ملک شام کے واقعہ پر یرموک میں موجود تھا اور حمیرہ ابو عبیدہ و یزید بن ابی سفیان و ابن جندبہ و خالد بن الولید

عیاض یہ پانچ آدمی سرور تھے اور حضرت عمر نے حکم دیا تھا کہ جب قتال ہو تو تم پر سب کا نذر ابو عبیدہ ہے۔ پھر تینہ حضرت عمر کو لکھا کہ کہو موت

نے گھیر لیا اور عمر سے مدد چاہی تو جواب لکھا کہ تمہارا خط آیا تمہیں مدد مانگتے ہو میں تو ایسے پاک کی طرف رہتا تھا تا وہاں کہ اسی سے مانگو کہ اسکی نصرت

سب سے عزیز اور شکر نہایت قوی ہے یعنی اللہ عزوجل سے کہ اسنے محمد صلعم کو تمہاری تعداد سے کم کو بدر کے روز فتح دی پھر جب میرا نظ پونچے تو تم اسنے

لڑائی شروع کرو اور دوبارہ مجھے مت لکھو۔ عیاض کہتے ہیں کہ ہم نے کفار لشکر شام سے جو بہت کثرت سے تھے قتال کیا پس اللہ تعالیٰ کی مدد سے

ہم نے انکو چار فرسخ بھگا دیا اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا پھر سردار عیاض نے ہکو مشورہ دیا کہ ہر ذی اس کو دس یونین۔ اور کہا کہ حضرت ابو عبیدہ

نے کہا کہ میرے ساتھ کون مراہت کرے گا تو ایک زوجان بولا کہ میں بشر طیکہ آپ غصہ نہوں۔ اور پھر وہ آگے ہو گیا پس میں نے گیسوے ابو عبیدہ اور تے

دیکھا اور وہ اسکے پیچھے ایک عربی گھوڑے پر تھے رواہ احمد و اسنادہ صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ۔ فَاكْفُوا اللَّهَ لَكُمْ تَشْكُرُونَ

نعمتہ سبحی تقویٰ کرو اللہ سے شاید تم شکر کرو اسکی نعمتوں کا۔ پھر جب احد میں مسلمانوں نے گریہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے یا وولایا کہ کیا موت سے

ڈرے جبکہ نتیجہ اللہ تعالیٰ کی جو ارحمت میں تھا یا غلبہ کفار سے ڈرے حالانکہ صبر پر اللہ تعالیٰ تمہارا ناصر تھا پھر کسی طرف اللہ تعالیٰ ہو وہ

قلیل یا ذلیل نہیں ہوا اور جسکی طرف اللہ تعالیٰ کی نصرت نہو وہ کرورون ہوں تو خوار و ذلیل ہیں پس فرمایا۔ اذ سطر انصر کم۔ یہ نصیر کم کا ظرف

زمان ہے۔ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ۔ تو یہ تمہیں تمہیں اللہ تعالیٰ سے کہ جب تو مومنوں کو انکے دل کے اطمینان کے لیے یہ وعدہ دیتا تھا۔ اَلَمْ يَجْعَلْ لَكُمْ

اَنْ تَمِيْدَكُمْ مِّنْكُمْ بِمِثْلَةِ الْاَفْ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنَزَّلِينَ۔ کیا تم کو کفایت نہیں کہ تمہارا رب تمکو میں ہزار ہا تک

منزلین سے مدد فرماوے ف یعنی تم کو بہت کافی ہے بلکہ فقط اللہ تعالیٰ کی نصرت کافی ہے۔ یہ تو عام دلوں کے اطمینان کیلئے ہے اور مفسر نے

اذ کو یضرم کے متعلق ہونے سے اشارہ کیا کہ یہ وعدہ بروز ہر واقع ہوا تھا نہ بروز خاص جیسا کہ بعض مفسرین اس طرف گئے ہیں اور صحیح قول

ہے کہ اور وہی ابن جریر نے اختیار کیا ہے اور ابن ابی حاتم نے بسند صحیح عامر بنی سے روایت کیا کہ مسلمانوں کو بدر کے روز خبر پہنچی کہ گریز

بن جابر مشرکون کی مدد کر گیا پس اپنے بہرگان گذر تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ان کی فیکیم ان بیدم ربکم تا قولہ مسومین پھر کر کے شکست کفار کی  
 خبر ہو چکی اسے مشرکون کی مدد نہ کی اور مسلمانوں کو بھی پانچ روز ملائکہ سے مدد نہیں دی گئی۔ حضرت امین۔ بالتخفیف التشدید تخفیف از عجز التشرک فراتہ  
 ہو اور تشدد بیدار معجزہ ابن عامر کی قرأتہ ہی جو تکبیر کے معنی میں ہو یا تدریج کے معنی میں اور جو بدرجہ بدرجہ کر کے آئیں۔ یعنی بلی۔ بلیفک ذلک کیوں نہیں  
 یعنی نکلو ضرور مدد کافی ہے۔ قال المفصم فی الاتفال بالف لانه امدہم اولاہا ثم صارت ثانیۃ ثم صارت ثلثہ کما قال تعالیٰ۔ ان تصبروا علی  
 لفقار العار۔ اگر کہا جاوے کہ سورۃ انفال میں تو ایک ہزار ہزار کوڑ ہیں جو اب یہ کہ پہلے انکے ایک ہی ہزار سے مدد گئی پھر وہ تین ہزار ہوئے پھر  
 پانچ ہزار ہوئے اور یہی قول ربیع بن انس سے مروی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان تصبروا یعنی اب اگر تم صبر کرو تو میں سے بھرتے ہیں۔ وَتَنْقُضُوا۔ اللہ  
 فی المخالفۃ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے خلاف کرنے میں۔ وَاِذَا تَوَلَّوْا۔ اسی المشرکون میں قوتیں تھیں۔ وَتَقْتُلُوا۔ ہذا ممددکم کہ تم کو بکرم بخمسۃ  
 الالف قسوا ملککم مسومین۔ کسرا لواء و فتحہا امی معلین وقد صبروا وانجز اللہ وعدہ بان قاتلتہم الملائکہ علی خیل بلق علیہم عام صفو  
 بعض ارسلو ہا میں اکتانہم۔ اور آوین مشرک اسی وقت تو مدد کر گیا تکبیر تھا پھر وردگار پانچ روز ملائکہ مسومین سے فاسومین کسرا لواء فراتہ ابو عمر و  
 واین کثیر کی ہے اور بفتح لواء یا قیون کی قرأتہ ہے اور معنی اسکے معلین یعنی اول قرأتہ کے موافق مکیلام اور قول سکا خود ملائکہ میں یا گھوڑے اسکے  
 اور دوم قرأتہ کہ موافق بفتح لام ہے۔ اور مسلمانوں نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا یا سیر کہ ملائکہ نے مددوں کے ساتھ بلق گھوڑوں پر قبائل کیا  
 اور اپنے زرد عمامہ اور سپر تھے کہ انکے نے نوٹ پڑھوں کے درمیان چھوڑا تھا۔ یہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ابن کثیر نے اس قول سے یہ کہ یہ وعدہ سلسل  
 بقولہ واذ غرقت من الہکس ہرکس یہ ہے۔ ورا حدیثہ کا اور یہی قول مجاہد و عکرمہ و صنیاک و زہری و موسیٰ بن عقبہ وغیرہم کا ہے کہ ان بزرگوں نے کہا کہ  
 پانچ روز سے امداد حاصل نہیں ہوئی کیونکہ مسلمان اس روز ہٹ گئے اور حکمران نے فرمایا کہ میں ہزار سے بھی مدد ملی کیونکہ صبر و تقویٰ کی سولہ پائی گئی کیونکہ  
 بھاگے اور صبر کر گیا پس ایک فرشتہ سے بھی مدد حاصل ہوئی۔ اور قورہم معنی وقتہ مفسر نے کہا۔ اور کہا گیا معنی وجہم یعنی اسی راہ سے ہر قالہ من وقادہ  
 وریح و سدی۔ اور کہا گیا میں سفر ہم ہر اسی سفر سے۔ قالہ الوفی عن ابن عباس۔ اور کہا گیا فور معنی جوش و غضب ہے اور ابن عباس نے کہا۔ انہ جوش غضب  
 میں قالہ المجاہد و عکرمہ و ابو صالح اور کہا گیا۔ من غضبہم و وجہم قالہ الصنیاک پھر مسومین یعنی معلین بسیار ہے چنانچہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اللہ وجہ سے  
 روایت ہے کہ بدر کے روز سار ملائکہ صوف سفید تھا اور انکے گھوڑوں کی پشانی میں بھی تھا اور وہ ابن ابی حاتم اور سرج و زرد عمامہ سے سپید وغیرہ احوال میں  
 اس میں طول کام بیکار ہے۔ اور یہ روایت ابن عباس سے صحیح ہوئی کہ ملائکہ نے سوائے بدر کے اور کسی روز قتال نہیں کیا بلکہ سامان و بھیر کے طور پر رہتے  
 تھے۔ اگر کہا جاوے کہ جبیر بن علیہ السلام ایک دفعے سے تمام کافروں کو میت کہتے تھے ایک ہزار وغیرہ کی کیا ضرورت تھی تو علامہ سبکی نے جواب دیا  
 کہ بدین غرض کہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو حاصل ہو اور ملائکہ بطور سامان و جہاد کے لشکر کے مدد میں اور یہ روایت ابن عباس کی ہے جو  
 تعالیٰ نے جاری فرمائے ہیں حالانکہ وہی سب کا خالق ہے اور علامہ باز صفحہ ۱۸۱ ملائکہ کا سر لٹکانا چاہیے اور حدیث میں پس پشت دونوں ہونے کو  
 درمیان مذکور ہے اور بعض احادیث میں دونوں سر سے دونوں طرف سے سینہ پر لے ہیں۔ وَصَا حِجْلًا اللہ۔ اسی الا بد۔ ایا کبشراہی  
 لکم۔ بالنصر۔ وَتَنْقُضُوا۔ لکن۔ قُلُوْا لکم مہد۔ فلا تجزع من کثرة العار و قلنکم۔ اور میں قرار دیا اللہ تعالیٰ نے اسکو (یعنی  
 مدد دینے کے) مگر لشکر ہی واسطے مختار ہے (ساتھ فتح کے) اور ملائکہ معلین ہوں (یعنی مہرے زمین) دل تمہارے اسکے ساتھ ہی جس طرح زمین تمہارے  
 دل دشمنوں کی کثرت اور تمہاری قلت سے۔ وَصَا اللہ صبراً لایا صبراً عیناً اللہ العزیز العزیز العزیز۔ اور نصرت نہیں مگر اللہ تعالیٰ  
 کے یہاں سے جو عزیز حکیم ہے۔ یوتیہ من شیار لیس بکثرة الجند۔ وہی جسکو چاہے نصرت دیدتیا ہو اور لشکر کی کثرت پر نہیں ہر لڈایا جو مختاری

قلت شدید کے تم کو بدر میں نصرت دیدی۔ ليقطع كمن غلق نبصر کم ای لہیلاک۔ یعنی تعلق ارکانہم سے ہو اور معنی اسکے یہ کہ تم کو نصرت دیدی تاکہ ہلاک کرے۔ طر فاقمین الذین کفروا۔ بالقتل والاسر۔ ایک طرف کو کاذون سے قتل و قید کیا تھا وہ طرف یا تو مجھے طائفہ و جماعت ہو یا مجھے شرفا ہو کیونکہ اطراف العرب یعنی شرفا عرب بولا جاتا ہے اور بدر میں یہی ہوا کہ جو لوگ مشرکوں کے مدد تھے مارے گئے اور بت سے قید ہو گئے کہ یا قیدوں کی قوت کم ہو گئی۔ پھر مفسر نے قتل و قید کیا تھا، جو کہا تو یہ کیسے قدر فعل مبالغہ سے نامناسب ہے کیونکہ ليقطع کی تفسیر لہیلاک سے کی اور قید ہونے میں ہلاکت نہیں اور نیز وہ لوگ جو قید ہوئے تھے فدیہ دیکر رہا ہو گئے تھے چنانچہ آویگا۔ الا انک ہلاک سے محض تباہی مراد ہو فانہم۔ قولہ۔ اولیٰ ذلکم۔ بیدلہم بالہرمیۃ۔ یا ذلیل کرے انکو ہر میت سے یعنی یا ذلیل کرے انکو ہر میت یا قید سے۔ فینقیلوہا۔ یرجوا۔ خائبین۔ لم یبالوا مارا موہ۔ پس لوہین نامراد کہ جو مقصود تھا وہ انہوں نے نہ پایا واضح ہو کہ غزوہ بدر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلہ قریش کی خبر سنا لی جو شام سے آیا تھا جب خبر ہوئی تو آپ فقط ۳۱۲ آدمیوں سے اس قافلہ کو گرفتار کرنے نکلے اور باقیوں کو نہیں بلایا جتنے کہ بہتوں کو خبر نہ ہوئی۔ اور وہ قافلہ دالون نے خرمی کی گھٹلیوں سے بچا کر راہ میں کوئی جاسوس نہ لیا تھا تو وہ پہلے ہی بھاگ کر مال سمندر کی طرف ہو گیا اور قریش کو خبر ہو چکی تو وہ ایک ہزار مسلح فکک بدر میں پہنچے تو مقابلہ ہو گیا جب کا کوئی قرار پہلے سے نہ تھا آخر عجب آیت سے کفار مقتول اسیر ہوئے حالانکہ بڑے بہادر تھے۔ احد کی لڑائی اسکے دوسرے سال ہوئی ہے جن لوگوں نے اس کی مدد کی غزوہ احد پر حملہ کیا وہ تو ليقطع طرف من الذین کفروا الایۃ کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ بتداء جنگ میں حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب اور اس اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھ کر بعض مشرکین کو مع انکے نشان بردار کے پیچھے قتل کیا یہاں تک کہ نشان گر گیا اور مشرکین نے شکست کھائی اور مسلمان انکے ساتھ لشکرین لوٹ میں مشغول ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں سے پہاڑی پر مقرر کیا تھا اور حکم دیا کہ تم لوگ پہلے ٹلنا اگرچہ ہم لوگ ہلاک ہو جاویں یا فتح پاویں لیکن یہ دیکھ کر پہاڑی دالون نے جو عبد اللہ بن جبیر کی پشت لشکر کی حفاظت پر تھے پہاڑی چھوڑی ہر چند عبد اللہ بن جبیر نے سمجھا یا کہ خلاف حکم رسول اللہ نہ مانا سوائے اس آدمیوں کے ہاتھی سب لوٹ میں آکر مشغول ہوئے یہ دیکھ کر مشرکین سواروں نے گھائی کی طرف سے قہقہا اور دس آدمی مع عبد اللہ بن جبیر کے کثرت سے زخم اٹھا کر شہید ہوئے اور مشرکین نے پیچھے سے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کی جماعت آخر کار سخت پریشان کر دی اور ہوا جو ہوا مگر سولہ یا اٹھارہ مشرک مارے گئے اور ساٹھ سے زیادہ مسلمان شہید ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک واگلے رابعیہ دانت شہید ہوئے۔ یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے مگر قریب وہی ہے کہ حال روز بدر ہے کہ اس میں شرف قریش یا کسی گئے اور شرف قید ہوئے تھے۔ ادا ہے کہ یہ میں اشارہ ہے کہ اسباب کی طرف سے نظر اٹھا کر سبب الاسباب پر نظر رکھیں یہی واسطے ہلاکت سے تسکین دیکر فرمایا۔ وہ النصر الامن عند اللہ العزیز الیکرم فاعراس البیان میں ہے قولہ ولقد نصرکم اللہ بیدر و انتم ذلہ۔ اذہ کی لفظ میں علو مرتبہ کا اشارہ ہوئی جس کو وہ ذلت حاصل ہو جو انوار کبریا پر عظمت کھلنے کے وقت پیدا ہوتی ہے یعنی انوار کبریا پر عظمت سپر ظاہر ہوئے کہ انکے ذہن میں اسکا نقش سخت ذلیل ہو گیا تو وہ تمام مخلوق میں نہایت عظیم و باہمیت ہوتا ہے اور تائید انبی سے منصور اور ہر منکر کے سامنے عوار ہوتا ہے اور اسلئے کہ اس پر جلال آتی کالباس ہوتا ہے جس سے ہر سنگہ ڈرتا اور تباہی اور امیر المؤمنین عمر بن الخطاب اس شان سے موصوف تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان بھاگتا ہے سائے عمر رضی اللہ عنہ سے اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے قولہ ولقد نصرکم اللہ بیدر میں کہا ہی بسبب تمہارے صنعت کے اور تمہارے توکل صحیح کے اپنے پروردگار پر اور تمہارے منقطع ہوجانے کے اپنے حول و قوت سے اور تمام امر اپنے پروردگار کے سپرد کرنے سے فہم



لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ۝ وَلِلَّهِ مَا

تیرا اختیار کچھ نہیں ہے یا انکو توبہ دیوے یا انکو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں اور اللہ کا مال ہے  
 فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيُعْزِمَ لِمَن يَشَاءُ وَيُعَذِّبَ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ  
 جو کچھ آسمان میں اور جو زمین میں ہو بچنے جس بندے کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے  
 و نزل لما كسرت ربا عية النبي صلعم و شج و به يوم احد و قال كيف نفلح قوم خصبوا و وجه النبي بالدم - اور نازل ہوئی یہ آیت جبکہ احد کی لڑائی  
 میں خبیث مشرک نے آنحضرت صلعم کو پتھر پھینچ مارا اور آپ کے اگلے پیٹے اوپر کے چار دانت ٹوٹے اور چہرہ مبارک پر کچھٹ گیا اور خون جاری  
 ہوا اور آپ نے فرمایا کہ کیونکر فلاح پاؤ گی وہ قوم بھٹوں نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا مگر حرم کتا ہوا اسی کے مانند امام سلم واحد نے  
 حضرت انس سے روایت کیا اور بخاری نے تعلقاً ذکر کیا اور علی ہذا آیت اس قصہ سے مراد ہے اور نیز بخاری و نسائی و امام احمد نے عبد اللہ بن عمر  
 سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اے اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان پر اللہ میرے لعنت کر حارث بن ہشام پر اللہ میرے  
 لعنت کر سہیل بن عمرو پر اللہ میرے لعنت کر صفوان بن امیہ پر پس نازل ہوئی یہ آیت - لیس لك من الامر شي الاية پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو توبہ کی  
 توفیق دیدی و ہذا لفظ احد - اور دوسری روایت میں ہے کہ چار شخصوں پر لعنت کی بد دعا کرتے اور بعض روایت میں ہے کہ یہ دوسری رکت نماز فجر میں  
 بعد رکوع کے ہوتا تھا - اور جاتا چاہیے کہ مشرکین مکہ نے بہت سے ایوان لانے والوں کو بکڑ بکڑا کر یا مذکورہ رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے اور بدینہ لگانے  
 نہیں دیتے تھے اور قبیلہ مضر کے کفار بہت سخت تھے اب سنو کہ بخاری رحمہ اللہ نے ابو ہریرہ سے روایت کی جس میں ہے کہ بسا اوقات آنحضرت صلعم رکوع  
 سے اٹھ کر سب اللہ بن حمد بننا و لگ لگ کر کہنے کے بعد کہتے اے اللہ میرے جنات دے ولید بن الولید کو اور سلمہ بن ہشام دعایش بن ابی ریحہ اور کن سب  
 مومنون کو جو ضعیف کر کے پکڑے گئے ہیں اے اللہ میرے سخت روئندے مضر کو اور یہ روزناتے تھے قحط کے سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام  
 کی قوم پر ہوئے تھے اسکو آواز سے کہتے تھے اور بعض نماز فجر میں فرماتے اے اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان کو جب قبیلہ عرب کا نام لیتے تھے بیان تک  
 کہ نازل ہوئی یہ آیت لیس لك من الامر شي الاية - قال المترجم ان روایات میں سبب نزول کی تصریح نہیں ہے اور ایسے ہی بعض روایات میں آیا کہ صحابہ  
 بیرونہ کو جب عام بن لطفیل نے شہید کیا تو آپ کو سخت ملال ہوا کہ آپ نماز میں چند قبائل پر لعنت کی بد دعا فرماتے یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت - اس میں  
 کئی سبب نزول نہیں اور بحث و کلام و تحقیق مقام بیان دراز ہو گئی ہے نہیں اتنا معلوم کرنا چاہیے کہ سبب نزول اس میں ہے جو مفسر نے ذکر کیا اور  
 قبل نزول کے آپ ایسا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور اس سے ہرگز نزول اسکا شاید مکر واقع ہو اور یہی اوفی و اقرب تحقیق ہے و اللہ اعلم  
 لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ - بل الامر شديد فاصبر یعنی تیرا کچھ اختیار نہیں بلکہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو تو صبر کر - أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ  
 اور بخشنے الے ان - اسی الے ان توبہ طلبیم بالاسلام - یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی توبہ قبول کرے باہن طور کہ اسلام دیر سے - أَوْ يُعَذِّبَهُمْ  
 فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ - بالکفر - یا انکو عذاب دے کیونکہ وہ ظلم کرتے ہیں بسبب کفر کرنے کے و لیس از فعال ناقصہ در لک اکی خبر مقصود  
 اور شیء اسم موصوفہ اور من الامر حال از اسم ہو اور امر کے معنی حکم کے بیان کیے گئے ہیں یعنی حکم تیرا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے - پھر جو معنی مفسر نے  
 ذکر کیے ہیں اکثر مفسرین نے بیان کیے ہیں اور شیء اس میں کثیر نے محمد بن اسحاق سے ایک وجہ دیگر نقل کی کہ لیس لك من الامر شي جمله مترشحہ ہے  
 اور قولہ او توب طلبیم غلط ہے اور کتبہم پر اور حال یہ کہ لفظ طرنا من الذين كفروا و کتبہم او توب طلبیم و لیسیم - ان چاروں جملوں سے آنکے  
 حال کا استیفاء کیا اور پوشیدہ نہیں کہ اس میں بعد ہر اگرچہ شیء اس میں کثیر و بضاوی نے اس طرف سیلان فرمایا ہے فقال - وَ لِلَّهِ مَا

بعض روایات میں ہے کہ سبب نزول اس میں ہے جو مفسر نے ذکر کیا اور قبل نزول کے آپ ایسا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور اس سے ہرگز نزول اسکا شاید مکر واقع ہو اور یہی اوفی و اقرب تحقیق ہے و اللہ اعلم

فی السموات و صافی الارض - ملک و علقا و عبیدا - یعنی ہر طرح سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہوا ازراہ ملک و ازراہ خلق اور بندے  
 ہونے کے - یغفر مہین تیشاء - المغفرة لہ - اللہ تعالیٰ مغفرت فرماتا ہے جس کے لیے مغفرت منظور ہو - و یجذب من یشاء  
 العذیبہ - اور عذاب فرماتا ہے جس کے اوپر عذاب منظور ہو - و اللہ غفور - لا ولیا - سر حیکہ - باہل طاعت یعنی اللہ تعالیٰ اپنے  
 اولیاء مومنین کے واسطے غفور ہے اور اپنے بندگی کرنے والوں کے واسطے رحیم ہے ہر فانی العزاس قولہ تعالیٰ لیس کان من الامم شیء علیہ سلام  
 نے چاہا کہ تجزین و کافرین جو ایسی باتیں ترک و کفر کی کہتے ہیں جو لائن جلال الہی عزوجل نہیں ہیں ان سے ساحت کبر بانی پاک ہو اور یہ  
 چاہنا حضرت رب العزیز عزوجل کے جمال پاک پر غیرت کھا کر کھا اور جسکو شدت محبت چھا جاتی ہے اسکو یہ لحاظ نہیں بھی رہتا ہے کہ امر قدم ایسے لوگوں کے حق میں  
 جو مستور و حجاب میں نجیب ہیں امتحان کے پردوں کے ساتھ کیونکر جاری ہوا ہے لہذا حق عزوجل نے ایک لطف کے ساتھ عتاب فرمایا کہ ان لوگوں کو مان ہو  
 تو نے میری سابق عنایت کو مشاہدہ نہیں کیا کہ ان لوگوں کے حق میں کس کیفیت سے جاری ہوئی ہے تو دیوان ازل میں غور سے نظر کر یہ لوگ تو تیرے وسیلہ  
 سے میرے خد متکذرا بندے ہیں اگر تو اس غیرت سے منہ پھیر کر امر شیت کی طرف توجہ کرے تو ہر بدو عا کرنے سے بے پروا ہو گا اس فعل کی تصدیق  
 آگے موجود ہے کہ فرمایا او تیوب علیہم او یغیبہم - مقرر جم کہتا ہے کہ جو وہ متعدد روایت ہے کہ حضرت صلعم نے احد کے روز فرمایا تھا کہ قریش لوگ  
 ایام نانت میں بعد چند روز کے تو دیکھنے گا کہ اسے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان بازیان ہوگی انکے مقابلہ میں تو اپنے حال کو حقیر جانے گا اور واقع  
 ایسا ہی ہے کہ جہاد شام و راکہ مغربین اُسے وہ وہ امور سرزد ہوئے کہ بیان سے یا ہر بہن اس سے معلوم ہوا کہ ایک طلوع مہی پھر کھجی انکے فی الحال  
 کے کفر پر غیرت کھا کر بدو عا فرمائی فاقوم و اللہ اعلم شیخ نے کہا کہ پھر واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے بیان اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے وہ  
 سکھلائے ایک بیکہ آنحضرت صلعم عرش سے شری تک صاحب کرم و رحمت میں چنانچہ آنحضرت صلعم کو کمال رحمت سے موصوف فرمایا بقولہ و ما رسلناک  
 الا رحمة للعالمین - یعنی تو جس حال پر پہنچی امت پر رحم کر اور اپنے بدو عا فرما - دوم یہ کہ آنحضرت صلعم کو اپنے خلق خاص سے خلعت پہنائی کیونکہ او  
 تعالیٰ عزوجل کی خلق و صفت سے یہ ہے کہ سب پر رحمت فرماتا ہے اور آنحضرت صلعم کو طریقیہ بنیاد و مرتب سابق سے آگاہ فرمایا اور انہیں سے مخصوص ہے  
 و عیسیٰ علیہا السلام کو لیا چنانچہ فرمایا کہ اسے کہا من تعنی فانه منی و من عصانی فانک غفور رحیم - اور عیسیٰ نے کہا ان تعذیبہم فانہم عبادک

وان تغفر لهم فانک انت العزیز الحکیم  
 یا ایہا الذی ایمنوا کلا الیرا بوا اصغافا مضغفة و اتقوا اللہ لعلکم تفلحون

اور ایمان والو مت کھا و سود و ونے پر دونا اور ڈرو اللہ سے شاید تمھارا مطلب ہو  
 و اتقوا الناس الی اعدائکم لیکفرنن و اطیعوا اللہ و الرسول لعلکم ترحمون

اور یہ ہے جو تمھاری ہوتی کافروں کے لیے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا شاید پھر رحم ہو  
 و سائرہم الی مغفرہ من یرتکم و حبتہ عرضھا السموات و الارض اعدائکم للمتقین

اور دوزخ و جہنم کی اور جنت پر جس کا پھیلا ہے آسمان و زمین تیار ہوئی ہے ہر چیز کا رکن کے لیے  
 الی کت یتفقون فی السموات و الارض و الکاظمین الغیظ و العافین عن الناس ط

اور وہاں ہے آسمانی میں اور کالیف میں اور دباتے ہیں غصہ اور صاف کرتے ہیں لوگوں کو  
 و اللہ محبت الحسنین  
 اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اوصاف کرنے والوں کو

اَضْعَافًا ضِعْفًا - بالف و دونها بان تزیید و اقی المال عند ظول الابل تو خوف و الخسب یعنی اکثری قراته مضاعفہ بالغا از باب  
 مضاعفہ جو اور تافخ و ابن عامر و یقرب کی قراته بدون الف از باب تفعیل جو اور معنی یہ کہ مدت کھا و سو و سہا و سہا و سہا یا تیار کراد کرنے کی  
 سیوا دآنے پر مال میں بڑھا دو اور مطالبہ میں مہلت و تاخیر و بدو - جاننا چاہیے کہ بعض نے کہا کہ کلام مضاعفہ یعنی تکرار کے واسطے تکرار  
 اور بعض نے کہا کہ قصداً حد کے درمیان کلام مضاعفہ ہے - پھر مضاعفہ کی قیاساً وسطے میں کہ سو دکر یا تیس تیس کے ساتھ کہ مضاعفہ ہوتے ہر نام ہر  
 ورنہ نہیں کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ سو و مطلقاً حرام ہے پس یہ قید بیان الی عرب کی عادت کے موافق ہے کہ وہ ایک تکرار کے واسطے تکرار تین تین اور چھ  
 مقرر کرنے پر مبیحا دآنے پر اگر قرضہ یا دانیہ کرنا تو باہمی رضامندی سے کہ سقیدال اصل میں بڑھا کر پیر میا و مقرر کر دینے یا تکرار کہ قرضہ یا دانیہ  
 اصل سے کسی گونہ مال آخر کو لیتا اور بعض نے کہا کہ ضراف جمع ضریف کی ہے جو نکتہ جمع قلت ہے اور مراد اکثر ہے جو لفظ مضاعفہ کی تفسیر ہے - و لفظ  
 اللہ تکرار یعنی سو و خوری چھوڑنے کے ساتھ تقویٰ کہ مراد ہر قسم کے نزدیک ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ کر دہر بار میں از انجا یہ بھی ہے کہ  
 فرمایا - لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ - تقویوں - قوز و سعادت دارین حال کرو یہ اور پورے تقویٰ پر حال ہو گا اور تقویٰ لہے کہ سو و خوری کہ یہ  
 گناہ ہے اور اسکو حل جانتا کفر ہے اور آگے فرمایا - وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا النِّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ - ان لوگوں نے جو اللہ تعالیٰ سے پوچھتی  
 بچوس بات سے کہ دوزخ سے عذاب کیے جاؤ اور ابن عباس نے فرمایا کہ آئینہ اللہ تعالیٰ کو تکرار ہے کہ یہ اور پورے تقویٰ پر حال ہے کہ یہ  
 کی عقوبت رکھی سکے مرکب بنوں اور عمارت میں ہا کما یوحینفہ فرماتے کہ بڑی خوفناک آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تکرار کی عیب کی  
 کافروں کے واسطے نہیں بلکہ بشرطیکہ تقویٰ نہ کریں اور حرام سے جناب نہ کریں اور تیز را کہین کما کہ آئینہ قزوقہ کار ہے جو کہتے ہیں کہ ایمان کے لیے  
 کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور ہمارے نزدیک کافروں کے سوا سے گناہ کا یوں دوزخ میں جہانگاہا مگر اکثر اسکو جنت میں بھی لے کر گئے گناہ پر غیبی اللہ تعالیٰ  
 وغیرہ سے جو لوگ نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ مرجعہ مذہب تھے یہ سب بتان ہے - و اطیب صواب اللہ تعالیٰ کے واسطے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے  
 کی فخر محمد بن سحاق نے کہا کہ میں ان لوگوں کو مشابہت جنہوں نے ہر کے روز حکم حضرت صلعم کی فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تکرار کی عیب کی  
 بامید رحمت الی عزوجل - کذا قیل - سو دکر رکھو - اور جلدی کرو اکثری قراته و اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تکرار کی عیب کی  
 قراته بدون و اولہ متعلقہ ہے - اور عطار بن ابی رباح نے مسلمانوں کی کہ مسلمانوں نے ہر قسم کے گناہ کا بار اول اللہ تعالیٰ سے اسکی تکرار  
 نسبت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑگتھے کہ جب نہیں کوئی گناہ کرتا تو صبح کو اسکے دروازہ پر گناہ لکھا ہوتا کہ گناہ کا کٹ کاٹ کر لے کر کہہ کر پیا  
 ہی صلی اللہ علیہ وسلم قاسم ہے پس یہ آیت تبری و سارہ الی منفرۃ من ذم الایۃ - اخر جہادین تیسری صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ کی تکرار  
 ہے کہ اللہ عزوجل نے ہمارے واسطے نیک کام ایسے مقرر فرمائے ہیں جو تو اس کے ساتھ کفارہ گناہ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان گناہوں کو تکرار کرنے کی  
 یہ نیکیاں دور کرتی ہیں گناہوں کو - الی منفرۃ من ذم الایۃ - ابی جہادین تیسری صلی اللہ علیہ وسلم کے گناہ کی تکرار  
 کی طرف و از علی کم اللہ و جواد سے فرانس کی طرف و از انس و سعید بن جبیر نماز جماعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تکرار کرنے کی عیب کی  
 فرمایا اور ظاہر ہے یہ ہیں کہ ایسی چیز کی طرف دوڑو جو موجب مغفرت ہے پس یہ سب اسرا کے لیے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تکرار کرنے کی عیب کی  
 و حقیقہ - یعنی سارہ والے جنت پہلے گناہوں سے پاک کرنے کو مغفرت کی طرف دوڑا یا پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تکرار کرنے کی عیب کی  
 طرف راہ دی - یعنی صلی اللہ علیہ وسلم و اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو تکرار کرنے کی عیب کی  
 جس کا پھیلاؤ آسمان زمین پر اتنا بڑھ چلاؤ ان دونوں کہہ کر اگر ایک دور سے دیکھو تو ان دونوں کو تکرار کرنے کی عیب کی

سے مروی ہے اور کاف سے اشارہ ہے کہ کثرت منظر سے پہنچنے کی اتنی ہی وسعت تحقیقاً ہے اور عرض بچنے سے توسعاً لیا اور طول کا مقابل نہیں لیا اور  
ابن کثیر نے بھی تفسیر میں بعض احادیث سے مدور ہونا جنت کا استنباط کر کے لکھا ہے اور بعض نے عرض مقابل طول لیا اور کہا کہ عرض  
جب اس قدر ہے تو طول کا کیا ٹھکانا ہے کہ کما قال الزہری اور حق یہ کہ یہ بھی مخلوق کے علم کی موافق تصویر ہے تحقیقی حاضری کی بیان نہیں ہے اور حضرت  
اس سے پوچھا کہ جنت آسمان میں ہو یا زمین میں فرمایا کہ کون آسمان و کون زمین ہے جس میں جنت سماوی ہے وہ آسمانوں سے اوپر ہے عرش ہے اور جنت  
سے روایت ہے کہ صابہ ثعلبہ کو آسمانوں کے اوپر اور دوزخ کو زمینوں کے نیچے جانتے تھے۔ اور ابن جریر و ہذا احمد نے مرفوعاً روایت کیا کہ  
ہر قل نے سوال کیا کہ آپ جب مجھے اسی جنت کی طرف بلاتے ہیں جبکہ عرض آسمان و زمین ہے تو دوزخ کہاں ہے آپ نے جواب دیا کہ آسمان اور جنت اتنی  
تو دن کہاں ہے۔ اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے عمر و ابن عباس سے یہود کے جواب میں روایت کیا تو یہود بولے کہ جو اب ہماری توریت سے لیا گیا ہے وہ  
ابھکا عناد تھا اور معنی یہ ہیں کہ جہاں اللہ جا رہا ہے وہاں رکھتا ہے تب سے کا علم اسکی خلقت کو کہ ان کا وہی ہے کیا اسکی خلقت میں سے نہیں ہے  
سے آنحضرت صلعم نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ملک کو عوام اپنے وہم سے احاطہ کر لیا۔ اَعْدَاءُ الْمُشْرِكِينَ۔ اللہ  
بعل الطاعات و ترک المعاصی۔ یعنی مہیا کی ہوئی ہے ایسے بندوں کے واسطے جو تقویٰ کرتے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداریاں کر کے اور نافرمانیاں نہ کر  
ہیں میں دلیل ہے کہ جنت بھی پیدا کی ہوئی موجود ہے جیسے دوزخ اور اس میں تعزل کا وہی جو اسکے خلاف کہتے ہیں اور یہ فرقہ کا مرتکب رہے جو جنت دوزخ کے  
مائل نہیں ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ملک الدار الآخرة فجعلها للذین لا یریدون علوانی الاصل الا یہ۔ یعنی انہم شاربہ کے ساتھ جو حاضر موجود کے  
واسطے ہے پس اگر یہ لوگ اس سے منکر ہیں تو کافر ہیں اور تاویل وہ مقبول ہے جو سی دلیل سے ہو اور انکو انکار کی کوئی دلیل نہیں کیونکہ جنت وغیرہ کی اصلاح  
جبردی ہے وہ سب خدا کی قدرت میں ہے جسے مخلوق چاہے پیدا کرے۔ الذین ینفقون۔ فی طاعة اللہ یعنی جن میں خرچ کرنے والوں کی  
تعریف کی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طاعت میں خرچ کرتے ہیں اور طاعت میں تمام ان وجہوں پر خرچ کرنا داخل ہے جس پر شرع میں ثواب کی نیت سے  
ثواب کا وعدہ ہے حتیٰ کہ اپنی و اپنی اولاد و عیال پر نیت ثواب خرچ کرنا اور نان و نفقہ و نیا بھی داخل ہے اگرچہ صدقہ و خیرات کا ثواب زیادہ ہو۔ اگر کہا جائے  
کہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال۔ اسکا مال کچھ نہیں مگر یہ کہ جو کھا کر فنا کر دیا اور جو ہنگامہ لگایا یا آخر خرچ تو جواب یہ  
یہ ہے کہ مقصود حدیث سے مال کا رآمد ہونے کا بیان ہے وہ ان وجہوں سے حاصل ہوتا ہے ان میں تو بعض ہے کہ اولیٰ مرتبہ حاجت و کفایت سے  
زائد اٹھانے سے بہتر تھا کہ خیرات کیا جاوے کہ اولیٰ مرتبہ حاجت پر کھانے پینے میں جو سوجہ سے ثواب ہے وہی اوسط علیٰ مرتبہ حاجت تک ہر طرف سے  
نیچے ثواب ہے بگا نکلات صدقہ کے کہ میں زیادہ ثواب ہے۔ فی اللسیر اعوان و الصبر اعوان۔ ای اللسیر العسر یعنی راہی میں خرچ کرنے میں حالت فرخ دستی  
میں اور تنگ دستی میں پس سزا کی تفسیر ہے اور ضروری عسر سے کی ہے اور حال اسکا سخاوت ہے پس ظاہر ہوا کہ وہ عودہ صفت سخاوت کہتے ہیں جسکی ترویج و نقل  
کے ذمت کی احادیث صحیح میں وارد ہے۔ و الکافیین الغیظ۔ الکافیین عن امضاء مع القدرة کہنا تشدید فایضے رکنا وہاں یعنی  
غیظ و غضب شدید کو باوجود قدرت کے روان کرنے سے روکنے والے ہیں۔ کیونکہ تعریف یہی ہے کہ قابو کے ساتھ ترک کرے ورنہ جو غصہ تار نہیں کھتا  
وہ تو خواہ مخواہ بی جا بیگناہ نفس کے مالک ہونے اور کمال علم کا بیان ہے۔ اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ ہر دست  
وہ نہیں جو دوسروں کو چھوڑے بلکہ وہ ہے جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو وادہ البخاری و سلم۔ اور انس بن عبد بنی سے روایت ہے کہ رسول اللہ  
صلعم نے فرمایا کہ جسے غصہ پی لیا حالانکہ وہ اپنا غصہ انار نے پر قابو رکھتا ہے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسکو جمع خلافات کے رجوع و کافرتیاد لگا  
کہ جو ان ہستی سے جسکو چاہے پسند کرے رواہ الترمذی و ابو داؤد و اور یہ کمال رضا مندی کا بیان ہے و العافیین عن الناس

یعنی چار آیت  
تک بیرون  
مہات کے  
اعلیٰ و جنتک  
رواھا اگر  
سے پیار  
آئے اٹھانے  
تلفیق عیال  
کا ثواب بہا  
آگروہ دور آئے  
اولیٰ و دیگر  
اوٹھانا اور  
دو مرتبہ خیرات  
کے ساتھ لفظ  
انہ صوفی  
دو دن ثواب  
حاصل ہوتا  
تا نام

من ظلمهم ای التارکین عقوبتہم عقو کرتے والے لوگوں کو یعنی ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے ظلم کیا ہو اور حاصل یہ کہ انکو سزا دینے سے بچوڑنے والے اور حاصل یہ کہ کسی نے اپنے ایسا ظلم کیا کہ شرع کے حکم سے اس پر مواخذہ عائد ہو پس انہوں نے اپنے عفو کی صفت سے اسکو معاف کر دیا بدلائین لیا خواہ بڑا کرنے والا کوئی ہو انکا مملوک ہو یا تہو۔ اور یہ عفو ایک احسان ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ جو تجھے سیل کو توڑ دے تو اس سے مل اور جو ظلم کرے یعنی یہی بات کرے جو نہ کرنی چاہیے تھی تو اسکو معاف کر دے اور جو تجھے بڑائی کرے تو اس سے بھلائی کر۔ **وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ**۔ ہذہ الافعال ای شیبم۔ اور اللہ دوست رکھتا ہے محسنین کو جو ان افعال کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں اور دوست رکھتا ہے کہ ان کو ثواب حاصل دینگا۔ پس محسنین کا الف لام عہد کا ٹھہرا کہ اس سے یہی مذکورین مراد ہیں اور بعض نے کہا کہ جنس کا بھی ہو سکتا ہے کہ جنس احسان جس سے صادر ہو سکتا ہے دوست رکھتا ہے اور شاید کہ محسنین سے وہ لوگ مراد ہوں جو اسلام و ایمان سے اعلیٰ مرتبہ احسان پر فائز ہوں واللہ اعلم۔ اور جانتا چاہیے کہ جبکہ حدیث حضرت حمزہؓ و شہید ہوسے کا فزون نے انکے بند بند کاٹے کی صورت بگاڑ دی حضرت صلعم نے غمناک ہو کر فرمایا کہ میں قابو پاؤنگا تو نہیں سے ستر کو مثلہ کرونگا۔ ان آیات میں عفو و رحمان سے تسکین دینا نکلتا ہے و شیخ نے عباسؓ البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ **وَ اللّٰهُ اِنَّا لَنُتَّقِیْ عَدُوَّ لَکَافِرِیْنَ**۔ اس آیت کریمہ میں عجیب لطیف اشارہ ہے اور وہ ظاہر بیان ہے کہ دوزخ کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے واسطے مہینا فرمایا ہے اور انکے واسطے مخلوق نہیں کیا کیونکہ عدت لکافرین فرمایا پس جب کافروں کے واسطے ہوتی تو مومنوں کے واسطے مخلوق ہوتی لیکن مومنوں کو اس سے رجز و نصیحت کے طور پر خون دلایا جیسے مہربان باپ اپنے فرزند کو تلوار و شیر سے ڈراتا ہے اگرچہ اسکو تلوار سے نہیں مارے گا اور نہ شیر کے آگے ڈالے گا پس باقی رہا یہ امر کہ یہ آیت اپنے تھے مومن بندوں پر تعلق و شفقت ہے اور اس سے زیادہ عجیب یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو دوزخ سے ڈرایا حالانکہ دوزخ دوسروں کے واسطے مخلوق ہے اور مقصود تہلی قہر کی عظمت دوزخ سے ہے اور دوزخ کی عظمت اسکی عظمت کی تہلی سے ہے یعنی دوزخ کے معاملہ میں تم مجھے تقویٰ کرو کیونکہ میں آگ کو جلاتا اور اپنے سے اسکو عذاب دیتا ہوں اور میں الجحیم کے مقام کا بھیہد شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ عوم کے حق میں آگ میں ڈالنے کا حکم دیا کیونکہ اس سے ڈرتے ہیں اور اسی خوف سے معاصی ترک کرتے ہیں اور خاص بندوں کو اپنے سے تقویٰ کا حکم کیا اور فرمایا کہ میرے ہی طرف دیکھو کسی غیر کی طرف نظر نہ کرو چنانچہ فرمایا **وَ اتَّقُوْنَ یَا اُولِی الْاَلْبَابِ**۔ یعنی ای خاص بندو۔ قولہ تعالیٰ **اَوْ سَارِعُوْا لِمَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اَلَا تَتَّقُوْنَ**۔ حق عزوجل اپنے مخلوق کے حال کو جانتا ہے کہ جس طرح اسے پیدا فرمایا ہے اور وہ اپنے نفس کی خواہشوں کی طرف جھکتے ہیں پس دو علتوں سے اپنی فراموشی کی طرف انکو بلا یا ایک مغفرت و دوم جنبت اور خاص بندوں کو بدون علت کے اپنی ذات پاک کی طرف بلا یا چنانچہ فرمایا **فَقُوْا لِلّٰہِ اَلَا تَتَّقُوْنَ**۔ پھر آگاہ فرمایا کہ سب کے سب عوام ہوں یا خواہ ہوں اور اک امتحان میں مجرم ہیں اور ایہ کریمہ سے سبھوں کا مجرم ہونا ثابت فرمایا پس واسطے کہ خواہ اگرچہ توبہ سے معصوم ہیں پر یہ انکا گناہ کیسا ہے کہ قدر حق عزوجل سے آگاہ نہیں یعنی اسکی قدر کمال کو نہیں پہچانتے ہیں جیسا کہ آنحضرت علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر ملا کہ کو عذاب کرے تو بجا ہے۔ عرض کیا گیا کہ وہ تو معصوم ہیں فرمایا کہ حق عزوجل کو کتر پہچانتے ہیں۔ پس واسطے بندوں کو علی العموم مغفرت کی طرف بلا یا۔ **قَالَ الْمُرَجِّمُ شِیْخٌ کِی رَادَ قَدْرَ حَقِّ عَزَّوَجَلَّ** سے وہ قدر ہے جو اسکی عظمت و جلالت پاک کے ساتھ ہے اور یہ ممکن نہیں کسی کو سیر آوے ہو اسلئے کہ بندہ کیسا ہی خاص ہو ذات باری تعالیٰ کو اور ان نہیں کر سکتا یعنی محیط نہیں ہو سکتا۔ **وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَلْاَنْفُسَ ذُکُرُوا** **وَ اللّٰهُ فَاَسْتَغْفِرُوْا**

اور وہ لوگ جو کر بیہین کچھ کھلا گناہ یا بڑا کریں اپنے حق میں توبہ کریں اللہ کو سو بخشش مانگیں  
 لَذُوْیْہُمْ مِّنْ لِّغْظِ الذُّنُوْبِ اَلَا اللّٰهُ فَتَوَلَّوْا عَلَیْہِمْ اَوْھَمُوْہُمْ  
 اسے غمنا ہوں کی اور کون بڑا گناہ بخشنا سوائے اللہ کے اور نہ اور کسے رہیں اپنے لیے ہر جانتے

يَعْلَمُونَ ۝ اُولَٰئِكَ جَزَاءُ مَا كَفَرُوا فَاَنْتُمْ مَعَهُمْ مُّغْفِرُونَ ۝ فَمَنْ شَرِهْمُ وَجَدْتُمْ مَعَهُمْ مِّنْ مَّوَدَّةٍ

یوں جانتے ہیں کہ ان کی جزا ہے ان کے ساتھ جو کفر کیا اور تم ان کے ساتھ ہیں ان کے ساتھ جو مودت ہے

تَحِيَّتُهُمْ اُولَٰئِكَ جَزَاءُ مَا كَفَرُوا فَاَنْتُمْ مَعَهُمْ مُّغْفِرُونَ ۝

تہنیت ان کے ساتھ ان کی جزا ہے ان کے ساتھ جو کفر کیا اور تم ان کے ساتھ ہیں ان کے ساتھ جو مودت ہے

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً - ذہبا قیما کا لڑنا۔ یعنی فاحشہ صفت مخدوفہ ہر ای فعلتہ فاحشہ اور یہ ہر مرتبہ کہ ہر بصیرت پر بولا جاتا ہے مگر لغزینہ بالوجہ بیان گناہہ قبیح مانند زنا وغیرہ کے مراد ہے اور کہا گیا کہ اکثر استعمال ان کا زمانہ ہر واری و ہر جو مفسر نے ذکر کیا کیونکہ موافق اصل ہر اس لیے کہ اصل میں فحش بمعنی قبیح و خروج از حد ہے یعنی ایسے بندے جنہوں نے فعل فاحشہ کیا جیسے زنا اور ظلموا انفسہم۔ ہا و نہ کا لقبہ یا اپنی جان پر ظلم کیا ف مانند اسکے کہ عینی عورت کا بوسہ لیا جو زنا سے کم ہے۔ اور بعض نے کہا کہ فاحشہ کبیرہ گناہ اور ظلم نفس صغیرہ گناہ ہے (یہ بھی اسی کے مساوی ہے) اور بعضیوں نے کہا کہ شاید فاحشہ وہ گناہ جو متعدی ہو یعنی دوسرے کو بھی اس کا ضرر پہنچے جیسے کھلم کھلا شراب پینا اور ظلم نفس جو ایسا نہ ہو۔ ذکر اللہ۔ اسی عیدہ۔ تو یاد کیا اللہ کو و تعالیٰ یعنی وعید الہی کو یعنی اللہ تعالیٰ نے جو اس فعل پر سزا کا حکم فرمایا ہے وہ یاد کیا۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے تھے یاد کیا اور اسکی موبدہ جو صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد نے گناہ کیا پھر ہوشیار ہو کر عرض کر کے گناہ کی پرگاہ میرے میں نے گناہ کیا سو تو اسکو بخش دے پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر جاننا کہ اسکا ایک پروردگار ہے جو گناہ کو بخشتی ہے اور اس پر مواخذہ بھی کرتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کا گناہ بخش دیا پھر اسے دوسرے گناہ کیا پھر اسے ایسا ہی کہا اور اللہ عزوجل نے ایسا ہی فرمایا اسی طرح جو صحیحی بار حدیث میں مذکور ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنے بندے کو بخشا کرے وہ جو چاہے رواہ احمد ایضاً اور ظاہر حدیث میں ہے کہ کسی خاص بندے کا حال ہے اور امام احمد نے روایت کی کہ ابو ہریرہ نے فرمایا کہ ہم لوگوں نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ بار رسول اللہ صلعم جب ہم لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو ہمارے دل قریب ہو جاتے ہیں اور ہم آخرت کے لوگوں میں سے ہو جاتے ہیں پھر جب آپ سے الگ ہوئے تو دنیا اپنی خوبی چکو دکھاتی ہے اور ہم عورتوں و اولاد کی خوشبو سونگتے ہیں تو ہمارے دل غافل ہو جاتے ہیں فرمایا کہ اگر تم ہر وقت اسی حال پر رہتے جیسے میرے پاس ہوتے ہو تو ملائکہ اپنے ہاتھوں تم سے مصافحہ کرتے اور تمہارے گھر میں تمہاری زیارت کو آتے اور جان لو کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو ضرور اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتے تاکہ انکو بخشے الحدیث (رواہ الترمذی و ابن ماجہ وغیرہم) غرض کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کا ذکر فرمایا کہ جب ان سے کوئی گناہ فاحشہ سرزد ہوا یا ظلم نفس صادر ہوا تو اللہ تعالیٰ کو یاد کیا۔ فاستغفروا لذنوبکم یہی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی و تعالیٰ کا دستور ہے کہ فوراً ہوشیار ہوتے ہی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگتے ہیں اور حضرت علی کریم اللہ و جہ نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو بندہ کوئی گناہ کرے پھر وضو کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنے کو ضرور اللہ تعالیٰ کو بخشتی ہے رواہ احمد و الترمذی و ابی السنن و ابن حبان و البزار و الدارقطنی قال بن کثیر و ہر حدیث حسن جدا۔ مومن۔ اسی لاجد تغفیر الذنوب

اللہ۔ اور کون ہر ای کوئی کہیں ہے جو بخشتے گناہوں کو سوائے اللہ کے۔ یہ جملہ معترضہ ترغیب توبہ کے واسطے ہے مع بیان اس امر کے کہ مغفرت گناہ فقط جناب باری عزوجل ہی سے مخصوص ہے اس واسطے کہ من تصفین استفہام انکاری ہے اسی سے مفسر نے لاجد سے تفسیر کی و ذکرہ تحت میں نغمے تمام

مستغرق ہوتا ہے اسی سے مترجم نے ترجمہ کیا کہ کوئی نہیں ہے اور عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم میں کوئی نہیں کہ جو پورا  
دھنوکے پھر کے کہ شہدان لا آلا اللہ وحدہ لا شریک لہ وہ شہدان محمد عبیدہ ورسولہ سکر آنکاسکے واسطے جنت کے لشکریں دروازے کھولے جلوئیگی  
حسن دروازے سے چاہے جاوے (رواہ مسلم) اور عثمان بن عفان نے حضرت صلعم کا سا وضو کر کے لوگوں سے کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا کہ جو ایسا  
وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے جنہیں اپنے نفس سے باتیں نہ کرنے تو اس کے اگلے گناہ معاف ہونگے (رواہ البخاری و مسلم) و کچھ لکھو کہ آید یوم علی کا  
فعلوا۔ بل قلو اعنہ وھم یعلمون۔ ان الذی التوہ معصیۃ۔ یعنی انھوں نے ہتھیار کیا یہی سمجھو کہ اللہ تعالیٰ ہی گناہ بخشے دلا  
ہے) اور منجھے رہے اس فعل پر جو کیا (بلکہ اس سے الگ ہو گئے) یا یقین کر کے کہ جو انھوں نے کیا وہ برائی نافرمانی کا تقاضا جان کہ اللہ تعالیٰ  
نے جو ثواب جمیل آگے فرمایا وہ ایسے استغفار پر گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے فقرت مالی اور بخل پر صبر نہ کیا یعنی نیت رکھی کہ پھر اس کو دیکھا  
ورنہ توبہ نہ تھی کیونکہ زبان پر توبہ اور لہجہ میں گناہ کا ترا بھرا ہوا ہو توبہ کے معنی تو اس سے بالکل ٹھو پھر کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا۔ پھر یہ صبر نہ کرنا  
اور گناہ سے بالکل الگ ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے یہ جانکر ہو کہ فعل بدتر نافرمانی تھا اور یقین کہ مستار وہ ہے پس ہاتھ نہ مارا جھوڑی بلکہ  
مرد خدا و خاصان حق دہی میں جو سب کچھ چھوڑتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے گناہ چھوڑتے ہیں وہ شیطان کے بندے میں بنتے ہیں اگرچہ  
مبقتضایے بشریت دوبارہ دوبارہ بلکہ اتنا ہی تقدیر سے دن میں شکر بارائے گناہ سرزد ہو کر جب سرزد ہوا فوراً سزا ہوے اور گڑ گڑا کر مغفرت آگے اور  
اصول یہ ہے کہ سیدار ہو کر برابر گناہ کا مرتکب رہے گو یا کچھ باگنہیں ہو۔ اس واسطے کہ یہ گناہ برادر کرنا کفر ہے۔ اور ابو سعید نے نبی صلعم سے روایت کی کہ  
آپ نے فرمایا کہ شیطان نے جنانیعا ہی میں کہا کہ او پروردگار تیری عزت کا قسم ہے کہ میں برابر آدم کی اولاد کو غلبہ کرونگا جب تک انکی روئیں انکی حسین میں  
رہیں گی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں برابر انکو کشتار ہونگا جب تک وہ مجھے بخش مانتے جاؤں گے (رواہ احمد) اور حضرت  
ابوبکر الصدیق سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسے گناہ پر استغفار کر لیا اسے صبر نہیں کیا اگرچہ میں تیرا پس سے سرزد ہوا (رواہ  
ابو یعلیٰ و الترمذی و ابو داؤد و ابوزر و قال ابن کثیر فی حدیث حسن) اور حدیث عبد اللہ بن عمرو میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا غزالی ہر ان لوگوں کی جو نبی  
بد کرداری پر اصرار کرتے ہیں حالانکہ جانتے ہیں (رواہ احمد) پھر فقہ آری کریم سے ہے کہ آدمی سے گناہ لپیٹ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کو استغفار نہیں ہے اور  
اصرار کرنا خود بڑا گناہ ہے اور توبہ خود بہت اچھی عبادت ہے اور شیطان ہمیشہ طرح طرح کے کدو فریب سے بہکا تا جو تانتا البنانی جو بزرگ تاجی میں کہتے ہیں  
کہ مجھے یہ خبر پہنچی کہ جب یہ آیت اتری تو شیطان خوب رویا اور عطا بن خازن نے کہا مجھے خبر پہنچی کہ جب یہ آیت اتری تو انیس نے اپنے لشکر کو کجا اور  
روی چلا یا پس اسکے لشکر نے کہا کہ کیا ہے بولا کہ کتاب اللہ تعالیٰ میں ایک آیت اتری کہ اسکے بعد کسی آدمی کو کوئی گناہ نہ رہے گا پھر اسے بیان کیا  
تب وہ بولے کہ ہم اب آدم کی اولاد کے واسطے ہوا ہوس کے دروازے کھول دینگے کہ توبہ ہی نہ کرینگے اور مغفرت ہی نہ مانینگے اور یہی بات ہے کہ کہہ رہے ہیں  
چال چلتے ہیں۔ مترجم کہتا ہے کہ حق عزوجل نے اپنے کرم سے سب سمجھا دیا اور فرمایا۔ و توہوا الی اللہ جمیعاً ایہا المؤمنین لعلکم تفلحون۔ لہذا کہ اللہ تعالیٰ  
سے سب کے سب ای ایمان والو اللہ تم فلاح پانگے پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک بندوں کو بیکرنے والوں فرمایا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یا اولاد اللہ  
جزاؤھم معقرۃ من ربھم و جنتاً عظیمی من شجر ہا الکاھلہم خالداً فیہن فیہن ایسے بندوں کے  
واسطے بد لایہ کہ انکے رب عزوجل کی طرف سے انکے لیے مغفرت ہے اور باغات جنت میں جنکے نیچے بہنیں جاری ہیں در حالیکہ انہیں ہمیشہ رہنے کے واجب سے  
داخل ہوں یعنی انکے واسطے مقدر ہے کہ بد داخل ہونے کے ہمیشہ رہیں۔ و لعلکم اجرکم اللہ اعلم انہن۔ بالذاتہ ہذا الاجزاہ علیہا اجر  
طاعت کے ساتھ عمل کرتے والوں کا یہ خبر کو رہی ہے یعنی یہ ثواب طاعت بہت ہے ہر طرف فی شارات اللہ ان الذین اذا فعلوا فاحشۃ شیخ ابو یوسف

بن خلد سے دریافت کیا گیا کہ ظلم کیا ہے تو فرمایا کہ نفس جو خواہش کرے اسکی خواہش کی پیروی کرنا یہی ظلم ہے مگر تم کہتا ہے کہ یہ چھ کلام ہے فقال سواد  
 شیخ محمد بن علی سے دریافت کیا گیا کہ قولہ تعالیٰ والذین اذا ضلوا فاحشہ کے معنی کیا ہیں تو کہا کہ اپنے افعال پر نظر رکھنا یہی فاحشہ ہے اور پھر قولہ اور  
 ظلموا انفسہم من کہا کہ اپنے اعمال پر اپنی نجات کا اعتقاد کرنا ظلم ہے۔ پھر قولہ ذکرنا اللذین کہنا یعنی انکو توفیق الہی پہنچی اور اللہ عزوجل کی طرف سے  
 انکو عصمت حاصل ہوئی۔ پھر قولہ فاستغفروا الذنوب ہم میں کہا کہ اپنے افعال و اقوال سے انھوں نے استغفار کیا۔ پھر قولہ من غیر الذنوب اللہ استغفرت  
 کہا کہ انھوں نے جان لیا کہ اللہ عزوجل کی طرف پہنچنا ممکن نہیں ہے مگر اسی کے فضل سے یعنی وہی چاہے تب رتبہ رضائیں پہنچ ہو سکتی ہے۔ اور  
 استاد نے فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر ایک کا فاحشہ اسکے حال و مقام کے موافق مختلف ہے اور ایسے ہی ہر ایک کا ظلم بھی اس طرح مستفاد ہے اور اس کا ہر  
 کے دل میں مخالف حکم خدا و رسول کا خطرہ آتا بھی ایسا بدتر ہے جیسے عوام سے اس مخالفت کا وقوع میں آتا۔ اور فرمایا کہ انہو افعال کا ظاہر ہو گیا  
 کے بعد اپنے اقوال احوال کو دیکھنا نور میں تاریکیاں ہیں۔ قولہ تعالیٰ اولئک جزاؤہم معقرا من رہیم و جنات تجری من تحتہا الانهار حالہ میں نہا اور  
 نعم اجر الیاطین۔ جو شخص امتحان کے ڈر سے اس طرح مگلا کہ جو عہد کیا ہے اسکو پورا کیا اور نفس و ہوا کی ہر خلقیوں سے اپنے آپکو پاک کیا اور پھر بھی اپنے  
 آپ میں تقصیر دیکھی اور شرمندہ رہا اور پورے صادق ہونے میں محفل رہا اور محبت و معرفت میں خلاص کا بزنا و کیا اور مخالفت کے تاوان میں اپنے  
 دل و جان کو قربان کیا اور نادم ہو کر استغفار کرتا رہا تو حق عزوجل اسکو اپنے مقام میں پہنچاتا ہے کہ اسکو اپنے شاہدہ عزت تک وصل تک پہنچاتا ہے  
 اور غیب کے خزانے اسپر کھول دیتا ہے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ

یہ بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت و نصیحت ڈروالوں کو تو دیکھو کہ کیا انجام کار ہوا چھٹلانے والوں کا  
 ہذا بیان للناس و ہدی و موعظہ لمتقین ۝ ولا تمہوا ولا تحزنوا وانتم

الاعلون ان کنتم مؤمنین ان تمسکتم فرح فقد مس القوم فرح قتلہ ط و  
 غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر تم نے زخم پایا تو اس قوم کو بھی زخم پہنچا چکا ہے اسکی مثل اور

نَدَا الْأَيُّمَ نَدَا الْوَالِدِينَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيُخَذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءُ

دن ہیں کہ گھاتے ہیں ہم انکو لوگوں میں اور اسواسطے کہ جانے اللہ جن کو ایمان ہے اور کہے بعضے تم میں سے شہید  
 وَاللَّهُ لَا يَجِبُ الظَّالِمِينَ ۚ وَلِيُخَيِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيُخَيِّصَ الْكُفْرِينَ

اور اللہ نہیں چاہتا ناحق والوں کو اور اسواسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والوں کو اور مشادے کافروں کو  
 جب جنگ احد میں مسلمانوں نے ہر پیمت اٹھائی تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۚ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْذِبِينَ

معنی طریقہ ہے اور مراد وہ وقت ہے میں جو اللہ تعالیٰ نے گذری امتوں میں حادث کیے اور معنی یہ کہ تم سے پہلے گلی امتوں کے کافروں و رسولوں  
 کے چھٹلانے والوں کے طریقے گذر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ایک وقت تک کافروں کو استدرجا چھوڑ رکھا اور مسلمان انکے ہاتھ سے ایذا  
 اٹھاتے رہے پھر ایک وقت پر کافروں کو کپڑا تو بالکل انکو جڑ سے مٹا دیا۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل نے اس اقو کو فرمایا کہ جیسا کہ مومنوں کو کافروں کے  
 ساتھ پیش آیا یہی طریقہ امتوں میں بھی ہوتا رہا ہے یہی تھا کہ مومنین ہی غالب ہتے ہوں اور کافرین ایذا دے سکتے ہوں ہاں انجام کار مومنوں کے



لیے بیڑا تھا اور کافرین جنھوں نے دنیا کے مال متاع و دولت کے لیے کفر کیا تھا اس بنا و عمارت کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب و مواخذہ آئی ہیں ہلاک ہو جاتے تھے یہ واسطے فرمایا۔ **فِي الْأَرْضِ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْفِرِينَ** الہی اللہ! اے اللہ! میں نے دنیا کے مال متاع و دولت کے لیے کفر کیا تھا اس بنا و عمارت کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب و مواخذہ آئی ہیں ہلاک ہو جاتے تھے یہ واسطے فرمایا۔

ایسا کہ اس سے پہلے فرمایا۔ **فِي الْأَرْضِ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْفِرِينَ** الہی اللہ! میں نے دنیا کے مال متاع و دولت کے لیے کفر کیا تھا اس بنا و عمارت کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب و مواخذہ آئی ہیں ہلاک ہو جاتے تھے یہ واسطے فرمایا۔

ایسا کہ اس سے پہلے فرمایا۔ **فِي الْأَرْضِ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْفِرِينَ** الہی اللہ! میں نے دنیا کے مال متاع و دولت کے لیے کفر کیا تھا اس بنا و عمارت کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب و مواخذہ آئی ہیں ہلاک ہو جاتے تھے یہ واسطے فرمایا۔

کو بیان آئی ہے جو قرآن میں مذکور ہے یقین سے حاصل ہے پس پھر نے ہے جو مقصود ہے یعنی عبرت۔ وہ حاصل ہو گئی بدون پھرے اور کافروں کو کچھ بھی نافع نہیں خواہ پھرین یا یہ پھرین واسطے آگے فرمایا۔ **هَذَا - الْقُرْآن - بَيَانٌ لِلنَّاسِ - كَلِمَةٌ - وَهَدًى - مِنَ الصَّلَاةِ - وَهُوَ عِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ -** منہم۔ یہ قرآن بیان ہے آدمیوں کے لیے اور سب آدمیوں کے لیے خواہ کافر ہوں یا مومن ہوں اور ہدایت ہے مگر ایسی سے اور عظمت ان لوگوں کے لیے ہے جو ان سے متقی ہیں و ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف قرار دیا اور یہی صحیح ابن کثیر وغیرہ اصحاب روایت و درایت نے کہا ہے یعنی یہ قرآن کھلا بیان اگلوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی عبرت و ہدایت کے لیے بیان فرمایا ہے مگر اس سے نصیحت نہیں کہو جو شرک سے بچے ہوئے مومن ہیں کہ انکو عبرت حاصل ہوئی ہے اور سعید بن جبیر نے فرمایا کہ آل عمران میں سے اول جو آواز دے تو لہذا بیان اللہ الایہی پھر تمہیں رخصت کرنازل ہوا۔ یہ روایت تفسیر مذکور کو مودودی اور حسن بصری سے صریح روایت ہے کہ قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہی صحیح ترین جو نہیں سمجھا اسے کہا کہ اس میں بعد سے حالانکہ یہ کلمہ ہم ہے۔ اور **بِضَاوَمِي** وغیرہ نے کہا کہ ہذا۔ یا تو قولہ قد خلعت کی طرف اشارہ ہے یا تو قولہ فانظر انکے مفہوم کی طرف ہے باوجودیکہ وہ بیان جھٹکانے والوں کے لیے ہے متقیوں کے لیے بھی نصیحت و زیادہ ہدایت ہے یا اس شخص کی طرف اشارہ ہے جو متقلین و تائبین کے حال سے لیا ہے لیکن اس صورت میں قولہ قد خلعت جملہ مترصد ہو گا جو ایمان و توبہ پر آمادہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے مگر ترجمہ کننا ہے کہ یہ ایک باتیں تکلف کی لبتہ بعد میں۔ **وَلَا تَهِنُوا - تَضَعُوا -** عن قتال الکفار ضعیف نہ ہو کافروں کے ساتھ لڑنے سے۔ **وَلَا تَحْزَنُوا -** علی ما ینزلنا من ہذا و غمناک نہو اس بات پر جو پہونچی تم کو احد کے دن۔ کیونکہ احد کے دن پانچ ہاجرین میں سے دوا بخلہ لیتا ہے **وَإِنَّمَا الْأَعْلُونَ -** بالعلتہ علیہم۔ اور پھر اریخے ہو نہر غلبہ کی۔ یا ہذا **فَإِنِّي أَخْرَجْتُكَ مِنَ الْقَلْبِ** کو غلبہ ہے گو یا مغلوب ہے نہیں ہو۔ جملہ اسمیہ فرمایا۔ اور یہ بشارت ہے۔ ہا یہ مطلب کہ غلبہ متقلین کو اس معنی کہ جو کہ بدر میں متھے اس سے زیادہ کو مصیبت پہونچائی۔ یا غلبہ اپنے از راہ شان ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو بخلاف شکرین کے کہ شیطان کی راہ میں درخیز ہیں والاول ارج۔ **إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ**۔ حقا و جوابہ دل علیہ مجموع ماقبلہ۔ اگر تم مومنین ہو ہذا یعنی ہے اور اس کا جواب محذوف ہے جسے مجموع ماقبل دلالت کرتا ہے۔ یعنی وہی اس کا جواب مفرد کیا جائیگا۔ پھر حرف آن تو ایسی چیز پر دخل ہونا ہے جس میں شک ہو تو جواب یہ کہ محی استہ نے معالم میں کہا کہ ان مجھے اذہر اسی اذکنتم اسی لاکنم اور یہی طلسمی نے کہا کہ لاہتہوا یا تم الاعلون سے ہکا تعلق بطور تعلیل کے ہے یعنی یہ کہ تم مومن ہو۔ کیونکہ یہ خطاب تو نبی صلعم و صحابہ مومنین کو ہے پس یہ نہیں ہو سکتا کہ شرط اپنے حقیقی معنی پر ہو۔ اور ترجمہ کننا ہے کہ کشف کی

پیروی میں جیسے بیضاوی وغیرہ نے یوں تفسیر کی ای لاتیوا ان صح ایاکم یا تم الاعلون ان ضنم حقا۔ تو یہ گستاخی سے خالی نہیں۔ پھر یہ خیال  
وارد کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حرف شک سے کیوں فرمایا کیونکہ اوتعالیٰ دانا ہے اور لوگوں نے جو اب نین شروع کیا اور ترجمہ کتاب پر کہہ دیا  
کہ حرف ان بمعنی شک نہیں ہے صحیح ہے لیکن کھلی بات تو یہ ہے کہ یہ اعتراض ہی کچھ نہیں اس واسطے کہ یہ تو تعلق ہے اس نظر سے کہ یہ کہہ کر معلوم  
کے کر گیا اسے خالد سے کیا کہہ کر تو پھر سے دستخط کر لادے تو قبول ہے اس میں کوئی لاعلمی نہیں فانہم ان یستسکم علیٰ بیکم اجد۔ قرع  
بفتح القاف وضمها جہدین ہرج و مرج۔ اگر یہی ہو تو کہو احدین قرع بفتح قاف وضم قاف بمعنی سختی مانند جزاحت وغیرہ کے۔ فقد کفرت القوم  
الکفار قرع قتلہ۔ بندہ سو پہنچ چکی ہے قوم کفار کو قرع اسکے مانند یعنی بدترین و فظیفہ نفس ان علت جزا ہے خود جزا نہیں ہے  
اور تقدیر یہ کہ ان میں قرع فاصبر اولاتہنوا یا اہل الحق فقدس المقوم الذی علی الباطل قرع فقلعہم قالمکم ولم یبنوا یعنی اگر تم کو احدین  
پہنچی تو صابر رہو سو مت ہوا اہل ایمان کیونکہ قوم کفار کو جو باطل پر ہیں اسکی مثل مصیبت پہنچ چکی تھی مگر وہ لوگ مت نہیں ہو سکے  
دوبارہ سے لڑنے آئے۔ پھر قرع بفتح قاف جمہور کی قرع ہے اور بضم قاف حمزہ وکسائی والیوں کی قرع ہے اور بضم قاف حمزہ وکسائی والیوں کی قرع ہے اور بضم  
الجرع وبالضم لہ۔ اور انفاز الی نے کہا کہ ان میں حکایت حال ہے کیونکہ یہ اس میں صافی ہو چکا تھا اور یہ کہ ان کیونکہ آیا تو تقدیر کان ہر  
ان کان ہر ای ان کان سکم۔ اور جانا چاہیے کہ روزیدر میں کفار مکہ میں سے شہارے گئے اور ستر قید ہوئے تھے ان قیدیوں کو مسلمانوں نے  
فدیہ لیکر چھوڑ دیا یہ عقاب ہوا اور آخر اعدین مسلمانوں نے حکم رسول اللہ صلعم سے خلاف کیا تو ستر سے کچھ زیادہ مسلمان مارے گئے اور ستر کے قریب  
مخرج ہوئے۔ اور قصہ یوں ہوا کہ دونوں صفوں کے درمیان کشرین میں سے پہلے ابو عامر فاسق مع پچاس مرد اپنی قوم کے ظالم ہوا اور پھر ستر  
اور ہونوں نے بھی پھر مارے تو وہ لٹا بھاگا اور قریش کی عورتیں دف بجائی اور گائی اور بہادری دلائی تھیں اور بدر کے مقتولوں کو لٹائی  
تھیں پھر مسلمانوں کے تیراٹوں نے مشرکین کو سواروں کو تیراٹوں نے شروع کیے کہ وہ پیچھے بھاگے پس طلحہ بن ابی طلحہ نشان بردار قریش نے آوزدی  
کہ کون مقابلہ کو آتا ہے پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھ کر آخر اسکو ایسی تلوار ماری کہ سرد و کڑے ہو گیا وہ لشکر کا نینڈھا تھا پس رسول اللہ  
صلعم خوش ہوئے اور تکبیر کہی اور مسلمانوں نے بھی تکبیر کہی اور صفوں مشرکین پر حملہ کیا یہاں تک کہ انکی صفیں ٹوٹ گئیں اور اسوقت ہارے صباہل ہی تھی  
پھر مشرکوں کا نشان عثمان بن ابی طلحہ نے لیا اسکو حضرت حمزہ نے قتل کیا پھر ابو سعید بن ابی طلحہ نے لیا اسکو سعد بن ابی وقاص نے تیراٹوں کے  
کی سی زبان کل آئی پھر سافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے لیا اسکو حاصم بن مات بن ابی الالاح نے تیرے قتل کیا پھر اسکے بھائی حارث نے لے لیا اسکو بھی  
حاصم نے قتل کیا پھر اسکو کلاب بن ابی طلحہ نے لیا اسکو زبیر بن العوام نے قتل کیا پھر حلاس بن طلحہ نے لیا پھر ارطاة بن تیریل نے لیا اسکو علی کرم اللہ  
وجہہ نے قتل کیا پھر شریک بن قازط نے لیا پھر صواب نے لیا اسکو قزمان نے قتل کیا پھر جب نشان بردار مارے گئے تو مشرکین نے بھاگنا شروع  
کیا کہ پیچھے ہٹ کر نہیں دیکھتے تھے یہاں تک کہ مشرک عورتیں ہندرت عتبہ وغیرہ بیرون بھاگی جاتی تھیں اور نینڈھلیوں سے انار پڑھالی تھی  
کہ انکی خلخال ظاہر ہو گئی تھی پس مسلمانوں نے کہنا شروع کیا کہ غنیمت لو غنیمت لو پس عبداللہ بن حیر نے کہا کہ تم بھول گئے کیا نبی صلعم نے تم سے  
نہیں کہا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا پس انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ مراد تھی مشرکین کو بھاگنے کا ہم یہاں کیوں ٹھہریں  
پس مشرکوں کا پڑاؤ لوٹنا شروع کیا اور جو پاتے لے لیتے مگر امیر عبداللہ بن جبیر حیدرادیوں کے جوڑ سے کھٹے ہیں اور کہا کہ حکم رسول  
خدا ہے تجاوز نہ کرو گنا پھر جب مسلمانوں نے یوں انکار کیا تو انکے منہ پھر دیے گئے یہ نہیں جانتے تھے کہ کھڑ جاتے ہیں متوجہ تھے پھر خالد بن ولید نے  
حک کر دیکھا کہ ہارٹکی گھائی خالی ہے پس سواروں سے حملہ کیا اور حکم میں ابی حبل نے مع اپنے سواروں کے ساتھ دیا اور باقیوں تیراڈوں پر حملہ کر کے

لے خالد  
بن ولید  
اس وقت تک  
مسلمان نہیں  
ہوئے تھے  
پھر وہ لوگوں  
مسلمان ہوئے

قتل کیا اور امیر عبداللہ بن جبیر مارے گئے اور مسلمانوں کی صفین ٹوٹ گئیں اور چکی گھومی اور ہواے دُور چلنے لگی اور اہل اسلام آپس میں لڑنے لگے کہ گھبراہٹ سے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ابلیس نے آواز سے پکار دیا کہ آگاہ رہو کہ محمدؐ مارا گیا پس صحابہ بھاگ بھگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چودہ آدمیوں کے ثابت رہے کہ برابر تیرا رہتے تھے اور انصار میں سے ستر شہید ہوئے اور مشرکوں نے حضرت صلعم کو گویا مگر اللہ تعالیٰ نے انکو محروم کیا لیکن پھر برسائے تو آپ کے اگلے نیچے اوپر کے دو دانت ٹوٹے اور چہرہ مبارک زخمی ہو کر خون جاری ہوا اور مہرٹ پر رحم آیا۔ آخر کار حضرت صلعم نے پہاڑی پر چڑھنے کا قصد کیا مگر چڑھ نہ سکے تو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ٹپکھ کر کندھے پر اٹھایا اور آپ چڑھ گئے اور اس دن طلحہ رضی اللہ عنہ نے جو جانبازی کی وہ معروف ہے اور حضرت صلعم نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اور وہاں جو صحابہ متوحش ہوئے تھے یہ گلزار دیکھتے ہی خوف زدہ ہو کر بھاگے کہ شاید مشرک آگئے اور ہتھیارے تو مدینہ میں بھاگ کر پہنچ گئے تھے پھر آخر حضرت صلعم کی ملاقاتی سے بہت خوش ہوئے اور مشرکوں نے پہاڑی پر قصد کیا تو آپ نے دعا کی کہ اے اللہ میرے اوپر نہ اسکیں اور باقیوں کو مت ہلاک کر کہ یہی تو حید کی عبادت کرتے ہیں پس مشرکوں کو عیب چھا گیا اور اوپر چڑھنے سے باز رہے اور ابوسفیان ایک ٹپکڑے پر آیا اور پکارا کہ تم میں محمدؐ میں اور تم میں ابوبکرؓ میں اور تم میں عمرؓ میں اور حضرت صلعم نے ہر ایک کی پکار پر جواب دینے سے منع کیا پھر ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ لوگ مارے گئے اگر ہونے تو بولتے پس عمرؓ نے اپنے کو تمام نہ سکے اور بولے کہ اوشمن خدا تو چھوٹا ہے ابھی تیرے دکھ دینے والے یہ لوگ باقی ہیں پھر ابوسفیان نے کہنا شروع کیا اے اہل بیت! اے اہل بیت! اے اہل بیت! صلعم نے فرمایا کہ جواب نہیں دیتے ہو۔ بولے کہ کیا کہیں۔ فرمایا کہوا اللہ اعلیٰ وجل۔ ابوسفیان بولا کہ ہماری عوی ہو پتھاری عوی نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہو۔ اللہ ہمارا مولیٰ ہے پتھارا کوئی مولیٰ نہیں۔ ابوسفیان بولا کہ یہ دن روز بد رکھنا تھا اسکو حضرت عمرؓ نے رد کر دیا کہ نہیں تھا اسے مقتول دروغ میں اور ہمارے مقتول جنت میں ہیں۔ وہ بولا کہ لڑائی گھومتی ہے کبھی ہمارا دانٹ اور کبھی ہمارا اور تم مقتولوں میں ایسے لوگ پاؤ گے جو مثلہ کیے ہوئے ہیں ہونے لگے مثلہ کرنے کا حکم نہیں دیا اور مجھے بڑا بھی نہیں معلوم ہوا۔ اور یہ قصہ ارباب سیر نے طول کے ساتھ مفصل بیان کیا مگر میں نے بخاری و معجم وغیرہ سے تلخیص کیا ہے۔ بالحدیث اللہ عزوجل نے مسنون کو سمجھایا کہ ایمان و سلام تو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی و حصول درجات ہے دنیا کی چین و آرام و لذت حاصل کرنے کو نہیں ہے اگر احد کی لڑائی میں نکلو قتل و زخم کی مصیبت پہنچی کہ ستر شہید ہوئے اور ستر زخمی ہوئے تو اس سے تم حق پر ہو کر اور ثواب پاؤ گے اور نظر سے کیوں مست ہوئے کیونکہ قوم جو باطل پر ہیں اور انکو کوئی ثواب نہ ملا انھوں نے بارین ایسا زخم پتھارے ہاتھوں اٹھایا مگر بے صبر نہیں ہوئے **وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نَدَاؤُكُمْ**۔ نصر ہوا۔ **بَيْنَ النَّاسِ**۔ جو بالفرقہ دیو یا لاخری لتغظوا۔ اور یہ ایام ہیں کہ انکو ہم گدس دیتے ہیں لوگوں کے درمیان **ف** کوئی روز کسی فرقہ کے حسب مراد اور کوئی روز دوسرے فرقہ کے حسب مراد ہوتا ہے اور اس میں ہماری حکمتیں ہیں چنانچہ یہ کہ اس سے لوگ نصیبت بکڑیں مگر جم کہتا ہے کہ بیعتو امقریر کرنے میں اشارہ ہو کہ یہ معطوف علیہ ہے اور اس کا معطوف قولہ **وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ**۔ علم ظہور۔ **الَّذِينَ آمَنُوا**۔ اخلصوا فی ایمانہم من غیرہم۔ اور تاکہ جانے اللہ تعالیٰ علم ظہور کے ساتھ ان لوگوں کو جو ایمان لائے یعنی ایمان میں مخلص ہوئے ہیں غیر مخلصوں سے **ف** مخرج کہتا ہے کہ ظاہر آئے کہ یہ سے دہم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ایام کی مدد و اولت لوگوں میں اس واسطے کی تاکہ وہ مخلص کو غیر مخلص سے جان جاوے اور یہ علم حاصل کرے حالانکہ جناب باری تعالیٰ تمام جاوٹ و واقعات کو انکی وقوع و وجود سے پہلے ہی جانتا ہے و قد قال ولا یعرب عن ربک منقال ذرۃ فی السموات و ملا فی الارض۔ اور پوشیدہ نہیں تیرے پروردگار سے ذرہ برابر کبھی آسمان زمین میں اور ہر اجماع ہو کہ اسکا علم قدیم ہے اس میں تغیر محال ہے اور امام ازہمی نے فرمایا کہ اسکی آیات میں ہے قولہ ام حسبت ان تدخلوا الجنة لما علم اللہ الذین جاہدوا منکم۔ اور قولہ ولقد فتنا الذین من قبلہم فلعلن اللذین صدقوا اولئک الذین

۱۰۰

اور قولہ لتعلم ای الخیزین حصی لما یبتواہما۔ اور قولہ ولتبلونکم حتی تعلموا ما یبیین منکم۔ اور قولہ لتعلم من یتبع الرسول من ینقلب علی عقبیہ اور قولہ لتعلمکم بحکم  
 احسن عملاً۔ پس ان سب آیات سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان اشیا کا علم انکے حدوث پر پہنچا حالانکہ یہ وہم قطعاً غلط ہے اور تعالیٰ ان کے  
 وجود سے پہلے ایسا ہی واقف و عالم ہو جیسا کہ انکے وجود پر اسکے نزدیک سب کیساں ہر اس جواب پر کہ علمین نے یہ دیا کہ دلائل عقلیہ الہیہ کہ اور تعالیٰ  
 حوادث کو قبل انکے وقوع کے جانتا ہے اور تغیر اسکے علم میں فعال ہے لیکن علم کا اطلاق معلوم پر اور قدرت کا اطلاق مقدر پر مجاز مشہور ہے چنانچہ کہتے ہیں  
 کہ یہ علم فلان ہے یعنی یہ اسکا معلوم ہے اور ایسے ہی یہ قدرت فلان کہنے مقدر فلان مجازاً کہا جاتا ہے پس جہاں علم کے نئے پیدا ہونے کا علم ہوتا  
 ہے وہاں معلوم کا تجدد مراد ہے پھر جب یہ معلوم ہوا تو اس آیت کریمہ میں چند وجوہ کا شمال ہے اول آنکہ لتعلم ای لیتعلم مخلص من غیرہ تاکہ ظاہر ہو جاوے اور تخریر  
 ہو جائے مخلص از منافق۔ دوم آنکہ لتعلم اللہ بجز من مضاف ہے اور لتعلم اولیاء اللہ جان لے شخص جو اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی  
 طرف نسبت فرمایا۔ سوم آنکہ لتعلم اللہ بالانبیاء پس چونکہ حکم مذکور بعد علم کے ہوتا ہے اس لیے علم کا اطلاق کیا۔ چہاں کہ لتعلم اللہ لتعلم  
 واقفاً لکما کان یعلمہ یسقی یعنی اسکو ازراہ واقع ہونے کے جان لے جیسے جانتا تھا کہ عنقریب واقع ہوگی اس واسطے کہ جزا و سزا کا مدار محض معلوم پر نہیں  
 بلکہ واقع پر ہے اور یہی مراد ہے کلام سبحانوی کی کہ کما تاکہ جان لے اس لیے علم کے ساتھ جس سے جزا و سزا متعلق ہوتی ہے اور وہ علم کسی شے کا اسکے موجود  
 ہونے کے ساتھ ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہی علم ظہور ہے جو مفسر نے کہا لیکن پوشیدہ نہیں کہ علم آتی جسکے وجود سے متعلق ہے وہ ضرور موجود ہوگی جیسے جس  
 چیز کے عدم سے متعلق ہے وہ بھی نہ موجود ہوگی اور علم آتی پر ہر شے کی حالت وجود اور غیر وجود میں کیساں ہو جیسا کہ پہلے بیان ہو پس علم میں کوئی فرق  
 نہیں ہو افاقہم ہی سے سبحانوی نے اسکو لفظ قبل کے ساتھ ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا اور جو خود اختیار کیا ہے کہ غرض اس سے معلوم کا  
 اثبات ہے بطریق برہان یعنی تاکہ کھل جاوے وہ جو علم آتی میں ثابت ہے یعنی معلوم آتی ثابت ہو جاوے اور شاید کہ کلام مفسر کے بھی یہی معنی ہوں لیکن خلاف  
 اصطلاح ہے اور یہ کلام جدید یا کبیرہ ہے اور جہاں حضرت تر جان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے مانند میں کہا ہے لیس علی من اجزء الاعمال  
 تاکہ ہم دیکھیں جو صبر کرے اور دشمنان حق کے قتال میں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے بندوں سے انکے محاورات و انکی سمجھ کے موافق کلام  
 فرمایا اور اس میں مجاز و استعارات و تشبیہ کو جو بلاغت کی گویا اصل ہیں استعمال فرمایا پس یہ کلام بر سبب تشبیہ ہے ای فعلنا فعل من یرید ان یعلم یعنی  
 جیسے کوئی بندہ کسی کام کو کسی بات کی آزمائش دجانے کو کرتا ہے ہم نے بھی ویسا ہی کیا۔ **وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُم بِأَفْضَلِ مِمَّا كَانُوا يَسْئَلُونَ**  
 سے بعض کو درجہ شہادت کرامت فرماوے۔ **وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ**۔ اکافرین ای لیا قہم و ما ینعم بہ علیہم استدرج۔ یہ جملہ معترضہ بیان  
 ہے کہ تم میں سے بعض کو کرامت دے جو ثواب جزیل سے ہو دو اور اللہ تعالیٰ کا فزون کو نہیں چاہتا، یعنی انکو عذاب دیکھا پس انکو جو ظالمین  
 متبرقع معلوم ہوتی ہے یہ نعمت انکے حق میں استدرج ہے اور رفتہ رفتہ انکو ہلاکت میں بڑھا دیا کہ ہل و عزی کی طرف سے فتح سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ  
**شَرِكٌ بَرُّهَا يَأْتِيهِمُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا**۔ لیطہر ہم من الذنوب بالیصیہم۔ پھر جو شہید نہیں ہوئے انپر فضل بیان کیا اور تاکہ پاک  
 کرے ایمان والوں کو فگنا ہوں سے بسبب اس محنت کے جو انکو پہنچی اور تمہیں کہتے ہیں کسی شے کو اسکے میل کھیل سے پاک کر دیا پس میں  
 کو چھوڑتے ہوئے اور وہ صبر کرے تو اسکے گناہ معاف ہوتے ہیں اگر ہوں ورنہ اسکے درجات بلند ہوتے ہیں اور ظاہر ایمان ہی خیر صورت  
**ہُوَ وَيُخَيِّضُ الْكٰفِرِيْنَ**۔ ای ہیلک۔ یعنی تاکہ کافرون کو ہلاک کرے۔ مدارک میں کہا یعنی اگر کافرون پر شکست ہو تو وہ کہ ہلاک ہوں اور  
 مترجم کہتا ہے کہ مومنین میں سے شہداء لیے انکے مقابلہ میں کافرون کو ناپسند رکھا اور مومنین میں سے زندہ کو بلندی درجات و طہارت  
 کا فضل دیا انکے مقابلہ میں زندہ بچے ہوئے کافرون کی ہلاکت فرمائی خواہ انکو فتح ہو یا شکست ہو تب اس لیے کہ دونوں طرح جو موت یا گناہی

ہلاکت میں پڑے فافہم و عراس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ نہ ابیان للناس - حق سبحانہ تعالیٰ کا کلام یعنی قرآن مجید اسکی صفت ازلیہ ہے جو امور کو میں کے حقائق کھولنے والا ہے مگر ایسے شخص پر جسکو لیاقت حاصل ہے پس قرآن کے لائق وہ بندے ہیں جنکی روح جلالی اور قلب جمالی ہے اور نفس مطمئنہ اور سر باطنی انکا حق سبحانہ تعالیٰ سے ہر اشارہ قبول کرتا ہے اور اسی گروہ کو ہمارے و کوشف کے واسطے برگزیدہ فرمایا ہے اور حسب یہ بات تمہری توحیح عزوجل نے کلام پاک سے اہل قرآن کے لیے ایسی تجلی فرماتا ہے جس سے انکو مراد حق کھل جاتی ہے اور راہ عمواب پر ہدایت ہوتی ہے کیونکہ وہ خزانہ قدر کی کنجی ہے جو اسکے ساتھ موافق رہا اسکو پر وہ حروف سے مشابہہ صفت قدیمہ حاصل ہوتا ہے اور ہر اذ کو پہنچتے ہیں قال المترجم سین شاہرہ در حروف قدیمہ نہیں ہیں اور یہی حقیقتہ وغیرہ محققین کا قول ہے پس شیخ رحمہ اللہ اگرچہ شافعی ہیں لیکن جمہور شافعیہ میں ہیں جنکا یہی قول ہے پھر جان کھو بعضے اکابر نے تصریح کر دی ہے کہ قرآن کے ظہر و لطن سے مراد یہی ہے کہ ظاہر اسکا ظہر ہے اور لطن اسکا اگر لاجاب ظہر ہو تو نور سے قاری فنا ہوجاؤسے اور یہ بات ایسی ہے کہ عوام تو اسکو سمجھتے نہیں ہیں عجب ان لوگوں سے ہے جو علماء کی صورت میں ہیں جب یہ بات سنتے ہیں تو منہ دیکھتے ہیں یا انکار کرتے ہیں اور یہی حق ہے اگرچہ وہ پڑھے انکار کیا کریں - اللهم اغفر لی و اہلنی اس المراد یہ - امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے بندوں کے واسطے قرآن میں تجلی فرماتا ہے اور جسکو اسکے بیان پا جانے سے المہیت صفت حاصل ہے اسی کو کشف جلال باری تعالیٰ کی ذاتی لیاقت ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن والے اہل اللہ تعالیٰ اور اسکے خاص بندے ہیں ہر ایک کو اسی قدر خصوصیت ہے جتنی اسے مقامات میں ترقی کی ہے مترجم کتنا ہے کہ حضرت صدیق اکبر کی صفت میں آیا ہے کہ قرآن کے وقت اپنی آنکھوں کے مالک نہیں رہتے تھے یعنی بے اختیار ان کو روٹا چلا آتا تھا - پس یہ ایسی بات ہے کہ صدیق کے احوال پر قیاس کریں خطاب قرآن سب بندوں کو عام ہے کوئی قوم اسکو عقلی قانون سے سنتی ہے کہ یہ حکم ہے اور یہ عہد ہے اور کوئی قوم اسکو دل کے قانون شوق و حلاوت سے سنتی ہے اور کوئی قوم اسکو روح کے قانون محبت و معرفت و انس سے سنتی ہے اور کوئی قوم اسکو اسرار کے قانون سے ملاحظہ انوار کے ساتھ ازراہ کشف و بیان سنتی ہے اور یہ ہر اہل و قائل منکشف نہیں ہوتے مگر آدمیوں کے واسطے اور جو شخص کہ خلق آدم علیہ السلام سے آراستہ نہیں اور نہ اسکو علم اسما و صفات سے کچھ بہرہ ہے جو آدم علیہ السلام کو تمام و کمال عطا ہوا تھا تو وہ جنگلی جانور ہے اسکو مشاہدہ قرآن و ملاحظہ ہر ارکان ہو کیونکہ اللہ عزوجل نے ہم بندوں کو آگاہ فرمایا کہ نہ ابیان للناس معلوم ہوا کہ وہ دین کے واسطے ہر نہ جانوروں کے لیے اور آدمی تو وہی ہے جسکا حال ہم نے بیان کیا وہی بیان الہی میں اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ باقی رہتا ہے ماسوائے حق کے سب سے قطع ہوتا ہے چنانچہ فرمایا - وہدی و موعظۃ للمتقین حضرت جعفر نے فرمایا کہ بیان کو لوگوں کے واسطے ظاہر کر دیا لیکن اس پر مستبہ کوئی نہیں ہوتا ماسوائے اسکے جسکو اسکی طرف سے نور یقین اور اسرار پاکیزہ سے تائید و توفیق ملی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ اسے فرمایا - وہی و موعظۃ للمتقین - آگاہ رہو کہ اس بیان سے ایسا ہدایت پانا اور ایسی نصیحت لینا انھیں مستفیون کو حاصل ہے جنہوں نے سوائے حق عزوجل کے سب چیز سے تقویٰ کیا ہے اور اللہ نے فرمایا کہ ایک قوم کے واسطے تو یہ قرآن ازراہ دلائل عقلی بیان ہے اور دوسری قوم کے واسطے ازراہ مکاشفہ قلوب اور قوم دیگر کے واسطے ازراہ تجلی حق در اسرار مترجم کتنا ہے کہ عقل سے مراد یہ نہیں ہے جو عوام سمجھتے ہیں بلکہ اپنی اصطلاح کے موافق ہے اور وہ عقل کلی ہے جس پر میں نے بارہا تہنئہ کو دی ہے قولہ تعالیٰ ولا تتنوا ولا تحزنوا و انتم الاعلمون - اللہ عزوجل نے انکو حقائق ایمان سے آگاہ فرمایا جو کہ یقین ہے اور یقین یہ کہ دل کو پروردگار عزوجل کے وعدے پر سکون ہو مترجم کتنا ہے کہ بعضے جاہلون نے جو اپنے آپکو عالم معقول جانتے ہیں تصور کیا کہ منطقی اذعان ایمانی یقین سے علی ہے اور یہ عمل کلام ہے آجنا کہ میں اسکو نہیں سمجھا اور اہل حقیقت کے نزدیک یقین وہ نزول سکینہ ہے قلب میں جسکو تصور و تصدیق سے جو علم حصولی کے اقسام میں کچھ تعلق نہیں ہے اور میں نے بعض مقام پر بیان کر دیا

کہ فلا سفہ کی تصدیق جبکہ مدار استدلال پر محض وہی ہرگز نہیں دیکھنا کہ بوعلی سنیا لیس الاکذرا کو شفا میں اذعان کرتا ہے اور فلا طون کے نزدیک وہ بیوی ثابت نہیں جسکو اسطو ثابت کرتا ہے پس ہر ایک اپنے دعوے پر اذعان سے لیس الاکذرا کا قائل ہے حالانکہ دونوں متناقضین جمع نہیں ہو سکتی ایک قطعاً غلط ہے پھر لیس الاکذرا کی یہ حقیقت ہے اللہ تعالیٰ ایسی گمراہی سے بچا دے۔ اہل ایمان نور بنون حضرت محمد صلعم سے علم حاصل کرو اور نفس و شیطان سے تبری کرو تب تصدیق کے معنی معلوم ہوں دیکھو تصدیق ایمانی والوں میں سے وہ ہیں جن کے سر پر آرا چلایا گیا اور آگ میں جلانے گئے اور وہ اپنی تصدیق پر پختے فافہم واللہ العالیٰ ہو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا کہ جب تم معالج ایمان و تصدیق میں ہوے تو تمہارے دشمن پر تمہاری فتح و تمہارا غلبہ جاری ہو پھر غمناکی و ضعف کے کیا معنی ہیں کیونکہ جسے حقیقت حال معائنہ کیا اسکا یقین وہی یقین قوی ہے اور اس سے سب اندوہ جاتے رہے اور عارف کا سر اور اندوہ وہ ہے جو شاہد سے غنیت طاری ہونے کے وقت نفس پیدا ہونے سے اس کے سینہ کو تنگی ہوتی ہے اور خوشی اسکی وہ ہے جو ملکوت پروردگار کے نشان کے وقت اس کی روح کو کشادگی ہوتی ہے۔ اور محمد بن موسیٰ سے پوچھا گیا کہ آدمی کا کیا حال ہے کہ کبھی اندوہناک اور کبھی فرحناک ہوتا ہے۔ فرمایا کہ غزلے لڑیچ پر درہ پڑ جانے اور تھلی ہونے میں بدلتی ہے سو تھلی کے وقت اسکو خوشی ہوتی ہے اور پر درہ پڑنے کی وقت اندوہ چھا جاتا ہے پس جب درہ میں بھور ہو اندوہناک ہوا اور جب اسنے الطاف کی نظر دیکھی خوش ہوا اور جب سخت و شتم کی نگاہ دیکھی تو غمناک قلق میں ہو گیا قال المترجم

اس میں حال صحابہ رضی اللہ عنہم کبھی لطف اشارہ کیا فافہم

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمُ

الصابرين ○ ولقد كنتم متمون الموت من قبل أن تلقوا من فقدتم أرواحكم و انتم

ثابت رہنے والے اور تم تو آرزو کرتے تھے موت کی موت سے ملنے پہلے سو ابھی دیکھاتے اسکو اور تم

نظروا

دیکھتے ہو

آہ۔ بل۔ حسیبتہ۔ مفسر نے ام کو بل سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ام منقطع ہے اور ہمزہ انکار ہے یعنی (بلکہ تم نے خیال کیا) ایسی ایسا مت خیال کرو۔ ان تدخلوا الجنة ولما يعلم۔ یعلم اللہ الذین جاهدوا و امیکم۔ علم ظہور کہ داخل ہو جاؤ تم جنت میں اور نہیں معلوم کیا اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا تم میں سے علم ظہور کر کے ف مفسر نے لما یعلم کی لم لعل سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ یہ دونوں معنی واحد میں جیسا کہ جمہور کا قول ہے اور زمر مخشری نے کہا کہ ولما میں فرق ہے کہ لما میں نفی ماضی و تو مستقبل ہوتی ہے اور نہیں ضار ہوا جہاد تم سے ماضی میں لیکن آیت و متوقع ہے علی ما ذکرہ الرازی اور کہا گیا کہ یہ معنی لما کے امام النجاشی نے ذکر کیے ہیں مگر الوجدان نے زمر مخشری پر اعتراض کیا کہ مجھے نہیں معلوم ہوا کہ کسی نحوی نے لما کے یہ معنی کہے ہوں بلکہ انھوں نے اتنا ہی کہا کہ لما سے تا انہیں متصل نفی ہوتی ہے پھر ضمایوی نے ذکر کیا کہ اس میں دلیل ہے کہ جہاد فرض کفایہ ہے مترجم کہتا ہے شاید انکم کی لفظ سے نکالا کہ بعض کے ادا کرنے پر دلالت کرتا ہے قتال۔ و یعلم الصابرين فی الشدائد اور نہیں جانا سختیوں میں صبر کرنے والوں کو ابھی تک ایسے لوگ متبرہ نہیں ہوتے جو جاہل ہیں اور جو جوئے میں

۱۲

ہیں حتی کہ جب امتحان سخت آجا و بگائے مقبول ہو جاوے نیگے جو ثابت قوم رہے اور یہ غزوہ خندق میں ہوا جب کسان اجزاب میں  
 ہو۔ **وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ** - فیہ حذف احدی التائبین فی الکل یعنی تمہوں - الموت من قبل ان تکفروا  
 حیث قلت لیت لنا یوما کبیرا بدر لیتنا ما نال شہداء - اور اللہ تم لوگ موت کی تمنا کیا کرتے تھے قبل اسکے کہ موت سے ملائی ہوتی  
 کیونکہ تم نے کہا کہ کاش سہوا ایک دن ویسا ملتا جیسا بدر کا دن تھا کہ حاصل ہوتا سہوا جو حاصل ہوا شہداء اور پیر کو - ایسا ہی بن عباس سے  
 مومنوں کا دعا کرنا مروی ہے اور یہ - اگر کہا جاوے کہ تم نے موت تو منع ہے قرطبی نے جواب دیا کہ مسلمانوں سے موت کی تمنا کرنا شہادت کی تمنا ہے جو  
 جہاد میں صبر و شہادت پر مبنی ہے نہ اس بات پر کہ کفار کا قتل کر ڈالیں اس واسطے کہ یہ تو معصیت و کفر ہے جو نہیں جائز ہے پس رخصت شہادت کی تمنا اگر  
 سوئی قبل ہر مترجم کتاب ہے کہ صریح مانعت تو موت کی بددعا اپنے اوپر کرنے سے ہے اور محققین نے کہا مطلقاً موت کی تمنا ممنوع نہیں بدلیل  
 آنکہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو کہا کہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقیں - اور حضرت یوسفؑ نے دعا کی کہ توفی مسلماً و حقنی بالصالحین پس کمال نیت  
 کا جزع و فزع و نیادی محنت پر ہے اور بیان شہادت کی امید پر ہے جو قطعاً خیر ہے اس واسطے موت کی شہادت تفسیر کی گئی - اور یہی اثر ابن  
 عباسؓ میں صریح ہے کہ شہادت مانگتے تھے پس سوال وارد ہی نہیں ہوتا - اور یہ جو کہا گیا کہ حسینؑ کفار کی دعا ہے کیونکہ ان کے غلبہ سے قتل ہونا  
 شہادت ہے تو یہ ہم پر کیا تو نہیں دیکھتا کہ بدر میں باوجود غلبہ مومنین کے بھی شہید ہوئے تھے - **فَقَدْ سَأَلْنَا** - سو تم نے موت کو دیکھ  
 لیا ف اے سیدہ وہو ا حرب - یعنی سبب موت کو دیکھ لیا جو حرب و لڑائی ہے کیونکہ خود موت کو انہوں نے نہیں دیکھا تھا - **وَأَنْتُمْ  
 تَنْظُرُونَ** - اور بصر ارتقا ملون الحال فلم انتم تم - بصر ارضم اول جمع بصیر ہے پس معنی آنکہ اور حال یہ کہ تم بصیر نظر والے لوگ ہو  
 حالت میں تامل کی نگاہ کر سکتے ہو کہ کیونکر یہ پھر تم کیوں بھاگے - اصل سوال یہ کہ فقہر ا تیموہ کے بعد درنہم منظور کے کیا معنی ہیں  
 پس مفسر کا جواب مذکور ہوا اور عالم وغیرہ میں کہا کہ یہ بطور تاکید ہے اور یہ حقیقت اس کا قول ہے - پھر کہا گیا کہ حسینؑ گو نہ تو نوح ہے کہ  
 کہ انہوں نے حرب کی تمنا کی پھر بھاگ نکلے اور چاہے تھا کہ تمنا کر کے بائگی تھی تو دلیرانہ لڑتے اور صبر کرتے اور نیز تو بنجا یہ بھی اشارہ ہے کہ بلا  
 امتحان کی تمنا کرنا نہیں چاہیے کیونکہ بندہ اسکے امتحان کے لائق نہیں ہے وہ خود امتحان میں لانا اور توفیق دیکر خود ہی یا رگزار تار تار ہو اور اسکے  
 موید ہے جو صحیحین میں ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب تم سے  
 دشمن سے متڈ بھڑے ہو پڑنے کو صبر سے ثابت قدم رہو اور جان لو کہ حنبت تلواروں کے سایہ تلے ہے  
**وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَآءِشَ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ**  
 اور محمد تو ایک رسول ہے جو چلے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مگیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے  
**عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَمُوتْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنْ يَصُرَ اللَّهُ تَسِيًا وَسَيَكُونُ مِنَ الشُّكْرِيِّينَ**  
 اے لوگو! پانوں اور جو اپنے ایلے پانوں پھر جائیگا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور جلد اللہ ثواب دے گا  
 الشکریتہ و ما کان لنفسین موت الا باذن اللہ کتباً موحلاً طو من یرد ثواب  
 کھلا ماننے والوں کو اور کسی جان کو یہ نہیں کہ مر جاوے مگر اللہ کے حکم ہی سے لکھا ہوا وعدہ اور جو کوئی چاہے گا  
**الدُّنْيَا نَوْتَهُ مِنْهَا وَمَنْ يَرُدُّ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نَوْتَهُ مِنْهَا ط وَسَيَكُونُ مِنَ الشُّكْرِيِّينَ**  
 دنیا کا بلا سہم دنیا سے دسکو دین گے اور جو کوئی آخرت کا بدلہ چاہیگا ہم سہم سے دسکو دینگے اور جلدی ہم ثواب دینگے جہاں ماننے والوں کو

و نزل فی ہر منہم لما اشبع ان النبی صلعم قتل قال لهم المنافقون ان کان قتل فارحوا الی دیکم جب عین معرکہ احد میں یہ آواز فاش ہوئی کہ نبی صلعم قتل ہوے پس صحابہ بھاگے اور منافقون نے اُسے کہا کہ اگر وہ قتل ہوے تو تم اپنے دین کی طرف لو گوتے نازل ہوا قولہ تعالیٰ -  
**وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ** - نہیں محمد اگر رسول - اس ایک صفت پر اقتضار کیا بطور مجاز کے ہے اور معنی یہ کہ مقصود اُسے ہی رسالت  
 ہے نہیں کہ اُسکے سوا سے یہ بھی مقصود ہو کہ انکو موت نہ آوگی جیسا تم نے لعید جانا کیونکہ جی قیوم صفت باری تعالیٰ ہے اور بات یہ ہوتی تھی  
 کہ ہر روز احد پر بات پیل گئی کہ محمد صلعم مارے گئے اور اس خبر پر جو صحابہ نے ہزیت اٹھائی تو ہر جنہ حضرت صلعم نے آواز دی کہ اے ہر طرف  
 آؤ ادھر آؤ کسی نے نہ سانس جو بھاگے ہوے بہاڑی پر تھے بعض نے کہا کہ ہم کو کوئی ایسا ایسی مل جاتا جو عبد اللہ بن ابی منافق کے پاس  
 مدینہ جاتا کہ وہ البوسفیان سے ہمارے لیے امان لیتا اور بعض منافقون نے کہا کہ اگر محمد قتل ہوے تو کیسے بنی تھے تم اپنے پیلے بن میں آؤ اور  
 قریش کو ہاتھ دیدو کہ وہ آخر کھارے بھائی میں اس بن النضر نے دونوں کے کلام سے سیزاری و پناہ مانگی اور حضرت صلعم کے بعد زہرہ سہا سکار  
 سمجھکر تلوار سے مشرکوں پر سخت حملہ کیا آخر کو شہید ہوے اور حضرت صلعم بہاڑی کی طرف لوگوں کو پھارتے چلے بہاڑی پر اول جسے پہچانا  
 وہ کعب بن مالک ہیں پھر آواز دی کہ ایسکا نو خوش ہو کہ رسول اللہ صلعم یہ موجود ہیں آنحضرت صلعم نے اشارے سے منع کیا پھر صحابہ  
 رضی اللہ عنہم میں سے ایک ٹکڑا آپ کی طرف جمع ہوا آپ نے انکو بھاگنے پر ملامت کی بولے کہ ہمارے مان باب آپ پر قربان ہم کو جب  
 یہ خبر ہو چکی کہ آپ قتل ہوے تو ہمارے دل عرب میں آگے ہم مسلطے پاؤں بھاگے پس اسے عزوجل نے یہ آیت اتاری - **سَيَجْعَلُ لِكُلِّ شَيْءٍ**  
**فِرْيَانًا** کہ ابن ابی بنج نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ہاجرین میں سے ایک شخص ایک انصاری کی طرف بھاگتے میں گذرا اور پوچھا کہ بھلا  
 تم کو معلوم ہے کہ محمد صلعم قتل ہوے تو انصاری نے جانے خون میں لٹھے پڑے تھے فرمایا کہ اگر محمد صلعم قتل بھی ہوے ہوں تو وہ دین کو پہنچا  
 چکے تم اپنے دین کی طرف سے بڑوس نازل ہوا قولہ **وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ** - رواہ البیہقی - **قَدْ خَلَّتْ كَمَنْ قَبْلَهُ الرَّسُلُ** میں رسول  
 کرم سے پہلے بہت رسول گذر چکے **فَ لَعْنَةُ** یعنی محمد بھی لعن رسولوں کی طرح عنقریب گذر جائیگا - **اَفَاَنْتُمْ مَاتَ اَوْ قَتَلَ**  
**كُفِرَ** - **اَلْقَلْبُ لَكُمْ عَلٰى اَعْتَابِكُمْ** - **رَجَعْتُمْ اِلَى الْكُفْرِ** و **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ** الاخیرہ محل الاستغمام الاکار ہی ای ماکان عبودا فتر جوا کیا اگر مرا  
 یا قتل ہوا (مانند دیگر بعض انبیاء کے) تو تم رجوع کرو گے اپنی ایڑیوں پر (اگر لوٹ پڑو گے کفر پر) یہی جملہ ضیرہ محل استغمام کا کار ہی ہے  
 یعنی وہ عبودین تھا کہ اسکی موت قتل پر تم لوٹ جاؤ کہ پھر کس کی عبادت کرو - یہ آیت حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی زبان پر تھی کہ جو حد کے  
 روز حضرت صلعم کے نشان بردار تھے جب ابن قتیہ ملعون نے حضرت صلعم کا قصد کیا اور پتھر مارا کہ آپ کے زخم آگیا اور حالیکہ لوگ پریشان تھے  
 تو مصعب نے اس کھون کو روکا اور حال یہ ہوا جو ابن سعد نے طبقات میں بطریق واقعی روایت کیا کہ اکاد ہنا ہاتھ کاٹا گیا پس نشان بائیں  
 ہاتھ میں لیا اور یوں کہتے تھے کہ **وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ** قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل القلبتہ علی اعقابکم - پھر بائیں ہاتھ کاٹا گیا تب  
 نشان پر جھک رہے اور یازو سے چٹپٹا یا اور یہی کہے جاتے تھے پھر قتل ہوے تب نشان گر پڑا - محمد بن شمر جسدی اوی کہتے ہیں کہ ہوتے  
 یہ آیت یا محمد اللہ رسول میں اتری تھی پھر اسکے بعد اتری ہی اگر کہا جاوے کہ مات او قتل شک ہو جرت آو اور یہ جناب باری تعالیٰ سے محال ہی  
 جواب یہ کہ آو مساوات حکم کے لیے ہر معنی خواہ ایسا ہو یا ایسا ہو کوئی بھی مرتد ہونے یا شکست اٹھانے کا مستوجب نہیں ہے اور یہاں تو درحقیقت  
 دونوں میں سے کچھ بھی نہیں واقع ہوا - اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں بیان فرمایا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلعم قتل  
 ہونگے چنانچہ قولہ **اَنْكُم مِّنْهُنَّ** اور **وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ** اور **لِيُظْهِرَ عَلٰى الدِّينِ كُلِّ مَقَامًا** کیونکہ فرمایا - تو جواب دیا گیا کہ



یہ بطریق الزام ہو کہ تم یہود و نصاریٰ سے کم ہوتے ہو حالانکہ یہود نے جانا کہ موسیٰ مر گئے مگر یونین پھر سے در نصاریٰ نے اپنے زعم پر اعتقاد کیا کہ عیسیٰ قتل ہوئے مگر یونین پھر سے تم کیونکر الہا کر سکتے ہو۔ **وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقْبَيْهِ فَلَنُصَبِّرَنَّ اللَّهُ شَيْئًا**۔ وامننا بغير نفسہ۔ اور جو کوئی اٹلے یا لون پھرا وہ اللہ تعالیٰ کا کچھ نہ ضرر کرے گا بلکہ اپنے آپ ہی کو ضرر پہنچا دے گا۔ کیونکہ تو اب سے محروم ہوگا۔ **وَيَسْجُدْ لِرَبِّكَ الشُّكْرُ**۔ نعمہ بالثبات اور اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرما دے گا شاکردن کو۔ یعنی ان لوگوں کو جو شکر کرتے ہیں اسکی نعمتوں کا ساتھ ثبات کے۔ یعنی قائم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر اور اس کے دین کے واسطے لڑتے ہیں اور اس کے رسول صلعم کی خواہ زندہ ہوں یا انتقال فرمایا ہو پیروی کرتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم کی زندگی میں کہا کرتے کہ واللہ ہم اٹلے یا لون یونین پھر نیگے بعد ازاں کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہدایت فرمائی اور اللہ اگر حضرت صلعم مرے یا قتل ہوے تو حضرت میں اسی راہ پر لڑے جاؤنگا جسے حضرت صلعم لڑے یہاں تک کہ مر جاؤں۔ واہ الطبری اور بخاری کی حدیث وقات میں ہے کہ ابو بکر نے آکر حضرت صلعم کا چہرہ مبارک کھولا جب آپ انتقال فرما چکے تھے اور منہ کے بل آپ پر گر پڑے اور بوسہ لیا اور رو کر کہا کہ میرے مان باپ آپ پر فدا۔ اللہ تعالیٰ دو موتیں آپ پر جمع نہ کرے گا۔ ابن عباس نے کہا کہ ابو بکر کھلے اور عمر لوگوں سے بائیں کتے تھے یعنی جو حضرت صلعم کو مردہ کیسے گامین قتل کرونگا عمر سے کہا کہ بیٹھو اور عمر پھر خطبہ پڑھا اما بعد جو شخص کہ محمد کو پوجتا تھا تو محمد نے تو انتقال کیا اور جو اللہ تعالیٰ کو پوجتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ کرے گا جسکی پاک ذات کو موت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا واما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افا ینتابون قولہ ویسجد لربک الشکرین۔ ابن عباس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کو یہ آیت ہی معلوم نہ تھی یہاں تک کہ ابو بکر نے پڑھی پس کوئی شکر نہیں تھا مگر آنکہ اس کی زبان پر یہی آیت تھی۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ الشاکرین اور وہ لوگ جو دین پر ثابت رہے وہ ابو بکر اور صحابہ ہیں پس علی کرم اللہ وجہہ کہتے تھے کہ ابو بکر ان شاکرون کے امیر تھے اور ب سے زیادہ شکر گزار اور اللہ تعالیٰ کو محبوب تھے **وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ**۔ بقضاءہ سکنابا۔ مصدر ای کتب اللہ ذلک کتابا **مَوْجَلًا** موقعا لا یقدم ولا یتاخر فلم ینتم والہزیمہ لا تدمع الموت والنبات لا تقطع الحیوة۔ یعنی نہیں سزا اور ہر کسی کو کہ مر جاوے مگر باذن اللہ یعنی بقضاء الہی (لکھدیا اللہ تعالیٰ نے اسکو وقت کر کے کہ وہ پہلے ہو سکے اور نہ بھیجے) ف پھر تم لوگ کیوں بھاگے حالانکہ بھاگنا موت کو دور نہیں کر سکتا اگر وقت آگیا اور معرکہ میں ثابت رہنا زندگی کو نہیں کاٹتا اگر وقت نہیں آگیا۔ نفس کی طردن مرنے کی نسبت کرنا باوجود مکمل اسکو اختیار نہیں ہو جاتا ہوا اس میں نارودن کو شجاعت دلائی اور قتال کی ترغیب دی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قدم نہ اڑا دیکو نامرد ہلکے سمجھتے ہیں اس میں گھسنا عمر کو کاٹنا نہیں ہو اور نہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا خلاف کرنے سے عمر بڑھ سکتی ہے جیسا کہ عیش اور نے حبیب بن ظبیان سے روایت کی کہ ملک فارس پر بھاگنے کی حالت میں دریائے دجلہ کے ادھر مسلمان اور ادھر ایرانی فوج تھی سوا ایک مسلمان نے کہا اور وہ حجر بن عدی ہیں کہ تم کو کون چیز ان دشمنوں کی طرف عبور کرنے سے روکے ہو یہ دجلہ بھلا کیونکر موت دے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ** کتابا **مَوْجَلًا**۔ یہ کہہ دجلہ میں اپنا گھوڑا ڈال دیا انکے پیچھے مسلمانوں نے بھی گھوڑے ڈالے اور ایرانیوں نے جو یہ حال دیکھا تو اپنی زبان میں ایک دوسرے سے کہا دیوان اند۔ یہ لوگ دیو ہیں اور خوفناک ہو کر بھاگے۔ **رَوَاهُ ابْنُ ابی حاتم عن العباس بن زید البغدلی عن ابی معاویہ بن عائش**۔ کہ ذکرہ ابن کثیر۔ **وَمَنْ يَرْدُ بَعْلَهُ تَوَابًا لِّذٰنِہٖ**۔ ای خراؤہ فیہا۔ **نَوْمًا مِّنْہَا**۔ ماتسم لہ ولا حظ لہ فی الآخرة یعنی اور جس نے چاہا اپنے کام سے تواب دینا سو اپنے

کام کی جزا دینا میں تو دیتے ہیں ہم اس کو دنیا سے یعنی اس قدر جو اس کے واسطے مقسوم ہو پھر آخرت میں اسکا کچھ حصہ نہیں اور ظاہر انواب  
دنیا فتح و فینت ہو اگر کہا جاوے کہ آخرت میں حصہ نہونا کمان سے معلوم ہوا تو میں کہتا ہوں کہ بدلیل حدیث آئندہ اور آگے کے کلام سے جو  
برسبیل مقابلہ واقع ہوا یعنی - وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ لِيُؤْتِهَا مِنهَا - ای من ثوابہا - اور جو چاہے ثواب آخرت دینگے  
ہم اس کو آخرت سے یعنی ثواب آخرت سے وہ جنت ہے جانو کہ ثواب تو ابھی دے دیا مگر اس کو وہاں پہنچنے پر ملے گا اور یہ بعد  
موت کے شروع ہو جاتا ہے - وَسَجَّزِي الشُّكْرِيْنَ - اور قریب ہم جزا دین گے شکر گزاروں کو - یہ بڑا فضل کا وعدہ ہے کہ  
انکا ثواب تولے گا پھر دینے والے ہم ہیں جس کی مقدار کوئی کیا قیاس کر سکتا ہے - اور حدیث صحیح میں آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے  
اپنے پرہیزگار بندوں کے لیے وہ کچھ رکھا ہے جسکو کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ وہ کسی بشر کے دل میں خور ہوا - یعنی  
حواس و عقل سب سے بالاتر ہے اور کہا گیا کہ یہ دیدار حضرت باری عزوجل ہے - اور آیت میں تو لیں یہ ان لوگوں پر جو عنایت لٹنے کے واسطے  
خلقات حکم رسول صلعم کر بیٹھے اور مدح یہ ان لوگوں کی جو حکم پر ثابت رہے - اور جان رکھو کہ ثواب دینا چاہتے سے یہ مراد ہے کہ فرض اسکی فقط  
دنیا ہو پس اسکو دنیا تو قسمت بھرتی ہے اور آخرت سے محروم ہوتا ہے اور آخرت چاہنے والوں سے یہ مراد ہے کہ انکا برعل خاص اللہ تعالیٰ  
کے واسطے ہو پس انکو آخرت کا پورا ثواب ملتا ہے اور دنیا میں بھی قسمت بھرتا ہے پس ظاہر ہوا کہ دینا چاہنے والا بڑا کجخت ہے اور فرق  
قطعا ایک بیت کا ہے اور عمر بن الخطاب سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا سوائے اسکے نہیں کہ اعمال ساتھ نیتوں کے ہیں اور شخص  
کے لیے وہی ہے جو اس نے نیت کیا پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہوگی  
اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف کہ اس کو نکاح میں لاوے تو اسکی ہجرت ہی پھر کے لیے ہوگی  
جس کی طرف اس نے ہجرت کی رودہ البخاری و سلم و ابی اسن و المسائید وغیر ہم حتی قبل ان حدیث متواتر اس البیان میں  
اشارات آیات میں یوں ذکر کیا کہ قولہ تعالیٰ وَاَمَّا الرَّسُولُ فَخُذْهُ مِن قَبْلِ الرُّسُلِ - اللہ عزوجل نے اس خطاب میں سب کو خطاب  
کیا یعنی جب میں نے تم کو اپنے معبود و پروردگار قرار مختار ہونے کے اپنے نبی صلعم کی زبان سے خبر دیدی اور اپنے رسول  
صلعم کی رسالت سے تم پر اپنی ہی بندگی واجب کی اور تمکو اپنی الوہیت کی شان پہنچوا دیے کہ بلا واسطہ تمہیں جان لیا پھر تمکو کیا ہوا کہ تم نے  
حضرت صلعم کے درمیان سے جانے رہنے سے نزل کیا اور حالت فترت و امتحان کے وقت تم حقائق ایمان و خلاص سے مضطرب  
ہو گئے سو تم اگر میرے حلال کے مشاہدے میں رہتے تو اسکی موت سے یا میرے تمہارے درمیان ہر واسطہ کے اٹھ جانے سے مضطرب  
نہوتے اسواسطے کہ جسے جن عزوجل کو مشاہدہ و معاشرت کیا تو اسکی محبت و بندگی بغیر واسطہ ربوبیت کے ہمیشہ اس کی ذات سے قائم  
ہوتی ہے قال المترجم یعنی اسکی محبت اور بندگی کرنا اس واسطے کی وجہ سے نہیں ہوتا کہ او تعالیٰ ہمارا پروردگار ہے اور اسکی پرورش کی وجہ  
سے ہم بندگی کریں اور اس سے جنت کریں بلکہ محنت و بندگی محض ذات باری تعالیٰ عزوجل کے واسطے ہے بیرون لحاظ کسی واسطہ کے قال الشيخ  
اور انبیاء اولیا پر کچھ نہیں مگر یہی کہ بجز دین و آگاہ کریں کہ او تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور اسکی مراد کو ظاہر کر دین - پھر ان سب میں سے حضرت  
صدیق اکبر و انکے قریب قریب مرتبہ والے لوگوں کو خاص فرمایا اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب حضرت  
سید عالم صلعم نے انتقال فرمایا تو صدیق اکبر نے کہا جو شخص محمد صلعم کو پوجتا تھا تو محمد صلعم نے انتقال فرمایا اور جو اللہ تعالیٰ کو پوجتا تھا  
تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے کبھی نہیں فنا ہوگا اور یہ وصف اس آیت کے آخر میں ظاہر ہے مترجم کتابہ کہ شیخ نے جو کہا کہ آیت میں سب کو

عتاب فرمایا سوائے حضرت صدیق دانکے مانند رضی اللہ عنہم کے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ انکے مراتب میں نقصان ہو بلکہ یوں سمجھو کہ یہ شخصین کا مرتبہ تھا کہ حضرت مالک الملک الحی القیوم وحدہ لا شریک لہ عزوجل نے انکو اس خطاب عتاب سے سرفراز کیا جس سے محبت شکیلی ہو بخلاف ان احکام کے جو کافروں کے حق میں دیے کہ وہ دو قسم کے ہیں بعض ان کافروں کو ہیں جو علم الہی میں کافر مریے انکو غضب و لعنت کے ساتھ ہی اور بعض انکو جو آئندہ ایمان لانے والے تھے تو انکو حیرت کی اور خشم سے ہر فہمائش ملاحظہ فرمائیں۔ تو کہ تعالیٰ افان مات اول القلبتہ علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یرضی اللہ شیئاً اسکے بعد حضرت صدیق اکبر وہ اس کے مانند لوگوں کے حق میں فرمایا کہ وسیعہ ہی اللہ الشاکرین۔ یعنی ابو بکرؓ اور جس کا قلب انکے قلب کے مثل تھا ایمان و یقین رکھنے میں یہ مزید جزا شکر کے واسطے ریشا کرین مراد ہیں اور انکا شکر یہ ہے کہ پروردگار کے معاملہ و ولایت میں مستقیم رہے اور منجملہ انکے شکر کی جزا کے تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو فتح دی اور شریعت کے فرائض خوشنامیدان سے انھوں نے کوشش مرود دون کو بھگا دیا۔ واسطی نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب کی آنکھیں بند ہو گئیں سوائے ایک مرد کے اسی نے ان سب پر فضل ظاہر کیا سو جس سے کہ انپر فضیلت دیا گیا تھا اور وہی بصیرت کے ساتھ انکو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والا تھا وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں پس گویا اس آیت کی مراد میں وہی مخصوص ہیں اور باقی امت اس سے عاجز رہی بسبب اسکے کہ بصائر میں کستی تھی اور یہ سب معاملہ اللہ ہی کی طرف سے تھا وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے خاص کرے اور ابو بکر کی فضیلت اس قول سے ظاہر ہوئی کہ جو محمد صلعم کو پوجتا تھا سو محمد صلعم نے تو انتقال کیا قال المترجم اس قول کے معنی یہ ہیں کہ ای لوگو تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہو کچھ محمد صلعم کو نہیں پوجتے تھے پھر یہ حیرانی و اضطراب و شک بدگمانی کیا ہو تم تو اللہ عزوجل کو پوجتے تھے جسکی طرف تم کو حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کر دی وہی دائمی باقی حقیقی قیوم ہر اب بھی اسی کی عبادت کرو اور حضرت صلعم کی تجتیر و تظہیر کرو اور اس میں شامات و خفاکت ہیں کہ میں گنجائش بیان نہیں پاتا ہوں مگر یہ اشارہ کہ قدم نبوت پر وہی قائم ہو قال المترجم اگر کہا جاوے کہ ابن عباس کی روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول تھا کہ اللہ ہم لٹے باؤں نہیں بھرنے کے بولے کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی و اللہ اگر رسول اللہ صلعم انتقال کرین یا قتل کیے جاوے میں اسی پر قتال کرو مگر جیسے حضرت صلعم نے قتال کیا یا تاکہ کہ مر جاؤں واللہ میں انکا بھائی دلی اور چچا کا بیٹا ہوں مجھے زیادہ کون انکے ساتھ حق ہو رواہ الطبرانی ستہ جواب یہ ہے کہ کمال صدق ایمان ہے اور یہ بات وہ حضرت صلعم کی زندگی میں فرماتے تھے جیسا کہ اسی روایت میں مصرح ہے اور وہ وقت تھا کہ نوز ظاہر ہوا تھا جب فات ہوئی اور اس واسطے سے راہ بند ہو کر تاریکی ہوئی تو ہجرتی و حیرانی سب پر چھا گئی سوائے اس کے جسکی راہ کشادہ ہوئی پھر جب اسکی طرف واسطہ ہوا تو وہی نور نظر آیا مگر فرق کے ساتھ اسی واسطے ابن عباس نے فرمایا کہ اللہ کو یا لوگوں کو معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت آری ہی یہاں تک کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی پٹھری پھیر لی جس سے سکر ب لوگوں نے اسکو پڑھا سو میں کسی بشر کو لوگوں میں سے نہیں سنتا تھا مگر اتنا کہ وہ اسی آیت کو پڑھتا تھا۔ اور سعید بن مسیب نے عمر سے روایت کی کہ یہ سکر عرق عرق ہو گئے اور زمین کی طرف جھک پڑے من حدیث النجاری ہیوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابو بکرؓ کو امیر الشاکرین کہا اور شاکرین کی تفسیر میں کہا کہ وہ ابو بکرؓ کے صحابہ ہیں اور کہا کہ ابو بکرؓ ہی سب سے زیادہ شاکر اور سب سے زیادہ محبوب مکے اللہ تعالیٰ کی طرف۔ اور میں سے اہل حق نے قاطبۃ اتفاق کیا کہ ابو بکرؓ افضل ہیں اور یہی معنی ہیں کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ابو بکرؓ خلیل اللہ ہیں اور فرمایا کہ انکا رفاہ ہے اللہ تعالیٰ اور میں سوائے ابو بکرؓ کے دوسرے کو۔ یعنی خلافت رکھنے کی حاجت نہیں جو وہی ارادہ آئی عزوجل جاری ہے کہ اول تعالیٰ ابو بکرؓ ہی کو سب سے اول برگزیدہ فرماتا ہے اور اسی کے ارادہ پہلوانوں کے دل موافقت کرینگے اور حضرت

یعنی میری قدریں سونے کے کما کوئی آسانی ہو یا زمین مقبول نہیں جب تک ابو بکر کے فضل ہونے کا قائل نہ ہو اور مترجم کہتا ہے کہ بعض کبار کا قول ہے کہ جو ابو بکر کی انصافیت و خلافت حقہ کا قائل ہو اس کا کوئی عمل میرے نزدیک قبول نہو گا کما فی جامع الترمذی و بالجملة اس میں اہل حق و حینکو نور ایمان حاصل ہو کسی نے خلاف نہیں کیا سوائے انکے جو اپنی ہوائے نفس کے پابند ہیں۔ قال الشيخ ابو شیخ حسین نے فرمایا کہ رسول کے واسطے نہیں مگر وہی جس کا انکو حکم دیا گیا یا اپنے کشف کیا گیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے اُسے پوچھا گیا کہ کس جنس میں ملا علی ایک دوسرے پر پیش قدمی چاہتے ہیں یعنی انھوں نے کوئی حس نہیں منسا اور نہ جانا پھر جبکہ انے یہ بات پوشیدہ تھی تو انکو مشاہدہ دیا پس صفت ہر واقع ہوئی اور انھوں نے شہود حق عزوجل کے ساتھ مشاہدہ کیا اور بشریت کی یہ خفیف صفت جو مانع تھی جاتی رہی پس انھوں نے تمام علوم کو بیان فرمایا قال المترجم یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے اپنے پروردگار کو نہایت عمدہ صورت میں دیکھا مجھے فرمایا کہ اے محمد میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار میں خدمت میں حاضر ہوں فرمایا کہ کس بات میں ملا علی یعنی فرشتے ایک دوسرے پر پیش قدمی کرتے ہیں تا آخر حدیث رواہ الترمذی والامام احمد والدارمی وغیر ہم پس مطلب یہ کہ اگر وہ تمام علوم غیب پر واقف ہوتے تو انے یہ کیوں پوچھا جاتا پھر شہود حق سے انکو تمام علوم کا جانتک امکان بشری ہو انکشاف ہوا کیونکہ صفت بار تعالیٰ مخلوق میں قدیم ہو جانا محال ہے۔ فاقم واند علم۔ قول تعالیٰ اما کان نفس ان تموت الا باذن اللہ کتا باموجلا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اسکی قدرت سے یہ بات ہے کہ زندہ کو موت دیتا ہے کہ عظیم از ایجاد زندہ ہو اور عجب از ایجاد زندہ ہو اسواسطے کہ موجود میں تو خود کچھ قدرت ہونے کا وہم بھی ہے بخلاف معدوم کے کہ اسکی کچھ قدرت نہیں ہے۔ اور نیز اہل ریاضت کی طرف اشارہ ہے کہ نفس امارہ کچھ ریاضت و مجاہدہ سے ذائل نہیں ہوتی وہ تو مطمئنہ حسی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اذن ارادہ متعلق ہو اور اسکی بادی و مناجات کی حلاوت سے اطمینان پاتی ہے اور واسطی نے فرمایا کہ کوئی نفس نہیں کہ فنا و بقا کی قدرت رکھے بلکہ اہل سب مقدمین جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وکل اہل کتاب بہر اہل کے واسطے لکھی تقدیر ہے کہ قول تعالیٰ ومن یرد ثواب الدنیا توت منها ومن یرد ثواب الآخرة توت منها۔ ثواب دنیا تو معرفت ہے اور ثواب آخرت مشاہدہ ہے مترجم کہتا ہے کہ شاید مشاہدہ سے دیدار عیانی مراد ہے۔ قال اور نیز ثواب دنیا محبت ہے اور ثواب آخرت قربت ہے اور نیز ثواب دنیا تو صحبت اولیا ہے اور ثواب آخرت صحبت حق جل و علا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ ثواب دنیا عافیت ہے اور بعض نے کہا کہ شکر نعمت بجالانے کا الہام ہے اور ثواب آخرت حنت و اسکی نعمتیں ہیں قال المترجم یہ تفسیر ایشہ بظاہر ہے جو حق ثواب آخرت۔ مگر ثواب دنیا مفسرین نے بھی فتح وغنیمت قرار دی ہے

و کائین من نبی قتل لامعہ یبئون کثیرہ فسا وھنوا لیا اصبا بہم فی سبیل اللہ و اور بہت نبی ہیں کہ جن کے ساتھ ہو کر پڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر کچھ ہارے نہیں تکلیف ہو پختے سے اللہ کی راہ میں

مَا ضَعُفُوا وَمَا اسْتَکَاؤُوا وَاللّٰهُ صَبِيحٌ الصّٰبِرِيْنَ وَمَا كَانَ قَوْلُهُمْ اَلَا اَنْ قَالُوْا سست ہوئے نہ دب گئے اور اللہ چاہتا ہے ثابت رہنے والوں کو اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا

رَبِّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافِنَا فِيْ اَمْرِنَا وَثَبَّتْ اَقْدَامَنَا وَالصُّرُوْعَ عَلٰى الْقَوْمِ کلام ہے ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھے ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر

الکفیرین۔ فانہم اللہ ثواب الدنیا وحسن ثواب الآخرة واللہ یحب المحسنین۔ قوم پر پھر دیا انکو اللہ نے ثواب دنیا بھی اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو

و کائین۔ کم۔ یعنی کابین یعنی کم خبر ہے ہر ای بہتر ہے پس مفسر کے نزدیک احتمال ہے کہ کابین مفرد لفظ یعنی کم ہو اور احتمال ہے کہ مرکب

۱۵  
۴

ہو جیسا کہ خلیل و سیدویہ نے کہا کہ اسی اور کاف تشبیہ سے مراد ہو کر کم کے معنی میں ہو گیا اور معاملہ میں فرمایا کہ تمہیں کی کوئی خطی صورت نہیں سوائے اس لفظ کے کہ بحرف نون لکھی جاتی ہے۔ **هَسْبُنَا قَاتِلُ**۔ وفی روایتہ قاتل والفاعل ضمیر کا یعنی قاتل برون جمہول ابو عمرو و ابن کثیر و تافع کی قرآنہ ہے اور ایک قرآنہ میں قاتل از مفاعلت آیا یہ باقیوں کی قرآنہ ہے اور فاعل اس کا اسکی ضمیر سے مفعول خبر مبتدأ ہ۔ **مَنْ يَمُوتُ كَيْفًا**۔ جمع کثیر یعنی مہم خبر مقدم اور اسکا مبتدأ ربیون کثیر موصوف مندرج کے اس میں کسی قول ہیں اول قتل مجہول ہے اور معنی یہ کہ بہت نبی مقتول ہوئے اور انکے اصحاب سے بہت ربیون مقتول ہوئے پھر باقیوں کو اس سے بھی کچھ ضعف ایمان لاحق نہوا اور یہی ابن جریر و ابو حاتم نے اختیار کیا اور سپر وارد ہوتا ہے کہ سعید بن جبیر و حسن نے کہا کہ قتال میں کوئی نبی کبھی مار نہیں گیا۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ آیت کریمہ میں قتال میں مارا جانا اگرچہ صریح مذکور نہیں اور فی سبیل اللہ یعنی جہاد میں حاضر رہنے میں لیکن شہادت اقدارنا و انصرنا علی انفسنا و کافرین سے یہی اظہر ہے۔ **بِأَجْلِ قَاتِلِ** میں اس صورت میں ضمیر راجع بجانب نبی ہوگی یعنی بہت سے نبی قتل ہوئے اور ایک کے جسکے ساتھ تھیں بہت سی بانی جہتیں آدوم آتھیں قتل میں ضمیر نہیں بلکہ مفعول مالم لیسیم فاعلہ ربیون کثیر اور معنی یہ کہ بہت نبی گذرے گا انکے ساتھ لڑائی میں ربیون کثیر بارے گئے اور اسی کو زخم شہید نے ترویج دی اور سپر وارد ہوتا ہے کہ فنا و ہوا پھر وہ لوگ سست ہوئے۔ **بِأَجْلِ** مقتول ہونے کے کیونکہ کہا جا سکتا ہے اور اگر باقیوں کو کہا تو انکے ساتھ انکا نبی موجود ہے۔ اسی واسطے ابو عبید نے قاتل کی قرآنہ اختیار کی کیونکہ اس میں کے معنی مستقیم رہتے ہیں اور اس وجہ سے کہ جب قتال کرنے والے کی مسج ہوگی تو مقتول کی نوحہ بدرجہ اولیٰ ہوگی بخلاف اسکے عکس کا وہی جہد ہے۔ چہاں آتھ کہ کلام میں حذف ہو تقدیر یہ کہ و کاین من نبی قتل و مہم ربیون کثیر۔ یعنی اکثر نبی مارا گیا اور اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے۔ بعد نبی کے مقتول ہونے کے ضعیف و سست نہ ہوئے۔ اور تقدیر واد کی ایسے مقام پر شائع ہو جیسے قتل فلان موصوف کثیر یہ معاملہ میں مذکور ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس صورت میں بدون تقدیر واد کے مہم ربیون کثیر حال ڈالا جاوے اور حالیکہ اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے اور یہ جو ہے اور اسکو محمد **مِنْ اَسْحٰبٍ** نے ذکر کیا اور یہی نے اسی قول کی تائید میں مبالغہ کیا اور واقعی مستقیم ہے اس واسطے کہ اسد تعالیٰ نے ان آیات میں اور آیات سابقہ میں ان مسلمانوں پر عتاب فرمایا جو برون واحد بھاگ نکلے قتال چھوڑ کر فقط اس آواز کے سنتے ہی کھلم کھلتے ہوئے تو اسد تعالیٰ نے اس میں ملامت کی کہ بہت نبی پہلے گذرے کہ نبی مقتول ہو اور حالیکہ اسکے ساتھ میں ربیون کثیر تھے مگر وہ سست نہ ہوئے تم کیوں بھاگے کیانی کے مقبل ہوتے سے کوئی اسد تعالیٰ کا دین چھوڑ کر بھاگتا ہے **قَالَ الْمُسْرِمُ** لیکن قول حسن و سعید بن جبیر سبھی وارد ہوتا ہے پھر ربیون کثیر کے جو معنی نے ذکر کیے یہی ابن کثیر نے ابن عباس و سعید و مجاہد و قتادہ و عکرمہ و حسن و ربیع و عطار سے ذکر کیا میں اور حسن نے کہا علماء کثیر اور ابن سوری سے ربیون ای ہزاروں۔ اور یہی اسے کہ ربیہ جو واحد ہے وہ فقط اس ہزار ہے۔ اور کہا گیا کہ ربی منسوب برب پھر کسر حاول بسبب تہی کثیر کے جسے یضہ و یضری کہ اول۔ اور بعض نے کہا منسوب بہ جانب رب یعنی جماعت ہے۔ **فَمَا وَكَلْتُمْ**۔ جنہوا پھر یہ لوگ نامرد نہ ہوئے۔ **لَمَّا اَمَّا كَيْفًا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ** میں الجراح و قتل انبیا ہم و اصحاب ہم۔ بوجہ اس مصیبت کے جو انہرا راہ الہی میں ہوئی وہ کفر جمعی ہوئے اور انکے انبیا و ساتھی مارے گئے۔ **وَمَا ضَعُفُوا**۔ عن الجہاد۔ اور جہاد کرنے سے ضعیف نہ ہوئے۔ **وَمَا اسْتَكَالُوا**۔ تضعوا العدو ہم کما فعلتم میں قتل النبی صلعم۔ خضوع نہیں کیا اپنے دشمن کے واسطے یعنی اسکے سامنے پست نہیں پڑ گئے ف کہ چوچہ کرے جیسے تم نے کیا جبکہ کہا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے۔ یہ اشارہ ہے انکے قصد کا جو فقہ میں گذرا کہ عبداللہ بن ابی منافق کے ذریعے قریش سے لمان مانگین اور ڈھیلے ہو گئے۔ **وَاللّٰهُ يَحِبُّ الضَّالِّينَ**۔ علی البلاء ہی ہمیشہ۔ بلا و خباہت پر صبر کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ

مفسرین نے اس آیت کو صحیح قرار دیا ہے۔

دوست رکھتا یعنی ثواب دیتا ہو۔ **وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ**۔ عند قتل فہم مع ثباتہم و صبرہم یعنی انکے پیغمبر کے قتل ہونے کے وقت باوجود صبر و ثبات کے انکی زبان سے کچھ نہیں نکلتا تھا سوا اسے اسکے کہ **إِن قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا**۔ تجاوزنا الحد۔ **فِي آمْنِنَا**۔ ایذا نابان ماہما ہم بسورہ فہم و ہما لا نفسہم۔ انہوں نے یہی کہا کہ الہی ہم کو بخشا۔ ہمارے گناہ اور ہمارا اسراف یعنی حد سے تجاوز کرنا ہمارے کاموں میں وہ یہ انکی طرف سے اظہار تھا کہ جو انکو پہنچا وہ انہیں کے برے کاموں کے سبب سے ہوا اور نیز اپنے نفس کا انکسار تھا۔ اور یہ بھی کہتے کہ۔ **وَتَلَبَّتْ أقدَامُنَا**۔ بالقوة علی الجہاد۔ اور جہاد پر قوت دیکر ہمارے قدم ثابت رکھ۔ **وَالصُّرُفَا**۔ علی القوم الکافرین۔ اور ہم کو کافرین قوم پر نصرت دے۔ **ف** جہاد میں ہم کو غالب رکھ اور شیطان ہم پر تسلط نہ پاوے۔ **فَأَنذَرَهُم** اللہ **ثَوَابَ الدُّنْيَا**۔ النصر والغنیۃ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکو ثواب دنیا عطا کیا **ف** نصرت و عنیت اور عظیم ثواب آخرت بھی دیا۔ مترجم کتابہ کہ ایسا ہی جیسا وی و عالم و سراج وغیرہ تقابیر موجودہ میں فتح و عنیت سے ثواب الدنیا کی تفسیر موجود ہے لیکن یہ ہو معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ غنیمت کا مال حلال ہونا اس امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے خصائص سے ہے سابق میں کسی پر حلال نہیں ہوا اس واسطے شاید یہ کثیر نے فتح و عاقبت سے تفسیر کی۔ **وَحَسُنَ ثَوَابُ الْآخِرَةِ**۔ اسی اجزہ حسنہ تفضل فوق الاستحقاق۔ اور حسن ثواب آخرت یا یعنی ثواب آخرت سے جنت مراد ہے اور حسن ثواب یہ کہ استحقاق سے زیادہ دیا۔ اور زخم شری وغیرہ نے کہا کہ ثواب آخرت کے ساتھ حسن کی خصوصیت اس واسطے کہ وہی کہ دلالت ہو کہ اسی کو فضیلت و تقدیم ہے اور دنیا کسی شمار میں نہیں اور یہ حسب انکی نیکو کاری کا عوض ہے۔ **وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِ**۔ اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کو محبوب رکھتا ہے اور ثواب جہل عنایت فرماتا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يُؤدُّوكم عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَانقَلِبُوا**

ای ایمان والو اگر تم کہا مانو گے منکروں کا تو تم کو پھیر دینگے اٹلے پانوں پھر جا پڑو گے **خَسِرْتُمْ** ○ **بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰیكُمْ** ○ **وَهُوَ خَیْرُ النَّصِیْرِیْنَ** ○ **سَنَلْقٰی فِی قُلُوبِ الدِّیْنِ**

نقصان میں بلکہ اللہ تمہارا تھا۔ مددگار ہے اور وہی سب سے بہتر مددگار اب ہم ڈالینگے کافروں کے دل میں **كُفْرُوا وَالرَّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا** ○ **إِن اللّٰهُ مَا كَمْ یُنزِلُ بِهِ سُلْطٰنًا** ○ **وَمَا لَهُم مِّن تَارِظٍ**

بیت سبب اسکے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جسکی اسنے سندنہیں اتاری اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے **وَبِئْسَ مَثْوٰی الظّٰلِمِیْنَ** ○

اور بڑی بستی ہے بے الصانوں کے لیے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا**۔ ای ایمان والو اگر تم ان لوگوں کی جو کافر بنے ہیں اطاعت کرو **ف** میں کا تم کو حکم کرتے ہیں یعنی راے دیتے ہیں اگر ایسا کرو گے تو۔ **يُؤدُّوكم عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ**۔ اے الکفر تم کو یہ کفار تمہارے اٹلے قدم پھیرینگے **ف** یعنی کافر بناوین گے۔ کہا گیا کہ مراد کافروں سے منافق ہیں کہ شکست کھانے اور بھاگنے پر مسلمانوں سے کہا کہ مشرکین قریش سے ایمان لے لو کہ وہ تمہارے بھائی ہیں یا پہلے دین پر ہو جاؤ کہ محمد صلعم اگر نبی ہوتے تو قتل نہوتے۔ اور کہا گیا کہ مشرکین قریش مراد ہیں اور کہا گیا کہ علی العموم کل کافروں کی اطاعت سے ممانعت ہے اگرچہ منافقین کی طرف اشارہ اقرب ہے اصل اگر تم کافروں کی بات مانو گے تو اٹلے پانوں کافر ہو جاؤ گے۔ **فَنَقَلِبُوا** **آخِرَتِیْنَ**۔ تو دنیا و آخرت دونوں میں خوار ہو جاؤ گے

ف اسطرح کہ دشمن کی اطاعت ذلت و خواری ہے اور آخر کفر کی طرف مووی ہو کر عاقبت کا عذاب ہے۔ بل اللہ هو لا کفر ناصر کم  
 یعنی مولیٰ یعنی ناصر۔ ای فتح دینے والا ہے اور بعض قرآنہ میں۔ اللہ۔ نصب ہو پس بل اطیعوا اللہ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت کرو۔  
 وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ۔ فالطیعوہ دونم۔ پس ایکی اطاعت کرو ف نہ کافرون کی۔ سَسَلِقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ  
 كَفَرُوا وَالرَّعِيبِ۔ بسكون العين وضمها الخوف وقد عرفوا بعد ارتحالهم من احد على العود وابتیصال المسلمین فرعبوا ولم یجیبوا اکثر ذنکی  
 قرآنہ رعب سکون عین اور ابن عامر وکسائی کی قرآنہ لضم عین ہے اور معنی اس کے خوف میں اور حال یہ تھا کہ مشرکین جب مکہ کو واپس ہووے  
 تو راہ میں کہا کہ ہم نے بہت بڑا کیا کہ اکثر وں کو قتل کیا جب بھڑے باقی رہے تو چھوڑ کے چلے آئے لوگو کہ ان کو خبر سے کھو دین پس  
 ان پر رعب چھا گیا اور بنین لوٹے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ المعنی عنقریب ہم کافرون کے دلوں میں رعب ڈال دینگے۔ یہ اکثر مفسرین کا قول ہے  
 اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پہاڑی پر پہنچ کر فرمایا ای اللہ میرے وہ اوپر نہ آدین پس ابوسفیان و مشرکین کو رعب چھا گیا حتیٰ کہ ابوسفیان نے  
 پہاڑی کے کونے پر آکر باتیں کیں اور کہا کہ ای محمد ہمارا تمہارا وعدہ سال آئینہ میں بزرگ کا مقام ہے اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا کہ انشا اللہ تعالیٰ  
 اور اس پر وارد ہوتا ہے کہ سلفی میں سن استقبال کا ہے پس لہذا حد سے کچھ چھپے ہونا چاہیے متسرحم گنتا ہے کہ مطلقاً رعب ڈالنے کے وعدے پر  
 اس واسطے نہیں مجھول کیا کہ بعد اس لڑائی کے پھر وہ لوگ پندرہ ہزار کی جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے مگر لیکن غائب ہوا پس گئے میں کہتا ہوں کہ  
 سخت خوفناک ہو کر واپس ہوئے تھے جیسا کہ غزوہ احزاب کی تفسیر میں انشا اللہ تعالیٰ بیان کرونگا پس اسی پر مجھول کرنا اولیٰ ہے واللہ اعلم  
 پھر اسطرح انکے دلوں میں رعب ڈالنے کی وجہ فرمائی۔ لَجَمًا اشکر کو ایا اللہ۔ ای سبب اشکر ہم باللہ۔ صما لکرتلر لہ سلطانا  
 حجب علی عبادتہ و ہوا الاصنام۔ یعنی ہم انکے دلوں میں رعب ڈال دینگے کیسب انکے شرک لانے کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت میں اسی چیز کو  
 کہ نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے کوئی حجت اس چیز کی عبادت کرنے پر۔ اور وہ بت ہیں حال یہ کہ مشرکوں نے اپنی راے سے اللہ تعالیٰ کا شریک  
 بنایا تو اللہ تعالیٰ انکے دلوں میں رعب ڈال دینگا کیونکہ مشرکین مکہ بت پرست تھے پس تشبیہ انکی موافقت سے ہرگز سوائے حق عزوجل کے کسی چیز  
 کی عبادت و ذمہ نہیں خواہ بت ہوں یا کوئی اور صلیب وغیرہ ہو کسی پر حجت نہیں اتاری ہے۔ وَمَا لَهُمُ التَّكَاثُرُ۔ اور آخرت میں ان مشرکوں کا  
 ٹھکانا جہنم ہے۔ وَبئس مَثْوًى۔ ماوی۔ الظالمین۔ الکافرین ہی۔ یعنی بڑا ٹھکانا ہر ظالموں کا یعنی کافرون کا یعنی آگ۔  
 ف پس لفظ ہی مخصوص بالذم ہے اور ظلم سے شرک و کفر مراد ہے کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے و رعب سے فتح پانا آنحضرت صلعم کی خصوصیات  
 میں سے ہے چنانچہ ابو امامہ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے انبیا پر فضیلت دی چار باتوں سے۔ آسین بھی فرمایا کہ فتح  
 دیا گیا میں رعب سے ایک مہینہ کی راہ کہ وہ رعب ڈالا جاتا ہے میرے دشمنوں کے دلوں میں اور حال کی گئیں میرے یعنی غنیمتیں رواہ احمد الترمذی قال  
 حسن صحیح و کذا ثبت فیما رواہ سعید بن منصور و غیر ہم اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے قلب ابوسفیان میں رعب ڈالا  
 وہ مکہ کو لوٹ گیا پس بنی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان نے تم میں ایک ٹکڑے کو مصیبت پہنچائی اور اب لوٹ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسکے  
 دل میں رعب ڈال دیا کذا قال فی تفسیر قولہ سلفی فی قلوب الذین کفروا الآتیه۔ رواہ ابن ابی حاتم اور معنی اسکے بھی وہی ہونگے کہ راہ میں سے  
 او وصر قصدا کیا بلکہ مکہ کو لوٹ گیا فی العرائس قولہ تعالیٰ بل اللہ مولانا کم۔ یعنی محبت ازلی کے ساتھ تمہارا محب ہے اور تمہارے شر دشمن سے تیکر  
 بچانے والا ہے اور ہر خطرہ سے جو غیر حق کی طرف لیجائے تمہارا نگہبان ہے اور تمہارا ناصر ہے اسوقت میں کہ تم اس کی بندگی ادا کرنے کی مشقتیں ادا  
 اگرچہ تمہارے نفوس اسکے اٹھانے سے انکار کریں۔ اور شیخ ابن عطاء نے فرمایا کہ عباد امر و نواہی بجالانے و باز رہنے کا حکم دیا ہے انکی

یہاں پر  
 صحیح  
 ہے

برداشت میں تمہارا نہیں ہو۔ اور حضرت جعفر نے فرمایا کہ در آخرت میں تمہارے امور کا متولی ہو اور میں عطار نے خیر الناس میں

کہا یعنی تمہارے نفس و خواہش سب پر تم کو فتح دینے والا ہو قال المیزج حال اسکا یہ کہ جہاد میں جہاد نفس بھی داخل ہو  
وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدًا إِذْ أَخَذْتُمُوهُمْ بِآذَانِهِمْ إِذْ أَخَذْتُمُوهُمْ بِآذَانِهِمْ إِذْ أَخَذْتُمُوهُمْ بِآذَانِهِمْ إِذْ أَخَذْتُمُوهُمْ بِآذَانِهِمْ إِذْ أَخَذْتُمُوهُمْ بِآذَانِهِمْ

اور ضرور اللہ نے سچ کر دیا اپنا وعدہ جب تم لگے کاٹنے مشرکوں کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور بھگڑے

فِي الْأُمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِمَّنْ لَبِئْسَ مَا آتَاكُمْ مَا تَحِبُّونَ مِثْلَهُمْ مِمَّنْ يَرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ

اس امر میں اور نافرمانی کی بعد ازاں کہ تم کو دکھا دیا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم میں چاہتا تھا۔ دنیا اور کوئی تم میں

مِمَّنْ يَرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَدَقَكُمُ عَنْهُمْ لَيْبَتِكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللَّهُ ذُو

چاہتا تھا آخرت کو پھر تم کو بھیر دیا مشرکوں سے تاکہ آزاد سے تم کو اور اللہ معاف کر دیا تم کو۔ اور اللہ

### فَضْلٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ

فضل فرماتا ہے مومنوں پر

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللَّهُ وَعْدًا - ایا تم بال نصر یعنی اللہ تعالیٰ نے جو تم کو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ اللہ تعالیٰ نے

سچا کر دیا۔ معالمین مذکور ہے کہ محمد بن کعب القرظی سے روایت ہے کہ جب احد سے واپس ہو کر مسلمان مدینہ میں آئے تو بعض صحابہ رضی

کہا کہ یہ مصیبت ہم کو کمان سے پہنچی حالانکہ حق تعالیٰ نے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا پس یہ آیت نازل ہوئی۔ جانتا جاوے کہ وعدہ سے

مراد یا مطلق وعدہ نصرت ہو یا وعدہ انزال ملائکہ ہے۔ شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ میں سے ایک قول ہے کہ قولہ تعالیٰ ہذیر دیکر تم مجھ سے آؤ

من الملائکۃ مسومین۔ ہر روز احد واقع ہوا ہے۔ اور بعض نے ذکر کیا کہ عروۃ بن الزبیر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو صبر و تقویٰ پر پانچ ہزار فرشتے

مسومین سے مدد کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ پورا کر دیا لیکن کچھ دیر گزری تھی کہ مسلمانوں میں سے بعض نے ناشکر بنی کی اور رسول صلعم کی نافرمانی

کی اور جس جگہ رسول صلعم نے مقرر فرمایا تھا وہ جگہ چھوڑ دی اور دنیا کی طرف قصد کیا پس ملائکہ کی مدد اٹھالی گئی۔ بہر حال صدق

وعدہ سے ابتداء روز میں فتح دنیا مراد ہو چنانچہ فرمایا۔ إِذْ أَخَذْتُمُوهُمْ بِآذَانِهِمْ تَقْبَلْتُمْ بآذَانِهِمْ۔ بارادتہ۔ جبکہ کاٹتے تھے انکو

یعنی انکو قتل کرتے تھے باذن اللہ یعنی بارادہ آئی۔ اور قاموس میں ہے کہ جس کو قتل و استیصال ہے اور ادیبان معنی اول میں کیونکہ

دوسرے معنی متحقق نہیں ہوئے اور سنیاء وی میں ہے کہ حَسَبُ الْبَطْلِ حَسَبٌ۔ اسکی جنبش مشادی۔ الحاصل اللہ تعالیٰ نے اول

انیا وعدہ نصرت تم کو پورا کر دیا۔ حَتَّىٰ إِذْ أَخَذْتُمُوهُمْ۔ جب تم نے قبول ہوئے

جہاد سے۔ یعنی جہاد سے نظر اٹھا کر دنیاوی غنیمت کی طرف جھکے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جھگڑنے لگے

اور صریح حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو نصرت اٹھالی گئی اور ابن جریج نے ابن عباس سے روایت کی

کہ فضل بمعنی نامردی ہے۔ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأُمْرِ۔ اسی امر النبی صلعم بالمقام فی سفح جبل للری

فقال بعضکم نهب فقد نصر اصحابنا وبعضکم لا تخالف امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اختلاف کیا تم نے حکم معلوم میں اور حکم نبی صلعم میں

کہ سفح جبل میں بھڑے رہنے کا حکم کیا تھا تاکہ تیر مارے رہو پس تم نے یوں اختلاف کیا کہ بعض نے کہا کہ ہم مال غنیمت کو لینے کیونکہ

ہمارے لوگوں کو فتح دی گئی اور بعض نے کہا کہ ہم حکم نبی کی مخالفت نہ کریں گے کہا گیا کہ فضل کی تفسیر یہ اختلاف ہے پس او عطف



تفسیری کا ہے اور لامر کا الف لام عہد ہے۔ اور اختلاف دراصل انھیں لوگوں نے کیا جو لوگ کہتے تھے نہ انھوں نے جو وہین کھرتے رہتے پر ہے تھے لیکن وجود اختلاف چونکہ ہر دو قول سے تھا تو دونوں کی طرف اختلاف کی نسبت کی صرف تصویر یا اختلاف کے لیے ہر دو میں سے کو معلوم ہے کہ اختلاف کرنے والوں میں سے جو قول صواب پر ہیں وہ خازن رسول کے موافق اور اپنی مخالفت والوں سے مخالف ہوتے ہیں لہذا یہ ان کو یہ اختلاف صواب پر کون تھے بقولہ - وَعَصَيْتُمْ - امرہ فتم المرکز لاجل طلب الغنیمۃ - اور بنا قرمانی کی ہمت نے حکم رسول کی پست پس تم نے مرز چھوڑ دیا بغرض غنیمت چاہنے کے - قَسْرًا كَيْفَ لَمَّا آتَاكُمْ - اللہ - بعد ازاں کہ وہ کھلا دیا تم کو اللہ تعالیٰ نے سَمَّا تَجِبُونَ حَسْبُكُمْ چاہتے تھے یعنی فتح کو جو اب اذا دل علیہ ما قبلہ ای منکم نصرہ - اور جو اب اقا کا مخدوم ہے اس پر ما قبل دہالت کرتا ہے یعنی اذا فعندہ کذا ای منکم نصرہ - جب تم نے ایسا دلیا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی فتح تم سے ممنوع کر دی حال آنکہ اول اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ نصرت تم پر سچا کر دیا کہ تم نے اپنی فتح و قتل کفار کو دیکھ لیا بیان کہ جب تم نے جہاد چھوڑ کر دنیاوی مال کی جانب ناروی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم میں باہم جھگڑنے لگے اور آخر تم نے صریح حکم سے خلاف کیا تو اللہ تعالیٰ نے نصرت منقطع کر دی حالانکہ پہلے تم اپنی مغرب چیز یعنی فتح کو انھوں رکھ چکے تھے - مِّنْكُمْ مَّن يَّزِيدُ الدِّيَارَ - فترک المرکز لاجل الغنیمۃ - بعض تم میں سے دنیا چاہتا تھا اس لیے اسے مرکز کو دنیاوی مال غنیمت کے واسطے چھوڑ دیا اور یہی باعث خشم ہوا - وَمِنْكُمْ مَّن يَّخُوفُ الْآخِرَةَ كَخُوفِ قَتْلِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَبْرِ صَحَابَةٍ بعض تم میں سے آخرت کا طالب تھا اس لیے آخرت چاہتے والا ثابت رہا مرکز پر یہاں تک کہ مشرکین سواروں نے انکو شہید کر ڈالا مائند عبد اللہ بن جبیر اور ان کے ان ساتھیوں کے جو ان کے ساتھ ہے اور وہ ہوس سے کم تھے اور باقی چالیس سے زیادہ ایسے تھے کہ بن بید اللہ دنیا میں شامل ہوئے - ابن عباس نے فرمایا کہ کسی لڑائی میں ایسی فتح نہ تھی جیسی احد کے روز شروع میں تھی دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے - اذ تخشعتم باؤدہ - تم انکو کاٹتے تھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کافی روایت احمد عنہم سئل - اور ابن مسعود فرماتے تھے کہ ہر روز احد اگر میں تم کھاتا کہ ہم میں سے کوئی دنیا نہیں چاہتا تو مسیور ہوتا کہ میں سچا ہوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا دُنْكُمْ مِّنْ بِيَدِ الدِّيَارِ - بالجملہ ہاں کی جماعت میں سے اکثر نے عصیان کیا اور حدیث ابو داؤد سے ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم کسی قوم پر ان کی بکھر جماعت کی بنیاد پر ہوتا ہے پس میں بھی اکثروں کی نافرمانی پر عصیت کا عتاب کیا - ثُمَّ صَوَّرَ فَمَكْمٌ - اسے ردکم بالہزیمۃ مَعْنَهُمْ - ای الکفار - پھر رد کر دیا تم کو جھگڑانے یعنی کافروں سے - یعنی بھگنے سے تمہارے منہ کافروں سے پھر گئے - بعض نے کہا کہ بعید ہے کہ جب انھوں نے دنیا کی طلب میں کافروں کی شرکت کی تو اس جہت میں انکے مانند ہوئے پس فضل نصرت سے محروم ہوئے کیونکہ نصرت واسطے اعلا رکلمۃ اللہ تعالیٰ ورنہ درجات آخرت تھی نہ آنکہ دنیا خوب حاصل کر لو - اور نیز آیت میں یہ فقہ ہے کہ اختلاف سخت بدتر چیز ہے جب کوئی قوم اختلاف کرے تو مستوجب محرومی ہوگی اور یہ فقہ ہے کہ جب خشم نازل ہو تو جماعت کو ٹوٹا شامل ہو جاتا ہے لیکن نیک نیتوں کا خشم کی نیت پر ہونا ہے اور یہ حدیث صحیح میں بھی آیا ہے - بالجملہ تمہارے شخصیت وغیرہ پر کافروں سے تمہارا منہ پھیر دیا نصرت قطع کر دی - لِيُتَلَبَّسَ بِكُمْ لِيَتَحَكَّم - فیظہر المخلص من غیرہ - یعنی کافروں سے تمہارے منہ پھیرنا اور اپنی مدد کو اٹھا لینا اس واسطے تھا کہ تمکو امتحان کرے پس مخلص نہ غیر مخلص ظاہر ہو جاوے حالانکہ اول تعالیٰ دانا تر ہے - وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ - اور اللقب عفو کیا جو تم نے کیا تھا - اور نصیر کہ اللہ عزوجل نے ہر میت احد کو معاف فرمایا اگرچہ کبیرہ گناہ تھا اور اس سے صریح ثابت ہوا کہ کبیرہ عفو ہوتا ہے برخلاف قول خازن کہ کہ وہ نہیں مانتے ہیں تا لہم اللہ تعالیٰ اور بعض نے کہا کہ عفا عنکم یعنی القیام ہے اور تم کو باقی بکھا ہے بنیادین یا اور تفسیر ہاں ہے کیونکہ میوجب

عول انظاہرہ۔ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلٰی الْمُؤْمِنِيْنَ۔ بالعفو۔ اور اس قدر فضل والا ہو کہ مومنوں پر ساتھ عفو کے۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ از کتاب کبیرہ گناہ سے بندہ مومن رہتا ہو پس رو ہو گیا قول متزلزلہ کا کہ کہتے ہیں کہ وہ نہ مومن ہوتا ہونے کا فریج بین لشکا کرتا ہو یہاں تک کہ توبہ کرے اور توبہ نہ کی تو دایمی جہنمی ہوتی ہے۔ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرة عا تنا چاہیے کہ یہ حال اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جو در واقع ازل میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیر امت و بزرگ مرتبہ تھے پس انکی لغزش اگر تھی تو راہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تھی بخلان کافرون و مشرکون کے کہ وہ اس راہ میں آنے ہی نہیں پائے ہیں انکی لغزش سراسر کج راہ شیطان و باوید ضلالت میں ہی رہی ہے گویا دونوں لغزشوں میں اس راہ سے بالکل تباہن و جدائی ہو اور آسمان و زمین کا فرق ہی جب یہ معلوم ہوا تو شیخ رحمہ اللہ نے یہاں اشارات کو راہ مستقیم و لادن کے حق میں الاداء دینا پر مجمل کیا اور ہر ایک کے مرتبہ کے موافق اسکا ارادہ دینا بیان کیا چنانچہ کہا کہ تم میں سے بعض شخص ہیں کہ قدیمی غنا سے متصف ہو گیا اور تمکین کے ساتھ اس سے محلا اور نعمت میں شکر نعم مع دیدار و یکجا جیسے سلیمان علیہ السلام اور بعض تم میں سے وہ ہے جو تنزیہ و تقدس کی صفت میں آیا اور قدس قدم کی صفت سے طہارت قدیم سے متصف ہو اس لیے بندے خلقت فقر کے ساتھ برآمد ہوتے ہیں کہ توحید میں تجربہ کرتے ہیں اور قدم کو حدوث سے بالکل الگ کرتے ہیں جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ روایت ہے کہ الفکر فرما کر مترجم کہتا ہے کہ یہ لفظ ان کتابوں میں معروف بحديث ہوا اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے بیان بالاتفاق موضوع ہے حدیث نہیں ہو شاید شیخ نے بالمعنی منسوب کیا واللہ اعلم اور ابو سعید خرازی نے کہا کہ جب تک تم اپنے ساتھ اپنے اوصاف کے ساتھ ہو تمھاری ہمت بھی حوادث و مخلوقات دارین ہوگی اور جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی ولایت میں لیا اور تمھاری صفات سے تم کو خالی کر دیا اور تمھارے وجود فنا کیے اور مخلوقات کی طرف سے نظر اور اسکی خواہش سے جدا کیا تو وصل بحق مع الحق ہوگی اور فرمایا کہ انکے اسرار پر طلوع تجلی سے انکے آثار مٹ جاتے ہیں عین واضح ہو کہ ابتداء جنگ احد میں اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت بجانب مومنین رکھی آخر جب درہ کوہ کے محافظین نے خلاف حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنیت لوٹے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے وہ نصرت پھیر دی اور آخر ایک جماعت نے ہزیت مٹھا کر پٹاری کا ریشہ لیا چنانچہ

آئینہ آیات میں فرمایا بقولہ تعالیٰ  
 اذ تصعدون ولا تلوّن کالی احدی و الرسول یدعوكم فی آخرکم فانابکم عما بغو  
 لکیلا تخرنوا علی ما فاکم و لا ما اصابکم و اللہ خبیر بما تعملون لثم انزل  
 علیکم من بعد الغم امنة لعلکم تظنون انکم امنون و طائفہ قدامتہم  
 انفسہم لظنون بانہ غیر الحق ظن الجاہلیۃ یتقولون هل لنا من الامر  
 من شیء قل ان الامر کلہ لله یتخفون فی الفسیرم فالایذون لک یتقولون  
 ہمارے ہمت نہ کھایا کرو جو ہمت سے جاوے اور جو سامنے آوے اور اللہ کو خبر ہو تمھارے کام کی پھر تمہارا ہمت  
 تنگی کے بعد امن کو اور گم کہ گمیر رہی تھی تم میں اور بعضوں کو فکر پڑی تھی اپنے  
 جیسا خیال کرتے تھے اسد ہمت جھوٹے خیال جہلوں کے کہتے تھے بھلا کچھ بھی کام ہو  
 ہمارے ہمت نہ کہ سب کام ہو اللہ ہی کے ہمت چھپاتے ہیں اپنے جی میں جو بچے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں

لَوْ كَانَتْ كَتَابًا مِّنَ الْأَمْوَالِ مَا قَتَلْنَا هَهُنَا قُلُوبًا لَّو كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَّ الْذِينَ  
 اگر ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ کرتے تو کہہ اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں اللہ باہر نکلتے وہ لوگ  
 كَتَبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلَ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُخَيِّضَ  
 جینے لکھا گیا تھا ماساجا اپنے پڑاؤ پر اور اللہ کو آزما تھا جو کچھ تمہارے دل میں ہے اور دکھانا تھا  
 مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ اِنَّ الَّذِي تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ  
 جو کچھ تمہارے دل میں ہے اور اللہ کو جی کی بات معلوم ہے جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن  
 التَّقَى الْجَمْعِيْنَ لَ اِنَّ مَا اسْتَرْكَبْتُمْ لَكُمْ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۗ وَ لَقَدْ عَفَا اللَّهُ  
 بھڑی دو فوجیں سو یہی تھا کہ انکو ڈگا دیا شیطان نے کچھ انکے گناہ کی ثبات سے اور اللہ بڑا نیکو عفو کر چکا  
 عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ ۝

نصف  
ع

اللہ بخشنے والا علم والا ہے۔

اذكروا - اذ تصعدون - بتعدون فی الارض ہارین - یاد کرو جبکہ دور ہوتے تھے یعنی زمین میں بھاگتے ہوے۔  
 پس کلمہ اذ ظرف منصوب لفعول مقدر ای اذ کرو اور یہ آسان و بے تکلف ہے اور زخم شری نے کہا کہ صر فکم یا عننا عنکم یا لیتبلیکم سے  
 متعلق ہے اور عکبری نے بیان میں کہا کہ عصیتم یا تنازعتم یا فتلتم کے متعلق ہے پس قول عکبری حسب المعنی جید ہے اور قول زخم شری  
 حسب اللفظ اقرب ہے اور سب سے احسن قول مفسر ہے۔ پھر جانو کہ اصعب فی الارض یعنی منہ کے سامنے زمین طو کر گیا پس زمین ہوا تو گل  
 وغیرہ کے ٹوکنے میں بولا جاتا ہے اور صعد جہی کہتے ہیں کہ کسی اونچے مقام پر چڑھے مثل پہاڑ یا سیرھی وغیرہ کے ذکر ابو حامد اللغوی اور  
 حیتبی نے کہا کہ اصعد میں دور جانا بھی ہوتا ہے۔ ایسا سلف مفسر نے بتعدون فی الارض کہا۔ پھر بیان شہہ ہے کہ بھاگنے والے تودینہ پہنچے یا پار  
 پر چڑھے پس صعد چاہیے تھا تو جواب یا گیا کہ بعضے تودینہ پہنچے اور کچھ جو پہاڑی پر چڑھے وہ بعد طو کرنے زمین ادی کے چڑھے پس اصعد  
 لائن ہے اور فضل نے کہا اصعد و صعد مجتے واح ہے۔ پھر بھاگنا اس وقت ہوا کہ پشت لشکر کے درہ پر جو تیر انداز حضرت صلعم نے بٹھائے تھے وہ افرانی  
 کر کے کافرون کا مال لوٹنے کو چلے گئے اور فقط لہ سپہ دار عبداللہ بن جبیر دس سے کم آدمیوں کو چھوڑ گئے اور پشت لشکر خالی باکر خالد بن الولید  
 کے سواروں نے حملہ کیا اور سلمان بے ترتیب غافل گھبرا کر لڑنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تا آنکہ حضرت حذیفہ نے دالہ کو قتل  
 کر ڈالا پھر حذیفہ آواز دیتے تھے کہ میرا باپ ہے کسی نے دسنا آخر حذیفہ نے سمان کر دیا مگر اسی گھبراہٹ پریشانی میں اکثر انصار شہید ہوے  
 تھے کہ ابن تمیہ ملعون نے حضرت صلعم اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا اور پھر سے آپ کے رخسارہ کو زخم پہنچا یا پس مصعب بن عمیر نے روکا اور ابن تمیہ نے آپ کو قتل  
 کیا اور سمجھا کہ میں نے آنحضرت صلعم کو قتل کیا مگر کین کو یہ متردہ دیا اور پکارنے والے نے اُحد سے پکارا کہ محمد قتل ہوے یہ سنتے ہی صحابہ رسول اللہ  
 صلعم بھاگے اور ایسے بدحواس ہوے کہ حضرت صلعم ہر چند پکارتے رہے کچھ نہ سنا آنحضرت صلعم کے ساتھ صرف بارہ یا تو یا سات آدمی رہ گئے پھر  
 صحیح یہ کہ اول ساٹھ پھر نو پھر بارہ ہوئے اور یہ درحقیقت وہیں تھے بھاگے نہ تھے مگر جمع ہو گئے اور حضرت صلعم میدان یمن میں پہنچے یہاں تک  
 کہ کفار کپ کے گرو سے پریشان ہوے اور آپ کے دائیں بائیں جبریل و میکائیل حفاظت پر تھے کمانی الصمعیین من حدیث سعد بن ابی وقاص۔  
 اور طلحہ بن عبید اللہ نے اسدن بڑی جانتا بازی کی کہ کچھ اوپر اسی زخم اٹھائے حتی کہ حضرت ابو بکر و ناتے تھے کہ یہ پورا دن طلحہ کا تھا۔ اور جو لوگ

بھاگے انہیں کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ان تصدروں - این کثیر کہا ہر فی الجمل ہا رہیں من آھد لکم - یعنی یاد کرو جب تم لوگ چڑھے جاتے تھے یعنی اپنے دشمنوں سے بھاگ کر ہاڑی پر چڑھے جاتے تھے - وَلَا تَلُون - ترویجوں - علی اھد - اور میں اقامت کرتے تھے تم کسی پر سبب خوف و دہشت کے - وَالرَّسُولُ يَدْعُكُمْ فِي أَحْسَنِ مَقَامٍ أَلَيْسَ لَكُمُ الْعِلْمُ - ای من ورا لکم یقول الی تعباد اللہ الی عباد اللہ یعنی رسول رکھا رہتا تھا تم کو تمھارے پیچھے سے ف کہتا تھا کہ میری طرف آؤ اللہ تعالیٰ کے بندو میری طرف آؤ اللہ تعالیٰ کے بندو - قَاتِلُوا كُفْرًا كَبِيرًا

عقابا ہنزہ - بکفر - سبب حکم الرسول بالمخالفة و قیل البار یعنی علی ای مضاعفا علی غم فوف العینۃ - یعنی ثواب کا اطلاق بیان جائز اور معنی یہ کہ "جزادی تم کو غم بزرگیہ ہزیمت کے سبب تمھارے غم دینے کے رسول کو اسکے حکم کی مخالفت کر کے" یعنی تم نے رسول کو غم دیا اس کی نافرمانی کر کے ہننے تم کو اسکے بدلے میں ہزیمت کا غم دیا - اور بعض نے کہا کہ غم کی بار سببہ نہیں بلکہ معنی علی ہی ہوا پوچھا یا تو کو غم پر غم یعنی غنیمت جاتے رہنے کے غم پر ہزیمت کا غم زیادہ کر دیا - اور بعض نے کہا کہ غم اول فتح جاتے رہنے کا تھا اور بعض نے کہا کہ اول قتل و جرح کا اور دوسرے قتل حضرت صلعم - اور اسی کی مؤید ہے جو انس بن النضر نے کہا کہ تم کس غم میں پڑے ہو اگر حضرت قتل ہوئے تو جی کر کیا کرو گے اسی اہ پر دیکھ سلازن کی ہزیمت اٹھانے کو اور منافقوں کی باتیں بنانے کو دیکھ کر سب کی طرف سے سب زاری کر کے تلوار کھینچی اور سعد بن معاذ سے کہا کہ کمان جا تا رہیں تو جنت کی خوشبو احد کے پیچھے سے پاتا ہوں پس شرکون سے سخت لڑائی لڑ کر شہید ہوئے کمانی اصحاب تکبیرا کھڑے ہوئے متعلق بفا اور با تا کیم فلان زائدہ - یعنی تم کو غم دیا تاکہ تم غمگین نہ ہو - یہ قول رو کیا گیا کہ فصل بہت ہی اور نیز عفو کے واسطے یہ وجہ ظاہر نہیں ہو لہذا مفسر نے کہا کہ یا تاکہ تم کے متعلق ہو مگر اس وقت میں لازماً ہو گا لینے تم کو غم پر غم کی جزا وی تاکہ غمناک ہو جاؤ - علی ما قاتلکم من الغنیمۃ ہیں چیز پر جو تم سے کم گئی - یعنی غنیمت پر - وَلَا مَا اصابکم من القتل و اہزیمتہ اور جو تم کو پہنچی یعنی قتل و ہزیمت کھڑا قاتل بن عباس و عبد الرحمن بن عوف و انس و قتادہ السدی اور بعض نے کہا کہ لازماً نہ ہونے میں بھی یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ جزا وی تم کو غم پر غم تاکہ تم سے غم کے عادی ہو اور کسی بات کے فوت ہونے کسی مصیبت پہنچنے پر غمگین نہ ہو جا یا کرو جیسے خبر قتل حضرت صلعم سننے ہی ایسے غمگین ہوئے کہ اللہ عزوجل کی فتح و نصرت و اسکے دین کی مدد و حمایت بھلا وہی ایسا نہیں چاہیے تھا - وَاِنَّكُمْ لَخَبِيرَاتُ الْعَمَلُونَ ستم جو کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے خبردار ہو - ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمْنًا - امانا - لَقَابًا بَسًا - بدل - یعنی امنہ مفعول اور لقا سا اسکا بدل ہوا وہی کہ جو لقا سا ہے اور بعض نے کہا امنہ حال مقدم اور مفعول لقا سا اور شیخ عکبری نے کہا کہ اصل یون ہو لقا سا و امنہ اس واسطے کہ لقا سا خود من نہیں ہے - لغشی - بالیاء والتاء یعنی اکثر ان کی قرارۃ بالیاء التحتیۃ ہے اور جزوہ کسائی کے نزدیک بتا فوقیہ ہے بنا بریکہ ضمیر راجع بامنہ ہے - طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ - المعنی پھر بعد غم کے اللہ تعالیٰ نے تم پر امن اتاری وہ اوگم تھی کہ تم میں سے ایک گروہ پر چھائی ہوئی تھی - وہم المؤمنون فکا نوا میلون تحت الحنف و تنقط السیوف منہم - یہ گروہ مؤمنین تھے پس ڈھالوں کے نیچے جھکتے اور انکی تلواریں گر گر پڑتی تھیں - وَطَائِفَةٌ مِّنْكُمْ - قَدْ اَهْمَتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ - اہی حلتہم علی اہم فلما رغبہم الالانجا ثام و ان اللہ علیہ وسلم و اصحابہ فلم یامروا وہم المنافقون - یعنی اور تم میں سے گروہ دیگر تھا کہ انکی جانوں نے انکو غم کھانے پر ڈال دیا پس انکو کوئی رغبت نہ تھی سوائے جانوں کی نجات کے پس وہ نہ سوتے اور یہ مناقبین تھے جو اپنی جانوں کے غم میں تھے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے و آپ کے صحاب کے مترجم کہتا ہے کہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ لڑائی میں انکو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن ہوا اور انہیں اوگم آنا شیطان کی طرف سے ہوا اور ابن ابی حاتم اور حضرت ابو طلحہ سے روایت ہے کہ میں نے بروز احد

Marfat.com

اپنا منہ اٹھایا اور دیکھنا شروع کیا اور انہیں سے کوئی نہ تھا مگر آنکہ لغاس کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے جھکا پڑتا تھا دروہ (الترندی وغیرہ) اور بخاری کی روایت میں ہے کہ ابو طلحہ نے فرمایا میں بھی ان لوگوں میں تھا جنکو لغاس نے گھیرا تھا پس میرے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور میں اٹھا لیتا پھر گرتی پھر اٹھا تا کسی بار گر پڑی۔ ابن کثیر نے کہا کہ یہ اہل ایمان و ثبات و توکل و یقین کے لوگ تھے یعنی صحابہ رسول اللہ صلعم اور جنکو تنگ و ریب تھا یعنی منافق تو انکو اپنی جان کی پٹی تھی انکو یقین نہ تھا کہ ضرور اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلعم کو فتح عطا کرے گا بلکہ ایسے پریمان تھے کہ اسلام کا فیصلہ ہو گیا چنانچہ دوسری آیت میں کہا۔ **بَلْ ظَنَنْتُمْ أَنْ يَنْقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَى آلِهِم بَدْرًا**۔ بلکہ یہ گمان کیا کہ رسول و مؤمنین اپنے لوگوں کی طرف اب کبھی پھر نہ جائیں گے۔ بیان فرمایا۔ **يُظَاهِرُونَ يَأْتِيهِمْ تِلْكَ غُلُوبُ غُلُوبِ ظَنُّوا**۔ اسی ظن۔ **الْجَاهِلِيَّةِ** حیث ظنوا ان البقی قتل و لایبصر۔ گمان کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا گمان کرنا جو خلاف گمان حق کے ہو مانند گمان جاہلیت کے و کیونکہ ان منافقوں نے گمان کیا کہ نبی صلعم مقتول رکھے ہیں یا انکو مردہ ہوگی اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ حضرت زبیر بن ابی عمیر نے فرمایا کہ میں نے اپنے آپکو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دیکھا جب کہ ہم پر خوف شدید ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر اونگھ بھیجی سو کوئی ہم میں سے نہ تھا مگر آنکہ اس کا سر اس کے سینہ میں لگا تھا۔ اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے متب بن قیس منافق کا قول سنتا تھا گویا خواب دیکھتا ہوں کہ وہ کہتا تھا لو کان لنا من الامر شیء ما قتلنا ہرنا۔ پس میں نے اسکا یہ قول یاد رکھا پس اسی صحت کے قول میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا **يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ**۔ اے النصر الذی وعدناہ **مِنْ بَيِّنَاتٍ**۔ یہ منافقین کہہ رہے ہیں کہ نہیں ہمارے لیے اس حد سے جکا ہم وعدہ دیے گئے تھے کچھ بھی۔ **قُلْ**۔ ہم۔ **اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهُ**۔ بالنصب تو کید اور الرفع مستند خبرہ۔ **بِئْسَ**۔ اسی لقبض اللہ لفظل ما یشاء۔ کہہ دے ان منافقوں سے کام سب کا سب۔ حال ہو واسطے اللہ تعالیٰ کے یعنی حکم قضاء سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو جو وہ چاہتا ہو کرتا ہو۔ پس کلمہ نصب اکثر کی قرآنہ ہو تو الامر کی تاکید ہوگا اور ابو عمرو کی قرآنہ میں کلمہ کو رفع ہو پس یہ مبتدا اور۔ **بِئْسَ**۔ خبر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ان ہے۔ **يُحِقُّونَ فِي اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يَبْدُوْنَ**۔ نہ ہوں۔ **لَاك**۔ اپنے دلوں میں وہ چیز چھپاتے ہیں جو تجھے نہیں ظاہر کرتے یعنی خوف تلوار کے اللہ تعالیٰ نے اسکو ظاہر کر دیا کہ **يَقُولُونَ** لو کان لنا من الامر شیء **مَّا قَتَلْنَا هُمْ**۔ اسی لوکان الاختیار الینالم نخرج فلم نقتل لکن اخرجنا کر ہا۔ منافقین کہتے ہیں کہ اگر اختیار ہمارا ہوتا تو ہم مدینہ سے باہر نہ نکلتے پس قتل ہوتے ولکن ہم تو زبردستی نکال لائے گئے۔ **قُلْ**۔ ہم۔ کہہ دے انکو کہ **تَوَكَّلْ** **فِي بِيوتِكُمْ**۔ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے۔ **وَفِيكُمْ** من کتب علیہ القتل۔ اور تم میں ایسا شخص بھی ہوتا جس پر قتل ہونا لکھا گیا ہے مگر بزدل خراج۔ **الَّذِينَ كَتَبَ قَضَى**۔ **عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ**۔ منکم۔ **اِلَى مَصَدِّحِهِمْ**۔ مصارعہم فیقتلوا ولم ینجم قتلہم لان قضا اللہ کا سن لا محالہ۔ تو القبتہ باہر نکلتے ایسے لوگ کہ قضا آئی میں لکھا گیا ہے قتل ہونا طرف اپنے مقتول ہونے کی جگہوں کے و پس قتل ہوتے اور انکا بیٹھ رہنا انکو قتل سے نجات دیتا اسواسطے کہ قضا آئی تو لا محالہ ہونے والی ہوتی ہے۔ حال نکتم میں سے ضمیر حکم ازلی ہو چکا ہے کہ فلان جگہ قتل ہونگے اگر تم انکو لیکر گھر میں بیٹھ رہتے اور جہاد سے نافرمانی کرتے تو بھی وہ لوگ لکھو ہیں جو تجھے جہان آنکے قتل کی جگہ لکھی گئی ہے کیونکہ قضا آتی خواہ مخواہ واقع ہوتی ہے و فقہ آیت میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی موت کا ذریعہ و سبب ظاہری و شفا کا سبب مقدر کیا ہے اور قضا و قدر پر ایمان واجب ہے اور جو واقع ہونا ہے وہ تقدیر ہے نہ پیر خود کچھ نہیں پھرتے نہ پیر کو جو درست کہتے ہیں تو یہی جو قضا و قدر کے موافق ہو اور خطا وہ ہے جو خلاف مقدر ہو یہ تو اصل ہے اور مجاز جو تقدیر پر مراد کے موافق پڑے

اسکو لوگ بہت کہتے ہیں حالانکہ تقدیر اتفاق سے ہی طرح جاری تھی علیٰ ہذا القیاس اور جسے بالکل تدبیر چھوڑی یہ بھی تقدیر ہی ہے۔  
 تنوگہ مگر وہی جو تقدیر ہے اور تقدیر پر ایمان دلانا کفر ہے افسوس کہ اس زمانہ میں بہت نادان مسین گمراہ ہیں اور جب کہا جائے کہ تقدیر سے بولنا  
 کیوں نہ ہو گئے تو کہتے ہیں کہ فلان فلان اسباب میسر ہوئے یا تدبیر میں خطا ہوئی حالانکہ یہ بعینہ تقدیر ہے مگر نہیں سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ  
 پر بھروسہ کر کے کہے جاتے ہیں کہ عقل قطعاً راہ صواب پر لجاتی ہے جو بات عقل میں نہ آوے وہ غلط ہے حالانکہ خود ہی قرار کیے جاتے  
 ہیں کہ فلان تدبیر میں عقل نے خطا کی اور فلان امر میں عقل چونکہ گئی پھر اس آہ میں معجزہ خبر غیب ہے کہ جس چیز کو پوشیدہ آپس میں  
 کہتے تھے اسکو اللہ تعالیٰ نے کھول دیا۔ وَفَعَلَ مَا فَعَلَ لِيُتَبَلَىٰ - يَنْبَغِي - اللَّهُ مَا فِي صَدْرِكُمْ - تَقْوِيم - اَوْفِي  
 کیا جو کیا اس جنگ احد میں تاکہ امتحان کرے اللہ تعالیٰ جو تمہارے سینوں میں بیٹے دلون میں ہوتے مقرر نے لیتلی کے نام کو بتلایا کہ یہ  
 علت فعل مقدر کی ہے یعنی جو کچھ احد میں اللہ تعالیٰ نے جاری کیا وہ اسواسطے کیا کہ امتحان کرے جو تمہارے سینوں میں ہو یعنی غلام  
 یا اتفاق۔ اور یہ کلام خوب مر لوط ہے کہ پہلے ذکر کر دیا کہ ان میں اتفاق والے ایسے ایسے بھی تھے پھر فرمایا کہ ہم نے ہی واسطے میں یہ  
 مصیبت دیدی تاکہ مومن و منافق کھل جاویں حالانکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا اور یہ عجیب قدرت تھی کہ اونگھ انھیں کو آئی جو مخلص تھے  
 اور منافقوں کو بالکل نہ آئی وہ ویسے ہی خوف زدہ رہے۔ وَ لِيُخَيِّضَ - يَمِيزَ - مَا فِي قُلُوبِكُمْ - اور تاکہ خالص مہتمم کر دے  
 جو تمہارے دلون میں ہو اور یہ امتحان کرنا اور تمیز کرنا عام اظہار کے واسطے تھا خود اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے چنانچہ فرمایا۔ وَ كَذَّبُوا  
 عَلَيْهِمُ كَذَاتِ الصُّدُورِ - بِمَا فِي الْقُلُوبِ لَاتُخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ وَ مَا يَتَّبِعُ لِيُظْهِرَ لِلنَّاسِ - حال یہ کہ اللہ تعالیٰ ذاتہ پر ہر ذرہ  
 کے ساتھ یعنی اس چیز کے ساتھ جو دلون میں ہے اسپر کچھ پوشیدہ نہیں اور یہ امتحان کرنا اسواسطے تھا تاکہ لوگوں پر ظاہر  
 ہو جاوے۔ یا اسواسطے کہ عیب دار اور بے عیب الگ ہو جاویں جیسے صاف پانی میں اگر خرابا جزا ملے ہونے میں روز نشتمند نے  
 اس میں حکمت کو دخل دیا تو اسواسطے کہ صاف پانی ایک شیشے میں آگیا اور میل کھیل دوسرے شیشے میں رہ گیا جیسے گلاب کو آگ سے  
 جوٹ ویسے رٹ تو آگ کھل آیا اور پھوک الگ ہو گیا۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنی رحمت خاص سے ان اہل ایمان کو سرفراز کیا جن سے نبوت  
 صادر ہوئی تھی پس فرمایا۔ إِنَّ الَّذِينَ تَوَكَّلُوا - عَنِ الْقِتَالِ - مِنْكُمْ - تم میں سے جن لوگوں نے پیٹھ پھری۔ یعنی لڑائی سے  
 يَوْمَ التَّقِي لِيُجْمَعْنَ - جس دن کہ بھڑین دو جماعتیں۔ جمع المسلمین و جمع الکفرین باحدوہم المسلمون الا انہی عشر رجلا  
 ایک جماعت مسلمانوں کی اور دوسری جماعت کافروں کی مقام احد میں اور پیٹھ دینے والے سب مسلمان تھے سوائے بارہ آدمیوں کے  
 اِنَّمَا اَسْتَأْذَنُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ - اِى اِزْلَمُ الشَّيْطَانُ - بسوسہ سوائے اسکے نہیں کہ ڈگا دیا انکو شیطان نے امر ازلال  
 کیا انکو شیطان نے اپنے وسوسے سے۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا - من الذنوب و بہر مخالفت امر النبی صلعم بسبب بعض اس چیز کے کہ کمانی  
 تھی انھوں نے یعنی بعضے گناہوں کے سبب سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت تھی مترجم کتاب ہے کہ اتزل یعنی ازل  
 لیا یعنی استفعال بمعنی طلب نہیں بلکہ لغزیر کے واسطے ہے اور بعض نے طلب کے معنی لیکر یوں تفسیر کی کہ بلایا انکو بھانکنے کی طرف اور  
 اسپر آمادہ کیا اور یہ ازلال یا اتزلال جو شیطان کا تھا اسکے وسوسہ کے ساتھ تھا۔ وَ كَفَدَ عَمَّا اَكَلَتْ مِنْهُمْ - اور البتہ  
 عفو کیا اللہ تعالیٰ نے انکا یہ گناہ یعنی میٹ دیا۔ اِنَّ اللّهَ عَفُوٌّ - للمؤمنین - اللہ تعالیٰ عفو ہے یعنی مومنوں کے واسطے  
 نہ کافروں کے واسطے۔ حَلِيمٌ - علم والا ہے۔ یعنی گناہگاروں کو جلدی نہیں پکڑ لیتا ہے بلکہ توبہ تک مہلت دیتا ہے اور عصا جمع ہے

مانند وقاۃ و ولایۃ جمع داعی و مادی و والی کے مفہم ہر شے نے ثابت قدم رہنے والے بارہ آدمی لکھے اور یہی مشہور ہے اور کربلا میں تیرہ آدمی بیان کیے جنہیں سے چھ آدمی ہاجرین سے بائیں نام لکھے کہ ابو بکر و عمر و علی و طلحہ و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص تھے اور بعض اہل سیر نے تیس آدمی بیان کیے اور بعض نے کم و بیش تعداد بیان کی باوجود روایات مختلف ہیں ظاہراً احادیث میں حصہ مقصود نہیں ہے چنانچہ شعبی کے طریق سے حضرت ابن مسعود کی روایت میں ہے کہ نبی صلعم تمہارے گئے تو آدمیوں کے ساتھ سات انصار کے اور دو ہاجرین کے تھے رواہ احمد اور دوسری روایت احمد بن ہار بن عازب سے ہے کہ نہ باقی رہے رسول صلعم کے ساتھ مگر بارہ مزدور واہ النجاری ایضاً اہدیتی کی حدیث جاہلین گیارہ مرد انصاری اور بارہ ضویین طلحہ بن عبید اللہ مذکور ہیں حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بالاتفاق نہیں بھاگے اور ایسے ہی حضرت ابو بکر اور حدیث نجاری میں ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے سعد بن ابی وقاص کے آگے ترکش کھول دیا اور فرمایا کہ تیرا تجربہ میرے مان باپ ہے اہوں۔ اور ابی بکر کے ابو عبیدہ بن الجراح نے خود کی کڑیاں حضرت صلعم کے خسارہ مبارک سے اپنے دانتوں سے کھینچیں کہ دونوں دانت اٹکے ٹوٹ گئے اور حضرت ابو بکر کو قسم دلائی کہ تم اس میں شریک نہ ہو۔ اور مصعب بن عمیر حضرت کے آڑے آگئے جبکہ ابن قتیہ ملعون نے حضرت صلعم کو تیغ سے زخمی کیا پس ظاہر ہے کہ فرار کے وقت آپ کے پاس نو آدمی موجود تھے پھر حضرت صلعم کو کافروں نے گھیرا اور باقی چند صحابہ جو حیران و متحیر تھے حضرت صلعم کی بھاری کو شکر آپ کے پاس جمع ہو گئے اس واسطے کہ نو آدمیوں والی روایت میں ہے کہ آنحضرت صلعم کے پہاڑی تار جاتے جاتے وہ شہید ہو گئے حالانکہ قریب پہاڑی کے جب آپ چڑھنے کو تھے کہ ابی بن خلف ملعون گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا کہ میں نہ بجا اگر مجھ پر گئے اور کہ میں تم کھایا کرتا تھا کہ اس گھوڑے پر حضرت صلعم کو قتل کر گیا آپ نے فرمایا تھا کہ نہیں بلکہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کو قتل کروں گا پس اس وقت اسے حملہ کیا اور بالکل زردہ میں ڈوبا تھا صرف گردن کے وہاں ذرا ہی جگہ خالی تھی پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ آنے دوں جب قریب آیا تو حضرت صلعم نے عرش بن صہب سے ایک حربہ مانگ لیا اور بڑھکر آئی گردن میں ایک ضرب لگائی جس سے وہ کئی بار لرز کر زمین میں گر پڑا پھر آپ نے چھوڑ دیا اور اسکی قوم والے اسکو اٹھالے گئے وہ سیل کی طرح چلا تا تھا۔ اسکی قوم نے کہا کہ تجھ کوئی خوف نہیں بیٹو چل سا گیا ہے وہ کستا تھا کہ اسے اگر یہ زخم تمام رہے تو ہر دونوں گروہ پر ہوتا تو مرنے میں نہ بچو گاتم کو معلوم نہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابی بن خلف کو میں قتل کروں گا۔ آخر وہ مرد و لڑکے اپنے میں پہنچ کر مر گیا اور واقفی نے محمد بن اسحق کے واسطے سے روایت کی اور لکھا کہ ابن عمر فرمایا کرتے کہ میں رات گئے بطن بلع میں جاتا تھا کہ ناگاہ میں نے آگ دیکھی کہ مجھے بہت معلوم ہوئی اس میں سے ایک شخص آگ کی زنجیروں میں بندھا ہوا نظر پڑا کہ پیاس پیاس بکا رہا ہے اس کے ساتھ ایک شخص ہے وہ فرماتا ہے کہ اسکو پانی نہ پلانا یہ رسول اللہ صلعم کا قتل کیا ہوا ابی بن خلف ہے اور صحیح ابن کثیر نے بعد اسکے ذکر کے لکھا کہ صحیحین میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا غضب شدیداً سپر ہے اسکے رسول کا چہرہ زخمی کیا اور سخت غضب اللہ تعالیٰ کا اسپر جسکو رسول خدا نے جہاد میں اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ و قد رواہ النجاری عن ابن عباس الصیغہ پھر زخمی کرنے والوں پر سال نو کرنا کہ وہ کافر تھاکے ہوئے ایک ابن قتیہ اور دوسرے عبید بن ابی وقاص ملعون تھے۔ بالجملہ محمد بن اسحاق نے جو مرسلا روایت کی کہ اس بن مالک کے چچا اس بن المضر چلتے چلتے پہنچے عمر بن الخطاب و طلحہ بن عبید اللہ کے پاس جو ہاجرین و انصار کے چند لوگوں کے ساتھ غمناک تھے پوچھا کہ تم کیا غمناک ہو پوئے کہ رسول اللہ صلعم قتل ہوئے کہنا کہ پھر آپ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے شکر کن سے لڑ کر شہید ہو یہ کہہ کر تلوار کھینچی اور شکر کن کی طرف چلے راہ میں سعد بن معاذ سے کہا کہ ای سعد کہاں جاتے ہو۔ میں تو احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہوں یہ کہہ کر روانہ ہوئے اور شکر شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ۔ یہ دلیل ہے کہ عمر بن الخطاب حضرت صلعم کے پاس نہ تھے مگر بھاگے نہ تھے کہ حضرت صلعم کی آواز پر جمع ہو گئے اور خود حال ابو بکر کا

۱۲ اعتبار قرابت والوں کے

ہوا کہ یکایک جو کفار نے پیچھے سے آکر محوم کیا اور خلط ملط ہو گئے تو مسلمانوں میں ایک دوسرے کو خبر نہی متفرق ہو گئے چنانچہ ابو داؤد ویلیسی کی روایت میں صاف ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ سب سے پہلے میں نے ہی حضرت صلعم کی آواز پر آپ کی طرف رجوع کیا اور خود ہی حال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تھا اور یہی سعد بن معاذ کا حال تھا کہ احد کی پہاڑی پر پہنچنے کے وقت مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم دونوں سعد کے بیچ میں ظاہر ہوئے یعنی سعد بن ابی وقاص اور سعد بن معاذ کے بیچ میں تھے کما فی حدیث ابن عباس الذی سواہ احمد الحاکم ابن ابی حاتم والبیہقی مترجم کتا ہے کہ غرض میری اس طول کلام سے علاوہ فوائد کے یہ ہے کہ ظاہر لفظ بارہ آدمی پر محمول کر کے یہ دو حدیثیں کما وین کہ عشرہ مشرکہ وغیرہ صحابہ بھانگ گئے تھے جیسا کہ اکثر اس تحقیق سے بے خبر ہو کر متحیر و سرد ہوتے ہیں فافہم ان حضرت عثمانؓ البتہ بھانگے والوں میں تھے اور عبدالرحمن بن عوف نے ترضی کے طور پر کہا بھی تھا کہ میں روز احد میں بھانگا تھا۔ جس کے جواب میں حضرت عثمان نے کہا بھانگا کہ اس سے مجھے کیوں عار دلاتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو معاف فرمایا اور یہی بیات کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ چھوڑ دیا تو حال یہ ہے کہ میں اس طریقہ کو بجالانے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں اور تھے بھی اور انہیں ہو سکتا ہے کما فی روایت احمد۔ اور بخاری نے روایت کی کہ ایک شخص حج کرنے آیا اور ایک قوم کو بیٹھا دیکھ کر کہا کہ یہ کون لوگ ہیں لوگوں نے کہا کہ قریش ہیں بولا کہ شیخ کون ہے بولے کہ ابن عمرؓ ہے آیا اور کہا کہ میں آپ سے ایک سوال کرنے والا ہوں آپ مجھے بیان کیجئے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھ اسنے کہا کہ میں آپ کو اسی خانہ کعبہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ جانتے ہیں کہ عثمان بن عفان احد کے روز بھاگے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ بولا آپ جانتے ہیں کہ بدر میں شریک نہ تھے فرمایا ہاں۔ بولا کہ بیعت الرضوان میں شریک نہ تھے فرمایا ہاں۔ یہ سکر اس شخص نے تکبیر کہی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اس شخص بیان آ کہ میں تجھے خبر دون اور جو تو نے پوچھا اسکو بیان کروں عثمان کا برونہ بھانگا۔ سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل نے اسکو معاف کر دیا۔ اور بدر سے غائب ہوتا تو سوچ سے کہانے تحت میں حضرت صلعم کی دسترخیز جو مرفیہ تھیں انکی تیار داری کے لیے چھوڑا اور فرمایا کہ تیرے لیے ثواب ایسے شخص کا جو بدر میں حاضر ہوا اور عثمان کے حصہ لگایا اور ہاں بیعت الرضوان میں موجود ہوتا تو سوچ سے تھا کہ اگر مکہ میں کوئی شخص حضرت عثمان سے زیادہ عزیز ہوتا تو بجا عثمان کے وہ بھیجا جاتا پس خود اللہ تعالیٰ واسکے رسول کے کام کو بھیجے گئے تھے اور بیعت الرضوان انکے جانے کے بعد واقع ہوئی پس رسول اللہ صلعم نے اپنے بائیں ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے دہن ہاتھ میں مارا یعنی یہ بیعت عثمان ہے پھر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اب ان جو ابوں کو اپنے ساتھ لیجا و قد رواہ البخاری وغیرہ بالحدیث اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ عزوجل نے ان سب لوگوں کو جو ذرا لگے تھے معاف کر دیا صحیح ابن کثیر نے کہا کہ وجہ معاف ہونے کی ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی تعداد و سامان بہت کم تھا اور کافر تعداد میں بہت و سامان تھے واللہ اعلم اور سراج میں کہا کہ عفو کے قرینہ سے انکا توبہ کرنا مستحب ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لَاحِقَانَهُمْ إِذَا ضَلُّوا سُبُلًا

اے ایمان والو تم مت ہو انکی طرح جو کافر ہوئے اور کہنے لگے بھائیوں کو جب سفر کو چلے ملک میں آؤ گا تو اغزی تو کا تو اعدنا ما ما تو اوما قتلوا لیجعل اللہ ذلک حمرہ فی قلوبہم

یا جو ہے جہاد میں کہ اگر ہوتے ہمارے پاسی تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ کرے اللہ تعالیٰ یہ بات حضرت انکے دلوں میں لکھی گئی و لیمیت ط واللہ بما لعمون بصیرین ولکن تسلیم فی سبیل اللہ و منکم لکفرۃ اور اللہ ہی جلاتا اور راتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام خوب دیکھتا ہے اور اگر تم مارے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہمارے تو بخشش



مِنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةً خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتُمُوهُمْ اَوْ قَتَلْتُمْوَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَحْشُرُوْنَ  
 اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرے یا مارے گئے اللہ اللہ ہی پاس آئے ہو گے  
 يَاۤيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا۔ اسی المنافقین۔ اور ایمان والو تم کا فزون کے مانند نہ ہو جو  
 یعنی منافقین کے مانند نہ ہو۔ جو دنیا کا مال جمع کرنے پر حرص تھے اور جنگ احد میں جب مومنوں کو شکست ہو گئی تو کہنے لگے کہ ہمارے پاس ہے  
 تو نہ مرتے۔ اور انکو کفر سے تعبیر کرنے میں اشارہ ہے کہ اگلا قول انکا کفر ہے کیونکہ وہ تقدیر کا انکار ہے پس منافقوں میں عیب ہے کہ اول انہوں نے کفر کیا  
 اور دوم۔ وَقَالُوْۤا الْاٰخُوۡا الْيٰۤهِيْمَ۔ اسی فی شانہم یعنی اپنے بھائیوں کی شان میں کہا۔ حال یہ کہ یہ قول انہوں نے اپنے بھائیوں کی  
 شان میں بعد وقوع موت یا قتل کے کہا۔ اور بھائیوں سے یا تو اعتقاد و نفاق کی موافقت والے مراد ہیں جیسے بعض منافق حضرت صلعم کے ساتھ  
 جنگ احد میں تھے یا نسب کے بھائی مراد ہیں اور یا ترہ ہے کہ ہر آدمی ہو کیونکہ آدمی اسپین بھائی ہیں اور اول نظر ہے۔ اذ خاصر لکوا سا فرود جب  
 انکے بھائیوں نے سفر کیا۔ فی الارض۔ فنا تو ان ملک میں پھر سفر میں مر گئے۔ اَوْ كَانُوۡا عٰزِيۡنَ۔ جمع غائر فقتلوا۔ یا انکے بھائی جہاد کرنے  
 نکلے تھے پھر مارے گئے کہ۔ كَانُوۡا عِنۡدَنَا مَا مَلُوۡا وَمَا قَتَلُوۡا كَرِيۡمًا لَّوۡ كَانُوۡا عٰقِلِيۡنَ۔ اور نہ قتل ہوتے  
 ف یہ ان کا فزون و منافقوں کا قول ہے جو انہوں نے اپنے بھائیوں کی شان میں کہا پس مومنوں کو ان منافقوں کے مانند ہونے سے جو منع  
 کیا تو انکے معنی یہ جو مفسر نے کیے۔ اسی لا تقولوا القولم۔ یعنی تم انکے قول کی طرح مت کہو اور راویہ کہ ایسا اعتقاد مت کہو جیسے منافقوں کا حال ہے  
 کہ اول انہوں نے تقدیر سے کفر کیا پھر حماقت میں اپنے اوپر لا علاج غم لیا کہ ہمارے بھائی اگر سفر میں نہ جاتے یا جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرنے لیکن اللہ  
 تعالیٰ نے ان دنیاوی دلیلوں کو اسی حماقت میں چھوڑا۔ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ ذٰلِكَ۔ القول فی عاقبتہ امر تاکر اللہ تعالیٰ یہ قول انکے انجام  
 کار کے حق میں۔ حَسْرَةً فِیۡ قُلُوۡبِهِمْ۔ حسرت انکے دلوں میں ف پس تمام عمر اسی حسرت کے خیال میں رہے اور عاقبت میں عذاب نے  
 گھیر لیا پس لعیل کا لام صیرورہ کا ادھول بجئے تفسیر ہے اور حاصل یہ کہ عاقبت میں یہ قول اپنے حسرت و وبال ہو جائیگا اور بعض مفسرین نے کہا کہ در  
 صورت ایسے عقائد کے موت یا قتل واقع ہونا اپنے سخت حسرت ہے بخلاف مومنین کے جو موت و قتل کو بتقدیر الہی سمجھتے ہیں تو وہ حسرت میں نہیں پڑتے کیونکہ  
 انکا یہ عقائد نہیں ہے کہ اگر سفر میں تجارت وغیرہ کو نہ گئے ہوتے یا جہاد میں نہ جاتے تو نہ مرنے اور بعض نے کہا کہ تم کو اس سے منع کیا تاکہ یہ قول فقط  
 انہیں کافروں پر حسرت ہو انکے عقائد کی وجہ سے۔ پھر برہان کے طور پر سمجھایا کہ۔ وَاللّٰهُ يٰۤحْيٰ وَيٰۤمِيۡتُ۔ اور اللہ تعالیٰ ہی زندگی و موت دیتا  
 ہوتے فلا تمنع عن الموت تعود۔ پس سفر سے یا جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو نہیں روکتا ہے۔ مدارک میں کہا کہ یہ روئے انکے قول کا کہ جہاد سے زندگی  
 قطع ہو جاتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ یہ امر تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اکثر مسافروں و متفائلوں کو ثواب و غنیمت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور  
 بہتیرے گھر بیٹھے والوں کو موت دیتا ہے۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ بالتار اکثروں کی قراۃ ہے اس خطاب مومنوں کو ہے اور الیہ اللہ تعالیٰ ان کثیر  
 و حمزہ و کسائی کی قراۃ ہے بنا بریکہ و عید کا فزون کو ہے صلیو۔ فیما زکیم۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ دیکھتے ہو یا (کا فزون کرتے ہیں)  
 خوب دیکھتا ہے و تم کو اس پر جزا دے گا یا انکو اس پر سزا دے گا۔ وَلٰئِيۡنَ۔ لام قسم۔ یعنی لام قسم ہے اور ان حرف شرط قیلتم فی سبیل اللہ  
 ای الجہاد۔ یعنی جہاد میں۔ اَوْ مَلٰئِكَةٍ۔ کہضم المیم و کسر ط من مات میوت و بیات ہی انکم الموت فیہ۔ یعنی اکثروں کی قراۃ تو تم نصیم ہم ہر انات  
 میوت اور نافع و حمزہ و کسائی کی قراۃ تم بکسریم انات میات مانند خاف یخاف ہے پس جیسے خفت سے مت اور معہ تم کے بہرہ و وجہ ایک ہیں یعنی  
 راہ خدا میں تم کو موت آئی حال یہ کہ اگر تم راہ خدا میں قتل ہوے یا مرے تو لَعْنَةُ اللّٰهِ لَذٰلِکُمْ و لَعْنَةُ اللّٰهِ لَذٰلِکُمْ یعنی لعنہ

خَيْرُهُمَا يَجْعَلُونَ - من لایا یا لتار والیا رب البتہ وہ مغفرت جو حاصل ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے گناہوں کے لیے اور وہ رحمت جو حاصل ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے اس موت فی سبیل اللہ پر یہ بہتر ہے اس چیز سے جو تم جمع کرتے ہو یعنی مال دنیاوی سے (جو تم کو تجمیعون بالتار ہو جیسا کہ اکثر کی قرآنہ ہے یا جمع کرتے ہیں کفار در صورتیکہ قرآنہ بسیار تھا نہ ہو جیسا کہ حفص نے پڑھا ہے) بالجملة المغفرة من اللہ و رحمة مبتدایہ اور خیر ما تجمعون اسکی خیر ہے اور یہ جملہ جواب قسم ہے اور المغفرة موضع فعل میں ہے پھر جواب شرط محذوف ہو گیا کیونکہ جواب قسم ہے اس کے قائم مقام کاتی ہے۔ المغفرة و رحمة کی تنوین اولیٰ ہے کہ تقلیل کی ہو کہ تقلیل مغفرت و رحمت بھی اس تمام کے ہیں بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں اگر کہا جاوے کہ جو وہ جمع کرتے ہیں وہ تو بالکل ہی بہتر نہیں ہے جو اب یہ کہ انکے زعم کے موافق اسکو بہتر فرض کر لیا اور نیز مال جو صرف آخرت کے واسطے ہو بہتر ہوتا ہے جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح - یعنی مال نیک مرد نیک کے واسطے بہتر ہوتا ہے ذکرہ فی السراج پھر ارشاد فرمایا ہے لو کہ تم چاہو کسی طرح مروخواہ خواہ مرد کے اور جب مروگے تو ہر ذرہ اللہ تعالیٰ کی طرف پھر جاوے گا پس اچھا منہ لیکر جانا بہتر ہے۔ ولکن - لام قسم۔

مَنْتَهُ بِالْوَجْهِ - یعنی لضم اول یا بکسر اول دو وجہ سے قرآنہ ہے۔ اَوْ قَتَلْتُمْ - فی الجہاد وغیرہ۔ یا قتل ہو جاؤ یا کسی اور طرح مرد۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا اِلٰهَ غَيْرُوْهُ - تَجْمَعُونَ - فی الآخرة فیما زکیم یعنی اگر تم مرد یا قتل ہو آخرا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف حشر کیے جاوے گی کسی اور کی

فِيْمَا رَحِمَةٌ مِّنَ اللّٰهِ لِيَنْتَ لَهُمْ ۚ وَ كُوْنَتْ فَاغْلِيْطًا لِّلْقَلْبِ لَا اَنْفُسُوْهُمِنْ حَوْلِكَ

سو کچھ اللہ کی مہر ہے کہ تو نرم دل ملا انکو اور اگر تو سخت کہنے والا سخت دل ہوگا تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

سو تو انکو معاف کر اور انکے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورت لے کام میں پھر جب ٹھہرا چکا تو بھروسہ کر

عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ

اللہ پر اللہ دوست رکھتا ہے متوکلون کو

فِيْمَا رَحِمَةٌ - مازائدہ - یعنی مازائدہ ہو جیسا کہ فتاویٰ نے کہا کہ قولہ فیما رحمة من اللہ - ای فی رحمة من اللہ اور ما صلہ ہے عرب کو بطور صلہ کے لایا کرتے اور معرفہ سے ملاتے ہیں جیسے قولہ فیما نقصتم ميثاقهم - اور نکرہ سے ملاتے ہیں جیسے قولہ عماليل مِّنَ اللّٰهِ لِيَنْتَ - یا محمد لهُم - ای سہلت اخلاق کم اذا خالفوك - یعنی پس اللہ تعالیٰ ہی کی جانب سے رحمت ہے کہ تو نرم ہو اور اللہ محمد انکے واسطے ف یعنی نرم کیا تو نے اپنے اخلاق کو انکے واسطے جبکہ انھوں نے تیری مخالفت کی اور حسن بصری اسے روایت ہے کہ خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جسکے ساتھ آپکو بھیجا - اور ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے میرے دونوں ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ ابو امامہ بنو من بن سے بعضے ایسے ہیں کہ انکے واسطے بیزاد نرم ہوتا ہے رواہ احمد - اور حمال آنکہ نرمی سے انکو بھیجا یا سختی سے سلامت نہیں کی - وَ كُوْنَتْ لِيْمًا فَاغْلِيْطًا - سنی الخلق - اور اگر تو بد خلق ہوتا - غَلِيْطًا لِّلْقَلْبِ - جافیا فاغلظت لم - سخت طبیعت ہوتا کہ اپنے جگر کی اور سختی کرتا - لَا اَنْفُسُوْهُمِنْ حَوْلِكَ - تو متفرق ہو جاتے تیرے گرد سے - اور سراج میں کہا کہ فقال نے اسکے معنی یہ بیان کیے کہ اگر تو انکے ساتھ ملامت سے پیش آتا تو تجھے حیا و سہیت کھا کر متفرق ہو جاتے پس یہ باعث ہو جانا کہ دشمن تجھیں اور انہیں طمع کرے - فَاَعْفُ - تجاوز عنہم - مآتوہ - تجاوز کرنے جو انھوں نے کیا - وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ - ذلوا ہم حتی اغفر لهم - اور مغفرت مانگ انکے گناہوں کی تاکہ میں انکو بخش دوں - میں کمال خلق بیان فرمایا کہ برائی کرنے تو معاف کرے اور اسکے

میلے اور تکی کرے اور یہ آنحضرت صلعم کی صفت تھی کہ اگلی کتابوں میں مذکور ہے چنانچہ کعب احبار وغیرہ سے روایت ہے۔ وہ فظانہ ننگہ نہ ظلیظ القلب اور نہ بانار و نمین بک بک کرنے والے اور نہ بدلاؤ ننگے برائی کا برائی سے بلکہ عفو کرنے اور درگزر کرنے کے داکر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو احد کے بھاگنے سے معاف کر دیا پھر بیان کیونکر کہا کہ تو انکے واسطے مغفرت مانگ تا کہ میں بخشدون جواب یہ ہے کہ بہریت کو تو معاف فرمایا یہاں مراد مطلق ہے کہ علی العموم انکے گناہوں کی مغفرت مانگ تا کہ معاف کر دوں۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے جو عفو فرمایا ہے وہ عثمان بن عفان اور بعض دیگر اشخاص معین تھے اور یہاں باقیوں کے واسطے مغفرت چاہنے کا حکم ویسا و مشاورتھم۔ استخراج الائم۔ فی الاکھبر۔ اور شاکن من الحرب وغیرہ تطیب القلوب ہم للیقین بک وکان صلی اللہ علیہ وسلم کثیر المشاورۃ ہم۔ اور انکی رائے لی یعنی شان حرب وغیرہ میں انکے دلوں کی خوشی کے واسطے اور تا کہ تیرے فعل کے موافق سنت ہو جاوے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خودی حال تھا کہ ان لوگوں سے بہت مشورت کرتے تھے اسکو محی السنۃ نے معالم میں اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور حسن نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ رسول صلعم کو انکے مشاورت کی کچھ حاجت نہ تھی و لیکن یہ جاہا کہ آپ کے بعد کی امت اسی طریقہ پر رہے۔ اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ آیا یہ امر آپ پر واجب تھا یا سبب تھا۔ اس میں فقہاء کے دونوں قول موجود ہیں۔ اور سراج میں ذکر کیا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی آئی تو اس میں رسول صلعم کو امت سے مشاورت کرنا روا نہیں ہے کیونکہ جب کوئی حکم منصوص ہوا تو اسے باطل ہو گئی۔ اور رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ واسکا رسول اس سے بے پروا ہیں و لیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو میری امت کے واسطے رحمت کیا ہے سو جسے میری امت میں سے مشورت کی اسے راہ صواب کو گم نہ کیا اور جسے مشورت نہ کی وہ گم رہی گو نہ چو کا اور قرطبی نے ابن عطیہ سے نقل کیا کہ اس میں خلافت نہیں کہ جو شخص مسلمانوں کے سرداروں میں سے مشورت نہ لیتا ہو اسکا معزول کرنا روا ہے پھر جانتا چاہیے کہ عمرو بن دنیار کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ و مشاور ہم فی الامر میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد علی شرط البخاری وسلم۔ اور ایسا ہی کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں آتری یہ دونوں بزرگ حضرت صلعم کے حواری اور آپ کے وزیر اور مومنون کے باپ تھے۔ اور عبد الرحمن بن غنم سے روایت ہے کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے ابوبکر و عمر سے کہا کہ جس مشورہ میں تم دونوں اتفاق کرو میں اس میں تم سے مخالفت نہ کرو گنا مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آسمان کے میرے دونوں وزیر جبریل و میکائیل ہیں اور زمین کے ابوبکر و عمر نہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ صوفیہ کرام کہتے ہیں کہ حضرت صلعم کے دائیں وزیر ابوبکر اور بائیں عمر تھے اور بعد آپ کے حضرت ابوبکر کے دائیں حضرت عمر اور بائیں عثمان ہوئے علی بن ابی القیاس قیامت تک یہ سلسلہ امراء اسلام میں جاری ہے اور مدارک میں مذکور ہے کہ اس میں لالت ہو کہ جنہا ذکرنا جائز ہے اور بیان ہے کہ قیاس حجت ہے قافم۔ فاذا عزمت۔ علی امصار ما ترید بعد المشاورۃ۔ پھر جب تو نے عزم کر لیا اس چیز کے عمل میں لانے کا جو بعد مشاورت کے ٹھہری ہے۔ فتوکل علی اللہ۔ توکل بہ لا بالمشاورۃ۔ تو اعتماد و بھروسہ کر اللہ تعالیٰ پر نہ اس مشاورت پر ان اللہ یحب المتوکلین۔ علیہ اللہ تعالیٰ دست رکھتا ہے ایسے لوگوں کو جو توکل کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ پر فہم یہ اصل میں توکل کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہو اور یہی مدارک میں کہا کہ توکل بھروسہ کرنا اللہ تعالیٰ پر اور یہی ہے پھر دنیا اور فتح ذوالنون مصری نے فرمایا کہ خلع ارباب و قطع اسباب۔ یعنی سوائے خدا تعالیٰ کے جو لوگ وسیلہ گمان کیے جاتے ہیں اور گمان معہم اپنے بھروسہ کرتا ہے انکو چھوڑنا اور جتنے اسباب و سامان کہ کسی کام کے پورے ہونے میں دخل رکھنے والے شمار ہوتے ہیں سب کی جڑ کاٹ

دنیاقال المترجم حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم سے عزم کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا کہ اہل سے مشورت لے کر اس کی پیروی کرنا رواہ ابن مردودہ مترجم کہتا ہے کہ حوام یہ خیال کرتے ہیں کہ کوئی تدبیر نہ کرنا اور نہ کسی سبب ظاہری کا باعث ہونا توکل ہو۔ حالانکہ یہ وہم و غلطی ہے بلکہ یہ سخت مذموم ہے اور توکل بھی ہے کہ اللہ عزوجل نے جو امور کہ ظاہر میں اسباب مقرر فرمائے ہیں انکو ظاہر کے سبب سمجھ کر بجا لاو اور یہی اعتقاد رکھے کہ پورا ہونا کام کا اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے یہ نہیں کہ ان اسباب کی طرف یا اسباب کے تہ دل سے پورے کرنے کی طرف اس طرح دل لگاوے کہ انکے نہ پورے ہونے یا ایسی کوشش نہ کرنے سے مقصود فوت ہو جائیگا کیونکہ یہ جاننا ہے اس واسطے فرمایا کہ شاورت کرو اور میت سمجھو کہ جو مشورہ میں قرار پایا ایسا مضبوط ہے کہ اس لئے میں خطا تو کی نہیں بلکہ جب اس کو جاری کرو تو اللہ تعالیٰ ہی پر تمنا کرو وہاں سے معلوم ہوا کہ توکل تمام ہر ہر مسلمان بندے کی شان اور اس پر واجب ہے ایسا نہیں جیسا عوام گمان کرتے ہیں کہ یہ تو ترک دنیا کا نام ہے سو اسے فقیروں کے کون کر سکتا ہے یہ یہ گمان غلط اور شیطانی و سوسہ ہے و شیخ نے عراس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ فیما رحمت من اللہ نتلم۔ اللہ سبحانہ نے اس بہت مرحومہ کے دلون کو وقت ایجاد کے دیدار جہاں قدم میں پیدا کیا اور حسن و امید سے انکو منور کیا اور انکی ارواح کو عالم عدم سے عالم بسط و سرور و نور مشاہدہ کی طرف نکالا اور انکو خلق لطف کا لباس دیا پس وہ دیدار الطاف کے لیے مستعد اور نور اس کے لیے قابلیت والی ہوئیں اور اللہ عزوجل کے کمال حکمت و لطف میں سے ہمیں یہ ہے کہ حضرت صلعم کو خلق بسط و روح اس پر پیدا کیا پس باہم امت کی روح کو آپ سے موافقت حاصل ہوئی اور درمیان میں مناسبت سے اہلیت پیدا ہوئی اور ارواح و شہاح میں نزدیکی ہوئی پس حشمت تو باقی رہی اور غلظت فنا ہو گئی اور آنحضرت صلعم اس امت مرحومہ کے واسطے سر اسر رحمت ہو گئے اسکی تصدیق کلام باری تعالیٰ میں موجود ہے قولہ تعالیٰ ولو کنت فظا غلیظا القلب لا نفقنا من حولک۔ اس خطاب سے دونوں طرف سے لطف ہونا ظاہر ہوا اور فعل کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی لینے فرمایا کہ تو نرم ہوا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو تکلف نہیں کیا کیونکہ آنحضرت صلعم تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے لطف و کرم پر پیدا ہوئے تھے۔ اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادب دینی کی طرف اشارہ ہے لینے نبی صلعم اگر اپنے احکام حقائق کے اندر اوکا وقت ڈالتے تو انکے سینے تنگ ہو جاتے اور راہ کے آداب حقیقی کو بروہت نہیں کر سکتے لیکن پہلے انکو شریعت کے طور پر بجالانے میں سامحہ کیا اور حقائق کی طرف اس پردہ سے راہ دی جو درحقیقت اپنے واجب ہیں اور اس کی تصدیق حق سبحانہ تعالیٰ کے کلام میں ہے قولہ تعالیٰ فاعف عنہم و استغفر لہم۔ پس عفو و استغفار تو انکے واسطے اللہ تعالیٰ کا سامحہ ہے پس انکی تقصیر عفو کر کے تیرے مرتبوں اور قدر کو پورا نہیں پہچان سکے اور انکے واسطے استغفار کر کے جو خطے انکے دلون میں ایسے گذرتے ہیں جو لائق معرفت نہیں اور جو کشتیں انکی ظاہری صورتوں سے ایسی ہوتی ہیں جو تیری صحبت اور تیرے ساتھ بیٹھنے کے لائق نہیں ہیں انکے واسطے استغفار کر کیونکہ تو ربوبیت میں غرق ہو اور وہ جگو مقام عبودیت میں چاہتے ہیں۔ انکا توبہ حال ہے کہ وہ وصف محبت و ارادہ میں ہیں اور تو عمل توجید و شاہدہ ازل وابد میں ہو۔ اور واسطی نے فرمایا کہ قولہ فیما رحمت من اللہ نتلم۔ اس تیرے تمام اوصاف اور جو تیرے انفاس سے نکلے وہ میری طرف سے تیر اور تیری پیردی کرنے والوں پر رحمت ہے اور ابن عطاء نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا خلق چونکہ تمام مخلوق سے اعلیٰ تھا تو اس پر موت بھی عظیم ہوئے پس چشم پوشی و عفو و استغفار کا حکم دیا۔ حارث محاسبی نے فرمایا کہ قولہ فیما رحمت من اللہ نتلم۔ ہم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اس بارہ میں نرمی و مدارات ظاہر ہوئی اسکو اپنی ذات پاک کی طرف نسبت فرمایا کہ میری رحمت سے تو انکے لیے نرم ہوا اور اللہ عزوجل اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے والا نہ تھا کہ تو نرم ہوا اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ عزوجل نے اپنی معرفت سے اسکو نرم کیا اور مدارات کی توفیق دی اور فارسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو دیکھ کیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو نرمی و شفقت سے وصف فرمایا

پھر انکو انکی وصف سے خالی کر دیا پس قولہ فیما رحمۃ من اللہ لنت لہم - یہ باہن معنی کہ تیرا قیام ہمارے ساتھ تحقیقی ہے اور تو مخلوق سے بالکل مجبور ہے قال المترجم مراد یہ ہے کہ لنت لہم - تو وصف آنحضرت صلعم فرمایا و لیکن پہلے فرمایا کہ فیما رحمۃ من اللہ یعنی یہ صفت انکی خود قیام سے نہیں بلکہ وصف الہی ہے - فافہم - کہا جاتا ہے کہ نہایت مخصوص رحمت اللہ عزوجل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تھی کہ آپ کو لوگوں کے ساتھ رہنے پر قوی کیا اور اہل رسالت پر صبر دیا ایسے لوگوں کے ساتھ جن کے خلاق آپ کو لہجہ دیتے تھے باوجود اسکے کہ ظالمین سلطان کا تھا کہ حسین سرایا غرق تھے اور تمام اوقات میں آپ پر ہتھیلا دین تھا پس اگر ایسی قوت الہیہ نہوتی جس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص فرمایا تھا تو کہاں لوگوں کے ساتھ رہنے کی طاقت تھی کیا تو موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیکھتا کہ کلام الہی سے ہرے چونکہ دیرنوی تھی اپنے بھائی سے گفتگو کرتے ہیں صبر کیا اور بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچا - تو تعالیٰ و شاور ہم نے الام - یعنی جسوقت کہ عمل عبودیت و امور شریعت و عالم عقل میں آئے انکو اللہ عزوجل نے حکم کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اچھے برتاؤ سے رہیں اور جو واقعے کہ بتقدیر الہی عزوجل آئندہ ہونے والے ہیں انہیں ایسے مشورے میں کرنا کہ انکو اپنے عقول اور قلوب سے قبول کرتے ہیں فکر کے ساتھ اور کیونکر اسکے احکام میں صبر کرتے ہیں کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ہی کی دریا کی ہزون سے پانی پیتے تھے اور اسوجہ سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو مقام ولایت میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام رسالت و نبوت میں تھے اور یہ دونوں مقام اس معاملہ میں عین الجمع کے اندر ایک ہیں وہ لوگ تو غیب کو نیور فرست دیکھتے تھے اور آپ ہکو نبور نبوت و رسالت دیکھتے تھے اور آنحضرت علیہ السلام محل عبودیت میں اسکے حاجت مند تھے کہ صحابہ دین میں آپ کی مدد کریں - پھر جب آپ مشاہدہ ربوبیت میں ہوئے اور تفرقہ سے مقام جمع کو پہنچے تو وہاں اللہ عزوجل نے آپ کو حکم کیا کہ قدم کو حدوت سے بالکل الگ کرے اور اللہ تعالیٰ کے واسطے جو میرا اللہ تعالیٰ کی طرف ہر اس میں مجر اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو چنانچہ فرمایا فاذا عرفت فتوکل علی اللہ - کیونکہ جو کچھ اس سے چاہے اس میں وہی تمکو کافی ہو جس (باجل

اہل ایمان کو معرفت دی اور اپنی عنایت پر بھروسہ کا حکم دیا اور فرمایا

ان یتصروکم اللہ فلا غالب لکمہ وان یخذ لکم من ذالذی ینصروکم من دم

بعدہ ط و علی اللہ فلیتوکل المؤمنون - وما کان لنبی ان یفعل ط و من یفعل یات

بما عمل یوم القیمۃ - ثم توکل کل نفس ما کسبت و ہم لا یظلمون

ان یتصروکم اللہ - یعنی علی عدو کم کیوم بدر - اگر اللہ تعالیٰ تمہاری نصرت کرے ف تمہارے دشمن پر تمکو مدد دے جیسے بدر کے روز فرمایا تھا - فلا غالب لکمہ - تو تمپر کوئی غالب نہیں ف اس میں جس غالب کی نفسی بالکل ہے - وان یخذ لکم من ذالذی ینصروکم احد - اور اگر وہ تمہاری مدد چھوڑ دے ف جیسے احد کے روز کیا - اور خذلان کے معنی مدد گاری چھوڑنا فیمن ذالذی یتصروکم من بعد - بعد خذلانہی لانا صرکم - تو پھر وہ کون ہے کہ اسکے بعد تمہاری نصرت کرے ف یعنی پھر تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے - اور اسکو بصورت استفہام انکاری ذکر فرمانے میں مؤمنون پر لطف و رحمت کا اشارہ ہو مع اسکے کہ اول میں فلا غالب لکم کی صریح نفی کر دی فافہم - و علی اللہ - لا غیر - فلیتوکل لیس - المؤمنون - اور توکل کرنا چاہیے مؤمنون کو - اللہ تعالیٰ ہی پر دے

دوسرے پر یعنی تقدیم طرف بغرض حصر ہو پس معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کریں۔ اور متوکلمین کی تعریف میں بہت سی احادیث صحیحہ وارد ہیں اور حضرت صلعم نے انکو ان ستر ہزار میں سے شمار فرمایا جو بلا حساب جنت میں داخل ہونگے اس قدر کافی ہر شیخ مفسر نے یہ آیت کا سبب نزول لکھا کہ نزل لما فقدت قطیفة حمرار یوم بدر فقال بعض الناس لعن النبی صلعم اخذ یعنی آگے کی آیت کا نزول اس وقت ہوا کہ بدر کے مال غنیمت میں سے ایک سرح مخطط مکملی گم ہوئی پس بعض لوگوں (منافقون) نے کہا کہ شاید نبی صلعم نے اسکو لیا ہو۔ رواہ عبد بن حمید والترمذی فحسہ و ابو داؤد و ابن جریر و ابن ابی حاتم عن ابن عباس اور ابن جریر کی روایت میں صحیح ہے کہ یہ آیت و ما کان لنبی ان یغل ان اس امر مذکورہ میں نازل ہوئی کہ بعض لوگوں نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلعم نے اسکو لیا اور اس باب میں بہت گفتگو کی۔ وکنارواہ وغیرہ اور مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ایک چیز غنیمت میں سے گم گئی منافقوں نے آنحضرت صلعم پر ہمت لگائی پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن مردویہ اس سے معلوم ہوا کہ بعض الناس سے مراد منافق ہیں اور یہ ظاہر ہے اس واسطے کہ مومن ایسا نہیں کہہ سکتا ہو قال تعالیٰ وَهَآکَانَ یُنْعَىٰ لِیُنْعَىٰ اَنَّ یَغْلَلَ۔ بخون فی الغنیمۃ فلا تظنوا بہ ذلک۔ یعنی نہیں شان ہو کسی نبی کی کہ غلول کرے یعنی خیانت کرے مال غنیمت میں پس تم لوگ نبی صلعم کے ساتھ ایسا لگان مت کرو ایسا ہی ابن عباس و مجاہد حسن و بہتیرون نے تفسیر کیا ہے کہ چونکہ نبوت کا مدار تصدق و امانت پر ہے جو اللہ تعالیٰ نے امین بھیجا ہے خیانت اسکی شان نہیں ہو اور عموماً ہر نبی کی بشارت کی تویہ بلوغ ہے یعنی جب کسی پیغمبر کی یہ شان نہیں تو بھلا خاتم النبیین و افضل انبیاء علیہم السلام کی شان میں یہ گمان مجھ کفر ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ بنا بر تفسیر مذکورہ کے یہ آیت جملہ مستقلہ واسطے مذمت غلول کے قاطبہ ذکر کی شان نبی صلعم کے ہے جو قصداً حد کے درمیان بیان ہو ہے ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ ما کان لنبی ان یغل یعنی یون غلول نہیں کر سکتا کہ لشکر میں سے بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور یہی صحاک کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ معنی اس کے وہ ہیں جو جی ہمت نے معاملہ میں مقابل سے ذکر کیے کہ یہ آیت عساکم احد کے بارہ میں نازل ہوئی باین معنی کہ نیر اندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور غنیمت کی خواہش کی اور کہنے لگے کہ ہم کو خوف ہے کہ رسول اللہ صلعم یہ کہدیں کہ جو شخص جو چیز نے لے وہ اسی کی ہے اور غنیمت تقسیم نہو جیسے بدر کی غنیمت تقسیم نہیں ہوئی تھی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ کیا میں نے تم سے عہد نہیں لیا تھا کہ تم اپنی جگہ چھوڑنا چکتک میرا حکم نہ پہنچے تو بولے کہ ہننے اپنے باقی ساتھیوں کو دہین چھوڑ دیا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ تمہارا لگان یہ تھا کہ ہم غلول کرینگے اور تمہارا حصہ نہ لگا دینگے اور بعض نے غل بصنیۃ مجول پڑھا جیسا کہ مفسر نے کہا کہ ایک قرأت میں بصنیۃ مجول ہے یعنی روایت میں کہ نبی نسبت کیا جاوے غلول کی طرف۔ اور بعض نے کہا معنی یہ کہ ما کان لنبی ان یغل احد من اصحابہ۔ یعنی صحیح نہیں کہ کسی نبی کے اصحاب میں سے کوئی اسکی خیانت کرے۔ وَهَنْ یَغْلَلَ یَا تِ بِمَا عَمِلَ یَوْمَ الْقِیَمَةِ۔ حاملہ علی عنقہ۔ اور جس نے غلول کیا وہ قیامت کے روز اس کو لاویگا ف یعنی اسکو اپنی گردن پر اٹھائے ہوے ہوگا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ سراج میں کہا کہ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت اپنے اپنے ظاہر پر ہے اور یہ نظیر ہے قولہ یوم محمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جیہم و جوہم و ظہورہم الایۃ یعنی اموال زکوٰۃ آتش جہنم میں گرم کر کے اس سے ان لوگوں کے جہم و پہلو و پشت داغ دیے جاویں گے یعنی زکوٰۃ نہ دینے والوں کے ایسی ہی اس آیت میں ظاہر مراد ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے قول آنحضرت صلعم کہ بچا ہے کہ کوئی تم میں سے مجھے اس حال میں لے کہ قیامت میں اپنی گردن پر اونٹ لاوے ہو جو ہلکا ہو یا گلے لاوے ہو جو بھاری ہو یا بکری لاوے ہو جو نمیاتی ہو پس وہ مجھے بکارنا شروع کرے کہ او محمدی محمدی میں اس سے کہدوں کہ میں تم سے لے اسطے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں میں تجھے پہنچا چکا تھا۔ محققین نے کہا غرض اس سے زیادہ فصیح ہے اور ابو مسلم نے کہا کہ ظاہر مقصود نہیں بلکہ



جاتا ہے کہ نصیر کم یعنی ظاہر کی تائید اور باطن کی درستی کے ساتھ تکرار مدد سے۔ اور کہا گیا کہ مدد گاری فتح تو دشمن پر ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر تیز دشمن و نفس ہے جو تیرے دونوں پہلو کے بیچ میں ہے۔ اور نصرت الہی سے جو چیزیں فتنہ پرور اور تھیں بھاگتی ہیں اور اسکی عصمت کے لشکر نگہبان ہو جاتے ہیں یہاں تک کہ انوار نازلہ سے شہوات بھاگتے جاتے ہیں پس شخص ولایت رہ جاتی ہے جو شہوات سے خالص رہی یعنی وہاں اوصاف بشریت کو اور نفس کی خواہشوں کو اور اسکے آثار کو جو نزدیک سے مانع ہیں کچھ دخل نہیں رہتا ہے۔ قولہ تعالیٰ واما کان لنبی ان لغل اعداء عزوجل نے عموم لفظ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرات کے میل سے پاک فرمایا اور وصف کیا کہ غیب کی خبر دینے میں وہ این ہیں انکے دل پر شریعت و طریقت بیان کرنے کے وقت کوئی مداخلت کسی شریف و وضع کو دیکھ کر نہیں جاری ہوئی اور انہوں نے حق عزوجل کے بندوں سے پوشیدہ نہیں کیا اور اہل حق کو علم حق عطا کیا اور جو لوگ محبوب تھے انکو برہان حق کے ساتھ حق کی نشانی دکھلائی اور اپنے حفاظت کے ساتھ ایک قدم نہیں اٹھایا۔ اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہیں رہا کسی نبی کو کہ وحی و شریعت کے علم میں اپنے پیروی والوں کو کیسا نہ رکھے اور بھی علوی نے فرمایا کہ کسی نبی کو ہوا نہیں ہے کہ امتیوں کے واسطے اختیار کے سامنے اپنے ہر ارضائع کرے

اَلَّذِينَ اتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ كَسَبُوا بَأْسًا لِّسَخَطِ مَنِ اللَّهُ وَمَا وَدَّ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ هُمُ  
 کیا ایک شخص جو تابع ہے اللہ تعالیٰ کی مرضی کا برابر ہے اسکے جو کمال لایا غصہ اللہ کا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا یہی جگہ لوٹنے کی جڑ ہے  
 ذَرَجَتْ عِنْدَ اللَّهِ طَائِفَةٌ مِمَّنْ كَفَرُوا وَعَلَىٰ أَعْقَابِهِم مَّثَلُ الْغَنَامِ وَاللَّهُ مُبْهِمٌ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ لَقِيَ

لوگ کئی درجہ کے ہیں اللہ کے بیان اور اللہ دیکھتا ہے جو کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیما  
 فِيهِمْ رَسُولٌ مِّنْ آلِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ  
 ان میں رسول انہیں میں کا پڑھتا ہے آیتیں اسکی اور سنواتا ہے انکو اور سکھاتا ہے انکو کتاب و حکام کی بات

وَإِنْ كَانُوا مِن قَبْلِ كُنْتُمْ لَمُبِينٍ

اور وہ تو پہلے اس سے التنبہ کھلی گمراہی میں تھے

اَلَّذِينَ اتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ - فاطح و لم تغل کیا بجلا جسے رضوان الہی کی پیروی کی ف یعنی اطاعت کی اور غلول نہ کیا کہ کس کی باء  
 رجب - بسخط من اللہ - بمصیبتہ و غلول - کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسے معصیت الہی و غلول میں جمع کیا - یعنی جو شخص کہ رضوان الہی  
 کا پیرو ہو اور باطن طور کہ اسکی شریعت کی پیروی کی اور غلول نہیں کیا کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہے جسے غضب الہی میں ٹھکانا لیا یا باطن طور کہ اسکی  
 نافرمانی کی اور غلول کیا یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں ہے پس مفسر نے متبع رضوان سے غلول نہ کرنے والا اور راجع بغضب سے غلول کرنے والا اراد  
 لیا بقرتہ ذکر سابق اور اسکو عالم میں کلمہ و صحاح سے نقل کیا اور بعض نے کہا کہ اول مہاجرین اور دوم منافقین ہیں یعنی مہاجرین مخلصین نہیں ہو سکتے  
 مانند منافقین کے اور بعض نے کہا اول مؤمنین مطہرین اور دوم کافرین ہیں - اقل یہ عام ہے یعنی عام مؤمنین بمنزلہ کفار نہیں ہو سکتے ہیں  
 اور رضایا وی نے کہا کہ یہ وجہ تعین کی اگرچہ مختل و صحیح ہیں لیکن انہیں پر لفظ کو مقصور کرنا روایت نہیں ہے بلکہ اخیر کے معنی عام مراد لیا جاتا ہے  
 وَمَا وَدَّ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ - المرغوب ہی لا - یعنی مصیبت کے معنی مرجح ہے اور ہی مخصوص بالذم ساج بہنیم ہے اور نلاجوب  
 استفہام ہے یعنی دونوں کیسا نہیں ہیں - اور صبیحہ و مرجح میں فرق یہ ہے کہ اول میں تو حالت بدلنا ضروری ہے جیسے یہاں کفار کو یا بہشت سے جہنم میں  
 گئے اور مرجح کا بدلنا ضروری نہیں کیونکہ کبھی اول ہی ہوتا ہے مثلاً زید یاغ سے آیا پھر اپنے مرجح یعنی یاغ کو لوٹ گیا کیونکہ وہاں رہتا ہے اور یہاں بہت



مکن بارالخر کا بیان ہو یعنی جسے غضب الہی میں ٹھکانا بنا یا تو اس کا مرجع و ماویٰ جہنم ہے اور وہ مزع بہت بڑا ہے۔ **هُدًى وَرَحْمَةً**۔ یہ لوگ درجات ہیں و اصحاب درجات۔ یعنی یہ لوگ مختلف درجات والے ہیں۔ ہم ضمیر جو بہر دو فرق کی طرف لایا ہے چونکہ وہ عین درجات ہیں لہذا مصنف مقدر کیا ہے اصحاب درجات ہیں **عِنْدَ اللّٰهِ**۔ ای مختلف المنازل فلن اتباع رضوانہ الثواب لمن بار السخط العقاب۔ یعنی اللہ کے نزدیک یہ لوگ مختلف المنازل ہیں یعنی ان کے درجہ مختلف ہیں پس اس شخص کے واسطے جسے رضوان الہی کی پیروی کی ہو ثواب ہے اور اس شخص کے واسطے جسے غضب الہی میں رجوع کیا ہو عذاب ہے۔ اور جتنا چاہیے کہ قاضی برضا و مری نے انہیں ان کے ہمد درجہ عتد اللہ۔ میں کچھ مقدر نہیں کیا اور اسی کو ارجح قرار دیا کہ ہم درجات برسل میا لغیر بجز حرف تشبیہ یعنی ہم مثل الدرجات یعنی ان کے انہیں بڑا تفاوت ہے موافق ان کے اعمال کے جیسے درجات میں تفاوت ہو تا ہی اور ایسا ہی حسن و محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ یعنی اہل الخیر و اشر درجات و تفرق تو ان حسب الاعمال۔ اس واسطے فرمایا۔ **وَ اللّٰهُ لَصَدِيقٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ**۔ نیماز ہم بہ اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے جو یہ لوگ کرتے ہیں و پس انکو ان کے اعمال کے موافق جزا دیگا۔ **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ لَبَّثَ فِیْہِم مِّنْ سُوْرٍ مِّنْ کُفْرٍ مِّنْہُمْ** اور جو بیادشاہم لہم ما عنہ و لیسر فوا بہ لا ملکا ولا عجمیا۔ البتہ بہت بڑا احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جبکہ انہیں میں سے ایک سول بھیجا و یعنی عربی رسول بھیجا جو آدمی ہونے میں ان کے مثل ہے تاکہ اسکی بات کو سمجھیں اور اس سے شرف پائیں کوئی ذرشتہ نہیں بھیجا اور کوئی نبی آدمی بھیجا۔ عجم تمام وہ ملک جو سوائے عرب کے ہے پس یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم کی بعثت عام ہے مومنوں کی کیوں خصوصیت فرمائی تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم سے نہیں کو تہفیع ہوا اور کفار و منافق مرد و محروم رہے جیسے قولہ تعالیٰ **بُدِّیْ یٰ قٰتِلِیْنَ** میں یقین کی خصوصیت ان کے نفع ہونے کی وجہ سے ہے۔ پھر واضح ہو کہ لفظ ضمیمہ دلالت کرتا ہے کہ المؤمنین کا الکف لام عہد کا ہے اور اصرار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں اور یہ فیض شریف انکو اور اہل عرب کو ہے یا وجودیکہ آپ کی اتباع سب اہل عرب و عجم پر واجب ہے اور باوجودیکہ بعثت عام ہے پھر آنحضرت صلی علیہ وسلم کی زبان عربی و قرآن مجید بزبان عربی ہونے سے اس زبان کی فصیلت دیگر زبان پر ظاہر ہوئی اسوجہ سے اس زبان پر غیر زبان کا تیس رہا نہیں ہے اور امام ابو یوسف امام محمد و دیگر ائمہ نے فارسی میں قرآن کریم کو نماز میں نہیں رکھا اور امام ابو حنیفہ سے اسکا جو از منقول ہے تو صحیح ہے کہ انہوں نے اس سے رجوع کیا ہے کمانی اللہ و غیرہ پھر جا لو کہ انفسہم میں انفس جمع نفس کی قرآۃ متواترہ ہے اور شاذ قرآۃ میں نفس بصیغہ ام فیصل یعنی نہایت نفس یا اور کہا گیا کہ یہی قرآۃ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی اور تو جیسا قرآۃ کی ہے کہ آنحضرت صلی علیہ وسلم حضرت آدم سے لیکر اشراف گروہ میں بطنا بعد لطن ہوتے آئے اور ابوطالب نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپکا نکاح پڑھا تو یہ خطبہ پڑھا۔ **الحمد لله الذي جعلنا من ذرية ابراهيم ذرية اسمعيل وصفي معد بن عدنان وعنصر مضر وجعلنا سدنة بئيه وسوس حرمله وجعل لنا نبيا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحكماء على الناس وان ابن اخي هذا محمد بن عبد الله لا يؤمن به فتي من قریش الا رجح به و هو وادبه لعدا هذا له بنا عظيم وخطب حليل۔** حالانکہ اس نکاح میں سب روسار بنی ہاشم و مضر کے حاضر تھے۔ رہا یہ کہ ہم مومنوں پر احسان ہے کہ اہل عرب اپنے اشراف کے تابع ہوتے اور اسکی بات ماننے تھے پس ایسا نفس پزیرتی کیا کہ اسکی تصدیق و طاعت میں انکو تال ہو۔ واضح رہے کہ یہ قرآۃ اگرچہ ساذ ہے لیکن چونکہ آنحضرت صلی علیہ وسلم کے شرف پرتیل ہے اکثر مفسرین نے اسکو بھی ذکر کیا ہے لہذا مترجم نے تبرکاً درج کیا۔ **اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ۔ تِلْكَ عَلَيْهِمْ اٰیٰتُہ۔** القرآن۔ در حالیکہ رسول موصوف ایت آیات الہی یعنی قرآن تلاوت کرتا ہے **وَيُؤَكِّدُہُمْ۔** بطر ہم من الذنوب۔ اور انکو پاک کرتے ہو یعنی انکو گناہوں سے پاک کرتا ہے یعنی ایان حید لا کفر و شرک کی نجات سے پاک ہوتے

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو اعلیٰ تھی آپ نے تو کبھی تبون کی طرف رخ بھی نہیں فرمایا آپ کے صحابہ میں سے حضرت ابو بکر نے کبھی بت نہیں پوچھا تھا اور حضرت عمرؓ ہمیشہ بت پوجنے والوں سے جلتے تھے اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے کبھی نہیں پوچھا بلکہ صغیر سے ہی مسلمان ہوئے اور بقول اصح دس برس کے تھے اور نماز پڑھی اور پیدا ہوتے ہی دودھ نہ پیا اور باپ کا ٹھوک نہ چھوا یہاں تک کہ حضرت صلعم نے پناہ عاب مبارک انکے منہ میں دیا تھا جیسا کہ سیرین مفصل مذکور ہے۔ **وَلْيَعْلَمَهُمُ الْكِتَابُ**۔ اور اس حال سے کہ رسول انکو تعلیم فرمایا ہے کہ کتاب یعنی القرآن **وَالْحِكْمَةُ**۔ یعنی لستہ۔ **وَإِنْ كَانُوا**۔ محققہ ای انہم۔ یعنی ان شرطیہ نہیں اور نافیہ بھی نہیں ہے کیونکہ کئی سین لام سے فرق ہو گیا درمیان عققہ و نافیہ کے پس یہ ان مشرکوں کا مخففہ ہے اور اسکا اسم ضمیر شان نہیں قرار دی کہ صاحب کشف نے کہا کیونکہ یہ کسی بخوی کا قول نہیں ہے جیسا کہ ابو حیان نے کہا ہے پس اسم اسکا ضمیر راجع بجانب مومنین قرار دی اور وانم کا نواسیہ قبل۔ ای قبل بئسہ۔ اور یہ لوگ آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے۔ **لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ**۔ تین۔ گھٹی گھٹی مگر ابھی میں بڑے تھے و عرب زمانہ جہالت میں بے علم و بے عقل و محض خانہ بدوشی و کشت و خون و فسق و مجور و بت پرست و بھوت پرست مانتے میں سرگردان تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کرامت نہایت اعلیٰ یہ ہے کہ آپ نے انکو اپنے دیدار و ہدایت سے تمام جہان کا پیشوا بنا دیا و شیخ نے عن اس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ **لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ**۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق عزوجل کا آئینہ تھے کہ اپنے دیدار جلال و جمال سے مومنین و صدیقین کے واسطے تجلی حق دیتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من رانی فقہ راہی الحق۔ یعنی جس نے مجھے دیکھا اسنے حق دیکھا مترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح ہے اور علمائے ربانی اسکے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا اسنے تحقیق مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا ہے چنانچہ دوسری روایت صحیح میں مصحح موجود ہے ان میں اشارہ ہو سکتا ہے جو شیخ نے ذکر کیا فافہم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر ایسے پاک نبی صلعم کے بھیجے سے عسان رکھا کہ اسکی تجلی التباسی سے جناب حق عزوجل تک انکو وصول ہوا اور اگر بدون اسکے بندوں پر تجلی صرف ہوتی تو سب کے سب اول ہی سلطت عظمت میں جل جاتے پس اپنی رحمت سے اسکو واسطہ تجلی کر دیا اور یہ تجلی محل التباس میں تھی کہ انکوں والوں کے واسطے اپنے نفس کو ظاہر کر دیا قال المترجم کوئی شک نہیں کہ حضرت صلعم کے دیدار پاک سے ان لوگوں کو جنکی ارواح اللہ عزوجل نے پاک رکھی تھیں ایک نظر میں جو کچھ حاصل ہو جاتا تھا آج وہ کسی ولی و قلب کو تمام عمر بلکہ لاکھوں برس عمر ہو تو بھی مہینہ نہیں آتا ہے کیونکہ یہ آئینہ کہان سے لا دیا اور جو رویوں کو کلمہ محروم رہی تھیں وہ اسبقہ حلقی تھیں جس قدر نورانی روحیں آپکو محبوب رکھتی تھیں اور یہ امر قیامت تک برابر جاری ہے فافہم۔ بھو مومنون کون سی نعمت اس سے بڑھکر ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند انکا سر در کیا وہ خلق کے واسطے جمال حق دیکھنے کا آئینہ ہے وہی انکو اللہ عزوجل کے اسما و صفات و تعوت پہنچواتا ہے وہی انکو ہلاک ہونے کی جگہوں سے نجات دیتا اور نجات پانی کی جگہیں بتلاتا ہے اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی بڑی منت اسکے مخلوق پر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو درمیان میں واسطہ کر دیا تاکہ انکے وسیلے سے اس تکلیف پہنچ جاوے اور اگر اپنی صفات میں سے کوئی ذرہ اپنے ظاہر فرماتا تو سب کے سب سوختہ ہو جاتے اور راہ سے گمراہ ہو جاتے سوائے ان بعض کے جو ازل میں معصوم رکھے گئے تھے قال المترجم بیان سے تجھے یقین ہونا چاہیے کہ توحید باری تعالیٰ کیونکہ حال ہوں ہے اور مترجم نے جو جابجا لکھا ہے کہ بدوں واسطہ حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز موجود نہوگا اگرچہ زبان عدل سے یہ کہے جاوے کہ میں اللہ تعالیٰ کو وحد جانتا ہوں اسواسطے کہ صفات حق عزوجل کو کوئی آدمی اپنی عقل سے نہیں پاسکتا ہے الا جیسا کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا حالانکہ وحدانیت باری تعالیٰ ظاہر و باہر ہے اس مقام میں خوب تامل کرنا چاہیے اور وہم کی پیروی نچاہیے۔ پھر واضح ہو کہ جو غزوة ہدین صحابہ میں سے قریب ستر کے شہید

ہوے حالانکہ ایک سال پہلے غزوہ بدر کے کارون سے فدیہ لینے میں اقرار کیا تھا کہ ہم کو شہادت اسکے عوض منظور ہوگی کیونکہ وہی ہمارا  
 عین مقصود ہے پھر جب اس سال شہادت ہوئی تو بعضے کہنے لگے کہ یہ کو مصیبت کہاں سے ہو گئی حالانکہ ہم دین میں تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا  
**اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلِهَا قُلْتُمْ اِنَّا هَذَا اَوْ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ الْفَسْكَمُ**  
 کیا جوقت ہو گئی تم کو ایک مصیبت کہ تم پہونچا چکے ہو اسکے دو برابر کہتے ہو یہ کہاں سے آئی تو کہ یہ آئی تمکو اپنی طرف سے  
**اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَمَا اَصَابَكُمْ يَوْمَ التَّقِي الْجَمْعِ فَاِذِنِ اللّٰهَ وَلِيَعْلَمِ**  
 اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ تم کو مصیبت ہو گئی جس دن بھڑین دو فوجیں سوائے حکم سے اور نہ کہ معلوم کرے  
**الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلِيَعْلَمِ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۗ وَقِيْلَ لَهُمْ لَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ اِذْفَعُوْا**  
 مومنوں کو اور ناک معلوم کرے منافقوں کو اور منافقوں سے کہا گیا کہ آؤ لڑو۔ اللہ کی راہ میں یا دفع کرو دشمن  
**قَالُوْا لَوْ عَلِمْنَا اَنَّهٗ لَمَّا كَفَرْنَا لَوْ سَعِدْنَا اَقْرَبُ مِنْهُمُ لِاِيْمَانِنَا**  
 بولے ہم کو معلوم ہوتی لڑائی تو ہم تمہارے پیچھے چلتے یہ لوگ اس دن کفر کی طرف زیادہ نزدیک ہیں ایمان سے  
**يَقُوْلُوْنَ يَا قَوْمِ اِهْمَمْ مَا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۗ الَّذِيْنَ**  
 کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں ہے انکے دلوں میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو چھپاتے ہیں وہ جو لوگ  
**قَالُوْا اِخْوَانِهِمْ وَقَعَا ۗ وَالْوَاطَا عُوْنَا مَا قَاتِلُوْا قُلْ فَاذْرُوْا عَنِ الْفِسْكَمُ الْمُوْتِ**  
 کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے جاتے تو کہاں ہٹا دیتے اور اپنے آپ سے موت  
**اِنَّكُمْ صٰدِقٰٓئِن ۙ**

اگر تم سچے ہو

**اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةٌ** - احد قتل سبعین منکم - کیا بھلا جب تم کو مصیبت ہو گئی لینے احد میں بائیسویں کہ تم میں سے  
 شتر آدمی شہید ہوے - **قَدْ اَصَبْتُمْ مِثْلِهَا** - بدر قتل سبعین و اسر سبعین منہم - حالانکہ تم اس سے دو چند مصیبت پہونچا  
 چکے تھے - لینے بدر میں ابن طور کہ شتر تم نے قتل کیے تھے اور شتر قید کر لئے تھے - **قُلْتُمْ اِنَّا هَذَا** - تو اب تم نے تعجب کرتے ہوے  
 کہا - آئی - من این لنا - **هَذَا** - الخذلان و نحن مسلمون و رسول اللہ فینا - و الجملة الاخيرة فی محل الاستفهام الاحکامی کہانے ہو گئی  
 ہمارے واسطے یہ نکتہ حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور رسول اللہ ہم میں موجود ہیں - اور یہ اخیر کا جملہ یعنی انی ہر ہی کل استفہام احکامی ہی  
 لینے آئی ہذا کہتے ہو حالانکہ بات یوں ہی - **قُلْ** - ہم - **هُوَ مِنْ عِنْدِ الْفِسْكَمُ** - لانکم ترکتم المركز فخذتم - کہہ دے ان  
 لوگوں کو کہ یہ مصیبت تم کو اپنی طرف سے آئی - کیونکہ تم نے مرکز چھوڑ دیا جس پر جسے رہنے کا تم کو حکم تھا - یہی قول محمد بن سہاق و بیہ بن  
 انس و صدی کا ہے اور یہی ابن جریر نے اختیار کیا - اور کمالین میں کہا کہ یا اسوجہ سے کہ تم نے مدینہ سے نکل کر اپنا اختیار کیا مگر تم کہتے ہو کہ یہ قول  
 وہی ہے قابل ذکر نہیں ہے - ان بیان ایک اور قول قابل ذکر ہے وہ یہ کہ ہوں عند الفسک - اسوجہ سے کہ تم نے بدر کے کافر فدیوں کا فدیہ لیکر چھوڑنا  
 اختیار کیا - اور یہ قصہ یوں ہے کہ جب بدر میں شتر کا فدیہ لائے تو مشرکوں نے ان کا فدیہ لیکر چھوڑنا چاہا پس مسلمانوں نے اسکو منظور کر لیا اور ابو بکر  
 کی رائے پر حضرت صلعم نے عمل کیا اور عمر نے انکے قتل کی رائے دی اور اصل کیا مگر مقبول نہ ہوئی بلکہ فرمایا کہ ابو بکر نے کا دل نرم ماند قلب



اقرّب تھے اگرچہ باطن میں تو اب اور پہلے ہمیشہ کا فرق تھے۔ **لَيَقُولُنَّ يَا قَوْمِ اهْبِهُم مَّا كَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ**۔ ولو علموا قتالا لم يتبعوكم۔ اپنے منہوں سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتی اور اگر وہ جانتے کہ لڑائی واقع ہوگی تو کبھی ہتھیار سے ساتھ نہ آتے اگرچہ منہ سے کہتے ہیں کہ **لِنَعْلَمَ قِتَالًا لَا يَنْفَعُنَا**۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **وَإِنَّ اللَّهَ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ**۔ اور جو نفاق چھپاتے ہیں اس کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے یعنی انکو سزا سے سخت دیگا۔ پھر انھیں کی مذمت میں فرمایا۔ **الَّذِينَ بَدَلُوا الدِّينَ قَبْلَ أَوَّلَتِ لِعِبْنِي يَهُ الدِّينِ**۔ یا تو پہلے الذین نافرماں ہوئے۔ یا بدل کر یا اسکی صفت ہو اور مال واحد ہو۔ **قَالُوا يَا أَخَوَانِنَاهُمْ**۔ فی الدین ایسے لوگ ہیں کہ کہتے ہیں اپنے بھائیوں کے حق میں یعنی اپنی بھائیوں سے جو ان کے ساتھ منافق ہیں یوں کہتے ہیں۔ **وَقَدْ قَعَدُوا**۔ عن کہا وہ حال انکو خود جہاد سے بیٹھ رہے ہیں۔ **لَوْ أَطَاعُونَا**۔ اسی شہداء اور احدا و اخواننا فی القعود۔ اگر لوگ ہماری اطاعت کرتے۔ اس امر میں کہ بیٹھ رہتے تو۔ **مَا قَتَلُوا**۔ قتل نہوتے۔ **قُلْ**۔ لم۔ تو ان سے کہو۔ **فَادْمُرُوا**۔ اوفعوا **عَنِ انْفُسِكُمُ الْمَوْتُ**۔ ان کتھم صلیت فی ان القعودی۔ تو اب دفع کر لیجیو اپنی جان سے موت کو اگر تم سچے ہو ف اس بات میں کہ بیٹھ رہنا سرت سے نجات دیتا ہے۔ انکو موت و قتل ہر ایک مقدر ہر اپنے وقت سے پہلے نہیں آسکتا ہے اور سراج میں مذکور ہے کہ جس دن ان منافقوں نے یہ بات کہی تھی کہ قتال کو جانتے ہمارا کھانتے تو نہ مرتے اس دن قضا آئی سے ستر منافق مرے اور ستر سراج میں ہے کہ **قوله** **فَادْمُرُوا**۔ ان نفسکم الموت **خزان** یہ تو فون سے استہزا ہے یعنی اگر تم ایسے ہی جو امزد ہو کہ موت کے سبب اپنی دانائی سے دور کر لیتے ہو تو سب سبب دور کر لو تا کہ تم کو موت ہی نہ آوے۔ اور جس دن تم ناچار مرے تو کہتے ہو کہ یہ وقت تل نہیں سکتا تھا اسکی کوئی تاخیر نہیں تو پھر کہوں نہیں سمجھتے کہ قتل کا بھی یہی حال ہے بلکہ اگر یہاں

**وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أحيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْفَعُونَ**

اور تو ہرگز مت سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ میں مرے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی ملتے ہیں **فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ**۔ اور کہیں **سُرُورًا**۔ بالذین کہ **يُحِقُّونَ رِيبَهُمْ**۔

خوشی کرتے ہیں جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشی جانتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ جو بھی نہیں ہونے نہیں سمجھے سے **الْأَخْوَفَ عَلَيْهِمْ وَلَا يَكُفُّونَ**۔ **لَسْتَ تَسْبِرُونَ**۔ **بِنِعْمَةِ**۔ **اللَّهِ**۔ **وَفَضْلِهِ**۔ **وَأَنَّ اللَّهَ**

یہ کہ نہ ڈرے اپنی اور نہ دو غلین ہیں خوشی جانتے ہیں اسکی نعمت اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ **لَا يَصْبِحُ**۔ **أَجْرُ الْمُؤْمِنِينَ**۔

مترجم کہتا ہے کہ و ہر کی آیت میں تو اس بات کو بیان کر دیا کہ موت و قتل سب مقدر ہے جو اسکا وقت ہر طے نہیں ہو پھر ہباد سے پھر میں اور دیگر نافرمانیاں کرنا بیکار محض ہے اب فرمایا کہ جسکو یہ لوگ منافق موت سمجھتے ہیں اگر قتل فی سبیل اللہ ہو تو نہایت عمدہ زندگی ہے سوئی ہے کہا کہ یہ آیت شہداء احد کے حق میں نازل ہوئی۔ اور حضرت انس سے طول قصہ کے ساتھ ہے کہ صحابہ بیرون جب شہید ہوئے تو حضرت صلعم نے قائل یہ بد دعا فرمائی اور ان کے حق میں قرآن اترتا۔ **بَلِّغُوا عَنَّا قَوْمَنَا**۔ انا قد لقینا ربنا فرضی عنا ورضینا عنہ۔ ہم نے سکو ایک مانک بڑھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسکو اٹھا لیا اور نازل ہوا تو کہ **وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ**۔ ایت۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک یعنی اس حدیث کے

یہ کہ نہ ڈرے اپنی اور نہ دو غلین ہیں خوشی جانتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ جو بھی نہیں ہونے نہیں سمجھے سے

یہ ہیں کہ اصحاب پیر مومنہ کے حق میں جو قرآن نازل ہوا تھا اور اس سے خاص ان شہداء کی حیات و زندگی و رفعت درجات معلوم ہوتے تھے  
اٹھایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے شہداء احد کے حق میں یہ کلام نازل فرمایا جو عام ہے اور ہر شہید کے حق میں اسکے فضائل و کمالات پر دلالت  
کرتا ہے اور یہ میں نے اس واسطے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ احد کے روز جب تمہارے بھائی شہید  
ہوے تو اللہ عزوجل نے انکی رجون کو سبز پرندوں کے جوف میں رکھا وہ جنت کی نازن پر آتی ہیں اور جنت کے پھل کھاتی ہیں پھر سونے کی  
ان قندیلوں میں جو عرش کے نیچے لٹکتی ہیں لوٹ جاتی ہیں پھر جب انھوں نے پناکھانا پینا اور مہنا اچھی خوبی سے پیا تو بولے کہ کاش ہمارے بھائی  
لوگ بھی جان لیتے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کر م کیا تاکہ جہاد سے بے رغبت نہوتے اور لڑائی سے مست نہوتے پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ میں  
تمہاری طرف سے انکو خبر ہو چکا تا ہوں پس اللہ عزوجل نے یہ آیات اتاریں۔ **وَالَّذِينَ قَتَلُوا نَفْسًا سَيَلَّمُوا لِقَائِهِمْ**۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابوداؤد  
والحاکم و صحیح و ابن جمیر و البیہقی من طرق اور نیز حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ وانکے اصحاب کے حق میں نازل ہوئی۔  
قال الحاکم صحیح علی شرط ابن خنیس اور معنی یہ کہ حمزہؓ اور انکے ساتھ جو لوگ کہ احد میں شہید ہوئے سب کے حق میں نازل ہوئی اور یہی قول قتادہ بریح  
و صحاح کا ہے کہ شہداء احد کے حق میں اتری اور جاہل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تجھے کیوں عکسین بکتا ہوں میں نے عرض کیا  
کہ میرا پ شہید ہوا اور قرضہ و عیال چھوڑے ہیں۔ فرمایا کہ تجکو خوشخبری دون کہ اللہ عزوجل نے کسی سے کام نہیں کیا مگر پردہ سے اور ترے باپ سے  
یا ملو اجمہ کلام کیا اور فرمایا کہ مجھے مانگ میں تجھے دو گنا عرس کیا کہ پروردگار یہ الہال ہے کہ دنیا میں بھیجے تاکہ میں تیری راہ میں پھر دوبارہ قتل کیا جاؤں  
اللہ عزوجل نے فرمایا کہ یہ تو میں پہلے مقدر کر چکا ہوں تو جانتا ہے کہ شہید یا جو میں وہ دوبارہ لوٹائے گا ونگے عرض کیا کہ پروردگار میرے تجھے دانو  
خبر ہو چکا ہے ہمارے اس عرس کی پس اللہ عزوجل نے نازل فرمایا **وَالَّذِينَ قَتَلُوا نَفْسًا سَيَلَّمُوا لِقَائِهِمْ**۔ رواہ ابن جریر و ابوی۔ بالکل صحیح  
ہا کہ آیت خصوص شہداء احد کے حق میں اور عموم سب شہداء کے حق میں ہے لیکن انھیں شہیدوں کے حق میں ہے جو راہ خدا میں شہید ہوں۔ پھر  
سراج میں ہے کہ وہ شہید تھے جن میں سے چار ہماجرین حمزہ بن عبدالمطلب جنکے حق میں جبریل علیہ السلام نے ایسوت اگر خبر دی تھی  
کہ یا رسول اللہ لو محفوظ میں سید الشہداء حمزہ بن عبدالمطلب لکھے ہیں اور مصعب بن عمیر اور عثمان بن شماس اور عبداللہ بن حسن اور باقی سب  
انصار میں سے تھے۔ **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا**۔ بالتحقیق والتشدد یعنی اکثر کی قراۃ قتلوا نزل ہے اور ابن عامر کی قراۃ میں قتلوا  
از تقنیل ہے بنظر کثرت شہداء کے یا بدین معنی کہ پارہ پارہ کیے گئے۔ **فِي سَكَنٍ لَّهُمْ**۔ اسی لاطلا دینہ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین  
ملبند ہونے کی راہ میں۔ کیونکہ مجاہد وہی ہے جو اسی واسطے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ملندہ ہو۔ اور یہ خطاب حضرت صلوات اللہ علیہ وسلم کو ہے یا ہر شخص کو جو اس  
خطاب کی صلاحیت رکھتا ہے اور وہ ہر مومن ہے جو دین میں خالص اور مقبول ہو۔ **وَأَمْوَاتًا**۔ یہ دوسرا مقول ہے حال آنکہ راہ خدا میں شہید ہونے  
والون کو کبھی مردہ مت خیال کیجیو۔ بل۔ ہم۔ **أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ**۔ اردو ہم فی حوالہ طور حضرت سرح فی الخبۃ حیث شارت کما در فی  
حدیث۔ بلکہ وہ زندے ہیں اپنے پروردگار کے نزدیک **ف** انکی روجین سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں وہ جنت میں جہان چاہتے ہیں جرتے  
بھرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ زندگی فقط روح کو ہے جسم کو نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس وقت انکی روجین سطح مثل  
تاسد کے زندہ ہیں اور حشر میں سب کے جسم جب زندہ ہونگے تو انکے جسم بھی زندہ ہونگے ہتازہ ہے کہ انکی روجین تھی سے جنت کی نعمت سے سرفراز ہیں اور  
باقیوں کی روجین حشر کے حساب کے بعد جاوینگی لیکن انیاد و صدیقین کا اپنی رقیاس نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ انکامرتہ شہیدوں سے بڑھا ہوا ہے اور جوہر  
کے نزدیک انکی زندگی حقیقی ہے اور بعض نے کہا کہ شمالی ہے اور یہ غلط ہے پھر جانتا جاے کہ ابن عباسؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہید لوگ بارق

لن تنالوا  
کا ایک ایک  
بغیب ہو گا  
تقسیم ہو گا  
سے نہ بچ سکتے  
سنا لینا  
سب  
قرآن میں  
قول ہے  
رد ہوا  
دیکھیے  
واللہ اعلم  
۱۲

تہ پر دروازہ جنت پر سبز قبہ میں ہیں انکے واسطے صبح و شام جنت سے رزق آتا ہے رواہ احمد و تفرّد بہ ادریج ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ ہناد و جبریل پر  
سوال وارد ہوتا تھا کہ دیگر احادیث میں تو جنت کے اندر ہونا ثابت ہوا ہے تو شیخ ابن کثیر نے جواب دیا کہ شاید بات یہ ہے کہ شہیدوں کے اقسام  
میں ایک قسم وہ کہ جو جنت میں انکی ارواح سیر کرتی ہیں اور دوم وہ کہ جو اس نہر پر ہوتے ہیں جو دروازہ جنت پر ہے اور کہا کہ یہ بھی اتمال ہے کہ  
سب جنت کے اندر ہوں لیکن انتہائی سیر انکی جنت سے باہر اس نہر تک ہوتی ہے اور بیان صحیح ہوتے ہیں واللہ اعلم بکلیّ قوت۔ یا کلون  
من ثمار الجنة۔ یعنی جنت کے پھل کھاتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ رزق تحقیقی ہے جیسا کہ جبرور کا قول ہے۔ اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے تناوہل ہے  
اور یہ بدعتی لحد کا قول ہے جیسے کفار فلا سفہ قائل ہیں کہ جنت فقط علمی صورتیں خوب ہیں اور ہنم نادانی کا الم ہے اور عیب کہ اس مانہ میں بعضے  
مفسد پیدا ہوتے ہیں جو سلمانوں کے بھس میں عوام ہو اور ہوس کی پیروی کرنے والوں کو سکھلاتے ہیں کہ سلام میں بھی یہی معنی مراد ہیں اور تم کو  
بہر چیز شراب وغیرہ رواہ جو فضلت کی راہ سے اچھی ہے فرقہ گمراہ اور لحد ہے۔ فرحین۔ حال میں ہنیر برزقون۔ یعنی فرحین کو نصب ہو واسطے  
کہ برزقون کی ضمیر سے حال ہے یعنی رزق دیے جاتے ہیں شہید بندے در حالیکہ خوش ہیں۔ بجا اشرم اللہ من فضلہ۔ اس  
نعت سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو عطا کی۔ و۔ ہم۔ یستبشرون۔ یفرحون۔ یا لکن ینکم یحکووا بہم  
ہن خلفم۔ من اخوانہ المؤمنین۔ اور انکو خواہش فرحت ہر اپنے پھلوں سے جو ابھی تک ان تک نہیں پہنچے و ان کے  
مؤمنین بھائی اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مسند امام احمد میں ایک حدیث روایت ہے کہ ان ہر مومن کے واسطے بشارت ہے کہ اسکی شرح  
جنت میں جہان چاہے چرتی ہے اور اسکے پھل کھائی اور تازگی و سرور کرامت دیکھ کر مسرور ہوتی ہے چنانچہ کہا قال الامام احمد حدیثنا محمد  
بن ادریس ہی الامام الشافعی عن مالک بن انس الاصحیح ہی الامام مالک عن الزہری عن عبد الرحمن بن کعب بن مالک عن ابی یوسف عن مالک بن مالک  
سوال شہد علم نے فرمایا کہ مومن کی روح جنت کی ایک چڑیا ہوتی ہے جو جنت کے درختوں سے کھاتی رہتی ہے وہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسکی سع کو حشر کے روز  
اسکے جسم میں دس فراوسے۔ ابن کثیر نے کہا کہ شہداء سے فرق یہ ہے کہ عام مومن کی روحوں کی نسبت شہید کی روحیں مثل ستاروں کے روشن ہوتی  
ہیں پھر شیخ ابن کثیر نے دعائے دعا کی کہ اللہ عزوجل کریم و رحیم اپنے فضل و کرم سے بھگوایاں پر بہت دے مقرر جم کہتا ہے جو امین و علی اللہ تعالیٰ  
علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ و صحابہ و علی جمیع الانبیاء و المرسلین و ائمہ و شہداء و رب العالمین۔ پھر جانو کہ محمد بن اسحاق و سدی نے استبشرون کی تفسیر  
سیرون کے ساتھ کی یعنی مسرور ہوتے ہیں۔ اور سعید بن جبیر نے فرمایا کہ جب وہ لوگ جنت میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اسین جو کرامات  
شہیدوں کے واسطے رکھی تھیں وہ دیکھیں تو بولے کہ کاش ہمارے وہ بھائی جو دنیا میں ہیں جاننے کہ ہم کس کرامت و بزرگی میں ہیں تاکہ جب  
جہاد میں حاضر ہوتے تو ایسے رٹتے کہ شہید ہو جائے پس ہی بھلائی پاتے جو کہو ملی ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حال سے خبر دی اور  
پروردگار عزوجل نے شہیدوں کو آگاہ فرمایا کہ میں نے تمہارے نبی صلعم پر تمہارا حال نازل کرو یا پس اس سے بشارت ہوئے پس ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا و  
یستبشرون بالذین لم یلقوہم من خلفہم۔ ان۔ یبدل من الذین یہد اتمال ہے الذین سے ای بان۔ لا یخوف علیہم۔ ای الذین  
لم یلقوہم۔ باسین طور کہ نہیں خوف اپنی ان لوگوں پر جو انسے لاحق نہیں ہوئے۔ و لا یخوفہم من موت۔ فی الآخرة و دنیا  
یفرحون بائمنم و فرحہم۔ اور نہ وہ علمین ہونگے آخرت میں اور معنی یہ ہیں کہ فرحاک ہوتے ہیں انکی امن و فرح سے۔ اور سر جم نے نزدیک  
سوا حق تفسیر حدیث کے یہ معنی اول ہیں کہ وہ لوگ یہ خوشخبری اپنے بھائیوں کے حق میں چاہتے ہیں کہ انکو بشارت دیدی جاوے کہ ہم لوگ  
ایسی حالت میں ہیں کہ ہمیر خوف و غم کسی طرح نہیں ہے۔ یستبشرون بنجہ۔ ثواب من اللہ و فضل۔ زیادہ علیہ لیس

۴ و ہوس کن عطا انکے امین

سے مراد ثواب موعود پر زیادتی ہو۔ المعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت اور سپر مزید فضیلت پا کر خوشی میں پھولے نہیں سالتے ہیں  
 وَآتَىٰ بِالْفَتْحِ عَظْفًا عَلَىٰ نَعْمَةٍ وَالْكَسْرَ اسْتِنَافًا۔ یعنی ان بالفتح کی قرآنہ میں عطف ہے اس جگہ کا مقصد حکم میں ہو کہ لفظ نعمت پر اور ان  
 بالکسر کی قرآنہ پر جملہ متالف ہے۔ اللہ لَا يَضِيعُ أَجْرُ الْمُؤْمِنِينَ۔ بل یا عبر ہم۔ اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا  
 بلکہ انکو جزا سے جمیل عطا فرماتا ہے۔ اور قرأت بالفتح کے معنی یہ کہ نعمت و فضل و فائزہ وعدہ پر سرور ہے۔ بالفتح قرآنہ پر محمد بن سحی نے کہا  
 کہ خوش ہو سے جب انھوں نے دیکھا کہ جو ان سے وعدہ کیا گیا تھا وہ وفا کیا گیا اور عزیل ثواب یا گیا۔ اور عبد الرحمن بن یزید نے فرمایا کہ کہا  
 یہ کہ میرے میں سب مومنین جمع کیے گئے خواہ شہید ہوں یا کوئی اور ہوں۔ اور کثر اللہ تعالیٰ نے کوئی فضل ذکر کیا جو نیا کو دیا یا ثواب جو دیا گیا کہ اس کے  
 پیچھے وہ بھی ذکر کیا جو مومنین کو عطا فرمایا ہوتے اس بیان میں ہے تو اللہ تعالیٰ والاحسن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا۔ میں تمہیں کہ  
 کہ جو شخص راہ حق میں قتل ہوا وہ حدوت مکر سے مفلکہ مقام منور کی طرف پہنچا اور نور ازل کے ساتھ ملتبس ہوا اور صفات حق سبحانہ و تعالیٰ  
 میں واحد میں اور جمع و تفرقہ سے خارج ہیں انکا فیض افعال میں ہمارے کے ساتھ تفرقہ ہے اور غیبت میں انکا نور ازل حدوت کے واسطے جمع ہے اور اصل  
 نور صفت بھی ہے۔ اور جب وہ حدوت سے مفلکہ حال رحمن تک پہنچا تو اس کے بعد ہر حدوت کے صفات سے کچھ بھی جاری ہوگا چنانچہ ہر موت  
 و فنا کچھ جاری نہ ہوگا بلکہ وہ زندہ ہو جائیگا یعنی زندہ کہا جائیگا اور یہ زندگی حقیقی ہے کیونکہ وہ موصوف بنندگان حق ہو گیا اور زندگان  
 حق عزوجل کی ابدی ہے اس پر انسانی زندگی و موت کی کوئی علت جاری نہیں ہوتی ہے۔ اور یہ مرتبہ اس کے فیض شہادہ و عذبت سے ہے اس واسطے کہ جو  
 شخص راہ حق میں مقتول ہوا اسکی زندگی قربت و عذبت کے فیض سے ہے اور جو شخص کہ عذبت میں ہو وہ کیونکر فنا ہوگا حالانکہ اسکو شہود حق میں رکھا  
 گیا ہے اور جو شخص کہ تیغ اراوت سے قتل ہوا وہ باقی بنو قربت ہے اور جو شخص کہ تیغ نجات سے قتل ہوا وہ باقی ہے اور جو تیغ معرفت سے قتل ہوا  
 وہ اس فیض میں باقی ہے اور جو تیغ توحید سے قتل ہوا وہ بوحدرت فی الوحدت باقی ہے اور مردہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے دیدار پر زندہ ہے اور اپنی  
 ہوا و ہوس کا بندہ ہے اور حق البوسیدہ فرشی نے اس آیت میں کہا کہ تو ایسے لوگوں کو جو راہ اراوت میں اسکے وصال کی آرزو میں ہلاک ہوئے  
 ہیں یہ تم خیال کر کے ان مقامات میں مردہ ہیں بلکہ وہ اپنی مراد اعلیٰ میں پہنچ گئے۔ اس عطا کرنے کے کہ اگر منہ کو بھی دیکھ لیتے تو اس کی  
 نعمت فضل دیکھنے کی خوشی زائل ہو جاتی مترجم کہتا ہے بلکہ مع میں حضرت جابر کے والد کے ساتھ پھر انا کلام کرنا منصوص ہے فاعرفہ۔

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمْ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ مَا آصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ احْسَنُوا مِنْهُمْ  
 جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور اس کے رسول کا بعد اسکے کہ انکو پہنچ چکا تھا گھائل ہونا جو ان میں نیک ہیں  
 وَاتَّقُوا عَظِيمًا ۚ الَّذِينَ قَالُ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ  
 اور یہ بیزگار انکو ثواب عظیم ہے جن کو کہا لوگوں نے کان لوگوں نے جمع کیا ہے تمھارے مقابلہ کو سامان تم اونسے ڈرو  
 فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۚ وَقَالُوا احْسِبْنَا اللّٰهَ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ فَاَنْقَلَبُوا بِنِعْمَةِ رَبِّهِمْ اِلَيْهِ وَفَضَّلِ  
 سو اور بڑھ گیا انکا ایمان اور بولے کہ بس یہ ہم گو اللہ اور کیا خوب کار ساز ہے پھر چلے آئے اللہ تعالیٰ کے سامان سے اور فضل سے  
 لَمْ يَمَسُّهُمْ سُوءٌ ۚ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۝ اِنَّمَا يُلْمِ السَّيْطٰنُ  
 کچھ نہیں پہنچی انکو برائی اور چلے اللہ کی رضا پر اور اللہ کا فضل بڑا ہے تو شیطن ہی  
 يَحْوِفُ اَوْلِيَائِهِمْ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوْنَ اِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝  
 رکھون وانا ہر اپنے دوستوں سے سو تم انکو موت ڈرو اور تمھیں سے ڈرو الرحم ان والے ہو



الَّذِينَ - متبادر - یعنی یہاں سے کلام حدیث شروع ہوا اور یہ الذین متبادر اور سابق سے ہر کو تعلق یہ ہے کہ غزوہ احد کے بعد ہی واقع ہوئے  
 الذین موصولہ اپنے صلہ تولد استجاب الالح کے متبادر اور اسکی خبر ہی جلسہ وہ للذین حسنوا ہر حبیباً کہ آتا ہے - اسکی کجا کو اللہ و  
 الرسول - دعا و باخروج للقتال لما اراد ابو سفیان و صحابا بالعود و تو اعدوا مع اللہ صلح سوق بدر العام المقبل من یوم احد یعنی  
 حکم مانا واسطے اللہ و رسول کے مدد بلانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قتال کے لیے نکلنے کو جبکہ ابو سفیان و اسکے ساتھیوں نے لوٹنے کا  
 ارادہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے روز باہم وعدہ کر گیا تھا کہ وعدہ کا ہمارا تمہارا سالانہ میں باہم بدھ ہر طرف مہر  
 کہتا ہے کہ یہ بروز جمعرات الاسد واقع ہوا اور بات یہ ہوئی کہ مشرکین نے جب مسلمانوں میں سے شہید و مجروح کیے کہ اوپر بیان ہوا تو اپنے  
 دیار کو لوٹے تو راہ میں اپنے چلے آنے پر نامہم ہوئے کہ ہم نے کیوں نہیں مدینہ پر حملہ کر کے ان سب کا فیصلہ کر دیا پس جب یہ خبر رسول اللہ  
 صلعم کو پہنچی تو آپ نے مسلمانوں کو لڑائی پر چلنے کے واسطے کہا کہ مشرکوں کے پیچھے چلو تاکہ مشرکوں کو رعب ہو اور جانیں کہ نہیں قوت دیری  
 پامیاد ہوا و فقط انہیں لوگوں کو شکر کی اجازت دی جو بروز احد موجود تھے انہیں سے سب کو چلنے کو کہ اسوسے مبارکے کہ لکھ جائزت  
 و یردی تھی پس مسلمانوں نے باوجود زخموں سے چور چور ہونے کے حکم اللہ و رسول کو قبول کیا - پس آپ مسلمانوں کو لیکر روانہ ہوئے یا تاک کہ جمعرات  
 ایک پہنچے تو ابو سفیان رعب میں آگیا اور مشرکوں نے کہا کہ آئینہ سال ہم آویگے پس رسول اللہ صلعم و اس لشکر لیلہ نے پس یہ روئی ایک غزوہ شمار  
 ہوا و پر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - الذین استجابوا للرسول اللہ - رواہ ابن ابی حاتم عن عمار و ابن مردیہ عن طریقہ عن ابن عباس - اور حضرت  
 عائشہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بہن کے بیٹے عروہ بن الزبیر سے کہا کہ تیرے دو ذون اب یعنی زبیر و ابو بکر کجبان لگوں میں تھے جکی نسبت  
 اللہ تعالیٰ نے فرمایا - الذین استجابوا للرسول اللہ - کہا عائشہ نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے روز پہنچا جو پہنچا اور مشرکین لوٹے  
 گئے اور پھر مشرکوں کے واپس ہونیکا خون ہدا تو فرمایا کہ کون انکے پیچھے پیچھے چلتا ہے پس انہیں سے ستر آدمیوں نے قبول کیا جن میں ابو بکر و زبیر  
 بھی تھے رواہ البخاری و الحاکم انہیں نیز معالم و غیرہ میں بھی مذکور ہے کہ آپ کے ان ساتھیوں میں بعضے ایسے زخمی تھے کہ ایک دوسرے کو چھو نہ  
 لاد کر لیا ہا پھر وہ اسکو لاد کر لیا ہا اس طرح انہوں نے اپنی جانوں پر شقت کا تحمل کیا اور حکم اللہ و رسول کی نافرمانی و ثواب چھوڑنا نہ ہوا  
 نہ کیا - اور ابن جریر کی روایت ابن عباس میں ہے کہ ستر آدمیوں نے قبول کرنے والوں میں حضرت عبد بن عمرو و عثمان و غنی و زبیر و سعد و طلحہ  
 و عبد الرحمن بن عوف و عبد اللہ بن عمرو و حذیفہ بن الیمان و ابو عبیدہ بن الجراح بھی ہیں اور تہرا و الاسد و بنہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہر  
 محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ معبد خزاعی نے جو اسوقت اگرچہ مشرک تھا مگر آنحضرت صلعم کا ہم سو گند تھا کہ میں جاؤں تو لوگوں کو دیکھا یا کہ محمد کے ساتھ  
 بڑا لشکر جمع کئے اور مارے گئے پس ابو سفیان و اسکے ساتھی مکہ کی طرف بھاگ گئے اور انکو قبیلہ عبد قیس کے چہ لوگ مدینہ کے والے نے ان کو  
 ابو سفیان نے پکڑ دیا کہہا کہ محمد و انکے ساتھیوں سے دھمکا دینا کہ ہم نے لشکر جمع کیا ہے تاکہ وہ ہر دم میں نہ ہوں اور اسوقت ہر دم میں ہر دم  
 وہاں یہ وعدہ ادا کرئیے - ان لوگوں نے حضرت صلعم کو حرا لاسد میں لیا کہ جو پہنچا یا پس ہر سب بولے کہ حسب اللہ و نعم اللہ  
 اور ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم کو جب قریش کے لوٹنے کی خبر پہنچی تو فرمایا کہ تم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری ہڈیاں  
 ہے کہ اگر وہ لوگ لوٹے تو اپر دونوں کے چہرے سے جس سے لکڑی بوزہ جائے اور اسند روایت محمد بن اسحاق کے حسن و عکرمہ و قتادہ و غیرہ سے  
 مروی ہے کہ یہ غزوہ حرا لاسد کے بارہم ہوا - اور بعض نے کہا کہ احد کے روز جب آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کے پاس کوہ حد پر پہنچے تو لکھ دیا  
 کہ ابو سفیان ظاہر ہوا اور جملہ وریاتوں کے یہ کہا کہ امیر محمد ہمارا تمہارا وعدہ کا ہر صغریٰ ہر ذر تم جاہو تو اپنے فرمایا تھا کہ ہن انشا اللہ تعالیٰ

ہیں یہ آیت ایک بیان میں ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح تو قول اول ہے کہ غزوہ حمرار الاسد میں ہوا تو کہہ اللہ اللہ والرسول  
 وہ نیک بندے جنہوں نے اللہ تعالیٰ ورسول کا بلا تا قبول کیا رسول بعد ما اصلا لہم القرع۔ باحد بعد از انکہ پہنچی تھی  
 انکو قرع بروز احد و فتح و جرات جس کا درد و الم ہتوز باقی تھا۔ لَلَّذِينَ احْسَبُوا أَنَّهُمْ  
 مرتبہ احسان کا کام کیا ہے اس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔ وَاَتَّقُوا۔ مخالفت اور اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول  
 کی مخالفت سے پرہیز کیا انکے لیے۔ اَجْرٌ عَظِيمٌ۔ بڑا اجر عظیم ہے وہ جنت ہے۔ ف معلوم ہوا کہ قولہ للذین احسبوا انہم سے خبر ہے اور  
 قانڈہ یہ نکلا کہ الذین احسبوا انہم متبداً سب بندے اس مرتبہ و ثواب کے مستحق ہیں پھر اللہ تعالیٰ نے انکی مزید فصیلت بیان فرمائی بقولہ  
 تَعَالَى الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ۔ یہی بندے سالیس ہیں کہ انسے لوگوں نے کہا ف یعنی نعیم بن مسعود صحابی نے کہا کہ۔ ان  
 النَّاسِ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ۔ تمہارے لیے جماعت جمع کی ہے لوگوں نے ف ابوسفیان واسکے ساتھیوں نے بڑا لشکر تمہارے  
 مقابلہ کے لیے جمع کیا ہے۔ فَاخْشَوْهُمْ۔ سو تم انسے ڈرو ف اور اب مقام بدر میں لڑنے مت جاؤ۔ فَرَأَاهُمْ اِجْمَاعًا  
 پس اس کلام نے انکا یقین بڑھا دیا ف اور نزول نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔ وَقَالُوا احْسَبُا اللّٰهُ وَاَنعَمَ الْوَكِيْلُ  
 اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ پہلو کافی ہے اور وہی اچھا وکیل ہے ف ہم لشکروں وغیرہ پر بھروسہ نہیں کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے انکو  
 نعمت دینا و آخرت سے سرفراز فرمایا۔ قصہ اسکا معاملہ وغیرہ میں یوں مذکور ہے کہ دوسرے سال عدہ پر ابوسفیان حکمراہ الظہران پر اترا پھر  
 تعالیٰ نے اسکے دل میں رعب ڈال دیا کہ وہ لوٹ گیا اور نعیم بن مسعود عمرہ ادا کرنے کو مکہ گیا تھا اس سے ملا اور یہ شخص اسوقت مشرک تھا  
 پھر غزوہ خندق میں مسلمان ہوا ہے پس ابوسفیان راہ میں نعیم بن مسعود سے ملا اور کہا کہ یہ سال تمہارے ہر کو سال فرار ہے چاہیے ہر کہ اس میں درود  
 پسین اور چراوین اورین نے محمد سے بدر میں لڑائی کا وعدہ کیا تھا اب میں اس سال نہیں جانا چاہتا اور مجھے بڑا معلوم ہوتا ہے کہ وہ آوین اور  
 میں بخاؤن کہ میری طرف سے وعدہ خلافی ہو سواگر تجھے یہ ہو سکے کہ تو انکو ڈرا کر مدینہ میں رکھے اور وہ باہر نکلیں تو تجھے دن اونٹ دوگا اور سیل  
 بن عمرو کے پاس رکھ دوگا وہ اسکا ضامن ہو اس قرار داد پر نعیم بن مسعود مدینہ میں آیا یہاں تکھا کہ مسلمان سامان جنگ کرنے اور مکے کو تیار ہیں  
 اسے کہا کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو بولے کہ ہم نے ابوسفیان سے موسم بدر صغریٰ کا وعدہ کیا ہے بولا کہ تمہاری رے بہت بڑی ہے وہ تمہارے  
 یہاں آئے تو تم میں سے کھڑے سے بچے اب تم انکے یہاں گھستے ہو دیکھو کیا حال ہو حالانکہ انہوں نے بڑا لشکر جمع کیا ہے و اللہ تم میں سے کوئی  
 بچ سکتے والا معلوم نہیں ہوتا ہے پس بعض اصحاب رسول اللہ صلعم نے کلنا مکہ وہ جانا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واسٹین تنہا جاؤن گا  
 اگرچہ تم میں سے کوئی بخاؤ سے پھر آپ شتر سواروں کے ساتھ روانہ ہوئے جو کہتے تھے کہ حبشنا اللہ ونعم الوکیل۔ اور انہوں نے اس نعیم مذکور کے  
 قول پر التفات نہیں کیا مگر جم کہتا ہے کہ ابن عبدالبر و ابن حجر نے کہا کہ اسکے بارہ میں کوئی روایت اساد سے نہیں ہے فقط ثعلبی نے نقل کیا ہے اور  
 سہیلی اسی طرف گیا ہے۔ مگر جم کہتا ہے کہ اسپر وارد ہوتا ہے کہ نعیم مذکور واحد تھا اسکو الناس کہتے تھے اور جواب دیا گیا کہ اس کی جنس سے ہے لہذا  
 اسپر اطلاق کیا گیا جیسے کہا جاتا ہے کہ فلان پر کعب بخیل۔ وہ گھڑوں پر سوار ہوتا ہے۔ حالانکہ اسکے پاس ایک ہی گھڑا ہوتا ہے اور جیسے قولہ  
 تعالیٰ ام تحسون الناس ہر محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوشیدہ نہیں کہ شیخ ابن کثیر نے محمد بن احاف وغیرہ کی روایت سے ذکر کیا کہ الناس سے  
 مراد گروہ عبد القیس ہے جنکے ہاتھ ابوسفیان نے کہا بھیجا تھا ابن عبدالبر ابن حجر نے کہا کہ اسکی اسناد موجود ہے مگر اس میں اقطاع وہ پیام ہے  
 اور الناس گروہ عبد القیس ہے قولہ ان الناس یعنی اس سے مراد ابوسفیان واسکے ساتھی مشرکین ہیں قولہ قد جمعوا کم۔ یعنی جمع کیا ہے

Marfat.com

تھارے واسطے لشکروں کو تاکہ تم کو چڑ سے نابود کر دین قولہ فاختوبہم پس ان سے ڈرو۔ مراد یہ کہ تم تکلم خود انکی طرف مت جاؤ۔ سو واسطے کہ بھگانے والا اسی غرض سے آیا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے اندر روکے۔ قولہ قرآن ہم ای ذلک القول یعنی اس قول نے کھڑے ہا دیا تو ایسا نہ تصدیقاً باللہ و یقیناً۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تصدیق و یقین کو اور مراد یہ ہے کہ انھوں نے یہ قول شکر بزدلی نہیں کی اور نہ اس پر کچھ التفات کیا بلکہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا اور اسی سے خلاص کیا اور طمانینت و دین کی قوت بڑھ گئی چونکہ اس خلوص کا اور رجوع کا سبب یہ قول ہوا تھا سو جس سے اسکی طرف نسبت کر دی واضح ہو کہ کلمہ حسنا اللہ و نعم الوکیل کے فضائل بہ کثرت وارد ہوئے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جس امر کو وہ پہنچنے کا خوف ہو اور حسنا اللہ و نعم الوکیل لکھ کر توکل کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے مکروہ سے بندہ کو محفوظ فرماتا ہے۔ (اسناد حسن) پھر ان صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور تکلم روا نہ ہوئے مفسر نے لکھا۔ وخرجوا مع العی صلعم فوافوا سوقی بدر و القی اللہ العرب فی قلب ابی سفیان و اصحابہ (۵۷) یہ برکت ہی جانتا چاہیے کہ قولہ حسنا اللہ و نعم الوکیل کی بہت تریف ہو چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس کلمہ پاک کو ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت کہا تھا کہ جب کمزور ملعون نے انکو آگ میں ڈالا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت کہا کہ جب لوگوں نے جیسے کہا کہ مشرکین نے تمھارے مقابلہ کو گروہ جمع کیے ہیں کما فی روایت النجاشی اور شداد بن اوس سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حسنا اللہ و نعم الوکیل۔ ہر مخالف کے لیے امان ہے رواہ ابو نعیم۔ اور روایت ہے کہ جب کسی چیز سے خوف کرے یہ کلمہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس خوف سے اس کو نجات دیتا ہے (الطبرانی) اسی واسطے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کلمہ پڑھا اور مفسر حمد اللہ نے لکھا وخرجوا مع العی صلعم فوافوا سوقی بدر و القی اللہ العرب فی قلب ابی سفیان و اصحابہ فلم یاتوا وکان معہم تجارت فباعوا وادخروا۔ یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہو کر بازار بدر میں پہنچے اور ابوسفیان سردار قریش کے دلین واسکے ساتھیوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا تو وہ لوگ مقابلہ میں نہیں آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ میں اموال تجارت بچھے جنکو انھوں نے فروخت کر کے نفع کمایا (دو چند نفع اور اکھڑ روز تک وہاں ٹھہرے) قال تعالیٰ۔ فالتقلبوا۔ رجعوا من بدر۔ تبعی قسین اللہ و فضل۔ بسلاۃ و لیل کفر و میسرتھم صومر من قتل او جرح۔ پس لوٹے بدر سے نعمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے افضل کے ساتھ (یعنی سلامتی و نفع کے ساتھ) نہیں چھو انکو کسی بُرائی نے (یعنی قتل و جرح و غیرہ انکو کچھ نہیں پہنچی) قاتبتعوا رضوان اللہ۔ بطاعت و رسولہ فی الخوف ما و انھوں نے پیروی کی رضوان اللہ تعالیٰ کی (باین طور کہ جہاد کے لیے جانے میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی فرما بزدلی کی دستبرجم کتا ہے کہ قولہ و رسولہ صل من بطاعت و طاعتہ رسولہ۔ تھا کیونکہ عطف ضمیر محرور ہے و لکن مفسر نے ماسمہ کیا۔ واللہ ذو فضل عظیم۔ علی اللہ طاعتہ اللہ بڑے فضل والا ہے اپنے فرما بزداریوں پر فضل عظیم فرماتا ہے جسکو اول نہیں سمجھتے ہیں مترجم کتا ہے کہ مفسر نے اس فاصلہ کا ربط تیار کیا ہے اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کا نفع وغیرہ دینے میں تو فضل بسیط اور عام ہے کہ فزون دہمومنون سب کو شامل ہے جو اب یہ کہ فضل نظر حقیقت و انجام ہے اور انجام فقط مومنون کے واسطے بہتر ہے اگرچہ نفع وغیرہ دنیاوی نعمت میں مومن و کافر سب شامل ہیں فرق یہ ہے کہ مومنون کے واسطے کراست جوتا ہے اور کافروں کے لیے استدرج ہے یعنی وہ اپنی گمراہی میں اور زیادہ پائون پھیلاتے ہیں لظیر اسکی لڑائی کی فتح و شکست ہر چنانچہ بہترین معجزہ کے طور پر کافروں کو سخت شکست دی پھر احد میں باوجود مخالفت اہل اسلام کے اول میں فتح و نصرت عظیم تھی حتیٰ کہ کافروں نے خوف بدر سے بھاگنا شروع کیا لکن اہل ایمان کو آزمائش میں ڈالنا تاکہ صدق پر ظاہر ہوں اور کافروں کا فہم بڑھا اور سمجھے کہ یوں ہی ہو کر تاج اور ہزارے بتوں نے ہماری مدد کی۔ اور اہل ایمان کو کمر آزماتش کے لیے اس جہاد بازارہ رکھے وقت ایک شخص نے شیطان کا پیام کہنے کی اجازت لی تم ڈرو کہ کفار بہت کراہت میں

یعنی تمام کام کا انجام بخیر تیرا میرا پرہیز اور قبضہ قدرت موثر حقیقی نہیں ہے تو اس وقت بھی مومنوں نے اگور کر دیا کہ یہ ویرانی سب کچھ نہیں ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ایک مجاہد مومن کو جملہ کافروں پر فتح دے اور چاہے کافروں کو یون ہی ہلاک کر دے اور یہ ویرانی سب کچھ نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **إِنَّمَا خَلَقَكُمْ لَعَلَّكُمْ اتَّقُوا** کہ ان الناس الخ۔ یعنی جسے تم سے کہا کہ ان الناس قد جمعوا لکم الخ۔ لوگوں نے تمہارے مقابلہ کے لیے بڑا جاکو کیا ہے۔ تم ان سے ڈرو، تو یہ کچھ نہیں سوائے اسکے کہ **الشَّيْطَانُ**۔ شیطان ہے کہ۔ **يَخْوَفُ**۔ کم۔ **أَوْ لِيَأْخُذَ**۔ الکفار۔ ڈرانا ہے (تکلم) اپنے دوستوں (اسی کفار سے) مترجم کہتا ہے کہ شیطان اہل طاعت کو طرح طرح کے خوف دلاتا ہے چنانچہ جہاد میں کافروں کی کثرت و غلبہ خوف دلاتا ہے اور زکوٰۃ دینے میں فقیر ہوجانے کا اسیدو اسطے حدیث میں آیا کہ جب ایسا وسوسہ پائے تو لاجول پڑھے اور لے آئی بریقین کرے کما اور جہاد میں کہے کہ **سُبْحَانَ اللَّهِ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ**۔ اور دیگر مقامات کا بیان اپنے موقع پر آویگا۔ الحاصل یہ شیطان ہے کہ تکلم اپنے یاروں یعنی کافروں سے ڈراتا ہے۔ **فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا**۔ فی ترک امری۔ پس تم شیطان کے یاروں سے مت ڈرو اور مجھے ڈرو یعنی میرا حکم چھوڑنے میں ڈرو کہ کوئی عذاب سے بچانے والا نہیں ہے خوف خافون دراصل خافونی تھا اور یہ پانچ کلم کثرت سے حذف ہوتی ہے اور معنی یہ کہ ڈرو مجھے یعنی میرے حکم پر بندگی چھوڑنے میں مجھے ڈرو اور یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت لازم ہے اگرچہ اسکے معنی یہ بیان ہوئے کہ اسکے حکم کی اتباع کرے لیکن اتباع دراصل محبت کا لازمہ ہے۔ پھر نیک بندوں کو ہوش دلا یا بقولہ تعالیٰ۔ **إِنَّ كَيْدَهُمْ فِي سَبِيلِنَا**۔ حقا۔ اگر تم مسلمان ہو یعنی سچے مومن ہو تو مجھی سے ڈرو۔ یہ جزا محذوف ہے ماقبل کی دلالت سے حذف ہوئی خلاصہ یہ کہ تم شیطان کی بات مت مانو اگر مومن ہو اور اللہ تعالیٰ نے یہی مقام امتحان رکھا ہے اور واضح ہو کہ شیطان واسکے یار تمام جہان کی ایک ذرہ مجال نہیں ہے کہ تصرف کر سکے ولیکن اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کے پسند و اسکا نتیجہ و انجام رکھا ہے پس شیطان واسکے یاروں نے دنیا و جہنم اختیار کی ہے اگرچہ انجام جہنم کو نہیں جانتے بلکہ جہنم ہی سے نکر ہو کر شیطان کے قبضہ میں آئیں اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ارشاد فرمایا کہ تم آخرت و جنت اختیار کرو کہ وہ دار کرامت ہے اور دنیا میں جسکو کافروں نے اختیار کر لیا ہے انکے ساتھ ان قواعد پر بس کرو کیونکہ کافروں نے درجبت تم کو دیدیا ہے تو تمہی دنیا سے کولیا پس انصاف کرو اور دنیا کو اللہ تعالیٰ کے نام پر قربان کرو کیونکہ دنیا و مافیہا و آسمان و زمین سب اسی کی ملک ہے۔ (مسئلہ) اس کی کرمیہ سے ثابت ہوا کہ جہاں خالص نیت ہو تو ذیل میں تجارت کا قصد بھی مضر نہیں ہے جیسے حج میں صریح اجازت مذکور ہوئی ہے عرف عرس میں ہے کہ **قَوْلَ تَعَالَى الَّذِينَ اتَّبَعُوا** مشرور رسول حق عزوجل کی دعوت قبول کرنا اسطرح ہے کہ اسکی محبت سے طاعت ہو اور اسکے قرب کے لطائف و کرامت کا شوق ہو مترجم کہتا ہے جو لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہیں وہی اسکے مقرب ہیں یعنی اسکے نام پاک کے مصاحب ہیں کما جابر فی الحدیث اور رسول اللہ صلعم کی استجابت اسو اسطے کہ اللہ عزوجل کے الوار صفات کے اسرار پر موجود ہیں۔ اور سبب اشارہ ہے مقام اتحاد کی طرف کیونکہ امر واحد ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انکو حسن ارادہ سے موصوف کیا کہ اسکی محبت و طلب تقرب میں ارادہ و تہی رکھتے اور اپنی جانیں صدقہ کرتے ہیں اگرچہ جنگ احزاب زخم برداشت کر چکے ہیں چنانچہ فرمایا من لہدما اصابہم القرع۔ اور واسطی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی استجابت تو یقین و حدیث ہے اور رسول کی استجابت اسطرح کہ اسکے حکم کی پیروی اور اسکی مانعوتوں سے پرہیز کر یعنی بسو چشم اسکی شریعت کا قبول ہے کہ قولہ تعالیٰ للذین آمنوا انہم والقوا اجر عظیم۔ جو لوگ مقام احسان کو پہنچے یعنی امتحان میں اللہ تعالیٰ ہی کو دیکھتے رہے اور پرہیز رکھا تمام ان چیزوں سے جو اللہ تعالیٰ اور اسکے بندوں کے درمیان حجاب ہوتے ہیں گو انکو اجر عظیم ہے تقویٰ یہ کہ اپنے نفس واسکے ہوا جس سے بچے جبکہ انھوں نے اپنی مراد سے نکل کر مراد حق کو قبول کیا۔ اور اجر عظیم یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے انکے واسطے آخرت میں مہیا کرنا فرمایا ہے اور منجملہ اسکے یہ کہ انکو اپنے دیدار تک پہنچانا

بجواب

بدون سچے عقاب حساب و محاب کے اور بعض نے فرمایا کہ للذین احسنوا منهم۔ یعنی جن لوگوں نے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قبول کیا اور اسکی مخالفت سے پرہیز کیا ظاہر و باطناً تو انکے واسطے اجر عظیم ہے یعنی حق عزوجل کی مجاہرت و شہادت میں انکو درجہ بلکہ ماوراء استادنہ فرمایا کہ حق عزوجل کی استجابت باسن طور کہ اسکے وجود پاک کی حقیقی تصدیق کرے اور استجابت رسول علیہ السلام باسن طور کہ جو اس نے حدود فرمائی ہیں انہیں کے سرفتن اپنی عادت رکھے اور استجابت حقتعالیٰ صدقہ در حق ربوبیت سے اور استجابت رسول صلوات اللہ علیہ وسلم سے اور استجابت قولہ القرح اشارت ہے کہ ابتدائے حال میں رخص و جرح سے نزشی ہوتی ہے پھر وہ حسنہ اللہ و نعم الوکیل۔ مگر استقامت ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ لا یدرغ المؤمن من حجر مرتین مؤمن ایک خنہ سے دو بار زخم نہیں کھاتا۔ ہ (المشرجم) قولہ للذین احسنوا منهم حسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہے اور وہ شاہد ہے و اتقوا۔ پس اگر تو اسکو بند کیے تو وہ تجھکو دیکھتا ہے اور میرا قبر در حال مجاہدہ ہے۔ اجر عظیم اہل ہدایت کے واسطے کسی وقت پر دہل نہایت کے واسطے فی الحال ہے۔ قولہ تعالیٰ فلا تخافوہم و خافون ان کنتم مؤمنین۔ پاکیزہ کیا حق سبحان تعالیٰ نے درگاہ کبریائی کو منتہی غیبت سے اونپید کیا شرکت کے وہم کو حضرت جلال سے۔ چنانچہ فرمایا خافون یعنی تمھی سے خوف کرو اس بات میں کہ تمہارے ہر کسی غیر کی طرف التفات کریں۔ اور جس وصف کمال کا او تعالیٰ حق ہے اسکو ہر شیطان وغیرہ سے دور کیا جو اسکا حق نہیں ہے اور خوف دلا یا اپنی ذات سے لپے بندوں کو اپنے حقوق ربوبیت کا اور اس خوف میں غیر کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ ایمان کے خوف و امید کو عمل برہان میں وقوع استخوان کے وقت ملا دیا پھر جب مشاہدہ ہو گیا تو انوار ہدایت ظاہر ہو جاتے ہیں اور خوف کی علت جاتی رہتی ہے۔ ان لوگوں کی کمال بزرگی دیکھو کہ انکو اپنی ذات سے خوف دلا بانہ اپنے عذاب سے جسے غیر سے خوف کیا وہ حق تعالیٰ کے ساتھ شرک کا عمل ہو جاتا ہے حال نگہ جسے بھی سے خوف کیا وہ عمل ایمان میں ہے اور جسے میرے غیر سے خوف کیا وہ عمل شرک میں ہے اور یہ شرک حقیقی ہے۔ اور واسطی نے کہا کہ ایمان کی شرط میں سے خوف ہے اور علم کی شرط میں سے خشیت ہے اور یہی اشارہ ہے بقول تعالیٰ انما خشی اللہ من عباده العلماء۔ اور ابن عطاء نے فرمایا کہ جب تک تم طریقہ پر ہو جسے خوف رکھو کیونکہ جسے خوف چھوڑا اسے راہ مستقیم کو چھوڑ دیا اور کہا گیا کہ ایمان خوف و امید کے درمیان ہے (ع) پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو یہود وغیرہ مشرکوں سے منافی قوت کے قائم و قائم تینہ فرمائی بقولہ تعالیٰ وَلَا يَجْرُؤُكَ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ فِي الْكُفْرَانِ أَلَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لِلَّذِينَ يَكْفُرُونَ عَذَابًا عَظِيمًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اَشْكُرُوْا الْكُفْرَانَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا يَجْرُؤُكَ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ فِي الْكُفْرَانِ اَلَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لِلَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اَشْكُرُوْا الْكُفْرَانَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

اور تمھیں کو عینم نہ آدے ان لوگوں سے جو کفر کرنے روڑتے ہیں ۝ وہ بجاڑینگے اسکا کچھ اللہ جانتا ہے کہ نہ دیر سے

انکو حصہ آخرت میں اور انکو بڑی باری جنہوں نے خرید کیا کفر کو ایمان کے بدلے

تیسرا اور اللہ شیکہ ۝ وہ عذاب الیم ۝ وَلَا يَجْرُؤُكَ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ فِي الْكُفْرَانِ اَلَمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لِلَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اَشْكُرُوْا الْكُفْرَانَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

وہ بجاڑینگے اسکا کچھ اور انکو دکھ کی باری اور دشمنین کہ ہم جو زمت آتے ہیں انکو کچھ

انکے حق میں ہم تو زمت دینے میں تاکہ بڑھتے جاویں غنا میں اور انکو ذلت کی مارے اللہ نہیں کہ چھوڑے

انکو مبینین علی ما انتم عنہ حتی یبیر الخبیث من الطیب ۝ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ

سو مبینون کو جس حال پر تم ہو جب تک جھانکے نا پاک کو پاک سے اور اللہ وہ نہیں

سطلعکم علی الغیب ولكن الله یخفی عن سئلہ من یشاء ۝ فامسوا باللہ

کہ تمھیں خبر دے گا غیب پر لیکن اللہ چھانتے لستائے اپنے رسولان میں جس کو چاہے سو تم یقین لاؤ کہ اللہ

وَسُئِلَهُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ لَنُرْسِلَنَّ فِيكُمْ تَفِيفًا ذُرِّيًّا عِظِيمًا

اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پر بہیز گاری پر تو تمکو بڑا ثواب ہے

وَلَا يَخْرُجُ نَفْسًا - لضم الیاء و کسر الزار و لفتحها و ضم الزا و من جز دلته فی آخر ذہ - یعنی نافع کی قراءتہ میں مجزین یعنی بار تھی  
کسہ زار معجزہ از باب افعال ہے اور باقیوں کی قراءتہ میں مجزین لفتح یاء و ضم زار از ثلاثی مجر و مضموم عنین المضارع ہے یعنی از خزہ - غلین کیا  
اسکو جو اجودہ کے معنی میں ہے جیسے اول قراءتہ مذکور ہوئی - بہر حال معنی یہ ہیں کہ نہ غناک کریں تجلو - الَّذِينَ يُبْسِرُونَ  
فِي الْكُفْرِ - جو مساعت کرتے ہیں کفر میں - اسی یقین فیہ سر لیا نصرتہ وہم اہل مکہ و المتأفقون اسی لایتم کفر بہم - یعنی کرتے ہیں  
کفر میں جلدی کر کے کیونکہ کفر کے معاون ہیں اور یہ لوگ اہل مکہ اور منافقین تھے اور حال معنی یہ کہ تو بہت غم میں نہو جاؤ گے کفر کرنے سے  
اور بعض نے کہا کہ ایک قوم مرتد ہو گئی تھی پس نبی صلعم کو غم ہوا پس اللہ عزوجل نے آپکو تسلی دی - اور بعض نے کہا کہ یہ سب کفار کے واسطے  
عام ہے و قسیری نے کہا کہ کافر کے کفر پر غناک ہو نا ثواب کی بات ہے لیکن نبی صلعم افرط سے غناک ہوتے تھے چنانچہ فرمایا فلا تذهب  
نفسک علیہم حسرات - اور فرمایا فلعلک بائع نفسک علی آثارہم الآتہ - پس اللہ تعالیٰ نے ایسے غناک ہونے سے منع فرمایا اور ظاہر وجہ  
غم یہ تھی کہ دیگر اہل ایمان کو اپنے ضرر پہونچے اور خود وہ دوزخ کے گندے ہوں پس اللہ عزوجل نے دونوں باتوں کو بیان دور فرمایا  
کہ - اَلْهَمَّ لَنْ يُخْرُجُوا اللّٰهَ شَيْئًا - بفعلہم و انما یخرون انفسہم - یعنی وہی کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ف  
اپنے فعل سے اور کفر کے اندر مساعت کرنے سے یا اولیاء اللہ کو کچھ ضرر نہیں پہونچا سکتے ہیں اپنے فعل سے کیونکہ اللہ تعالیٰ انکا ناصر ہوا  
یہی ہے کہ اپنے آپ کو ضرر پہونچاتے ہیں کیونکہ انجام کار میں اسکا وبال انھیں پہونچتا ہے تو اسکی حکمت فرمائی کہ - حُرِّدَ اللّٰهُ الْاَلْبَابَ  
لَهُمْ حِطًّا - نصیباً - فی الآخرۃ - اسی العنتہ فلذلک خذلہم - اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ نہ کرے انکے واسطے کوئی حظ یعنی حصہ  
آخرت میں و یعنی بہت میں پس اسی واسطے انکو مخذول کر دیا - حال انکے اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ انکے حق میں یوں ہی متعلق ہوا  
ہے ایک خاص حکمت کے ساتھ جو فہم مخلوق سے باہر ہے اور جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے وہ ضرر تو واقع ہوگا پس غم کھانا بے سود ہے اور یہی  
دیگر آیات کثیرہ میں مصرح ہے کہ ارادہ الہی متعلق ہے جس سے کافر کا کفر اور مومن کا ایمان رہتا ہے اور اس میں دلیل ہے کہ خیر و شر بارادہ الہی ہے  
اور اس سے معتزلہ وغیرہ کا رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ ہندہ اپنے افعال پر خود قادر ہے یہ غلط ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی ہے - اور غایت درجہ یہ کہ کھانسی  
حکمت نہیں معلوم ہے جالانکہ حکمت الہی سبحانہ تعالیٰ صفت پاک ہے اسکا ادراک محال ہے لیکن ہرگز الہی معلوم ہے تو ضرور ان کا فزون  
کی مکافات لعل ہے لہذا انکے حق میں کفر مقرر ہے اور جو تقدیر پر ایمان نہیں لایا وہ کافر اور یہی ذرہ ب آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے  
اور اسی پر صحابہ و تابعین و سلف صالحین نے پس ایمان کی اہمیت سے معلوم ہوا کہ چونکہ ارادہ الہی انکے حق میں حکم کا ملکہ کے ساتھ یوں ہی متعلق ہوا  
اس سبب سے وہ مخذول و کافر ہیں کہ انکے لیے آخرت میں جنت سے کچھ نصیب نہیں بلکہ - وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ - فی النار - انکے واسطے  
دوزخ میں عذاب سخت ہے کیونکہ انھوں نے ایمان و آخرت کو چھوڑ کر کفر و دنیا کو اختیار کر لیا گو یا موتی دیکر مخمر بیلیا تو یہ خود بخود لائق جہنم ہیں  
اِنَّ الَّذِیْنَ اَشْكُرُوا الْاَيْمَانَ - اسی اخذ وہ بدلہ عن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر قبول لیا - یعنی کے  
لیا کفر کو بدلے ایمان کے باسن طور کہ دونوں میں سے کفر کو اختیار کر لیا - لَنْ يُخْرُجُوا اللّٰهَ - کفر بہم - شئیئاً - تو وہی لوگ ہرگز  
کبھی ضرر نہ پہونچا سکن گے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اللہ تعالیٰ کو سبب اپنے کفر کے - کبھی و لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيمٌ



برگزیدہ کرتا ہوا اپنے رسولوں میں سے جسکو چاہتا ہوں پس اسکو اپنے غیب پر مطلع کرتا ہوں جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال پر مطلع کر دیا۔ حال آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال پر وقوف تھا لیکن وہ حکمت سے بھی واقف تھے کہ اسکو موقع پر لکھتے تھے چنانچہ حضرت عمر نے بسا اوقات عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ منافق ہو تو اجازت دیجیے کہ اسکو قتل کروں آپ نے فرماتے کہ نہیں اور عرض نہ دے اور ایسے ہی ذوالخویرہ خارجیوں کا جدا علی تھا اسکی نسبت بھی حضرت عمر نے قتل کرنے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ ای عمر رہنے دے اسکی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونگے یعنی خارجیوں کے علامات فرماتے اور قتل کی اجازت نہ دی اور ایسے ہی واقعہ احد کا حال جانتے تھے چنانچہ آپ کا خواب مروی ہوا جیسا کہ اول قصہ میں ذکر ہو چکا ہو۔ اور جانا چاہیے کہ آپ میں خود مذکور ہو اور علمائے بھی تصریح کر دی کہ علم غیب جانا جو بیان سے ثابت ہوتا ہے اور بعض دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہے نیز وہی علم غیب ہے حتیٰ کہ تمام آسمانوں و زمین کا سب علم غیب بھی جز وہی علم غیب ہے آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع تھے اور وہ بھی بدون اطلاع دینے اللہ تعالیٰ کے نہیں ہوتا ہے اور رہا علم غیب کلی و مطلق تو وہ سوائے حق عزوجل کے اور کوئی نہیں جانتا ہے اس واسطے کہ وہ تو علم ہے جو صفت باری تعالیٰ ہے اور یہ صفت کسی مخلوق میں پیدا ہو جانا غیر ممکن ہے۔ اور بسا اوقات اسرار الہی و حکمت کا لہ اس امر کو مقتضی ہوتی ہے کہ بندہ خاص اس امر کو جانے کہ اسکے گھر میں کیا حال ہے اور اسکے سفر میں کیا انجام ہو گا پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبیانا کہ حضرت عائشہ کو جن منافقوں نے بنان لگایا اسکا کیا حال ہے ختی کہ جدا کر دینے کا خیال پیدا ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کیا رسول اللہ عورتیں بہت ہیں آپکو جدا کرنا اختیار ہے لیکن آپ ذرا تحقیق تو کر لیں یہاں تک کہ قرآن مجید نازل ہو اور حضرت عائشہ کی برارت ہوئی اور ان آیات میں عین عینیں و اسرار بیان ہوئے اور ایسے ہی بہت سے وقائع واقع ہوئے چنانچہ علم سنت جانتے والے پر پوشیدہ نہیں اور ایسے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کے چاہ کغان میں ہونے کی خبر نہ ہوئی اور مصر سے اسکے پیرس کی خوشبو سونگھی اور ایسے ہی حضرت امام حسین کو سفر شام سے آکر بلال کی خبر نہ ہوئی اور تقدیر نے پردہ ڈال دیا حالانکہ روایات سے ثابت ہے کہ اس خبر سے امام حسن علیہ السلام نے وقت وفات کے آگاہ فرمایا اور حضرت صلعم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے خبر ہو گئی تھی پس حال یہ کہ جو شخص اسکا مقدمہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بالکل غیب کا علم تھا وہ افراط کرتا ہے اور خوف کو بہتر اور اول خواہ جو شخص کہتا ہے کہ حضرت صلعم مثل دوسروں کے تھے ہر بات پر جبرئیل آتے اور آگاہ کرتے تھے یہ خبر ہوتی تو اسے تقریباً اوجھ ہے یہی جو اوپر مذکور ہو گیا تو نہیں دیکھتا کہ روایت ابن عباس میں جو خواب آنحضرت صلعم کا پروردگار عزوجل کو دیکھنے کا روایت ہو ہے اس میں یہی کہ فعلت مافی السموات و مافی الارض۔ میں نے سب جان لیا جو کچھ آسمانوں و زمین میں ہے۔ الحاصل یہاں تک اللہ تعالیٰ نے علم دیا تھا وہ جانتے تھے اور حدیث میں فرمایا کہ جو میں جانتا ہوں اگر وہ تم جاننے کو کہ سنتے اور بہت روتے۔ فَأَسْتَوْا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَإِن تُومِنُوا وَتَتَّقُوا لَنُفَاقَ فَلَکُمْ أَجْرٌ عَظِيمٌ۔ پس ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اسکے رسولوں کے ساتھ اور اگر تم ایمان لاؤ اور بخود یعنی نفاق سے تو تمہارا واسطے ثواب عظیم ہے عرش الیمان میں مذکور ہے کہ قولہ تعالیٰ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر۔ اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل و رضا کے بڑے امور میں امتحان فرمایا کیونکہ آنحضرت صلعم کو مجروح کر دیا اسطرح کہ کفار نے کفر پر ابر کیا اور آپکو خوف دلایا پھر اللہ عزوجل نے اس آیت میں حضرت صلعم کو حکم دیا کہ بطون معانی پر نظر کریں حتیٰ کہ قلب سے تمام حزن ماندہ جو غیر کی طرف سے تصور میں جاتے رہتے ہیں کیونکہ جب حق عزوجل کی معرفت میں استحکام ہو تو اسکے قلب سے تلویں کے حکام بالکل نازل ہو جاتے ہیں۔ واسطی نے فرمایا کہ حزن جملہ احوال میں ہے اور حقیقت میں ان لوگوں کے واسطے تعریف و تہنیت ہے قولہ تعالیٰ انهم لن یضرنا شیئاً۔ پس اللہ عزوجل نے خبر دی کہ نبی صلعم کو کمال اہتمام و شفقت ہے اللہ تعالیٰ کی شریعت و اسکے دین کے انتظام پر چنانچہ خبر دی کہ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر۔ اس واسطے کہ



طال آنحضرت صلعم کو اسی جہت سے تھا اور حال یہ کہ تو عکسین مت ہوا واسطے کہ ساحت کبریائی گراہوں کی گراہی کے ہجوم سے پاک ہے۔  
 قولہ تعالیٰ وما کان اللہ یطلعکم علی الغیب۔ اللہ تعالیٰ کے بیان چند طرح کے غیب ہیں اول غیب ظاہر۔ دوم غیب باطن سوم غیب الغیب  
 چہارم سر الغیب۔ پنجم غیب السریس غیب ظاہر تو وہی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے امر آخرت وغیرہ کی خبر دی ہے اور اس پر کوئی مطلع نہیں ہوتا مگر  
 وہی جو مقام یقین کو پہنچ گیا ہو اور جو اس مقام کو پہنچا وہ نفس کے شواغل و خطرات شیاطین سے خارج ہوتا ہے لیکن حد تک قیامت پر نہونے سے  
 دیدار آخرت ہی ہوتا ہے اس واسطے کہ یقین تو خود خطرات ہیں اور یہ خطاب باہین معنی خطاب اصدا ہے۔ اور غیب باہین سو وہ غیب ان جنہن  
 کا ہے جو مقدر کر کے چشم اعتبار سے پوشیدہ ہیں اور یہ خطاب اہل ایمان کا ہے اور غیب الغیب تو وہ فعال میں صفات کا غیب ہے اور یہ غیب  
 یہ خطاب مریدین کو ہے اور سر الغیب تو وہ صفت میں نور ذات ہے اور یہ خطاب محبین کو ہے اور غیب السریس تو وہ یقینیت قدم ہے کہ اس پر بھی کوئی مخلوق مطلع  
 نہیں ہو سکتا۔ پس قولہ تعالیٰ وما کان اللہ یطلعکم علی الغیب۔ میں خطاب تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقررین و صفیاء و صدیقین و عارفین و موحدین  
 کو ہے پس اس سے یہ غیب مراد ہے جس پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ ازیت تو اس سے پاک ہے کہ کوئی مخلوق اس کا دراک کر سکے پس تمام  
 سب مخلوق اسکے احاطہ کرنے سے خارج ہیں لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان ایک قرب خاص ہے جو کسی کو میسر نہیں اور وہ اس طرح کہ انہیں  
 سے بعض معانی آنحضرت صلعم کو کشف سے منکشف کیے گئے اور یہ انہی میں ہوا لیا تھا مگر یہ بصفت ادراک احاطہ نہیں ہے اور یہی فرمایا لیکن اللہ  
 یجتبی من رسلہ من یشاء۔ مثل محمد عیسیٰ و موسیٰ و ابراہیم صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پس آنحضرت صلعم تو اس عموم پر گزید گئے ہیں بھی شامل ہیں اور  
 خصوصیت خاصہ سے بھی سرفراز ہیں اور باقی فقط عموم پر گزیدگی میں ہیں مگر ادراک کسی کو نہیں ہے۔ اور یہ دوسری آیت میں شروع ہے کہ  
 فرمایا عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول۔ اور یہ وہی شخص ہے جو اپنے اوصاف سے فانی ہو و صفات حق سے تصف ہو اور  
 ظاہر کر دیا کہ بعض غیب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیے ہیں چنانچہ فرمایا لیکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء یعنی محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم اور حکم غیب ہے اور حکم بر غیب ہے جیسے حضرت صلعم نے اس صحابہ رضی کو قطعاً جنتی ہونے کو فرمایا یا مانند اسکے اللہ عزوجل کی طرف

سے خبریں فرمائیں جو دنیا و آخرت کو شامل ہیں

وَالَّذِينَ يَخْلُونِ بِمَا يَخْلُونَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرٌ لَّهُمْ ط بَلْ هُوَ

اور نہ خیال کریں جو لوگ نخل کرتے ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دی کہ یہ بہتر ہونگے حق میں بلکہ یہ  
 شَرٌّ لَّهُمْ ط سَيُطَوَّقُونَ مَا يَخْلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ط وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط  
 برہونگے حق میں عنقریب طوق ہو کر پڑے گی جس چیز نخل کیا تھا قیامت کے روز اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں و زمین کا

وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ

اور اللہ جو کرتے ہو سہ جانتا ہے

وَالَّذِينَ يَخْلُونِ بِالْبُيُوتِ وَالنَّارِ۔ یعنی بتاؤ فوجیہ البوعامر و نافع و حمزہ کی قرارت ہے پس خطاب آنحضرت صلعم یا ہر لائق خطاب کو ہوگا  
 (دست خیال کریں لوگوں کو جو نخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے انکو دی اپنے فضل سے کہ وہ انکے حق میں بہتر ہے اور یہاں تختہ  
 باقیوں کی قرارت ہے پس الذین یخْلون اسکا فاعل ہوگا یعنی جو لوگ نخل کرتے ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو عطا کی تو وہ  
 خیرٌ لکم کہ انکے لیے بہتر ہے۔ الذین یخْلون۔ نخل اصل لغت میں یہ کہ مانع ہو انسان حق واجب کو اور جسے اس مال کو

ع

نیا جو اسپر واجب ہوا تو وہ نخل نہیں کہلائیگا اور قاسوس میں ہے کہ نخل ضد کرم ہے اور کثرت سے حدیث میں اس نخل کی مذمت میں وارد ہیں اور  
 بد اطلاق میں یہ بدتر ہے مترجم کہتا ہے کہ شرع میں نخل وہی ہے جو معروف شرعی طور پر خرچ کرنے میں بضر محبت مال کے کوتاہی کرے حتیٰ کہ  
 اگر اس نے شرع کے دستور سے اپنے اہل و عیال کے خرچہ میں کمی کی تو بھی اس نخل کی صفت ہے۔ بالجملہ یہ شرط ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ  
 نے روزی کیا اس کے موافق حساب سے جو کچھ شرع حکم دے خرچ کرے اسو اسطے فرمایا۔ **بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ**  
 یعنی نخل کرتے ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے فضل سے دی ہے۔ پس جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا اس میں اپنے اہل و عیال کے خرچہ کا  
 خیال کرے اور کپڑے کا اور کسی قدر اپنے وقت حاجت کا پھر حق اللہ تعالیٰ کو بھول نہ جاوے اگرچہ یہ جو شرعی سورہ بقرہ کی آیت نفقہ کی تفسیر میں  
 مذکور ہو چکا ہے۔ پھر جانتا چاہیے کہ بعض نے آیت کریمہ کو ایسا ہی عام رکھا ہے جیسا میں نے نخل کی مذمت میں بیان کیا اور پھر نے نخل کو زکوٰۃ سے  
 مخصوص کیا یعنی نخل کرے باہر طور کہ اسکی زکوٰۃ مذ سے اور یہ اس صورت میں کہ اللہ تعالیٰ نے اسکے پاس بطور معروف شرعی خرچ کرنے کے  
 بعد اتنا بچا دیا ہو کہ ساون روپیہ سکھ انگریزی یا باون تولہ چاندی ہو اور اجماع حنفیہ کے نزدیک اگرچہ زیور ہو تو یہ اس پر اتنا خرچہ ہو کہ  
 اسکو منہا کرنے کے بعد مقدار مذکور میں کمی آوے تو اس مقدار میں ایک روپیہ یا پچھتر چھپے زکوٰۃ مذ سے بلکہ نخل کرے اور ایسا ہی دیگر فقہین نے نخل  
 کو زکوٰۃ سے مخصوص کیا اور حق وہ ہے جو سراج میں فرمایا کہ اکثر علماء کے نزدیک اس نخل سے منع واجب مراد ہے نہ مستحب یعنی جو وہی ہو کہ مذ سے  
 اولیٰ سیرگی وجہ سے استدلال کیا اول آیت کریمہ سخت عذاب کے وعید پر دلالت کرتی ہے اور ایسی وعید وہ ہے کہ ایسا تھا لائق ہے۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ  
 نے نخل پر مذمت کی یعنی عذاب کا وعدہ دیا جو ترک واجب پر ہوتا ہے اور جو چیز نفل ہو اسکے ترک پر وعدہ عذاب نہیں ہوتا اور سوم آنکہ حضرت صلیب  
 نے فرمایا کہ نخل سے بدتر کوئی بیماری نہیں ہے۔ پھر واجب خرچہ کے چند اقسام میں از انجملہ اپنی جان پر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جتنا نفقہ ہے واجب  
 ہے از انجملہ زکوٰۃ ہے۔ از انجملہ اسوقت کہ مسلمان لوگ ایسے دشمن کے دفع کرنے میں جو انکے جان و مال کا قصد کرتا ہے مال کی حاجت رکھتے ہوں پس  
 واجب ہے کہ ایسے لوگوں پر خرچ کرے جو مسلمانوں سے ہنر دشمن کو دفع کریں۔ از انجملہ جو شخص مضطر ہے سیرتے قاتلین کہ مردار لال ہو تو اسکو  
 اتنا ضرور رکھنا چاہیے کہ سدرتق ہو۔ پس ایسے نخلوں کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے نخل میں خیال نہ کریں کہ۔ **هَوَسَايَ غَلْمٍ كَرْنَا خَيْرًا**  
**لَهُمْ** بہتر ہے انکے واسطے مفعول ثان و الضمیر للفصل والاول نخلہم مقدر قبل للموصول علی القوانیہ قبل الضمیر علی التختانیہ یعنی خیر انکے واسطے  
 ہے اسواسطے کہ یہ انہیں کا مفعول ثانی ہے خواہ کوئی قراءۃ لیجاوے اور ضمیر ہو۔ چونکہ مرفوع ہے لہذا وہ مفعول نہیں ہو سکتی بلکہ ضمیر فصل ہے پھر  
 پہلا مفعول نخلہم ہے وہ بنا بر قراءۃ ما فوقانیہ کے موصول سے پہلے مقدر ہے اور ولا ضمیر نخل الذین نخلون انہم اور بنا بر قراءۃ ما تحتانیہ کے ضمیر  
 فصل سے پہلے مقدر ہے ای والذین نخلون نخلہم ہو ضمیر الم۔ بل **هَوَسَايَ غَلْمٍ** بلکہ نخل بدتر ہے انکے واسطے پھر جانتا چاہیے کہ  
 عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ آیت کا نزول اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے حق میں ہے کہ انہوں نے جو انکے پاس کتاب آئی تھی  
 آنحضرت صلیب و قرآن مجید کے بارہ میں پھٹی اسکے بیان سے نخل کیا رواہ ابن جریر اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صحیح یہ ہے کہ مال سے حق واجب  
 ادا کرنے سے نخل کرنے والوں کے حق میں ہے اگرچہ یہ جو ابن عباس سے روایت ہے اس میں داخل ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسکا دخل ہونا بدتر جاولی ہے  
 مترجم کہتا ہے کہ بالغین حق واجب کے حق میں ہونا اظہر ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے قولہ **سَيَكُونُ مَا بَيْنَكُمْ اِيْدِي** ای یہاں  
 من المال عنقریب ملوگا ہو کر انکی گردن میں ڈالی جاوے گی وہ چیز جسکا نخل کیا۔ زکوٰۃ مال چیز سے مراد مال ہے اور بلکہ ضمیر کی تفسیر ہے  
**يَوْمَ الْقِيَامَةِ**۔ بان نخل جتنے فی عنقہ تہشہ کیا اور فی الحدیث یعنی جس مال سے نخل کیا وہ قیامت کے روز طوق بنا کر انکی گردن میں لاجاے گا۔

Marfat.com



لکھ بندے سے دلوا کر اسپر ثواب جمل عنایت فرمایا۔ **وَ اللّٰهُ يَسْمَعُ كَلِمَاتِكُمْ**۔ بالیا و التاء حسیبہ۔ فیجاز کیم بہ جانتا چاہیے کہ تلوون تبار فوقیہ اور بیارتھیہ دونوں قرار میں آتی ہیں مگر قرآۃ اول اکثر فرار کی ہے اور سب کو منفر نے اختیار کیا چنانچہ کہاں سے کہاں جزا دیا گیا تو کھارے عمل کی اور بیعتا و می نے کہا کہ اس قرآۃ میں وعید سخت ہے اور دوسری قرآۃ البوعروہ و ابن کثیر کی ہے اور اس صورت میں یہ معنی ہونگے اور اللہ تعالیٰ خبردار ہے جو وہ کرتے ہیں پس انکو انکے نخل کی سزا دیجائے فی العرائس قولہ تعالیٰ والذین یخجلون یا اتاہم اللہ من فضلہ بترہ کہ تباہ کہ جیسے عوفی نے ابن عباس سے اہل کتاب کے علم ظاہر کرنے پر نخل کرنے سے تفسیر کی ویسے ہی شیخ نے بیان علوم کشفی کے چھالے والوں سے اشارہ لیا اور یہ جان لینا چاہیے کہ اس صورت میں سبطون کے معنی وہ ہیں کہ انکی گردن میں طوق ہو کر پڑ گیا بلکہ یا تو یہ معنی ہیں کہ جنہم میں طوق و زنجیر سے جکڑے جاویں گے بعض اسکے مذاب کے یا یہ طوق مجھے طاقت ہے جیسا کہ مجاہد سے روایت آئی ہے کہ انھوں نے کہا ای بکلفون باتیان ما نجلوا یعنی انکو تکلیف دیجائیگی کہ جسکا نخل کرتے تھے وہ اب لاؤ جو انکی طاقت سے باہر ہے جب معلوم ہو گیا نہیں کہتا ہوں کہ شیخ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے بیان ان لوگوں کو زجر کیا جو مریدوں و طالبان حق سے علم معاملہ و مکاشفہ پوشیدہ کرتے ہیں اسلئے کہ اصل سخاوت یہ ہے کہ متوجہ نہ ہو کہ وہ درجہ امتحان سے چھٹا و سداور ان کو عرفان کی راہ بنا دے اور کون سخاوت اس سے بڑھ کر ہوگی کہ خالص ارادت والوں پر اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ظاہر کرتے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انکی محبت بڑھے اور نیک کام کرنا اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا انکے دل میں رہے اور اسکی تصدیق یہ ہے کہ حضرت صلعم کو اللہ عزوجل نے حکم فرمایا واما بنعمۃ ربک فحدث۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں تجھ پر فرمائی ہیں انکو بیان کر۔ پھر جو شخص یہ کہہ سکتا ہے جو ہم نے بیان کیا کہ طالبان حق عزوجل کی تہی کے خواہاں رہے وہ کیوں ایسا نہ کر سکے گا کہ اپنی جان و مال و روح کو راہ حق میں خرچ کر ڈالے جیسے صحابہ نے اپنی جان و مال کو حضرت صلعم پر فدا کر دیا کیونکہ وہ لوگ معدن سخاوت ہیں اور سخاوت کی شاخ بھین سے نکلی ہے پھر مال سے سخاوت کرنا مریدوں کی شان ہے اور جان سے سخاوت کرنا مجسمین کی شان ہے اور روح سے سخاوت کرنا عارفوں کی شان ہے اور تمام اشیاء مذکورہ سے نخل کرنا نفس امارہ کا اندھا پن ہے تو اللہ تعالیٰ سبطون مانجلوا یہ یوم للقیامۃ۔ مخلوق کو مفلس ہونے کا وصف کیا کہ اپنی ذات پاک کو سلطنت قدیم و بقارہ دوم سے وصف کیا اور مخلوق جلا فانی ہوگی اور اپنے نفس کی امیدوں سے منقطع ہو جائیں گی چنانچہ فرمایا و اللہ میراث السموات والارض۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہی مالک عطا کرکثیر و موہب جزیل ہے اور یہ عطیات کبریٰ ان لوگوں کو سب سے اعلیٰ ملتی ہیں جو اسکی راہ میں اپنی جانیں خرچ کرتے ہیں پھر انکو ایسا کچھ دیتا ہے جو مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا ہے اور ابن عطار نے فرمایا کہ راہ حق میں سخاوت پر چلنا اور نخل سے پرہیز کرنا اور یہ اس طرح ہے کہ نفس مال و سرور و دل کو طواہ حق میں خیرات کرے اور جسے راہ حق میں کسی چیز سے نخل کیا وہ محبوب ہو اور اسی کے ساتھ پڑا رہ گیا اور جسے راہ حق میں غیر کی طرف نظر کی وہ فوہ

حق و انوار قرب سے محروم رہا قال المترجم یعنی مال و جان وغیرہ کسی پر نظر کرنا حرمی ہے۔

**لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَ خَنُ اَعْبَاءُ سَمَّ كَتَبَ مَا قَالُوا وَ**

**قَتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنْبِيَاءَ بَعِيْرَ حَقٍّ وَ نَقُولُ ذُوْ قُوَّةٍ اَبَ الحَرِيْقِ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ**

**اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ لِّلْعٰبِدِيْنَ** **الَّذِيْنَ قَالُوا اِنَّ اللّٰهَ عٰهَدُ الْبِيْتِ**

اپنے ہاتھوں اور اللہ ظلم نہیں کرتا ہے بندوں پر وہ جو کہتے ہیں کہ اللہ نے ہم سے قرار لیا ہے کہ

قَوْلُ

اَلَا تُوْمِنُ لِرَسُوْلِ حَتّٰى يَأْتِيَنَّكَ بَيِّنَاتٌ مِّنْ كُلِّ مَكَرٍ قَدْ جَاءَكَ مَرْسَلٌ مِّنْ رَبِّكَ

ہم یقین نہ کریں کسی رسول کو جب تک نہ لاوے ہمارے پاس ایک نیا صبر کو آگ لکھا جاوے۔ تو کہہ رہے آچکے تمہارے پاس کتنے رسول  
قَبْلِي بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالَّذِي قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۱۰﴾ فَاِنْ

مے پہلے کھلی۔ نشانیاں لیکر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر کیوں تم نے انکو مار ڈالا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ  
كُنَّ بُرُوكَ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُوكَ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزَّبُرِ وَالْكِتَابِ الْمُنِيرِ

تجگر جھٹلاوین تو جھٹلائے گئے بہت رسول تجھے پہلے جولائے تھے نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتابیں  
لَقَدْ سَمِعَ اللهُ - البتہ سنا اللہ تعالیٰ نے کثافات میں زحمت شری نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے سننے کے یہ معنی ہیں کہ اسپر پوشیدہ نہیں

یعنی اس نے ان کے لیے عذاب مہیا کیا ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ زحمت شری مترجم تھا اس نے صفات باری تعالیٰ سے انکار کی وجہ سے  
ایسا کہا اور بیضاوی وغیرہ نے جو اس طرح تفسیر کی ہے تو ان کی غرض یہ ہے کہ یہ سننا بطور ضمانندی کے نہیں جیسے سمع اللہ من حمدہ میں

ہی بلکہ یہ وعید و تہدید ہے جیسے کسی بے ادب و گستاخ سے کہتے ہیں کہ خبردار ہم نے سن لیا یعنی تجھ کو سزا دینگے بالجملہ سننا ہمارے نزدیک  
اپنے سنے پر ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حقیقی صفت سے سنا۔ قَوْلِ الَّذِينَ قَالُوا اِنَّ اللهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ اَعْنِيَا وَقَوْلِ

ان لوگوں کا جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم تو نگر ہیں ف وہم الیہود وقالوہ لما نزل من ذالذی یقرض اللہ قرضاً حسناً الآیہ - وقالوہ  
لو کان غنیاً ما استقرضنا - اور یہ لوگ یہود تھے انہوں نے یہ قول اسوقت کہا جب کہ نازل ہوا قولہ تعالیٰ من ذالذی یقرض اللہ قرضاً

حسناً الآیہ اور یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ تو نگر ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا مترجم کہتا ہے کہ معاملہ وغیرہ میں ایسا مذکور ہے جو مفسر نے  
ذکر کیا پس اگر بعید یہی لفظ ان کا ذوق نے کہے تھے تو آیت میں ان کے الفاظ کی حکایت ہے اور مفسر نے علوم القرآن میں اسکو اس بات کی

مثال میں بھی ذکر کیا کہ قرآن میں جو آیات زبان غیر پر ہیں از الجملہ یہ ہیں لیکن شیخ ابن کثیر نے ابن عباس سے روایت فرمائی کہ ان کا ذوق  
نے کہا تھا۔ یا محمد افتقر ربک فسال عبادہ القرض - یعنی اے محمد آپ پروردگار محتاج ہوا کہ بندوں سے قرض مانگے پس اللہ عزوجل نے

یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم - اور نیز محمد بن اسحاق نے اپنی سند سے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق  
ایک مرتبہ یہود کے مدارس میں گئے جہاں بہت یہودی اپنے ایک بڑے عالم فحاص کے پاس جمع تھے۔ حضرت صدیق نے کہا کہ اے فحاص تو

اللہ تعالیٰ سے خوف کرو اور محمد صلعم پر ایمان لا کیونکہ اللہ تو جانتا ہے کہ وہ برحق رسول تمہاری توریبت میں موصوف ہیں وہ بولا کہ واللہ  
اے ابوبکر ہم کو اللہ کی طرف محتاجی کی ضرورت نہیں اور وہ ہمارا محتاج ہے ہے گڑگڑاتا ہے جیسے ہم نہیں گڑگڑاتے اور ہم اس سے تو نگر ہیں اگر

ہم سے تو نگر ہوتا تو قرض نہ مانگتا جیسا کہ محمد گمان کرتے ہیں اور وہ سہو سود کھانے سے منع کرتا ہے اور ہم سے قرض مانگتا اور یہ کہی گونہ سود دینے کا  
وعدہ کرتا ہے۔ یہ سکر حضرت ابوبکر سخت غضبناک ہوئے اور بڑے زور سے اسکو تھپڑ مارا اور کہا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضہ میں

میری جان ہے کہ اگر ہمارے اور تم لوگوں کے درمیان عہد نامہ ہوتا تو میں تیری گردن مارتا اور خدا کے دشمن تو ہم کو جھٹلا جسقدر تمہیں وسعت ہو۔  
فحاص وہاں سے اٹھ کر حضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے یار نے دیکھو ہم کو کیا خوار کیا ہے آپ نے فرمایا اے ابوبکر رض کیا باعث ہوا۔

صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ اس دشمن نے بڑا سخت لفظ کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم اس سے تو نگر ہیں مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے غصہ  
آیا میں نے سہو مارا پس فحاص مردود اس سے اٹھا کر گیا اور کہا کہ میں نے نہیں کہا پس اللہ عزوجل نے ابوبکر کی تصدیق اور فحاص کی

تکذیب میں نازل فرمایا۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا لا یموت۔ راہ ابن ابی حاتم۔ اس آیت میں بڑی سخت وعید ہے اور انجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سنا صرح فرمایا اور مقولہ بھی صرح ذکر فرمایا۔ اور انجملہ آنکہ فرمایا۔ سنکتب۔ نامرکتب۔ ہا قالوا۔ فی صحائف عام لیسوا ذوا علیہ۔ یعنی ہم لکھیں گے۔ مراد یہ کہ حکم دینگے نیکی بدی لکھنے والے فرشتوں کو لکھنے اس چیز کا جو انھوں نے کہا۔ ان کے صحائف اعمال میں تاکہ اسپر وہ جزا دیے جاویں۔ پس فرشتوں کے لکھنے کو انہوں نے لکھنے سے تعبیر فرمایا جیسے قولہ وانا لہ کاتبون۔ و فی قرارة بالیاء مینیا للمفول۔ یعنی اور حمزہ کی قرارة میں سنکتب بصیغہ غائب مجہول ہو اور لکھا جائیگا جو انھوں نے کہا۔ پھر لکھا جانا خود وعید ہے حالانکہ او تعالیٰ دانا تر ہے جسے اہتمام کی چیز کو یادداشت کر لیتے ہیں یعنی یہ لفظ کفر شدید ہے اسی واسطے اسکے ذیل میں قتل انبیا کو بھی لکھا کہ سنکتب۔ قتلہم الا انبیا غیر حق۔ قتلہم بالنصب وبالرفع۔ اور لکھیں گے ہم انکا قتل کرنا انبیا کو ناحق۔ اور یہ ترجمہ اس صورت میں کہ قتلہم کو نصب ہو بنا بر قرارة جمہور کے کہ نکتب بنون پڑھا اور بنا بر قرارة بیار تختیہ کے اسکو رفع ہی یعنی اور لکھا جائے گا قتل کرنا انکا انبیا کو ناحق۔ اور اس میں ایذا ہے کہ ان لوگوں سے ایسی گفتگو بعید نہیں جنہوں نے انبیا کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا۔ اور قتل انبیا اگرچہ انکے پڑکھوں سے ہوا مگر انکی رضا مندی کے سبب ان کی طرف منسوب ہوا۔ و بقولہ۔ بالنون والیاء یعنی نکتب پر عطف ہے اور اس میں بھی دو قرارتیں ایک بنون و دوم بیار تختیہ ہی ای اللہ لم فی الآخرة علی لسان الملائکۃ۔ یعنی ہر قرارة پر قتل اسکا اللہ تعالیٰ ہے اور معنی یہ کہ کہیں گے ہم یعنی اللہ تعالیٰ ان کا فون سے آخرت میں فرشتوں کی زبان پر۔ حال یہ کہ یہ گفتگو انکی اللہ عزوجل کی شان میں اور یہ معاملہ انکا اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے ساتھ ہے تو ہم انکو عذاب سخت دینگے ایسواسطے فرمایا و نقول۔ ذوقوا عذاب النار الحریق۔ النار حریق دراصل ایسی آگ کا نام ہے جو ملتبہ ہوا اور معنی اس کے محرق ہیں یعنی سخت التباب سے جلاتے والی جیسے عذاب الیم بمعنی سوکے پوتے ہیں۔ اور حاصل یہ کہ ان کا فون سے یہ کہا جائیگا جب وہ آگ میں ڈالے جاوینگے کہ عذاب نزلان چلکھو اور بیان سے ثابت ہو گیا کہ ان لوگوں کا یہ قول و فعل حد سے زیادہ بڑا ہے کہ ارحم الراحمین نے انکے واسطے یہ عذاب مقدر فرمایا میں ظلم کا احتمال ہی نہیں ایسواسطے فرمایا۔ ذلک۔ العذاب کائن۔ یہ عذاب مذکور حاصل ہوا۔ بما قد متت اذ یکم بسبب اس چیز کے جو پہلے پوچھائی ہو تمھارے دونوں ہاتھوں نے۔ یعنی تم نے چنانچہ مفسر نے کہا۔ عبر بہا عن الانسان لان اثر افعال تری اول بہا۔ یعنی ہاتھوں سے تعبیر انسان سے ہے کیونکہ اکثر کام انھیں دونوں ہاتھوں سے مزاولت میں آتے ہیں جیسے دوسری آیت میں باقدت یدہ فرمایا اور بہاری زبان میں پوتے ہیں کہ اگر شخص یہ تیرے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے یعنی تیرا کیا ہلو ہے خواہ ہاتھ و زبان کسی عضو سے ہو حاصل یہ کہ یہ عذاب تمھارے کیے پر ہے۔ و ان اللہ لیس بظلام۔ ہذی ظلم للعقیدین۔ فی عذاب ہم بغیر ذنب۔ اور اللہ نہیں ظلام ای صاحب ظلم۔ واسطے بندوں کے۔ کہ انکو بغیر جرم کے عذاب کرے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یعنی میں عذاب کرنے والا نہیں اس شخص کو جسے از تکاب جرم نہیں کیا مگر جرم کہتا ہے کہ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کو وعدہ ہے کہ بندوں جرم کے ہر عذاب ہنوگا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اللہ عزوجل آسمانوں زمین و بندوں و مخلوقات میں جس طرح چاہے تصرف کرے وہ کسی طرح ظالم نہیں ہو سکتا اور یہی مذہب اہل سنت ہے۔ اگر کہا جاوے کہ ظلام صبیغہ مبالغہ ہے جو نسبت ظالم کے خاص ہے پس ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی ہونی تو ہوا گیا کئی وجہ سے اول وہ کہ جو مفسر نے اشارہ کیا کہ ظلام بیان صبیغہ نسبت ہے اور ذی ظلم کے معنی میں یعنی اسکی طرف ظلم کی نسبت ہی نہیں ہوتی ہے اور نظیر اس کی بنا زوعطار ہے یعنی کپڑا بیچنے والا اور عطر کھینچنے و بیچنے والا کہ ان میں نسبت مراد ہونے سے مبالغہ کمال یعنی مفسر نے یہ

ذکر کیا کہ ابن مالک نے اس جواب کو محققین سے حکایت کیا ہے وہم آنکہ ظلام میں اگرچہ معنی کثرت میں لیکن یہاں بمقابلہ عبید کے ہر جو کثرت ہو جاوے گا۔ عبید کے مقابلہ میں ظلام فرمایا پس عبید کے مقابلہ میں ظلم رہا پس ہر فرد کی نسبت ظالم ہونے کی نفی ہوئی یعنی کسی بندے کے واسطے ظالم نہیں ہے۔ سوم آنکہ جب ظلام سے ظلم کثیر کی نفی کی تو قرینہ مقام سے ظلم قلیل جو عام ہے بدرجہ اولیٰ متقی ہوگا اس واسطے کہ ظلم بغرض نفع کے ہوتا ہے پس جب کثیر کو باوجود زیادہ نفع کے ترک کیا تو قلیل بدرجہ اولیٰ متروک ہوگا۔ چہاں ہم آنکہ ظلام معنی کثرت ملحوظ نہیں ہیں۔ بدلیل آنکہ مقصود مطلق ظلم کی نفی ہے۔ پنجم آنکہ اقل قلیل بھی اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پایا جانا فرض کیا جو بے نفع ہوگا جیسے بولتے ہیں کہ زلہ العالم کبیرہ۔ عالم کی نعرش بھی کبیرہ گناہ ہے۔ ششم آنکہ مراد یہی کہ ظالم نہیں ہے جو کثرت کی نفی کے پس اسکو ظالم نہیں ہے تعبیر کی۔ سہم آنکہ یہ جواب اس کا فرمایا جسے اللہ تعالیٰ کو ظالم کہا اور اس صورت میں معنی کثرت کا کچھ مفہوم نہ ہوگا جیسے کوئی شخص زید کو جو پڑا متقی ہے کہ وہ افچہ ہے اور جواب دیا جاوے کہ تو جھوٹا ہے وہ افچہ نہیں ہے تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ وہ فاجر ہے۔ ششم آنکہ اثبات میں اللہ تعالیٰ کے صفات میں صبیحہ مبالغہ وغیر مبالغہ کیساں میں یعنی ہر صفت کی حد کمال پر ہے اور وہ واحد ہے پس حیم و ارحم سب میں ہی حد کمال ہے پس نفی میں بھی یہی رکھا گیا مترجم کتا ہے کہ تامل کے ساتھ یہ جواب حید ہے پنجم آنکہ اس سے مقصود تعریف ہے یعنی بندوں میں ہر تیرے حاکم ایسے ہوتے ہیں کہ ظالم ہوتے ہیں مترجم کتا ہے تعریف یوں بیان کرنا اولیٰ ہے کہ بندوں میں بہتیرے کا فرمایا ہے کہ اپنے فعال میں ظالم ہیں جیسے یہ یہودی خبیث تھے جنہوں نے ان اللہ فقیر و سخن اغنیاء۔ کہا کہ انہوں نے اپنے اوپر سخت ظلم کیا اور تعریف کے واسطے ہر قدر کافی ہے اگرچہ وہ ظلم مختلف ہو پھر جاننا چاہیے کہ قولہ وان اللہ لیس نظلام للعبید۔ جملہ حالیہ ہے اور ہضیا وی نے بتجا لکشاف کہا کہ اسکا عطف بقدرت ہے یعنی وہ لاک ان اللہ لیس نظلام للعبید یعنی عذاب کی تعلیل ہے اسی یہ عذاب اسوجہ سے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے واسطے ظالم نہیں ہے۔ یابین توجیہ کہ نفی ظلم مستلزم عدل ہے اور عدل متقنی ہے کہ نیکی کا رکھنا اور بے عذاب دے اور بے کار کو عذاب دے مترجم کتا ہے کہ یہ تقریر کچھ نہیں چنانچہ اعراب میں کیا گیا کہ تعذیب نہ کرنا باوجود سبب موجود ہونے کے کچھ ظالم نہیں نہ عقلاً نہ شرعاً پھر کیونکر نفی ظلم کو عذاب کرنا سبب قرار دیتا ہے پھر اللہ عزوجل نے انہیں کافروں سے جنہوں نے کلمہ کفر کہا تھا ایک اور یہ خصلت بہتان بندی اور دروغ دعویٰ کی فرمائی کہ۔ **الذین۔ لعنت اللذین قبلہ** یعنی یہ الذین پہلے الذین قالوا کی صفت واقع ہے **قالوا۔ الحمد۔** یعنی ایسے لوگ جنہوں نے کہا محمد صلعم سے کہ۔ **ان اللہ عہد الینا۔ فی التورۃ** اللہ تعالیٰ نے عہد لیا ہم سے۔ **توریت میں کہ۔** **اَلَا نُوْعِظُ لِرَسُوْلٍ۔** نصیقہ۔ ہم نہ ایمان لاؤں واسطے کسی رسول کے یعنی نہ تصدیق کریں اس کے رسول ہونے کی۔ **حَتّٰی یَاْتِنَا بَقُرْبَانَ تَاکُلُوْهُ السَّامِر۔** یہاں تک کہ لاوے وہ ہمارے پاس قربان جسکو آگ کھا جاوے مترجم کتا ہے کہ غرض ان کی آنحضرت صلعم سے کہنے کی یہ تھی کہ۔ **فلا تؤمن لک حتی تا تینا بہ ہم تیر ایمان نہ لاؤنگے یہاں تک کہ تم ایسا قربان لاؤ۔** اور یہ قربان بنی اسرائیل میں ہوتا تھا اور یعنی اسکے مفسر نے بیان کیے کہ۔ **وہو ما تقرب بالی اللہ تعالیٰ من نعم وغیرہا فان قبل جارت نار یضار من السمار فاحرقته والابقی مکا۔** اور قربان ہر وہ چیز تھی کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب ڈھونڈھا جاوے خواہ وہ حلال چوپایہ ہوں یا کوئی اور چیز ہو سو بنی اسرائیل میں یہ تھا کہ وہ میدان میں رکھا گیا اور پھر نے تنہا یا مع لوگوں کے دعا کی پس یا قبول ہوتا تھا یا نہیں پھر اگر قبول ہوتا تھا تو یہ صورت ہوتی تھی کہ آسمان سے ایک آگ سپید بدون دھنوں کے آتی تھی پس اسکو کھا جاتی تھی یعنی جلاوتی تھی اور اپنی طبیعت پرستھیل کر لیتی تھی اور اگر قبول نہ ہوتا تو ویسا ہی اپنی جگہ پڑا رہتا تھا۔ **وعدلی بنی اسرائیل ذلک لانی المسیح** و محمد صلعم مفسر نے کہا کہ بنی اسرائیل پر یہ عہد لیا گیا تھا سو اسے مسیح و محمد صلعم کے بارہ میں چنانچہ سدی نے کہا کہ توریت میں یہ شرط آئی تھی مگر ایک

دوسری شرط کے ساتھ بائیں طور کہ اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کو حکم کیا کہ جو شخص تمہارے پاس نبوت کا دعویٰ کرے تو اسکی تصدیق نہ کرو ایمان تک کہ قربان کھے جسکو آگ کھا جاوے یہاں تک کہ تمہارے پاس سچ و محمد وین کہ ان دونوں پر فوراً ایمان لانا کہ یہ دونوں بدون قربان کے آویگی اور ابن عباس و حسن بصری وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں قربان کا طریقہ اس طرح جاری تھا چنانچہ جہاؤین جو غنیمت حاصل کرتے اسکو بھی اس طرح رکھتے تھے اور یہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو دعویٰ نبوت کی تصدیق کے لیے علامت مقرر کیا ہو اس طرح کہ دونوں اس کے کسی نبی کے تصدیق نہ کرنا سببیاوی وغیرہ نے کہا کہ یہ بات انکے دروغ و مفتریات میں سے ہے اس لیے کہ قربان کو آگ کھا جانا مروجہ ایمان ایسویہ سے ہے کہ وہ معجزہ ہے تو یہ معجزہ اور دیگر معجزات اس میں یکساں ہیں ایسویہ اسطے اللہ عزوجل نے رد کیا۔ کہ قتل۔ لہم تو نجی۔ یعنی کہہ دے ان لوگوں سے ملامت کے طور پر کہ۔ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ قَبْلِکُمْ بِالْبَيِّنَاتِ۔ بِالْمَعْجَزَاتِ۔ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ لَوْ کَرِہُوا وَیَحِیْ فَقَتَلْتُمُوہُمْ۔ آئے تو تھے تمہارے پاس رسول مجھے پہلے معجزات کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ بھی جو تم کہتے ہو جیسے زکریا و یحییٰ ہوتے انکو قتل کیا اگر کھا جاوے کہ ان لوگوں نے کہاں قتل کیا تو مفسر نے جواب دیا کہ۔ وَاخْطَابُ لَمَنْ فِی زَمَنِ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَانْكَانَ الْفِعْلُ لِأَجْدَادِهِمْ إِضْمًا بِهٖ۔ اور خطاب ان بنی اسرائیل کو ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھے اگرچہ یہ فعل انکے باپ دادا کا تھا اسوجہ سے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کے فعل پر رضامند تھے مترجم کہتا ہے کہ۔ بِالذِّی۔ قُلْتُمْ۔ کو بایبیت۔ پر عطف کرنے میں ایذا ہے کہ بیانات یعنی معجزات جس مرتبہ پر تصدیق نبوت کے واسطے ہیں ویسے یہ قربان نہیں ہو اگرچہ یہی قبل سے ہوا اور مفسر نے فقہانہم سے بڑھایا تاکہ آگے کا قول مرتبط ہو یعنی باوجود قربان کے تم نے انکو قتل کیا۔ فَلَمَّ قَتَلْتُمُوہُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِیْنَ۔ فی انکم تو متون عند اللاتیان بہ بھر کیوں تم نے انکو قتل کیا اگر تم سچے ہو اس بات میں کہ تم قربان لانے کے وقت ایمان لاتے ہو۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی اور صبر کے واسطے ارشاد کیا۔ فَاِنْ كُنَّا لَبُوْكَ فَقَدْ لَدْنَا بِرَسُوْلٍ مِّنْ قَبْلِكَ جَاؤُ بِالْبَيِّنَاتِ الْمَعْجَزَاتِ پھر اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہیں تو تجھ سے پہلے بہت رسول جھٹلائے گئے جو آئے تھے بیانات یعنی معجزات ظاہرہ کے ساتھ۔ وَالتَّوْبَةُ كَصَفْحِ اِبْرٰہِیْمَ۔ اور کتب کے ساتھ جیسے صحائف ابراہیمؑ۔ جو جمع زبور ہے ان کثیر نے کہا کہ کتاب جو انسان سے ملی صحیف ابراہیم وغیرہ کے۔ اور بعض نے کہا وہ کتاب حسین فقط حکمتیں ہوں اور بعض نے کہا میں مواظ و زواج ہوں اور ظاہر لیا ولی ہے نیز فقط زبور داؤد علیہ السلام کے۔ وَ الْکِتٰبِ۔ و فی قرارة باثبات الباری فیہا۔ یعنی ابن عازم کی قرارت میں ہے بالذیر وبالکتاب۔ الْمُنْبِیْرِ۔ الواضع و ہوا التوراة والانجیل فاصبر کما صبروا۔ یعنی پھر یعنی واضح ہے اور وہ کتاب میر تو ریت و انجیل ہے اور مراد اس آیت سے یہ کہ صبر کر تو ای محمد صلعم جیسے ان لوگوں نے صبر کیا۔ الحاصل جب یہودیوں نے ہبتان باندھا کہ ہم سے تو یہ میں عہد لیا گیا ہے کہ جو غیر آوے اگر وہ قربان کا معجزہ دکھلاوے تو ایمان ملاوین و رد نہیں تو رد فرمایا کہ یہ معجزہ تو بہت ہی خفیف ہے جسکا دکھلانا بہ نسبت شق القمر وغیرہ کے بہت ہی خفیف ہے لیکن تم خود مکار عناد سے کہتے ہو دلیل یہ ہے کہ حضرت زکریا و یحییٰ وغیرہم کے مانند بہت سے معجزات مع قربان و زبور کتاب میں لائے تھے تم نے انکو کیوں نہ مانا اگر سچے ہو بلکہ انکو قتل کر ڈالا پس تم قوم خبیث جہنی ہو کہ صرف چند روزہ دنیاوی زندگی کے لیے یہ کریم نے باندھا اور تمہارے جاہلون نے تمکو اپنا پیشوا بنا یا اب غنیمت تم جاؤ گے کہ کر کس غار جنم میں جائے ہو اور موت سے فرار غیر ممکن ہے قال تعالیٰ

کُلُّ نَفْسٍ ذٰئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفُّوْنَ اَجْرَکُمْ یَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ رَجَعَنَّ عَنْ التَّوْبَةِ ط

اور تم کو پورے بدلے ملین گے قیامت کے دن پھر جو مریا گیا آگ سے ہر جی کو موت چکھنی ہے

لہ مواظ یعنی صحیح زبور ہے ان کثیر نے کہا کہ کتاب جو انسان سے ملی صحیف ابراہیم وغیرہ کے۔ اور بعض نے کہا وہ کتاب حسین فقط حکمتیں ہوں اور بعض نے کہا میں مواظ و زواج ہوں اور ظاہر لیا ولی ہے نیز فقط زبور داؤد علیہ السلام کے۔ وَ الْکِتٰبِ۔ و فی قرارة باثبات الباری فیہا۔ یعنی ابن عازم کی قرارت میں ہے بالذیر وبالکتاب۔ الْمُنْبِیْرِ۔ الواضع و ہوا التوراة والانجیل فاصبر کما صبروا۔ یعنی پھر یعنی واضح ہے اور وہ کتاب میر تو ریت و انجیل ہے اور مراد اس آیت سے یہ کہ صبر کر تو ای محمد صلعم جیسے ان لوگوں نے صبر کیا۔ الحاصل جب یہودیوں نے ہبتان باندھا کہ ہم سے تو یہ میں عہد لیا گیا ہے کہ جو غیر آوے اگر وہ قربان کا معجزہ دکھلاوے تو ایمان ملاوین و رد نہیں تو رد فرمایا کہ یہ معجزہ تو بہت ہی خفیف ہے جسکا دکھلانا بہ نسبت شق القمر وغیرہ کے بہت ہی خفیف ہے لیکن تم خود مکار عناد سے کہتے ہو دلیل یہ ہے کہ حضرت زکریا و یحییٰ وغیرہم کے مانند بہت سے معجزات مع قربان و زبور کتاب میں لائے تھے تم نے انکو کیوں نہ مانا اگر سچے ہو بلکہ انکو قتل کر ڈالا پس تم قوم خبیث جہنی ہو کہ صرف چند روزہ دنیاوی زندگی کے لیے یہ کریم نے باندھا اور تمہارے جاہلون نے تمکو اپنا پیشوا بنا یا اب غنیمت تم جاؤ گے کہ کر کس غار جنم میں جائے ہو اور موت سے فرار غیر ممکن ہے قال تعالیٰ



وَأَدْخِلِ الْجَنَّةَ فَمَنْ قَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْعُرْوَةِ الْوَعْدِ لَكُلِّ لَبِيسٍ فِيهَا

اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو بھی دنیا کی عیش ہی ہے البتہ تم آزمائے جاؤ گے

أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ تَقَدَّرْتُمْ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اپنے مالوں اور جانوں سے اور اللہ سنو گے۔ اس لوگوں سے جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے اور ان

وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا إِذْ كُنْتُمْ كَافِرِينَ أَتَىٰ الْكُفْرَ أَهْلًا وَهُمْ يَتَّبِعُونَ

لوگوں سے جنہوں نے شرک کیا بہت بدگوئی اور اگر صبر کرو اور پھر بھڑکادی تو یہ اللہ

### ذَلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ

ہمت کے کام ہیں

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔ ہر نفس موت چکھنے والا ہے اور ہر قوم کی قرارۃ ذائقۃ الموت باضافت ہے اور معنی یہ ہیں

کہ ذائقۃ موت جس کا ہے۔ یعنی چکھنے والا ہے موت اپنے جسم کی اس واسطے کہ موت اسی جسم کو ہر نفس کو نہیں اور اگر مرتا بھی تو حالت موت میں

کیا چکھے گا کیونکہ چکھنے کے واسطے حیات شرط ہے اور علیٰ ہذا قولہ تعالیٰ اللہ تیوفی الانفس میں موت کا سنا بھی ہے کہ حیات میں موت

اجسا وہا۔ کذا قال الکرمی۔ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ الْجُؤَرَ كَمْ۔ جزا اعمالکم۔ اپنے کاموں کے بدلے۔ یُوَفَّرُ الْقِيمَةَ

قیامت کے روز یعنی تم تو قیامت کے روز اپنے اعمال کا بدلہ لادیں گے پس یومن کا اجر تو جنت و ثواب ہے اور کافر و مشرک کا اجر دوزخ

و عذاب ہے۔ پس آیت میں وعدہ و وعید دونوں ہیں۔ اور توفیق کے معنی بھر پور دنیا پس دنیا میں یا بزرخ میں جو بلیگا وہ بھٹتی ہے اور حدیث

میں ہے کہ قبر یا تو ریاض جنت میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے کھڑوں میں سے ایک کھڑی ہے مترجم کتابہ کہ بعض علمائے نے زعم کیا کہ عذاب المقبر فقط

اس امت کے لیے ہوتا ہے جو کچھ ہونا ہے قیامت تک ہو جاوے پھر قیامت میں محاسب ہو و کرمہ القاری فی شرح الفقہ الاکبر لکن میرے نزدیک

آمین تامل ہے اس واسطے کہ اول تو یہ آیت عام ہے سب کو شامل ہے دوم یہ کہ تورات میں بھی عذاب القبر کا ذکر تھا جس سے یہودیہ نے نصرت ام المؤمنین

عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا کہ خدا آپ کو عذاب قبر سے پناہ دے ام المؤمنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا مفہور بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس حدیث

سچ ہے جیسا کہ حدیث صحیح و سنن سے ظاہر ہے یہاں یہ احتمال ہے شاید اس یہودیہ کو تورات کے بیان سے مخصوص اس امت کے لیے ظاہر ہو ہو لیکن یہ

احتمال بے قاعدہ و بعید ہے اور اسکی بحث قولہ تعالیٰ میثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة الآتية میں آئیگی البتہ سب

کو آگاہ فرمایا کہ تم میں سے کوئی موت سے نہیں بچے گا اور ضرور اپنے اعمال میں بدلہ کا بدلہ قیامت کے روز پائے والا ہے۔ تو فرض ہے کہ انہی کی خبر رکھو اور

اسکا سامان کرے۔ فَمَنْ يَرْجُوْهُ۔ یعنی جو شخص کو آگ سے دور کیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا تو اسے یا اللہ اپنی انتہائے مراد کو ف اس واسطے کہ جنت جیسے

ان نعمتوں کو شامل ہے کہ ان کے مانند و نظیر نہیں ویسے ہی امین رضی اللہ عنہما اسکی طرح حال ہے کہ کبھی ناخوش نہ ہو گا بلکہ دیدار الہی عزوجل حاصل

ہو گا کہ کوئی نعمت اس سے بڑھ کر نہیں بلکہ نعمت سے وہاں علیٰ ترسی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت صلح نے فرمایا کہ جنت میں

ایک کوڑھے بھر جگہ دنیا و ما فیہا سے بہت بہتر ہے پڑھو تمہارا جی چاہے کہ فرمایا میں زحزح عن النار و دخل الجنة تا قور متاع النور و یہاں لڑنے والے

والحاکم و صحیح پھر بھلا تم اس دنیا کے پیچھے کیوں خراب ہو۔ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا۔ اسی عیش دنیا یعنی دنیا میں زندہ رہنا اور متاع وہ

چیز جس سے چند روز تمتع حاصل کیا جاوے پھر وہ فنا ہو جاوے اور لفظ دنیا مومنٹ - اذنی - ہی - الا متاع العز و الرسل بال تمتع  
 بہ قلیلاً ثم یغنی - یعنی متاع باطل ہو کہ چند روز اس سے تمتع لیجاتی ہے پھر وہ فنا ہو (یعنی) اور یہ زندگی جو دنیا میں ہے کچھ نہیں سوائے  
 متاع غرور کے کہ فانی و باطل ہے۔ قتادہ نے فرمایا کہ یہ متاع چھوڑ دیے جانے کے لیے ہر قسم اس بات پاک کی جسکے سوائے کوئی عبودیت نہیں کہ قریب  
 ہر کہ اپنے لوگوں سے الگ ہو جاوے پس تم لوگ اس متاع سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری حاصل کرو اگر تم کو استطاعت حاصل ہو اور زندہ میں  
 کوئی قوت نہیں سوائے قوت اللہ تعالیٰ کے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اس آیت کریمہ میں تمام چیزوں کی تعزیت ہے کیونکہ جن و انس و فرشتے  
 حتیٰ کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے کوئی بھی باقی نہ رہے گا صرف وہی ذات واحد لا شریک لہ باقی رہے گا جسکو اسطے ہیشگی اور تقابہر وہی  
 اول تھا وہی آخر ہو اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جب بنی صلیب اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی  
 تو کوئی آنے والا آپسکی آہٹ سنانی دیتی تھی مگر کوئی نظر نہیں آتا تھا اور اسے کہا کہ السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل نفس  
 ذالقتہ الموت وانا تو فون اجور کم یوم القیامتہ۔ اللہ تعالیٰ کے بیان ہر مصیبت کی نذر ہو اور ہر مرتے والے کے پیچھے قائم مقام ہے اور ہر کم  
 ہونے والے کے پیچھے ملنے والا ہے پس اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو اور اسی کی طرف سے امید رکھو پس مصیبت تو درحقیقت اسکو پہنچی جسکو کچھ  
 ثواب نہ ملا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر حضرت محمد بن علی بن حسین علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ علی کرم  
 اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم جلتے ہو یہ کون تھا یہ حضرت علیہ السلام تھے لہذا اور وہ ابن کثیر اور مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسناد میں دو نقطہ  
 میں اور بعضے دیگر محدثین نے بھی اسکو روایت کیا ان سب کو شیخ ابن حجر نے اصباہ فی اسماہ اصحابہ میں بھر پور ذکر کیا اور بعد تمام  
 کلام کے شیخ ابن حجر کا میلان عدم ثبوت روایت کی طرف ہے اور نووی نے شرح صحیح مسلم میں بھی اسی طرف لکھا کہ اگر  
 اہل اللہ تعالیٰ سب متفق ہیں کہ حضرت علیہ السلام زندہ ہیں اور اسنے بارہ ملاقات واقع ہوئی اور اسکو فتنی آنے بھی ذکر کیا ہے اور مترجم  
 کہتا ہے کہ طرق روایت کے کسی میں جیسے تقویت ہوتی ہے اور ظاہر یہ کہ روایت ثابت ہے اور ظاہر کلام حافظ ابن کثیر بھی اسی طرف  
 مائل ہے لیکن اس میں اللقب کلام ہو سکتا ہے کہ یہ درحقیقت حضرت تھے یا کوئی فرشتہ تھا خافضہ اللہ اعلم۔ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت  
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو پسند رکھتا ہے کہ آگ سے دور کیا جاوے اور جنت میں داخل کیا جاوے اسکو چاہیے کہ موت ہو ایسے حال  
 میں آوے کہ وہ اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کو اسلی ذات سے وہ پہنچے جسکو وہ اسنے خود چاہتا ہے اور وہ چہر  
 پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو عظمت بلیغ کے بعد اہل ایمان کو سمجھایا جنھوں نے جنمیوں کے لیے دنیا چھوڑی اور آخرت لے لی ہے۔ لیسکون۔ حدیث  
 سنن نون الرفع لتوالی النونات والواو ضمیر الجمع وحذف واو الرفع لا تقار الساکنین التحیرن۔ ہر صیغہ میں سے نون رفع تو سب اسکے  
 حذف ہوا کہ پڑ پڑ نون جمع ہوئے جلتے تھے اور واو اس میں ضمیر جمع ہے اور واو الرفع تو وہ حذف کیا گیا بسبب التقلے ساکنین کے  
 اصلاح اس میں قسم محذوف کا ہے اور معنی یہ کہ اللہ تم آزمائے جاوے۔ فی احوالکم۔ بالفرائض فیما و الجوارح اپنے مالون میں  
 ف باہن طور کہ ان مالون میں حقوق فرض کیے جاویں گے اور ان میں قدرتی آفتیں پہنچیں گی۔ جوارح جمع جائزہ یعنی وہ آفت کہ چھلون کو پہنچی ہے  
 اور مراد بیان مطلق آفت ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ وہی کہ دین میں جبکا جسقدر مرتبہ بڑا ہے اسقدر اس پر بلا زیادہ ہے اور نیز ثابت ہے کہ آفت  
 وکافر کی مثال جیسے صدقہ کا دخت کا سپر کوئی جو کھکا آخر نہیں کرتا یہاں تک کہ ایک بار گر جاتا ہے (دھا) اس آیت میں یہ حکمت آئیہ کی تفسیر ہے  
 کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم کو تمام امت کا سردار اور تمام امتوں سے نفل اور تمام اہل جنت کا سردار بنا دے بدون اسکے کہ تمھارے قلب کے

سے  
 قول قائم  
 مقام میں  
 حضرت  
 ابوبکر الصدیق  
 رضی اللہ عنہ  
 کی افضلیت  
 خود بخود  
 ثابت ہوئی  
 کہ وہی اللہ  
 تعالیٰ کا  
 تقدیر  
 قائم مقام  
 ہوتے ہوئے  
 اللہ تعالیٰ  
 کی ہر چیز میں  
 ہر چیز سے  
 زیادہ  
 اور اسکی  
 نہیں جو قائم  
 ۱۲۴

ذره ذرہ کو آزماوے اور چاہے تمام کافروں کو مقہور کر کے بھارا مطیع کر دے لیکن اسکی مشیت اسطرح جاری ہوئی ہو کہ تم قطعاً یا کبیرہ کیے جاؤ تو اللہ تم آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں میں یعنی انہیں قدرتی آفات نازل ہونگی تاکہ تم اسوقت ثابت یقین پر دیکھے جاؤ اور جو بچا اس میں صدقات فرض کیے جاؤ نیگے تاکہ تمھاری محبت کچھ بھی مال سے باقی نہ رہے۔ پہلے گذرا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ایسا تک فرض تھا کہ روزیہ سے زائد باقی نہ رکھیں پھر اموال سے بھی پھرہ کر آزمائے جاؤ گے قال تعالیٰ وَالْقَسِيْمَةُ بِالْعِبَادَاتِ وَالْبِلَاءِ اور اپنے نفسوں میں آزمائے جاؤ گے مٹ بانٹو رک عبادات فرض کیے جاؤ نیگے اور بلا مانند قتل و حرج وغیرہ کے ہنر طاری ہونگے اور مدارک میں کہا کہ اس میں دلیل ہے کہ نفس ہی جسم ہے جو معائنہ ہوتا وہ معنے واپسی جو بعضے مشکلیں نے ذکر کیے ہیں مترجم کہتا ہے کہ اسکی تحقیق سورہ یوسف وغیرہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آویگی۔ پھر باوجود جان و مال کی آزمائش کے تمہارے کافروں کے ٹھکانوں میں جاؤ نیگے بقول تعالیٰ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ آؤُا الْكَيْدَ مِنْ قَبْلِكَ عَسَىٰ يَؤُودُ وَالنَّصَارَىٰ - اور ضرور سنو گے یہود و نصاریٰ سے۔ وَمِنَ الَّذِينَ آسَرُوا - من العرب۔ اور مشرکین یعنی اہل عرب سے۔ اذیٰ کثیراً۔ من السب واللعن والتشيب بنسائکم۔ کلمات ناگوار طعن تشنیع کے اور اپنی عورتوں کے حق میں بدگوئی۔ اور تشبیب میں مجھ شعر میں عورتوں کے ذکر سے سبھو کیا جانا۔ وَإِنْ تَصَبَّرُوا - علی ذلک اور اگر صبر کرو اس امر مذکور پر۔ وَتَتَّقُوا - اللہ تعالیٰ۔ اور پرہیزگاری رکھو اللہ تعالیٰ کی۔ فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔ اسی میں سخت و ماتھا الیٰ علیہم علیہا بوجوبہا۔ تو یہ مغزومات امور سے سبھو چیز عزم کیا جاتا ہے سبب انکے واجب ہونے کے۔ الحاکم تم کو اللہ تعالیٰ ہر طرح اپنے واسطے خالص کرنے والا ہے وہ تمھاری جان و مال میں مصیبت ڈالنے والا ہے اور شیطانی لوگوں کی زبان سے تمھارے حق میں بدگوئی سنونے والا ہے تاکہ تم اپنے نفس سے پاک ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہی کے تقویٰ پر عزم کے ساتھ صبر کرو کہ یہ عزم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم دلالت کرتا ہے کہ نزول آیت کا قبل حکم جہاد کے نقاب سے جو مقال سے مذکور ہے کہ نزول اسکا ظاہر اقبل واقعہ احد کے ہوا اور جہاد کا حکم ہونا اسکے منافی نہیں ہے تو یہ قول جید نہیں ہے اور بخاری نے اس میں زید سے روایت کی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سعد بن عبادہ کی عیادت کو چلے راہ میں عبداللہ بن ابی منافق کے مجلس میں جہان بعض مسلمان و یہود و مشرکین جمع تھے پھر کرفیضت کی اور عبداللہ مذکور اسوقت کافر تھا اسنے طعن سے کہا کہ کیا اور عبداللہ بن رواحہ نے جو اسی مجلس میں تھے رو کیا پس یہود و مشرکین و مسلمان باہم گالی گلوچ کرنے لگے حضرت صلعم انکو ٹھٹھا کر کے حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے وہاں عبداللہ بن ابی مذکور کی شکایت کی انھوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس بیار کے لوگ اسکو اپنا با و شاہ تاجدار بنا نا چاہتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حق کے ساتھ بھینچا پس وہ غائب رہ گیا یہ اسکو جلین ہے آپ عفو کریں پس حضرت صلعم نے عفو کیا اور حضرت صلعم و آپ کے صحابہ شریکوں و کافروں کی اذیت پر صبر کرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا۔ وَلَتَسْمَعَنَّ مِنَ الَّذِينَ آؤُا الْكَيْدَ مِنْ قَبْلِكَ عَسَىٰ يَؤُودُ وَالنَّصَارَىٰ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا۔ اور وہاں با و عفو آوا و عفو آوا حتیٰ باقی اللہ بامرہ الایہ تہتہا کہ اللہ عزوجل نے اپنے جہاد کا حکم کیا پس جب حضرت صلعم نے بدر میں جہاد کیا اور وہاں قریش کے بڑے بڑے مڑھ مارے لے کر عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یہ امر تو اب پھر اس چلو رسول صلعم سے بیعت کر لو پس انھوں نے اگر ظاہر میں اسلام قبول کر لیا۔ و در رواہ ابن ابی حاتم مختصراً۔ پس یہ دلالت صریح ہے کہ بد سے پہلے اسکا نزول ہوا اور بعد اذن قتال کے اسکا حکم جاتا رہا فلیتال۔ اور ستر کو اسکے نسخ صطلاحی ہونے میں کلام ہے اور یہ ظاہر ہے کہ چونکہ اقوال فحش مشابہ کسی کافر نے کسی پرہیزگار کی نسبت کیے تو انکی بوجھ حقیقت نہیں سوا اسکے کہ اس کافر نے اپنے صدقہ خیرات وغیرہ کا عوض کھو یا جو موتی کے نامہ ہمال میں گیا اور جہان مال کا نقصان تو اسکو غور سے دیکھو نقصان جو پانہایت کمال مسلمان ہے کہ مال فانی جسم مردہ کے عوض بن جاوے جنت باقی و جسم مملو و قرب منزلت عطا فرمائی۔ ہاں لایہ جس کافر کو در آخرت کا یقین نہیں ہے

وہ اللہ اسی دنیا کی متاع غرور میں پڑا ہوا اور اسکو نقصان جانتا ہو پس ہر حال میں ہونے والی کو ایسے امور عزیز و خلاق کریمہ کا حکم ہونا کہ نفس کا ایمان نہ ہو بلکہ آخرت کا ایمان حقیقی ہو کیونکہ جو کوئی زبان سے ایمان کہتا ہے مگر ان امور پر غم کرتا اور نقصان سمجھتا ہے تو وہ جھوٹا منافق ہے اور اللہ تعالیٰ سے عاقبت کی امید ہے اور اللہ تعالیٰ ہم صغیفوں پر رحم فرما کر تقدیر صحیح و نورانیان دل میں دیدے اور عاقبت دارین جمع فرما دے آمین یا ارحم الراحمین

پھر اللہ تعالیٰ نے یہود وغیرہ کا فروع کی بدعہدی و ضیانت بیان فرمائی بقولہ تعالیٰ  
وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ آوُوا إِلَيْكَ لَتَبْتُنَّ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْفُرُونَ فَبَدَّلَ

اور جب اللہ نے متہار لیا کتاب الون سے کہ اسکو بیان کرو گے لوگوں پاس اور نہ چھپاؤ گے پھر انہوں نے پھینکا تو  
وَسَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاسْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ط فَبَسَّ مَا كُفِّرُوا وَلَا يَحْسَبُونَ الَّذِينَ

اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے مول تھوڑا سو کیا بڑی خرید کرتے ہیں تو مت سمجھ ان کو جو  
يَفْرَحُونَ بِمَا آتَوْا وَيَحْسَبُونَ أَنَّ حَيْدُومًا وَإِيمَانًا لِيَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبْنَهُمْ بِمَفَازَةٍ

خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے ہیں کیے پر سونہ سمجھ کر دینہ خلاص ہیں  
مِنَ الْعَذَابِ ۗ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَ لِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط وَاللَّهُ

عذاب سے اور انکو دکھ کی بارہی اور اللہ ہی کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ  
عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

تادد ہے  
وَ- اذکر۔ اذ أخذ الله ميثاق الذين آووا اليك - ای العہد علیہم فی التوراة - یعنی اذ طرف ہر عمل مقدر

کا اور وہ اذ کر کے مانند ہے۔ اور ميثاق یعنی عہد ہے اور معنی یہ ہیں کہ توریث میں آئے عہد لیا تھا۔ اور اس تقدیر پر یہ آیت فقط یہود کے حق میں ہے اور انہیں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ دونوں کو شامل ہے بنا بریکہ کتاب کا الف لام نہیں کا ہے۔ و اس کثیر نے فرمایا کہ اس میں تو یہود تہذیب

ہر ان اہل کتاب پر جسے انبیاء کی زبان پر سدا لیا تھا کہ محمد صلعم پر ایمان لاؤ اور لوگوں کے درمیان انکا ذکر چھپاؤ اور پھر جب یہ دعوت ہونے لگی ہر وہی  
کریں۔ لَتَبْتُنَّ - ای الکتاب یعنی لام قسم محذوف کی ہے اور ضمیر منصوب راجع بجانب کتاب ہے جو مذکور ہے یعنی ضرور اس کتاب کو

بیان کریں اور وہ اسحضرت صلعم کی رسالت و صفات تھی اور تبادہ سے ہے کہ دین اسلام کی حقیقت تھی۔ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْفُرُونَ  
باتار و البیاری فی الفعلین۔ یعنی اکثر دن کی تواراة لتبنتنہ ولا تکفرون۔ دونوں فعل میں بتار خطاب ہے بنا بریکہ خطاب کی حکایت ہے اور ان کثیر

و البوعمر و عاصم نے بنا بریکہ تہذیب پر لکھا بنا بریکہ غائب تھے اور تبنتن خود کھلا بیان ہے تو اس کے ساتھ کتاب میں ہو سکتا ہے تاکفرون تاکفرون بحال  
اللہ تعالیٰ نے توریث و اہل میں اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ ہنہ کتاب میں جو کچھ فضائل و کمالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذاکلی ہت کے توریث

و اہل میں مانل کیے ہیں سب کو صاف صاف لوگوں سے بیان کر دیا بیان کریں اور کچھ بھی کیس طرح مت چھپاؤ۔ فَلَبَدُّوا ط  
الميثاق - پس ان کثیروں نے پھینکا ميثاق کو۔ وَسَاءَ ظُهُورِهِمْ - فلم یعلوا بہ - اپنی پیٹھ پیچھے یعنی اس پر کچھ لکھا یا رضاً و  
نے کہا کہ یہ شیل ہے بے النقاتی و بی پردائی کرنے کے واسطے اور اسکی نقیض میں نصب العین کرنا اور پیش نظر رکھنا بولتے ہیں۔ وَاسْتَرَوْا بِهِ

اخذوا ابدلہ۔ اور لیا اسکے بدلے۔ ثَمَنًا قَلِيلًا - من الدنیا من غلظتم بریاستم فی العلم فکتموه خوف قوتہ علیہم تھوڑا اول یعنی مال

دنیاوی اپنے کمینوں سے ف لینی دینا کے لیے عالم بنکر اسی باتیں نکالیں کہ جنے دین ہیوری مثلاً ہمیشہ کے لیے بتلایا اور یوں ہی نصاری نے دھوکا دیا اور اپنے مالداروں و امراء و شاہوں کو جو کمیتہ و بے علم تھے یوں بتلایا کہ جو کچھ پوپ یا جر کے وہ فرض ہے۔ یہ سب ہو سکتے ہیں کیا کہ ان دنیاوی مالداروں سے جو جہالت کی وجہ سے کمیتہ میں قلیل مال حاصل کریں۔ جس نے علم کو جوڑ لیا ہے جو پوپ کو مال تمناع کو جو حقیر ہی اختیار کیا وہ کمینہ ہے۔ الحاصل ان لوگوں نے وہ علم کتاب اپنے مال والے کمینوں کے ہاتھ قلیل دامون بچھڑا یعنی اس میناف کو اس خوف سے چھپایا کہ اگر لوگ محمد صلعم و خوبی اسلام سے آگاہ ہوں حتی کہ تابع ہو کر دین اسلام میں داخل ہو جائیں گے تو یہ جو کچھ ملتا رہتا رہے گا۔ قیس مہا کیشتر و ن شر او ہم ہذا۔ پس یہ انکی خرید و فروخت کیسی بدتر ہے۔ پھر جانتا چاہیے کہ حسن و قنادہ سے اہل کتاب یہود و نصاری کے اہل قرآن کے شمول کے اقوال بھی آئے ہیں وہ بانیعین ہیں جو اس کثیر نے ذکر کیا کہ اس آیت میں علماء اسلام و اہل قرآن کو بھی تذہیب ہے کہ خبردار ان کتاب الون کی راہ نہ چلیں ورنہ انکو بھی وہی پہنچے گا جو انکو پہنچا بلکہ علم کتاب و سنت جو لوگوں کو نافع ہے انکو بتلایا وین چنانچہ حدیث میں جو کئی طریق سے مروی ہے آیا کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو کسی علم کو جانتا ہے اس سے پوچھا گیا اور اسے چھپایا تو قیامت میں اسکو آگ کی لگام دی جائے گی مفسر نے کہا کہ اسکو ایک جماعت نے متقارب الفاظ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ حدیث حسن ہے متروک کتاب ہے کہ حدیث میں یہ بھی آیا کہ آخر زمانہ میں یہ لوگ بھی یہود و نصاری کے قدم بقدم چلیں گے۔ ہ۔ افسوس اس زمانہ میں یہ حال ظاہر ہے کہ امر تو حید سے منہ موڑ کر دنیا کے لیے کمینہ لوگ عالم بنے اور دین کو غلط ملط کر کے راہ سنت کو گم کر دیا اور فریوں کے حقیر مال کے لالچ سے حق کو چھپا ڈالا۔ اور عجب کانکی مخالفت میں ایک فرقہ قائم ہوا حتی قلت معرفت اس حد تک ہے کہ انھوں نے صرف انکی عداوت کو دین بنا لیا اور باہم جدال و تکلیف سے ارکان میں کو ضعیف کر دیا اور عداوت سے بے نصیب ہے حالانکہ واجب تھا کہ باہم متفق ہو کر در آخرت کی کوشش کرنے اور معارف قرآن و حدیث سے آراستہ ہوتے و اللہ تعالیٰ ہولناکی کیونکہ بدون معرفت حق کے خالی دعویٰ تو جہد سے مدح کا استحقاق نہیں ہو سکتا ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لا تحسبن بالتار و البیار۔ یعنی آسین بھی وہی و قرار نہیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں اور ترجمہ میں فرق ہو گا کیونکہ یا ر تحسبہ پر معنی یہ کہ گمان نہ کریں یہ لوگ جنھوں نے التار و البیار فوفیہ پر معنی یہ کہ تو خیال نہ کیجو۔ الذین یفرضون بما آتوا۔ فعلموا من اضلال الناس۔ ایسے لوگوں کو جو خوش ہوتے ہیں ایسے فعل پر جو انھوں نے کیا یعنی لوگوں کو جھٹکانا۔ و یحیون ان مچد و اجمالہم لیفعلوا۔ من التمسک بالحق و ہم علی اضلال اور دست رکھتے ہیں کہ مدح کیے جاویں یعنی ثواب دیے جاویں ایسے فعل کے عوض جو انھوں نے نہیں کیا یعنی حق سے تسک نہ کیا اور مگر اہی سکھلائی پھر چاہتے ہیں کہ ثواب و مدح حاصل ہو فلا تحسبہم۔ بتار فوفیہ یا بیایے تخمیتہ۔ بمفاسر تہ۔ بکان یخون فیہ میں الغد اب۔ فی الآخرة۔ پس تو انکو خیال نہ کیجو یا وہ لوگ اپنے آپکو خیال نہ کریں، ایسی جگہ جہاں آخرت میں عذاب سے نجات پاویں و بلکہ وہ ایسی جگہ ہونگے جہاں عذاب پاویں چنانچہ صریح فرمایا۔ و ظہم عذاب الیم۔ اور ان کے لیے عذاب دکھ دینے والا ہوتے تو ثابت ہو گیا کہ وہ عذاب کو ٹھکانے میں ہونگے وہ بھی فقط عذاب نہیں بلکہ عذاب الیم یعنی مولم فیہا۔ یعنی جہنم میں انکے لیے عذاب مولم ہے واضح ہو کہ فلا تحسبہم میں بھی موافق اول کے دو قرار تے بیایے تخمیتہ بتار فوفیہ میں پس قول لا یسین الذین یاو تخمیتہ کے قرار ہے۔ الذین۔ فال ہر اور رہے دونوں مفعول تو وہ مخدوف ہیں کیونکہ آگے۔ فلا تحسبہم کے دونوں مفعول ہند لالت کرتے ہیں اور اگر لا تحسب بتار فوفیہ کی قرآنہ لجاوے تو پلا مفعول۔ الذین موجود ہر صورت دور مفعول حذف ہوا جیسے لا تحسبہم کا دور مفعول لالت کرتا ہے۔ پھر جانتا چاہیے کہ مفسر نے آیت کے واسطے کوئی شان نزول نہیں بیان کیا ظاہر انکے نزدیک کوئی سبب متعین نہوا بلکہ بہر حال آیت عام ہے کہ جو کوئی ایسا ہو کہ بد کام کو عمل میں لاوے

اور نیک بیع کا خواستگار ہو تو دنیا میں اگرچہ مخفی رہے وہ عذاب آخرت سے نہیں بچے گا۔ قول ہی صحیح ہے اور شیخ ابن کثیر نے قولہ الحسن الذین یفرحون میں کہا کہ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے باطن میں نہیں ہیں اور صحیحین میں بھی حضرت صلعم سے یہ کہنے سے جو ماہ دعویٰ کیا تاکہ اس سے زیادتی ظاہر کرے وہ ایسا ہی جیسے زور کے دو کپڑے پہننے والا یعنی جس نے اپنے آپ میں وہ خصلت ظاہری جو اس میں نہیں ہے تو جیسے مکرو فریب کا جوڑا پہن لیا۔ اور امام احمد نے روایت کی کہ مروان بن الحکم نے اپنے دربارن رافع سے کہا کہ ابن عباس کے پاس جا اور روایت کر کہ اگر یہی بات ہے کہ ہم میں سے جو اپنے کیے پر خوش ہو اور جو نہیں کیا اس پر شرح چاہے پس وہ عذاب کیا جاوے تو ہمب کے سب عذاب کیے جاویں گے تو ابن عباس نے فرمایا کہ نکو اس آیت سے کیا بحث ہے یہ تو اہل کتب کے حق میں نازل ہوئی پھر ابن عباس نے قولہ تعالیٰ واذا اخذتم ميثاق الذين سے لپکرو ویکون ان یحذروا الا ان یتیکم بظہرکم کہ ما کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کچھ پوچھا تھا وہ چھاپا گئے اور دوسری بات خلاف متبانی پھر وہاں سے نکلے اور انھوں نے حضرت صلعم پر ایسا ظاہر کیا کہ جو پوچھا تھا وہ ظاہر کر دیا اور اس پر حضرت صلعم کے نزدیک انہی طرح کے خوش نگار ہوئے اور جو خلاف بیان کیا اور چھپا یا تھا اس پر خوش تھے تب یہ بیت نازل ہوئی۔ ویکذروا و ان تجاری وسلم و التفری والنسائی ما بن ابی حاتم و ابن خزیمہ و الحاکم و ابن مردویہ ساور بن بخاری نے ابو سعید خدری سے روایت کی کہ کچھ لوگ سائق ایسے تھے کہ جب حضرت صلعم جہاد کو جاتے تو پھر پڑھتے اور درینہ میں بیٹھتے اور حضرت صلعم کے برخلاف بیٹھ رہتے سے خوش ہوتے اور جب آپ تشریف لاتے تو آپ سے اپنی معذرت بیان کرنے اور ترمیم کھا جاتے اور آپ سے مراد کے خواستگار ہوتے ایسی بات پر نہیں کی پس نازل ہوا۔ الحسن الذین یفرحون با تو الایۃ۔ ویکذروا سلم و ابن مردویہ و مالک۔ اور اس روایت کو ابو سعید نے ہوا جہ و شہادت رافع بن خدیج در مدین ثابت کے بیان کیلئے کافی روایت اخذی ما بن مردویہ اور آری روایت میں ہے کہ اگر حضرت صلعم کو جہاد میں کچھ مشقت پہنچتی تو اپنے پھر رہنے سے خوش ہوتے اور اگر فتح و نصرت ہوتی تو حضرت صلعم و مسلمانوں سے تمہیں کھا کر اعزاز کرتے اور فتح کی خوشی ظاہر کرتے اور پھر بیع کے خواستگار ہوتے۔ پھر یہ دونوں روایتیں صحیح کی آیت میں تو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ انہی کوئی منافقت نہیں ہے اس واسطے کہ آیت کریمہ میں تمام کو جو پہننے ذکر کیا عام و شامل ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور ثابت بن قیس انصاری سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے منع کیا آدمی جو نہ کرے ہر حکم کو دست نہ رکھے اور میں دست رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے خیال سے منع کیا اور میں جمال یعنی آرائش کو دوست رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے منع کیا کہ آپ کی آواز پر ہم میں کوئی آواز بلند نہ کرے اور میں بلند آواز آدمی ہوں سو میں دیکھتا ہوں کہ میں تباہ ہوں حضرت صلعم نے منع کیا کہ ثابت کیا تو رضی نہیں کہ تنگی ہر تو حمید ہے اور مرے تو شہید مرے و جنت میں داخل ہو عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ کیوں نہیں چاہو پچاس شاہدین ہیں حمید زندہ رہے اور سیلبرہ کذب کی لڑائی میں شہید ہوئے رواہ ابن مردویہ۔ وَ لَدَيْهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَآ اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ ۚ خَزَاۤءِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الْبٰرِئِۃٌ وَ الْغٰیۃُ ۗ وَ لَدَيْهِ مَقٰلِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۗ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۗ وَ لَدَيْهِ مَقٰلِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۗ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۗ وَ لَدَيْهِ مَقٰلِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۗ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۗ

سہ منالی  
میں بیمار  
یہ عذاب  
یادہ عذاب  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

جو کچھ فکر کرنے کا حکم ارشاد ہوا ہے وہ ذکر کون سے اس البیان میں کہا کہ قولہ تعالیٰ لتبلون فی اموالکم و انفسکم نفس انیک بت ہو جسکو حق عزوجل نے لباس ربوبیت سے آراستہ کیا اور قہر و لطف سے بھر دیا اور اسکے لیے زینت یا ہموال بنیا رکھے اور یہ سب ان لوگوں کا امتحان ہے جو حق تعالیٰ کی محبت کا اور اسی کے معبود برحق ماننے کا بیڑا اٹھا آئے ہیں پس جسے اپنے نفس کی طرف دیکھا اور زینت حق سے نظر پھیری وہ فرعون ہو گیا اور زبان قہر سے اتار کیم الاعلیٰ بولے لگا اور یہ مکروستدراج ہے اور جسے ربوبیت کی طرف نظر رکھی اور ہکا نفس اس ربوبیت کی تجلی میں فنا ہوا وہ اگر ایسا کلمہ بھی بولا تو کم ظرفی ہے لیکن زبان ربوبیت سے بولا جیسے ابن منصور حلاج رحمہ اللہ کی زبان سے انا الحق جاری تھا اور اسکی مثال چاہو تو اس درخت کو غور کرو جس سے موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی انی انا اللہ لا آتہ۔ کہ یحییٰ سبحانہ تعالیٰ نے اس سے لطف فرمایا پس انہی صفت کے ساتھ اپنے فعل سے بات کی اور جسے ان اموال میں رب تعالیٰ کی زینت پر نظر رکھی جو ملک نفس کی زینت میں تو اسکا حال مانند سلمان علیہ السلام کے ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کے ملک دیدنے سے بھی سلیمان کو اللہ تعالیٰ کے شرف جلال کی طرف نظر تھی سا اور جسے خود ہموال کی طرف دیکھا اور دنیا کی تازگی نظر میں سمائی اور اپنے شہوات کا تابع ہوا تو وہ مثل بلعم باعور کے ہو گیا کہ اسکی مثال کتے کی ہے چنانچہ فرمایا مثلاً مثل الکلب ان تحمل علیہ لہث وان تثرک لہث۔ اگر لا دو تو ہانپے اور اگر چھوڑو تو ہانپے۔ اور کونسا امتحان اس سے بڑھ سکتا کہ خلق میں ملک دیکھا اور ربوبیت دیکھنا جمع کیا کیونکہ یہ عمل التباس ہے این زانیا نے فرمایا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ بانیتوریک جمع کرو گے اور دینے سے باز رہو گے اور جو حقوق الہی ان ہموال میں متعلق ہونگے نہیں قصور کرو گے۔ و انفسکم۔ باسین طور کہ شہوات نفس کے تابع ہونگے اور ریاضت چھوڑو گے اور کوسہا بنیاسے لپٹائے رہو گے اور امور آخرت میں غور و نظر کرنے سے نفس کو خالی رکھو گے اور بعض نے کہا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ بانیتوریک ایسے لینے دینے میں پھنسے ہو گے قال تعالیٰ باذاخذ اللہ میثاق للذین اتوا الکتاب لئنینہ للناس لا نکتمونہ اللہ عزوجل نے صاف میں کو جو صاحبان الہام خالصہ محدثین از تقریب میں حکم دیا کہ حقوق عہد جو انکے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہیں طالبوہ بقدر فہم ظاہر کریں تاکہ اس سلسلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف وصل ہوں اور نیر عارضو اور یہ صفت ان لوگوں کی ہے جو علما میں سے اہل کمال ہیں اور یہ بھی حکم دیا کہ صدیقین کے اوصاف چھپانے میں مہنت نہ کریں قال المترجم عجب کہ عارف لکھنوی قدس سرہ نے کلمۃ الحق میں صریح مسئلہ وحدت وجود اظہار کرنا عین ایمان و فرض کہا اگر یہ صحیح ہو تو بھی اظہار نہیں چاہیے کیونکہ صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ لوگوں سے انکے عقل کی فوقیت نہیں کرنے کا حکم دیا ہے اور عارف جامی نے شرح قصص میں صریح کہا کہ غیر عارف کے واسطے زبانی ایسا افرا و ہتھا کرنے میں خوف کفر ہے کہ خاتمہ بخیر ہو چھے زیادہ گفتگو کی ضرورت نہیں یہی کافی ہے کہ عرب عربا و صحابہ کرام و تابعین عظام و علماء سے محدثین و عارف صائمین بلکہ کاذب امت اس کلمہ سے وحدت وجود نہیں سمجھتے تھے پھر ایسی جماعت کو چھوڑ کر اس شذوذ میں پڑنا کس ایماندار کو پسند ہو گا بلکہ میں ہی کہتا ہوں کہ احکام کتاب و سنت پر عمل کریں تمام خوبی خود بخود حاصل ہو جائیگی ورنہ زبانی کلمہ سوائے گمراہی کے کیا مفید ہو سکتی ہے و السلام قال شیخ اور بعض نے فرمایا کہ عامہ اولیاء اللہ سے یہ عہد ہے کہ حق کو پوشیدہ نہ رکھیں اور باحق دعوے کریں اور مدین سے انکا قصہ یہی ہے کہ راہ حق اختیار کریں۔ قولہ تعالیٰ و اشتروا بہ ثمنًا قلیلًا۔ یہ اس شخص کے حق میں ہے جو صدق ایمان کے مقام تک نہ پہنچا اور اگر پہنچتا تو دنیا کے عوض دین نہ سچتا۔ پھر جب وہ مقصد تک نہ پہنچے اور راستہ کے شروع ہی میں حذر و زائے کھنکے کہ اپنے نفس کی وحشت نے انکو گھیرا کیونکہ وصل کی حلاوت پائی نہ تھی تو مخلوق کے نزدیک اپنے وصل ہونے کے دعوے کرنے لگے حالانکہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و کرمت انہوں نے مشاہدہ نہیں کی پس جو انکے پاس نہیں ہے وہ بیچنے لگے اور اولیاء اللہ کے روبرو عمل ہوئے کیونکہ یہ لوگ انکی حیانت پہچانتے ہیں اور بعض نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنی ذات کے واسطے ایسے دعوے کیے تاکہ مخلوق کو فتنہ میں ڈالیں۔ قولہ تعالیٰ و یحیون ان یحیدوا بالفیعل۔ یہ صرف

ان لوگوں کا ہر جو دعویٰ معاملات میں جھوٹے ہیں اور سب سے پہلے وہ ظاہری تقشف سے اور اہل معاملہ کے لباس پہن کر اپنے آپ کو بھی اہل معاملہ میں ظاہر کرتے ہیں۔ تاکہ خلق ان کی طرف متوجہ ہو پس یہ ریاکار لوگ ہیں کہ خلق کی طرف نظر رکھ کر اور اپنی تعریف چاہنے کو خالی دعویٰ کرتے ہیں بلکہ یہ لوگ تو ریاکاروں سے بھی بدتر ہیں کیونکہ یہ لوگ تو تعریف و مرتبہ دینا ہی کو طلب کرتے ہیں پس ریاکاروں جو لوگوں سے بھی یہ بدتر قوم ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جہنم ان مجرماً و ابالم یقولوا سے صاف فرمایا کہ یہ لوگ اپنے پردہ نفس سے خارج نہیں ہوتے اور سحران میں پڑے ہیں اور یہ اشد عذاب ہے۔ حاتم ہمن نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس آیت سے مومنوں کو تحذیر دی اور ڈرایا کہ خبردار ان ریاکاروں متقرب نہ ہونے والوں کی راہ نہ چلنا اور یہ لوگ گمراہ دوزخ کی طرف جاتے ہیں چنانچہ فرمایا فلا تحسبنم بمفازۃ من العذاب۔ اور یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ ظاہری بناؤ انکو عذاب سے چھڑالے گا۔ ہرگز نہیں وہی تو عذاب الیم میں پڑے رہینگے اور یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ دیدار الہی سے محروم اور اللہ تعالیٰ کے لایزال خطاب سے محروم ہیں

ان فی خلق السموات والارض و اختلاف الیل والنهار لآیت

آسمان وزمین کی پیدائش میں اور رات و دن کے بدلنے آنے میں عقل والوں کو

اولی الالباب الذین یدکرون اللہ قیاماً وقعوداً و علی حیویہم و یتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذا بطلاً

کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہیں آسمان وزمین کی پیدائش میں اور رب ہمارے تو نے یہ بے فائدہ نہیں بنایا

سبحانک فقنا عذاب النار ربنا انک من تدخل النار فقد اخرجتہ طوما للظالمین من الصائر ربنا اننا سمعنا منادياً ینادی للایمان ان امنوا برکم

تو پاک ہر عیب سے سوہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے اور رب ہمارے تو نے جسکو دوزخ میں ڈالا سو اسکو رسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں اور رب ہمارے ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو ایمان کے لیے پکارتا ہے کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر

فامننا علی ربنا فاغفر لنا ذنوبنا و کفر عنا سیئاتنا و تو فنامع الابرار ربنا و اتینا ما وعدتنا علی رسیک و لا یخزننا یوم القیمۃ ط انک لا تخلف المیعاد

سوہم ایمان لائے اور ہمارے پروردگار بخش دے ہمارے گناہ اور ادا کرے ہمارے ایمان اور موت دے ہمکو سبک بندوں کے ساتھ اور رب ہمارے اور دے ہمکو جو تو نے وعدہ دیا اپنے رسولوں کے منہ سے اور رسوا کر ہمکو قیامت کے روز تحقیق تو خلاف نہیں کرتا وعدہ

ان فی خلق السموات والارض و اختلاف الیل والنهار لآیت الذباب و الزیادۃ و النقصان۔ یعنی اختلاف ان دونوں کا باہم طور کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے و جلتے ہیں اور زیادہ ہوتے اور گھٹ جاتے ہیں غرض کہ ان امور میں لآیت۔ دلالات علی قدرتہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دین ہیں لآلی الالباب

کندوسے لعقول۔ ایسے لوگوں کے واسطے جو عقل رکھتے ہیں پس جس شخص کی عقل حسب قدر صاف ہوگی اور وہ ہم سے پاک و ہووایوس وغیرہ بد اخلاق سے پاکیزہ ہوگی اور نور ایمان سے سوز ہوگی اسقدر سو آسمان وزمین کی پیدائش و اختلاف شب و روز



و دیگر عجایب مخلوقات الہی میں قدرت کاملہ الہی نظر آوے گی ایسا دنی ہی بات ہے کہ ایک درخت کی پتی اگر ہاتھ میں لیوے تو اسکی مثل سے تمام مخلوق عاجز ہو اور بہت بڑی قدرت خود انسان کی خلقت میں ہے و لیکن سچ فرمایا کہ یہی کو نظر آتی ہے جو عقل والا ہے وہ ہی بول اٹھتے ہیں کہ ہر پاک پیدا کرنے والے تیری ہی قدرت ہے کہ عقلمیں حیران ہیں۔ یہ لطف ارشاد ہے کہ اہل عقل کو شناسا سے قدرت فرار دیا ورنہ عقل کیا اور عقل والا کیا ہے۔ پھر عقل والوں کی پہچان فرمائی۔ اَلَّذِیْنَ نَعْتَمٰ لِمَا قَلَدُوْا وَّ بَدَلُوْا - اولی الالباب کی صفت یا بدل ہے یعنی اولوالباب ایسے لوگ ہیں جو۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَدْ کَانَ لَکُمْ اٰیٰتٌ فِیْ کُلِّ حَالٍ۔ یاد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے و کروٹ پرف اور مراد ہے کہ ہر حال میں یاد کرتے ہیں۔ اور صحیح میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم اپنے ہر وقت میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے۔ اور یہ تفسیر اس وقت ہے کہ ذکر سے مطلقاً یاد الہی مراد ہو خواہ نماز میں ہو یا کسی اور وقت ہو۔ وعن ابن عباسؓ یصلون کذلک بحسب الطاقۃ۔ اور ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر یوں مروی ہے کہ نماز پڑھتے ہیں کھڑے بیٹھے اور کروٹ سے موافق طاقت کے۔ یعنی صحیح سالم کھڑے پڑھ سکتے ہیں تو کھڑے ورنہ عذر کی حالت میں بیٹھے کروٹ سے بہر حال ترک نہیں کرتے ہیں کما قال قتادہ اور یہی تفسیر حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہے اور عمران بن حصین سے روایت ہے کہ مجھے بوسیر ہتی میں نے حضرت صلعم سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اگر نہ ہو سکے تو کروٹ سے رواہ البخاری و مسلم۔ وَ یَتَفَكَّرُونَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فِیْ حُجْرٰتِہُمْ - اور آسمانوں و زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں و لیستدلوا بہ علی قدرۃ صانعہما۔ تاکہ اس تفکر سے ان دونوں مخلوق کے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر ہتد لال کریں یعنی راہ پاویں قال ابن کثیر متفکرون انہی تہجد و ذکر ان دونوں کی حکمتیں دریافت کرتے ہیں جسے خالق عزوجل کی عظمت و عظیم قدرت و علم و حکمت معلوم ہوتی ہے اور اسکا قادر بنما رہنا ظاہر ہوتا ہے اور شیخ ابوسلیمان دارانی نے کہا کہ میں اپنے گھر سے نکلتا ہوں سو جس چیز پر میری نظر پڑتی ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے اوپر نعمت اور اپنے حق میں عبرت دیکھتا ہوں (رواہ ابن ابی الدنیا) اور حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ ایک ساعت کا تفکر تمام رات کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور فضیلؒ نے کہا کہ حسنؒ فرماتے تھے کہ فکر ایسا آئینہ ہے جس میں تیری بھلائیوں و برائیوں نظر آویں گی۔ اور سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ تفکر ایک نور ہے جو تیرے قلب میں داخل ہوگا اور بسا اوقات کہتے ہیں اذ المرأ کا نلت لہ فکرۃ۔ فنی کل شیء لہ عبرۃ۔ آدمی کو جب فکر کا مرتبہ حاصل ہو تو ہر چیز سے اسکو عبرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور عیسیٰ سے منقول ہے کہ بھلا حال اس کا جس کا بولنا یا والہی اور خدوشی تفکر اور نظر عبرت ہو اور لقمان حکیم نے فرمایا کہ بت نہمانی سے فکر ہے کا الہام ہوتا ہے اور فکر دروزہ جنت تک راہ بتانی ہے اور عمر بن العزیز نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت میں فکر کرنا عبادت میں سے افضل ہے اور معنیٹ ہو و اسکا بیان کرتے حتی کہ رو کر بیوش ہو جاتے اور ابن المبارک اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس باب میں روایت ہے اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دو رکعتیں مختصر جو فکر سے ہوں رات بھر کے غافل قلب کی نماز سے بہتر ہیں اور حسنؒ فرماتے کہ تنہائی سپٹ تو تفکر کے لیے خالی چھوڑو۔ اور بشر عافی فرماتے کہ لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت میں تفکر کرتے تو اس کی نافرمانی نہ کرتے۔ اور عامر بن قیس نے فرمایا کہ میں نے دو تین نہیں بلکہ زیادہ سجاہت سے سنا کہ تفکر نور ایمان ہے اور حدیث میں ہے کہ ذات الہی میں فکر کیجیو بلکہ اسکے مخلوقات و نعمتوں میں فکر کرو کما فی الصبح۔ مترجم کہتا ہے کہ ذات و صفات خالق عزوجل کی فکر محال ہے تو خواہ مخواہ شیطان کی حد میں قدم گر گیا اور چاہیے کہ اول میں اللہ تعالیٰ کے افعال خلق و رزق وغیرہ کے عجایب دیکھ کر نور فعل سے قوت و سامان بہم پہنچا دے تو اللہ نور صفت تک اسی نور سے اہ پاوے وہ مترجم

کہتا ہے کہ شیخ محدث ابن کثیر نے بیان سلف و صالحین کے اقوال بہت پیش کیے ہیں نے یہاں بخوف تطویل ترک کیے آئینہ انشاؤ اللہ  
اپنے بعض موقع پر بلاؤ گھا اور آخر میں شیخ نے یہ قول فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ان لوگوں کی نذرت فرمائی جو اسکی آیات میں تفکر نہیں کرتے ہیں  
چنانچہ فرمایا۔ وکاین من آیت فی السموات والارض میرون علیہا وہم عنہا موعنون۔ وہا یومئذ اکثرہم بالنداء وہم مشرکون۔ یعنی بتیری  
تفانیان ہیں آسمانوں وزمین میں کہ اپنے گزرتے ہیں درحالیکہ انسے کچھ موبڑے ہوئے ہیں اور بہتیرے ان لوگوں میں کے ایہاں نہیں لاتے  
اللہ پر بکر اس حال سے کہ مشرک رہتے ہیں۔ اور جو لوگ تفکر کرتے ہیں انکی تعریف فرمائی اس آیت میں وتیفکرون فی خلق السموات والارض  
سرتیناً۔ ای یقولون ربنا۔ ما خلقنا هذا۔ ای ہذا الخلق الذی نراہ۔ باطللاً۔ حال عثابل دلیل علی کمال قدر تک۔ اسے  
رب ہمارے یعنی کہتے ہیں اور رب ہمارے اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ظالمین مقدر کر کے حال ڈالہی اور حالیکہ کہتے ہیں کہ ای پروردگار ہے  
ہمیں پیدا کی تو نے یہ۔ یعنی یہ مخلوق جو ہم دیکھتے ہیں۔ باطل۔ یعنی عبت بلکہ کمال قدرت پر دلیل ہے قولہ باطلاحا واقع ہوا۔ یا یعنی کہ  
باطل نہیں بلکہ حق کے ساتھ ہے تاکہ بدکاروں کو انکے فعل کی جزا ملے اور نیکوں کو نیکی ملے۔ پھر انہوں نے عبت و باطل پیدا کرنے سے حق عزوجل  
کی پاکی بیان کی۔ سُبْحٰنَا کَانَ۔ تنزیہاً کَانَ عَنِ الْعِبْت۔ یعنی عبت پیدا کرنے سے ہم اپنی طاقت بھرتی پاکی بیان کرتے ہیں۔ فَقِنَا  
عَذَابَ النَّارِ۔ یعنی جس طرح ہم سے ہو سکا ہم نے پاکی بیان کی سو تو اپنے کرم سے ہمکو عذاب دوزخ سے بچا دے یعنی ہمکو عذاب دوزخ  
نذ سے بانی طور کہ اپنی قوت سے ہمکو عمل صلح و مرضی کی توفیق دے اور بتیری ہی معافی پر ہے۔ سُبْحٰنَا کَانَ مَنْ تَدْخِلُ النَّارَ  
ای ہمارے رب جس شخص کو تو جہنم میں داخل کرے۔ لئلا یوفینا۔ یعنی دوزخ میں ہمیشہ رہنے کے واسطے جس کو تو داخل کرے۔ فَقَدْ  
اَخْرَجْتَهُ۔ اہنتہ۔ پس تو نے اسکو خوار کیا۔ یا رحمت سے دور کیا یا فضیحت کیا یا ہلاک کیا۔ یہ سب معنی بیان ہوئے ہیں۔ اور حضرت  
انس رضی عنہ سے روایت ہے کہ من تدخل النار ای من تخلد۔ یعنی جسکو ہمیشہ کے لیے اسکو داخل جہنم کر لیا۔ اور سعید بن مسیب نے فرمایا کہ یہ اس  
شخص کے لیے ہے جو دوزخ سے نکال لائے جائیگا۔ اور اہل الجن بالاجماع کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ سے کافر نہیں ہوتا ورنہ وہ گناہ نہیں بلکہ کفر  
کہلاتا پس گنہگار اگرچہ کبیرہ گناہ ہو مومن رہا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یوم لا یجزی اللہ النبی والذین آمنوا۔ یعنی قیامت کے دن خواہ  
ہمیں کر لیا اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو اور نبی اس پر ایمان لانے والوں کو۔ ہ۔ پس گنہگار پر وہی عذاب ہوگا بلکہ کاذون مشرکون پر وہی عذاب  
ہوگا جز ظالم ہیں۔ وَهٰذَا لَلظالمین۔ الکافرین۔ صحت انصاری۔ اور ظالمون یعنی کاذون کے واسطے کوئی بھی مددگار نہیں ہے  
ف ظالمین سے مراد کافرین و مشرکین ہیں اسواسطے کہ کفر و شرک سے بڑھ کر کوئی ظلم نہیں ہے۔ قولہ من انصار میں من ائدہ تا کبیری  
ہے یعنی کوئی بھی مددگار نہیں جو انکو عذاب اللہ تعالیٰ سے بچا دے واضح ہو کہ کشف نے بیان اپنی بدعتقادہی سے کہا کہ۔ فلما ناصرہم من  
شفاعہ وغیرہ۔ یعنی معتزلہ تو شفاعت سے منکر ہیں تو کشف والے معتزلی نے انصار سے شفاعت کرنے والے کی بھی نفی نکالی یعنی کوئی انکا مددگار  
ہوگا نہ شفاعت سے نہ اور کسی وجہ سے مترجم کہتا ہے کہ اسنے ظالمون میں گنہگار مسلمانوں میں کبیرہ کو بھی داخل کر لیا تھا تو اب اپنی  
بداعتقادہی پر دعویٰ کرتا ہے کہ اسکی شفاعت بھی نہ ہوگی کیونکہ جب کوئی ناصر ہوا تو شفیع بھی ہوا اور ہم کہتے ہیں کہ اول تو ہمیں کبیرہ گنہگار  
داخل نہیں ہے کیونکہ ظالم سے کافر مشرک مراد ہے اور کافر کے لیے کوئی شفیع نہیں ہے و دوم یہ کہ نفی ناصر سے شفیع کی نفی کرنا غلط ہے چنانچہ رضیاعوی  
نے رد کر دیا کہ ناصر تو وہ ہے جو اپنے زور سے دور کرے اور شفاعت کرے میں شفیع تو عاجزی و دعا سے چھڑتا ہے پھر نعمت کی نفی سے شفاعت  
کی نفی ہوگی مترجم کہتا ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ ظالمین سے مراد کافرین ہیں نہ مومن کیونکہ بیان اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں خوری فرمائی

ہر وقت تعالیٰ الخیزی ایوم دسور علی الکافرن۔ جو کچھ خیزی و خوری ہوگی وہ قیامت میں فقط کافرون پر ہوگی اور مومنوں میں سے اگر کسی پر  
 نفل گناہ عذاب ہوگی خوری ہوگی جیسا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا لایہ سے ثابت ہوا اور شفاعت تو مومنوں کے لیے قطعاً  
 متواتر ثابت ہے اگرچہ گناہ کبیرہ ہو لیکن وہ کافرن کے واسطے بالکل نہیں ہے۔ الحال مومنین فکر کر کے دنیا میں عذاب خوری سے بچنے کی دعا  
 کرتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ۔ رَبَّنَا إِنَّا أَسْمِعْنَا مَنَادِيًا يُنَادِيهِمْ - يٰعِوَابُ اس۔ ہمارے رب ہم نے سنا ایک سادی کو جو  
 بلاتا ہے لوگوں کو۔ لِلْإِيمَانِ - الیہ وہ محمد و القرآن۔ ایمان کے لیے یعنی ایمان کی طرف بلاتا ہے۔ وہ اکثر کے نزدیک محمد صلعم ہیں اور  
 بعض کے نزدیک قرآن ہے اور پکارنے کا طریقہ یہ ہے۔ اَنْ - ای بان۔ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ کہ ای لوگو اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ فَاٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ  
 ہم اسپر ایمان لائے یعنی رب تبارک و تعالیٰ پر ایمان لائے۔ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا - غَطِّ عَنَّا - سَيِّئَاتِنَا  
 پس ای ہمارے رب ہمارے گناہ بخش دے (مواخذہ فرما) اور ٹھکانہ دے ہمیں ہمارے گناہوں کو اس طرح ظاہر نہ فرما کہ تو پھر  
 عذاب کرے۔ وَتُؤْتِنَا - اقبض ارواحنا۔ اوقض کر ہماری روہیں۔ مَع - جملہ۔ اَلَا بُرَارِ - الابنار و الصالحین ساتھ میں جمل  
 ابرار کے یعنی انبیار و صالحین کے یعنی جب تو ہماری ارواح قبض فرماوے تو ان نیک بندوں کے ساتھ کر دیجو۔ رَبَّنَا وَاٰتِنَا  
 عَطَا - ای ہمارے رب عطا کر ہو۔ مَا وَعَدْتَنَا - جو وعدہ کیا تو نے ہم سے۔ عَلٰی - استہ۔ رُسُلِكَ - من الرحمة و الفضل۔  
 اپنے رسولوں کی زبان پر۔ یعنی رحمت و فضل ہم کو مرحمت ہو۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ تو وعدہ خلاف نہیں فرماتا بلکہ اسپر ایمان  
 فرض ہے پھر انہوں نے یہ کیوں کہا مفسر نے جواب دیا بقولہ۔ و سواہم ذلک دان کان وعدہ تعالیٰ لا یخلف سوال ان معلوم من تحقیق لایم لم یقینوا  
 استحقاقہم یعنی وہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ خلاف نہیں ہوتا لیکن دعائے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر کبھی اس ثواب کے  
 مستحقین میں کرے کیونکہ باوجود فرما برداری کے انکو اپنی نسبت یقین کامل نہیں ہو سکتا کہ ہم اسی کے مستحق ہیں کیا یہ کہتے ہو کہ انہوں نے اللہ  
 تعالیٰ کی جناب میں صاف اقرار کیا کہ۔ اِنَّا لَنَخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ اور رب کریم تو اپنا وعدہ خلاف نہیں فرماتا ہرگز تو ہرگز اس لئے کہ ہم بھی ایسے  
 لوگوں میں سے ہو جاوے جتنے حق میں تیرا وعدہ ہے۔ اگر کہا جاوے کہ وہ مومن تو ہو چکے۔ جواب یہ کہ ان اپنے یقین میں تو بیشک مومن ہیں  
 مگر نفس کے پردہ میں حقیقی علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کیا حقیقت ہے اور کیا انجام ہے تو فضل و رحمت سے قبولیت و خاتمہ خیر ہونا مانگتے ہیں تاکہ وعدہ  
 الہی کے لائق ہوں پھر تو وعدہ الہی خلاف نہ ہوگا اور واضح ہو کہ یہ کمال ادب اور عظمت الہی تعالیٰ کا اظہار ہے۔ اور اسنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ  
 پر کسی کا حق نہیں اور اللہ تعالیٰ ہر جوہ کرے سب حق ہے اور جو بندہ اسکے خلاف اعتقاد کرے وہ خود جاہل ہے۔ واضح ہو کہ ہر دھار میں کلمہ  
 ربنا۔ مکر آیا ہے۔ مفسر نے لکھا کہ ربنا کو جو مکر بار بار کہا تو تضراً و عاجزی میں مبالغہ ہوتا کہ ترحم نازل ہو۔ وَكَالْخَيْزُرِ اَبْوَابِ الْقِيَامَةِ  
 ہم کو ہر قیامت خوارت کر جیسے کافرو ظالم خوار ہونگے۔ اِنَّكَ لَا تَخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ الموعود بالبعث و الجزاء۔ مبعدا مصدر یعنی  
 طرف ہے یعنی وقت وعدہ حشر و جزاء۔ یا مراد یہ وعدہ ہو کہ مومنین ہر روز قیامت خوار ہونگے و اللہ علم بہائیک تو ان لوگوں کی دعائیں  
 آگے اللہ عزوجل نے اپنے کرم سے اسکی قبولیت کو بیان فرمایا ہے مگر درمیان میں فوائد کو سننا چاہیے واضح ہو کہ سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس  
 سے روایت ہے کہ قریش کے لوگ یہود کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے پاس موسیٰ کیا کیا نشانیاں لائے تھے بولے کہ عصا تھا اور یہی عصا کہ دیکھنے  
 والے اسکو آنکھیں دیکھتے تھے پھر وہ نصاریٰ پاس آئے اور کہا کہ عیسیٰ تم میں کیسے تھے بولے کہ اندھے مارزاد اور کور بھی کو اچھا کرتے اور  
 مردے کو زندہ کرتے پھر وہ بنی صعلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ صفا پھاری کو ہمارے واسطے سونا کرے

پس آنحضرت صلعم نے یہ دعا چاہی پس نازل ہوا قوله ان فی خلق السموات والارض و اختلاف الليل والنهار آیات لا ولی الا للہ انہ یصلحکم فی ما یتواکلون انہ یصلحکم فی ما یتواکلون انہ یصلحکم فی ما یتواکلون

کہ آیت کریمہ مدنی ہے اور قریش کا یہ سوال کہ وہ صفا سونے کا ہو جاوے مگر میں واقع ہوا تھا واللہ اعلم آیت کریمہ کے بڑے ہونے میں شک نہیں اور دلیل اس پر حدیث عائشہؓ ہے کہ حسینؓ آنحضرت صلعم کی بعض رات کی عبادت کے حال میں کہا کہ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر رونے یہاں تک کہ داڑھی تر ہو گئی پھر سجدہ کیا پھر رونے یہاں تک کہ زمین تر ہو گئی پھر روٹ سے لیٹے پھر رونے یہاں تک کہ بلالؓ نے اس کو نماز صبح کی خبر دی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کیوں روتے ہیں حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پھیلے گناہ معاف کر دیے ہیں فرمایا کہ ای بلال مجھے کون پھیروئے سے روکتی ہے حال یہ ہے کہ آج رات مجھ پر نازل ہوا قوله ان فی خلق السموات والارض آیات پھر بلالؓ نے اس کی جسے ان آیات کو پڑھا اور انہیں تفکر نہ کیا۔ رواہ ابن مردویہ و عبد بن حمید و ابن ابی حاتم و ابن جبان (اسنادہ جید) اور ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ ایک رات میں اپنی خالہ سمیونہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کے بیان سوا پس رسول اللہ صلعم نے ایک ساعت اپنے گھر کے لوگوں سے لینے حضرت سمیونہ سے باقیں کہین پھر سوز ہے پھر جب نوائی رات آخر تھی کہ اٹھے پس آسمان کی طرف نظر کی اور پڑھا ان فی خلق السموات والارض آیات پھر کھڑے ہو کر وضو کیا اور سوگ کی پھر گیارہ کعبتین پڑھیں پھر بلالؓ نے اذان دی پھر دو کعبتین پڑھیں پھر نکل کر لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رواہ البخاری و مسلم اور دوسری روایت میں ہے کہ ان فی خلق السموات والارض آیات دس کعبتین پڑھیں۔ اور ابو داؤد و نسائی و ابن مردویہ و غیر ہم نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ کی روایت میں ما تہ بعض طرق صحیح کے ان آیات کے بعد یہ بھی مذکور ہے کہ

اللہم جعل فی قلبی نوراً و فی سمعی نوراً و فی بصری نوراً و عن شیطانی نوراً و عن یعدی نوراً و عن خلفی نوراً و عن فوفی نوراً و عن فوفی نوراً و اعظم لی نوراً یوم القیامۃ فا عرابس البیان میں ہے کہ قوله تعالیٰ ان فی خلق السموات والارض و اختلاف الليل والنهار اس آیت کریمہ میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ظاہر فرمایا کہ جو ربانی نبی سے میں اپنے رب تعالیٰ کے فعل میں اسکے ظہور قدرت سے نور و صفات انہل پاتے ہیں یعنی انکی دلیل خود اسی پاک تعالیٰ شانہ سے ہی کی طرف ہے کچھ مخلوق سے نہیں ہے کیونکہ اسکی صفت ایجاد میں عار و ناظر و خاذق بصیر کو اور رک ہے اور دیدار مخلوق میں یہ بات نہیں ہو سکتی کہ حادث پر نظر کرنا تو خود ہی دیدار قدیم کا پردہ ہے قال المترجم حاصل آنکہ خلق السموات والارض یعنی انکے پیدا کرنے میں جو فعل باری پر قدرت کی نشانی فرمائی اور یہ نہیں فرمایا کہ خود اسفلون وزمین میں دلالت ہے اسلیے کہ فعل باری تعالیٰ سے اسکی صفت کی طرف دلالت ہو جانی ہے اور یہ طریقہ وصول مستقیم ہے اور خود مخلوق سموات وارض سے وصول نہیں ہو سکتا کیونکہ جب نظر حادث ہے یہی تو وہ قدیم کے واسطے جا ہے مگر مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام متانت کے ساتھ لطیف اشارہ ہے پھر میں نے کہا کہ آسمان کو ظہور آیات کے واسطے مخصوص کیا کیونکہ زمین پر بلال و طہتیس بانوا حال ہے کیونکہ وہ آئینہ کو اشع صدقین ہے کیا تو دیکھتا نہیں کہ فرمایا اللہ نور السموات الارض۔ اور نیز فرمایا۔ وکذالک نری انہم ہم ملکت السموات والارض الا ینہ اور یہی خصوصیت زمین کی تو بموقع اقدام صدقین و انبیاء و مرسلین علیہم السلام ہے پھر رات کی خصوصیت اسوجہ سے فرمائی کہ وہ مناجات عارفين کا وقت خاص ہے اور موحیدین کے لیے۔ اور کشف غلط بصفت ہیبت ہیوت ہوتی ہے اور دن کی خصوصیت اسواسطے کہ فرحت محبین اور سبط مشائخین کا وقت ہے اور نظر والے آئینہ مخلوقات میں نور قدرت سے معرفت حضرت ہادیؑ کی عزوجل سے فائز ہوتے ہیں چنانچہ بعض نے فرمایا کہ میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی مگر اس حال میں کہ پہلے اس میں اللہ تعالیٰ کے زیوار سے شرف اور اجماع

عاقلاً حقیقت کو آسمان و زمین و رات و دن میں اپنے فعل کے انوار دکھلانے پر انکو بسین اپنی قدرت خاصہ صفاتیہ کے انوار دکھانے اور یہ محل النباس و مقام تلویں پر واضح ہو کہ جس شخص نے یہ حاجت سمجھی کہ آیات کو دیکھ کر اس سے وجود حق سبحانی ثابت کرے تو وہ عوام میں سے ہر کوئی نہ کہ حادث سے قدیم کی شناخت چاہتا ہو حالانکہ مثبت و مجرد فقط عزوجل پر اور فعل کسی کا مخلوق پر تو اسکے واسطے کوئی چیز یا دلیل کیونکر مثبت ہو سکتی ہو اور تمام بحث مقدمین محقق ہر شیخ جلیل نے فرمایا کہ جس شخص نے او تعالیٰ عزوجل کو علت سے ثابت کیا ہے اسے غیر حق عزوجل کو ثابت کیا اس واسطے کہ علت تو صاحب اپنے معلول کی ہوتی ہو اور حق عزوجل اس سے پاک برتر ہو و اسکی نے اس آیت میں فرمایا کہ عوام کی معرفت میں اور محققین کی معرفت میں امتیاز کرتی ہے۔ اس واسطے کہ عوام نے تو اسکو ایسی چیز کے ساتھ عقدا کیا جو خود انکی طبع کے لائق ہو اور خواہں نے ایسی چیز کے ساتھ جو انکی کے لائق ہو جس حال کو عوام نے ثابت کیا اس سبب سے خواہں نے انکار کیا پس او تعالیٰ شانہ ایسے صدف سے پاک ہو جو عوام نے بیان کیا ہر کوئی نہ کہ عوام نے اسکو ازراہ عبودیت عقدا کیا اور خواہں نے ازراہ ربوبیت عقدا کیا ہر **قال المترجم** شیخ نے جہاں تک بیان میں گنجائش تھی بیان کیا لیکن بیان یہاں سخت قاصر ہو گئے والا سمجھ جائیگا عبارت میں طاقت کہاں ہے جہاں اللہ استغفرک و اتوب الیک۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ خواہں نے مخلوقات و حوادث کی طرف نظر نہیں کیا مگر اسی واسطے کہ آیات مشاہدہ کریں اور آیات کو مشاہدہ نہیں کیا مگر اسی واسطے کہ اس میں حق عزوجل کا مشاہدہ کریں اور جسے حق عزوجل کا مشاہدہ کیا اسکے خاطر میں حوادث کا لگاؤ نہیں رہتا ہر اور نصراً یا وی نے فرمایا کہ جو شخص اولوالالباب میں سے نہیں اسکو آسمان و زمین کی طرف نظر کرنا کچھ عبرت نہیں دیتا ہو اور اولوالالباب وہی ہیں جو خلق پر بظہر حق آنکھ ڈالیں میں مترجم کہتا ہو کہ اللہ عزوجل نے خود اولوالالباب کی صفت فرمائی بقولہ الذین یدکرون اللہ قیاماً و قعوداً علیٰ جنوبہم لآتہ۔ واضح ہو کہ ہر صفت قدس کے واسطے ایک تجلی خاص ہو اور یہ تجلی ذاکرون کے دلوں میں ملتی ہو اور ہر ذکر کے واسطے ہر مقام میں ایک خاص عمل ہو اور حالات میں ایک خاص وجدان ہو پس رضائے حق سے ذکر رضا حاصل ہوتا ہو اور جب اللہ تعالیٰ سے ذکر توکل اور بصوت الہی نغمے سے ذکر تہلیل اور ملکوت الہی سے ذکر افضال اور نغمے الہی سے ذکر اکرال اور ہونہر اور بقدر کشف صفت کے اس ذکر کو ہمیشگی کا حصہ ہوتا ہو یعنی کشف ہما و صفات و لغوت و ذات سے جو ذکر متوافق ہو اسکو اسی اصل پر قیاس کرو۔ اور جان رکھنا چاہیے کہ موحد ذکر خود خالی ہوتا ہو صرف باقی ہی ہونا ہو جسکی توحید بیان کرتا تھا یعنی خاص طور سے اسکا ذکر کرتا تھا جیسا کہ وہ ازل میں وحدہ لا شریک تھا اور واسطی نے فرمایا کہ ہر یاد کرنے والا اس کو اپنے قلب کے مطالعہ کی قدر یاد کرتا ہو پس جسے اسکو بصفت جلال مشاہدہ کیا وہ جلال کے ساتھ یاد کرتا ہو اور جسے اسکو صفت رحمت سے مشاہدہ کیا وہ اس سے یاد کرتا ہو علیٰ ہذا تمایا اور نصراً یا وی نے فرمایا کہ قولہ الذین یدکرون اللہ قیاماً یعنی اوسکی قیامت کے ساتھ چنانچہ فرمایا ان مقام علیٰ کل نفس الآتہ۔ اور قعوداً یعنی ہمیشگی سے چنانچہ حدیث صحیح قدسی میں یہ مضمون ہے کہ میں ہمیشہ اسکا ہوں جسے مجھے یاد کیا اور بعض نے فرمایا کہ قولہ الذین یدکرون اللہ قیاماً یعنی اسکو یاد کرتے ہیں اس طرح کہ اسکے احکام کی فراہم و ادائیگی پر قائم ہوتے ہیں و قعوداً یعنی اسکی منہیات سے بیٹھ رہتے ہیں و علیٰ جنوبہم یعنی ہر حال میں خلوات مرضی پر نظر رکھنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں قولہ تعالیٰ و یتفكرون فی خلق السموات و الارض خلق السموات و الارض میں تفکر کرنے کے دو معنی ہیں اول یہ کہ قلب غائب ہو جاوے ان غیب میں جو انوار صفات کے خزانہ ہیں جن صفات سے تغادیر خلق کا ظہر ہو پس محض ربوبیت میں فکر کرتے ہیں اور مراد انکی یہ ہوتی ہے انوار قدرت پا جاوین جس سے مشاہدہ کرنے والا اپنے مشہود کی طرف دیدار صرف حقیقت حاصل ہونے سے پہلے جاتا ہو و دم معنی یہ ہیں کہ تفکر کے ساتھ قلب کو جوہانی ہمو کہ ملک کو کیونکر خلق فرمایا اور ملک میں تفکر سے مقصود مشاہدہ مالک ہو پس منزل توحید سے منزل جمع میں رسائی ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ تفکر یہ ہے کہ اسکے اشیاء مخلوقہ میں دیدار الہی حاصل ہو یعنی مشاہدہ

اسی ہر چیز میں موجود ہے اور تفکر کا فائدہ یہ ہے کہ نظر آجائے کہ سب چیزوں کا قیام اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہے وہی قیوم ہے یہ تو صبح تفکر ہے اور فاسد تفکر یوں ہوتا ہے کہ چیزوں کو دیکھ کر اسے وجود آتی عز شانہ پر استدلال کرے بعض نے فرمایا کہ تفکر صانع باری تعالیٰ میں جو صفت حق عزوجل ہے اور مخلوق میں تفکر نہیں مراد ہے **قال المترجم** کیونکہ وجود الہی عزوجل ظاہر یا ہر ہے اور خود فرمایا کہ قل ہو اللہ احد ماور فرمایا ولئن سألتہم من خلق السموات والارض لیتقولن اللہ۔ پس جسے یہ زعم کیا کہ یہ تفکر اس غرض سے کہ وجود صانع پر استدلال ہو وہ وہی ہے بلکہ مقصود اکثر ہے کہ صفات الوہیت کو سچاپن جس سے شرک حلی و خفی سب دور ہوں **قال المترجم** اور اگر یہ مقصود ہوتا کہ مخلوقات میں اشیاء صانع کے واسطے تفکر کرو تو یوں حکم ہوتا ویتفکرون فی السموات والارض۔ حالانکہ یہ حکم نہیں ہے بلکہ خلق یعنی صنعت میں تفکر کا حکم ہے۔ قولہ تعالیٰ ربنا ما خلقت بذرا باطلا۔ مقام ذکر سے چکر مخلوق کی پیدا ایش میں تفکر کرنے کی راہ لی تاکہ راحت حاصل کریں اور نور ذکر سے سوختہ نہوجاویں پس صفات فضل سے راحت لی تاکہ مشاہدہ میں فنا نہوجاویں اور یہ برین میں خواہش خواہیت ہوتی ہے اور جہا تک خصلت دی گئی ہے اسکو لیتے ہیں **قال المترجم** یعنی راہ مستقیم شرع میں ظاہر و باطن جہا تک آسانی دی گئی اسکو بھی لیتے ہیں چنانچہ ظاہر کی مثال جیسے شرع میں نفل پڑھنا کھڑے ہو کر اولیٰ ہے اور بیٹھ کر جائز ہے یا سفر میں روزہ چھوڑنا بنا بر نہ ہر شیخ کے رخصت ہے پس اسکو اختیار کرنا اختیار رخصت ہے اور یہ اصح قول کے موافق جائز ہے ایسے ہی باطن کے احکام حالات میں متبع رخصت کا تفریق ذکر سے فکر میں چلے آئے اور نیز جب انہوں نے نور فعل میں صفت فاعل کا دیدار دیکھا اور آئینہ فعل میں صفت ازلی کی تجلی حاصل کی تو بولے ربنا ما خلقت بذرا باطلا یعنی یہ مخلوق سب اپنے خالق کی تجلی کے واسطے آئینہ ہے بھید یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ جانتا ہے کہ مخلوق کو مشاہدہ حاصل ٹھانے کی طاقت نہیں پس مخلوق کو ظاہر فرمایا تاکہ مخلوق کے وسیلہ سے اسکی طرف راہ پاویں اور یہ رحمت و شفقت ہے **قال المترجم** لا الہ الا اللہ الحیث نے سنت میں روایت کی کہ حق عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کے دیدار کے سوال پر فرمایا تھا کہ اے موسیٰ کوئی زندہ کجگو نہیں دیکھ سکتا مگر آنکہ مر جاوے گا اور جو تر چیز مجھے دیکھے قطعاً جگر خشک ہو جائے گی الحدیث و ہونئی بعض اسن الضار۔ فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ظہار مخلوقات میں اسکی حکمت فعلی کا اظہار ہے۔ اور خواہیں نے کہا کہ پہلے انکو پیدا ایش آسمان وزمین میں فکر کرنے کا حکم کیا پھر انکو اس سے قطع کر دیا کہ کہتے ہیں ربنا ما خلقت بذرا باطلا۔ حال آنکہ پہلے تو انکو صنعت آسمان وزمین دیکھنے کی ہدایت کی پھر انکو آادہ کیا کہ وہاں نہ رہیں اور فوراً اس سے حق عزوجل کی طرف رجوع کر جاویں پس فرمایا ربنا ما خلقت بذرا باطلا۔ قولہ تعالیٰ سبحانک فقہا عذاب النار یعنی جب مقام ذکر خالص سے افعال آیات میں تفکر کرنے کی طرف آئے تو خالص ذکر سے جو کچھ جاتا رہا اسکی تلافی اس قول سے چاہی کہ سبحانک۔ یعنی تو ہر ذکر و فکر سے اور ہر خطہ و اشارہ و عبارت سے پاک ہو اور تو اس سے ہر تر ہے کہ خلق کے ذریعہ سے کوئی کجگو پاوے کجگو کوئی عارف نہیں پاسکتا مگر تر ہے ہی ساتھ یعنی جتنی سے تجھ تک رسائی ہے سبحانک پاک ہے تو ہر ایسے وصف سے جو ہم نے زبان حادث سے تیرا وصف بیان کیا۔ انت کما اثبت علی نفسک۔ تو ویسا ہی جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا۔ چنانچہ تو نے فرمایا سبحانہ تعالیٰ عما یصفون یعنی پاک ہے تر ہے وہ ہر ایسے وصف سے جو مخلوق بیان کریں قولہ تعالیٰ ربنا انما سمعنا منادیا ینادی اللایان ان آمنا بربکم فامنا۔ اس آیت میں اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ حال ان لوگوں کا ہے جو معاہدہ ازلی پر قائم ہیں اور سمجھتے ہیں ارجح کے آجانے کے بعد پھر وہ قدم میں فنا ہیں کہ انہوں نے حقیقتاً تعالیٰ کے خطاب خالص ازل میں سننے کے بعد واسطہ کے ساتھ حق کی منادی کی زبان سے حق عزوجل کا خطاب و ندا سن لیا۔ اور حال یعنی یہ کہ ہم نے تیری آیت کو واسطہ دو سن لیا کی زبان سے سن لیا اور یاد کیا کہ تو نے فرمایا تھا کہ انت ربکم اور ہم نے

عرض کیا تھا کہ ملی یعنی بیشک تو ہمارا پروردگار خالق مالک مختار قادر علیم صاحب ارادہ جامع صفات کمالیہ ہے پس ہم نے تیری ہنواوی یعنی رسول علیہ السلام کی ظاہر و باطن پیروی کی اور ہم نے اسکی پوری تصدیق کی اور ایمان کے معنی یہ ہیں کہ تصدیق کل بدیدار کل درستقت نظر اسرار بجا بنوا اور قبول ظاہر بقیں باطن اور شروع کرنا بندگی کو بعد کشف ربوبیت کے اور معائنہ کرنا غیب کو غیب کیساتھ تو تعالیٰ ربنا فاغفر لنا و لنا و کفر عنا سائنا و تو قنا مع الابرار۔ یعنی تیری معرفت میں جو ہم سے قصور ہوا اسکو بخش دے کہ یہ بڑا گناہ ہے کہ یوں نہ سمجھنے خواہش کی کہ ہم جو حادثے بناؤ ہیں قدم کی معرفت حاصل کریں بھلا قدم بھی حدوث سے کہیں متقارن ہو سکتا ہے۔ قولہ کفر عنا سائنا ای اپنے کرم سے ہمارے ہر ایسے خطرہ سے تجاوز فرما جو تیرے غیر کی طرف لگاؤ رکھتا ہے اور یہ اسوقت ہم میں آیا جبکہ ہم کو تیرے ایمان کی حلاوت حاصل ہو چکی تھی۔ اور تو قنا مع الابرار یعنی وفات دے سہکوان بندوں کے ساتھ خیر تو نے اسطرح انعام فرمایا کہ انکے دونوں میں اپنی محبت ڈالی اور انکے تہمتیں اپنے جلال کا شوق دیدیا اور انکو اپنی رضا سے قدیم کا لباس پہنا یا بنائے تک کہ تیری ہر بلا و امتحان میں وہ ضمانندی سے تیرے ساتھ قائم رہے اور شیخ ابو عبد الرحمن نے فرمایا کہ جن کا ظاہر تو خلق کے ساتھ اور باطن حق کے ساتھ ہے انہیں کے ساتھ ہماری وفات ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ ابرار وہ لوگ ہیں جو حد تقرب و توحید پر قائم ہیں۔ اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابرار وہ ہیں جو طریقہ سنت کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں قال المترجم یہ قول جید ہے کیونکہ اس طریق پر جو ولی ہے وہ فضل الاولیاء ہوگا جیسا کہ گذرے تشریح کی ہے۔ فافہم قولہ تعالیٰ ربنا تینا و تینا علی رساک۔ یعنی ہم کو اپنے شاہد سے سرفراز فرما جو نے اپنے رسول کی زبان سے سہکو وعدہ دیا ہے چنانچہ فرمایا اللذین حسنوا الحسنی و زیادہ مترجم کہتا ہے کہ احادیث و آثار کثیرہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ زیادہ سے مراد دیدار الہی عزوجل ہے اور عنقریب سوال موسیٰ علیہ السلام میں مسئلہ دیدار باری تعالیٰ کے بیان میں لکھا اللہ تعالیٰ مفصل آتا ہے قال شیخ اور تیرے رسواؤں کی زبان پر وعدہ یہ ہے کہ جسے ان کی اتباع کی انکو تو اپنی محبت و کرامت عطا فرمادینا چنانچہ فرمایا۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی بحکم اللہ لآتہ لیس سہکو یہ کرامت عطا ہو تو لہ تعالیٰ ولا تخزنا یوم القیامتہ یہ دعا کمال معرفت کی ہے اس میں قدیم تعالیٰ شانہ کو حدوث سے الگ پاک منزہ کیا اور ظاہر کیا کہ پروردگار عزوجل تجھ کو بندوں سے مستغنی ہے حتیٰ کہ اگر تمام انبیاء و مرسلین جل جاوین تو اسکو کچھ پروا نہیں ہے اور اسکے ملک جلال سے ایک ذرہ کم نہ ہو قال مترجم حدیث قدسی صحیح میں ہے کہ ہمیں ہر ایک کا تمام مخلوق سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہے جو جاوین جو سب سے سستی ہے تو اسکی بادشاہت میں ذرہ برابر رونق نہ بڑھاوینگے اور اگر سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہے جو جاوین جو سب سے فاجر ہے تو اسکی بادشاہت میں سے کچھ نہ گھٹا وینگے مترجم کہتا ہے کہ اسی حدیث پاکیزہ کی طرف شیخ نے بیان اشارہ کیا قال شیخ ان لوگوں نے وہ عنایت پہچان لی جو انکے واسطے ازل میں ہو چکی تھی پس متواتر انعام کے خواستگار ہوئے کیونکہ حق عزوجل نے ایسے لوگوں کے دلوں کو تسلی دیدی ہے جو اسکے دیدار عظمت سے خائف ہو جاتے ہیں باین قول کہ سبقت حتیٰ غضبی۔ اور شیخ ابو عبد الرحمن نے فرمایا کہ معنی یہ ہے کہ اسکا ہمارے پروردگار کو جو ہمارے اعمال پر جزا دے اور ہمیں اپنے فضل و رحمت کو اعادہ کر دے کیونکہ تو اپنے وعدہ کو خلاف نہیں فرماتا جو تو نے اس قول میں فرمایا ہے کہ سبقت حتیٰ غضبی۔ یعنی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ شیخ نے کہا کہ قولہ انک لا تخلفا المیعاد کی تفسیر میرے نزدیک یہ ہے کہ انھوں نے علت حدوث کو میدان کبریا سے ناپید کیا کیونکہ عہد کو توڑنا علت والون کا کام ہے یعنی جبکہ وعدہ کسی سبب و غرض سے ہوتا ہے وہ اپنے فائدہ و غرض کے لحاظ سے بھی خلاف وعدہ کرتے ہیں اور اللہ عزوجل اس سے پاک برتر ہے اور حال یہ کہ تو پاک ہے اس سے کہ خلاف وعدہ فرمادے اور ہم اس سے مطمئن ہیں کیونکہ جو اوصاف حوادث کے ہیں وہ حضرت عزت جلال کی جناب

میں دخل نہیں پاسکتے ہیں۔ اور اسناد نے اس آیت میں فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اسی پروردگار پر اور کر دے وہ وعدہ جو اپنے رسولوں کی زبان سے فرماتا ہے کہ ہم پوری نعمت دینگے اور پھر ایسا ہی دور کرینگے اور جو ہوا وہاں کی پیروی واقع ہوئی ہوگی وہ رحمت سے بخشینگے یا مجازاً

بندوں نے یہ التجا کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لِقَوْلِهِ تَعَالَى فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّمَّنْ ذَكَرَ وَأُنثِيَ بَعْضُكُم مِّنَ الَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُ جُؤَامِنٍ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَتَلُوا

ایک سو جنہوں نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور تلے گئے میری راہ میں اور کتے پھر قبول کی ان کی دعا انکے پروردگار نے کہ میں صنایع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد ہو یا عورت ہو تم میں سے

مِّنَ الَّذِينَ هَاجَرُوا وَآخَرُ جُؤَامِنٍ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَتَلُوا

اور مار ڈالے گئے ہیں ضرور آنا روڈنگا اُنسے بڑا بیان انکی اور داخل کرونگا باغون میں جنکے نیچے بہتی ہیں ہنرین

تَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَ الْحَسَنِ الثَّوَابِ

ایسا بدلہ لا اللہ کے بیان سے ہے اور اللہ کے بیان اچھا ثواب ہے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ - دعا سہم پھر قبول کی انکے لیے انکے پروردگار نے یعنی انکی دعا قبول فرمائی اس واسطے فار

تعمیق ہے یعنی اس سے پہلی آیات میں جو ان بنیک بندوں کی دعائیں مذکور ہوئیں اسکے پیچھے اللہ عزوجل نے خبر دی کہ انکے پروردگار نے انکی دعا قبول کی پس استجاب یعنی آجا بسہر و لیکن بہ نسبت اجاب کے حص و اولی ہے لہذا استجاب میں تمام مراد میں حاصل ہونے کا فائدہ نکلا اور اس میں

اشارت ہے کہ بڑی رضا مندی سے جواب فرمایا کہ - آئی - ای بانی کا اَضِيعُ - میں صنایع نہیں کرتا ہوں عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ تم میں سے کسی کام کرنے والے کا کام کہ ثواب ندون - یہ نکرہ سیاق نفی میں ہے لہذا عموم کے معنی لیے گئے اور انکے عورتوں کو بھی شامل ہے

چنانچہ آگے اس کا بیان صریح ہے کہ قَمِيعٌ ذَكَرَ وَأُنثِيَ - خواہ مرد ہو یا عورت ہو - بَعْضُكُمْ - کائن - مِّنْ بَعْضِكُمْ اِی الذکور من الاناث وبالعکس - بعض تمہارے حاصل میں بعض سے ای مرد پیدا ہوتے ہیں عورتوں سے اور عورتیں ہوتی مرد سے اور یہ جملہ اپنے ما

قبل کی تاکیہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ مرد و عورتیں اعمال غیر پر ثواب پاتی ہیں اور صنایع نہ کیے جانے میں یکساں ہیں - اور شیخ ابن کثیر نے قولہ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ میں کہا یعنی تم سب میرے ثواب میں برابر ہو - اور بعض نے کہا کہ دین و نصرت میں اور بعض نے کہا موالات میں چنانچہ کہا اللہ میں

والمومنات بعضہم اولیاء لبعض لیکن اول نظر و اولی ہے پھر مفسر نے اسکا شان نزول بیان کیا نزولت لما قالت ام سلمة یا رسول اللہ لا اسمع ہتہ تعالیٰ ذکر الفسار فی الحجۃ بشی یعنی نزول اس آیت کا اسوقت ہوا کہ عیاب سلمہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نہیں

سکتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو ہجرت میں کچھ بھی ذکر کیا ہو - رواة الترمذی والحاکم وصحیح وسعیید بن منصور - معنی یہ کہ حضرت صلعم کی طرف اپنے وطن چھوڑ کر مرد بھی آئے اور عورتیں بھی سو مردوں کے حق میں تو بڑا ثواب مذکور ہے لیکن عورتوں کا ذکر صریح نہیں ہے اور سعید بن منصور کی روایت میں ہے کہ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ ہاجرہ عورتوں میں سے پہلے ڈولی حضرت ام سلمہ کی آئی تھی - اور نیز

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ تو اللہ تعالیٰ فاستجاب لہم ربہم الایۃ - یہ آخر آیت ہے جو نازل ہوئی - رواہ ابن زردیہ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ معاملہ ہجرت میں یہ سب سے آخر آیت نازل ہوئی ہے ورنہ قرآن مجید میں سب سے آخر آیت تو قولہ و اتقوا لیسوا ترجموں فیہ الی اللہ لایہ ہر کام

Marfat.com



اگر کہا جاوے کہ یہ آیت تو فارغیبت سے جواب مومنین کی دعا کا ہے۔ کہا جائیگا کہ ہاں اور بات یہ ہے کہ مومن جیسے مرد و بی عورت تو یہ عام کا جواب ہے۔ اور دعا و سوال بچنے واحد ہیں۔ **فَالَّذِينَ هَاجَرُوا**۔ من مکہ الی المدینۃ پس جن لوگوں نے ہجرت کی۔ یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف اور اولی یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ اپنے وطن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور مدارک میں کہا کہ اپنے وطن سے جو دارالکفر تھا دین لیکر اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگے جہاں اعمال دین کو بے روک ٹوک ادا کر سکیں کیونکہ ہجرت تو آخر زمانہ اسلام میں بھی ہوگی جیسے ابتدا سے اسلام میں تھی **محبہ** کتنا ہے کہ شاید ہجرت کو عام لیا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ خطاب تو خاص ہے جیسے لفظ منکم دلالت کرتا ہے و لیکن یہ حق ہے کہ حکم عام ہے اور حدیث میں صحیح ہے کہ الدین یا زوالی الحجاز کماتانہ الحجۃ الی حبرا۔ یعنی جیسے سابقہ اپنی بائیں کی طرف پھر جائے ویسے ہی دین ملک حجاز یعنی مکہ و مدینہ کی طرف رجوع کر جائیگا یعنی آخر زمانہ میں۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث میں صحیح ہے کہ لا ہجرۃ بعد الفتح و لکن جہاد و یتیم و اذا استنفرتم فانفردوا۔ یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی و لیکن جہاد و یتیم باقی ہے اور جب تم جہاد کے واسطے چلنے کو بلائے جاؤ تو قبول کر کے چلو۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت نہیں رہی تو جواب یہ ہے کہ وہ خاص ہجرت جو قبل ظہور اسلام کے فرض تھی کہ ہر جگہ سے مدینہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاوین اور سپر عام ثواب کے ساتھ خاص ثواب کا وعدہ تھا وہ بعد فتح کے نہیں رہی اور پھر یہ تھا کہ بعد فتح مکہ کے تمام بلاد اسلام ہو گئے پھر لوگ بامید ثواب ہجرت کے مدینہ میں بھرے جاتے حالانکہ تمام ملکوں میں دین پھیلا تا عین مقصود ہے پس ظاہر فرما دیا کہ وہ حکم باقی نہیں ہے فافہم و اللہ اعلم بچر جاننا چاہیے کہ فالذین ہاجر و۔ ابتدا ہے اور نہ محشر میں نے کہا کہ تفصیل عمل العمال کی سبب تغلیظ ہے اور یہی و مدارک نے اسکی تعلیقت کی اور کرمی نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ موصول کے بعد کے جملے صفت و اوصاف ہیں جو جزا و ثواب مذکور ہے وہ ایک واسطے ہوگا جو ان اوصاف کا جامع ہو اور مدارک میں کہا کہ گویا یوں کہا کہ جسے یہ اعمال لائق فائق ادا کیے وہ مستحق اس ثواب کا ہے (دھ) یہ بھی احتمال ہے کہ جس نے انہیں سے کوئی کام کیا وہ مستحق ہے و اللہ اعلم۔ **وَأَخْرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ** اور جو بندے اپنے گھروں سے نکالے گئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و ہاجرین کبار صحابہ قریش میں کہ اہل مکہ نے انکو نکال باہر کیا اور مال متاع آفتاب گھر بار چھوٹا اور بڑا پائی اسبوسطے فرمایا۔ **وَأَوْخُوا فِي سَبِيلِي**۔ دینی اور میری راہ میں ایذا دیے گئے یعنی میرے دین کے بارے میں ف یعنی راہ خدا سے مراد دین الہی ہے اور اللہ اہل اسلام کو ابتدائین سخت ایذا پہنچی اور ایک بلال تھے کہ جس کا فر کے ملوک تھے وہ معاذ اللہ تعالیٰ مکہ کی چکی گرمی میں جلتے پھر پر لٹاتا اور گرم تیل چھڑکتا و مارتا و غیر ذلک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہو اور بلال سخت دردناک ہوتے چینیے چلاتے مگر یہی کہے جاتے کہ اللہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر نہ کرونگا۔ اور صحیح میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اسی ابوہریرہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرنا اگرچہ قتل کیا جاوے یا آگ میں ملایا جاوے۔ **وَقَاتِلُوا**۔ الکفار اور رٹے کافروں سے۔ **وَقَاتِلُوا**۔ بالتخفيف و اللہ مددونی قرار دے بتقدیم۔ یعنی جہور کی قرار دے میں قتل و قاتلوا ہر محی اللہ نے لکھا بد و وجہ اول نہ قتلوا و لکن قاتل الباقون یعنی اول قتل کیے گئے پھر باقیوں نے قتال کیا اور دوم انکو قتل کیے گیا و حالیکہ انھوں نے قتال کیا تھا الحال جن بندوں میں یہ اوصاف ہیں کہ انھوں نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار سے نکالے گئے اور میری راہ میں ایذا دیے گئے اور نصرت الہی کے لیے قتال کیا و مارے گئے تو ان کا ثواب عظیم ہے ہرگز **لَا كُفْرَانَ عَنْهُمْ** سبباً تہم۔ استر با بالمغفرة۔ ان کے گناہوں کو مغفرت سے چھپاؤنگا۔ **وَلَا دَخَلَتْ فِيهِمُ الْجَنَّةُ** **غَيْرَ مِنْ كَيْفَ هُمْ** اور انکو جنات میں داخل کرونگا جن کے نیچے نہرین جاری ہیں۔ **ثَوَابُ** ایاک مصدر فی معنی لا کفران موکہ کہ یعنی ثواب کی تقدیر یہ ہے کہ لائینہم بذلک اثابہ۔ پس یہ اپنے اہل کا موکہ ہے کیونکہ لا کفران اولاً و خلن بمنہ لائینہم ہے پس ثواب بجا ہے

اثابت مہدر کے ہر ورنہ دراصل وہ ایسی چیز کا نام ہے جس سے ثواب دیا جاتا ہے یا نذر لفظ عطا کے کہ اس چیز کا نام ہے جو عطیہ دیا جاتی ہے۔ **عِنْدَ اللَّهِ** - فیہ النفات عن ۱ لفظ یعنی من عندنا۔ کی جگہ من عند اللہ۔ فرمایا پس حکم سے غیبت کی طرف التفات فرمایا اور فائدہ اس کا تقیہ شان ہے۔ یعنی یہ عظیم عظمیٰ ثواب از جانب اللہ تعالیٰ مالک کمال ہے۔ **وَاللَّهُ عِنْدَ الْحُسْنِ الثَّوَابِ**۔ اجر اور اجر ال یہ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں جزا ہے جیل ہے اس آیت میں ہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے لیے کمال منزلت و قرب عظمیٰ ہے۔ و شیخ نے عرائس البیان میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ فالذین ہاجر واخرجوا من ديارهم۔ اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ ہاجر و العینے جو چیز غیر خدائے تعالیٰ ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی قال المترجم حدیث میں ہے المہاجرین ہجر السیات۔ ہاجر وہ ہے جس نے ہجر ایوں و گناہوں کو چھوڑ دیا۔ **وَالْحَسَنُ** پھر اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو آمادہ کیا کہ خاص بندوں کو ان کے دیار سے نکالیں تاکہ دنیاوی و دنیوی کافروں کو یمن اور آخرت کے مومنین وارث ہو جاویں اور صدق یقینین فائدہ ہو تاکہ وہ طبعی محبت سے بھائیوں و وطن کی طرف میل نہ کریں اور بعض نے کہا کہ انہوں نے شہر ریوں کو چھوڑا اور بید کاروں سے دوری اختیار کی۔ قولہ تعالیٰ **وَاذْوَاقِ سَبِيلِ**۔ اہل ایمان نے جب تک مشکروں کی تلخ ایذا نہ چکھی تب تک انکو یہ مرتبہ حاصل نہوا پس دشمنوں کی ایذا سے اولیا کے سینے تنگی میں ڈالے تاکہ مشکریں کی ہمت سے انکے نفس میں جو غضب و غمہ آدے اسکو اللہ تعالیٰ کے واسطے پی جاویں تاکہ اسکے بعد پیر البواب خطاب مفتوح ہوں اور شیخ جنید نے فرمایا کہ ہمارے بھائیوں کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہتر جزا دے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھر اور یہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ تمام اہل سلوک و معارف کے واسطے جاری ہے اور اللہ تعالیٰ فرمایا کہ ہر کس کو اللہ تعالیٰ سے بددلیلیا۔ پھر یہاں شیطان اپنے یاروں کو وہم دلاتا ہے کہ اگر نیک بندے مومنین مہاجرین وغیر اچھے ہوتے تو کیوں تکلیف پاتے اور کیوں ایذا اٹھاتے اور کیوں مے جاتے اور کیوں گھر بار سے نکالے جاتے حالانکہ احمق کو یہ معلوم نہیں کہ آخرت کی خصوصیت و منزلت پر مومنون کو یقین کمال ہے تو دنیا سے فانی ہو حقیر سے بھڑا اور آخرت کو لے لیا تو دنیا سے ملعونہ کو کافروں کے لئے چھوڑ دیا اور یہ اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا **قَوْلَ اللَّهِ** **لَا يَغْرِبُكَ قَلْبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ مَنَاعٌ قَلِيلٌ قَدْ تَمَّ مَا وَلَهُمْ جَهَنَّمُ**۔ مت بہک تو اس پر کہ آجاتے ہیں یہ کافر **شہرون میں** یہ فائدہ چھوڑا سا ہے۔ پھر انکا ٹھکانا دوزخ ہے **وَيَسِّرُ الْيُسْرَىٰ لَكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ** اور کیا برا ٹھکانا ہے لیکن جو دے ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو باغ ہیں کہ جگے نیچے جاری ہیں نہرین **خَلِيلِينَ فِيهَا نَزَّالًا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ط وَمَا عِنْدَ اللَّهِ خَيْرٌ لِلْآبِرَارِ** رہ پڑے ہیں اور نین ہماری اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اور جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے وہ بہتر از نیک بندوں کے لیے و نزل لما قال المسلمون اعداء اللہ فیما نری من ایزر و نحن فی الجہد۔ بعض مسلمانوں نے کہا کہ دشمنان خدا یعنی کافر لوگ تو ہم دیکھتے ہیں کہ کہ ایسی بھلائی میں ہیں یعنی ایسے عیش فراخی میں ہیں اور ہم لوگ تنگی میں ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی۔ **لَا يَغْرِبُكَ قَلْبُ**۔ تجھے دھوکا نہ دے۔ پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور مراد امت و اے میں جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا۔ اور بعض نے کہا بلکہ آنحضرت صلعم کی تثبت مقصود ہے یعنی آپ مضمبوط میں کچھ خطرہ نہ آدے کہ کفر کیوں ایسے عیش میں ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ انام جی لسنہ نے عالم میں قول اول ہے پر اقتصار کیا اور میرے نزدیک وہی صحیح ہے اور آنحضرت صلعم خود فرماتے تھے کہ دنیا و ما فیہا ملعون ہے و ذکر آتی

م  
ن

وہی صحیح ہے

م

ن

ک

و عالم و مقلم کے (اسمن) اور فرماتے تھے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا میں مگر ایسی جیسے کوئی اپنی اپنی سمندر میں ڈالے سو دیکھو کہ اس  
 انگی میں کتنا آتا ہو (رواہ مسلم) اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شہر میں خراکی  
 کھڑی چٹائی پر خراکی بچھال بچھا ہوا چھڑے کا تکیہ سے مبارک کے نیچے رکھے لیٹے ہیں پس میں نے دیکھا کہ آپ کے بدن مبارک پر چٹائی کا نشان  
 چڑھ گیا ہو۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگا آپ نے فرمایا کہ کیوں روتے ہو میں نے عرض کیا کہ روم کا بادشاہ نصرانی اور ایران کا بادشاہ مجوسی تو  
 اس عیش میں ہوں اور آپ اللہ عزوجل کے رسول ہو کر اس حال میں ہیں پس آپ اٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ میں نے اس خیال میں پڑ گئے ہیں  
 تم اس بات پر راضی نہیں کہ ان کے واسطے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہو۔ (رواہ البخاری وغیرہ) پس صحیح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے کو خطاب فرمایا کہ لوگوں کو تنبیہ کی کہ لا یغرنک۔ تَقْلِبُ الَّذِينَ كَفَرُوا - تصرفم - فی البلاد - بالتجارة والکسب - یعنی تجھے دھوکا  
 دے کافروں کا تصرف ان ملکوں میں ف یعنی شہروں میں تجارت کرنے اور مکتاتے پھرتے ہیں۔ ایسا ہی سدی سے تقرب کے معنی  
 چلتے پھرتے مذکور ہیں اور عکر مہ نے کہا کہ خوشی و نعمت کے ساتھ کافروں کے رات دن پلٹتا مراد ہو مگر لفظ بلاد کی نظر سے معنی اول راجح  
 ہیں ہو۔ متاع قلیل یتیمون بہ فی الدنیا لیسیر و یفنی۔ یہ متاع قلیل ہے جس سے دنیا میں حقیر تعلق لینے پھر فنا ہوگی۔ تَمَّ  
 مَا وَصَّوْهُمْ بِهِنَّ وَ بَلَّغَهُمْ آيَاتِنَا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ۔ پھر اس متاع قلیل کے پھیلے ان کافروں کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور بڑی ہمارا ہے۔ اور مواد  
 یعنی ماحدود الانفسم۔ جو انہوں نے اپنی جانوں کے لیے کفر کے مہم کر رکھی ہو یا اللہ تعالیٰ نے انکے لیے مہیا کی ہو اور ابن عباسؓ نے ہمارا کی منزل  
 سے تفسیر فرمائی یعنی اترنے کی جگہ اور اول سورہ بقرہ میں ہمارا یعنی فرماں مذکور ہوا اور اب معانی متقارب میں پھر جبکہ کافروں کی زیادتی  
 دولت کا حال فرمایا کہ قلیل ناپائدار ہے تو اہل ایمان کی محرومی نعمت حاصل پائدار کو بیان کیا بقولہ تعالیٰ۔ لَٰكِنَّ الَّذِیْنَ اٰتَقُوا رَبَّهُمْ  
 لٰكِنَّ وَہ ہندے جنہوں نے اپنے رب کا تقویٰ کیا۔ یعنی شرک سے بچے۔ لَہمْ حَبَاتٌ تَخْرُجُ مِنْ تَحْتِهَا اَنْهَارٌ خَالِدِیْنَ  
 فیہا۔ تو انکے لیے جنات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے ف کبھی نہیں نکلیں گے اور نہ فنا ہوں گے اگر کوئی کہے کہ حبت  
 میں ابتداء خلود کماں متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ خلود خواہ معنی دوام ہو یا بکنے مدت دراز ہو بدون اس قدر مدت گذرنے کے کیونکہ متحقق ہوگا پس  
 خالدین حال نہیں ہو سکتا تو مفسر نے جواب دیا بقولہ اے مقدرین الخلود فیہا ای در حالیکہ مقدر کیا گیا ہے انکے حق میں خلود اس حبت میں اگر کیا  
 جاوے کہ خلود یعنی مدت دراز ہے تو کبھی خارج ہونگے جو اب یہ ہے کہ اگر خلود یعنی مدت دراز مان لیا جاوے اور پھر کسی کے معنی میں زیادتی اور دلائل  
 بائند قولہ تعالیٰ لا یغنون عنہا جولا۔ وغیرہ سے ثابت ہے کہ انکا خلود ہمیشہ کے لئے ہوگا کبھی خارج ہونگے فاقم۔ پھر اللہ عزوجل نے ان بندوں کی تشریف  
 کے لئے ارشاد فرمایا۔ فَاُولَٰئِکَ حَسْبُ الْعَمَلِ۔ در حالیکہ یہ مہمانی ہے اللہ تعالیٰ کے بیان سے مفسر نے کہا نزول وہ جیسے جو وہاں کے واسطے  
 مہیا ہو۔ اور نصیب اسکو بنا بریکہ جنات سے حال واقع ہے جو نگرہ موصوفہ ہے اور حال اس میں طرف کے معنی ہیں یعنی نعمت ہم جنات۔ پس جبکہ سلطان  
 عزت کبیر المتعانی لم یزل ولا یرال الھی القیوم کی طرف سے مہمانی ہے تو اسکی خوبی و قدر و اندازہ کسی کے خیال میں نہیں آسکتا اور جو کچھ چیزیں اسکی بیان  
 ہوئی ہیں اسقدر کہ جو بندوں کی فہم میں کچھ آجاوین ورنہ اسکی سب نعمتیں فہم بشر سے خارج ہیں اس واسطے یوں فرمادیا۔ وَمَا عِندَ اللّٰهِ  
 مِنَ الثَّوَابِ اَوْ اللّٰہ تعالیٰ کے بیان جو ثواب ہے وہ حَسْبُ الْعَمَلِ۔ من متاع الدنیا بہتر ہے ابرار کے لیے یعنی متاع دنیا سے بہتر ہوت  
 متاع دنیا سے بہتر ہونے کی خصوصیت کی حالانکہ سوائے حضرت حق عزوجل کے سب سے بہتر تو دنیا بنظر سیاق کلام کے ہے۔ پھر شیخ ابن کثیرؒ  
 نے ابرار کی تفسیر میں نقل کیا کہ عمرو بن العاص نے مرفوعاً روایت کی کہ ابرار کا نام اسوجہ سے ہوا کہ انہوں نے اپنے باپ دادا بزرگوں کی خدمت گزار ی

میں اور بیٹے پوتے اولاد کی پاسداری میں نیکوئی کی جیسے تیرے والدین کا تجھ پر حق ہے ویسے ہی تیرے فرزندوں کا تجھ پر حق ہے۔ واہ ابن مردویہ  
 و قدر واہ ابن ابی حاتم۔ عندہ موقفاً من قولہ قال بن کثیر وہو الاشبه واللہ اعلم۔ اور حسن نے فرمایا کہ برابر وہ ہیں جو چوٹی کو بھی نہیں ستاتے ہیں۔ واہ ابن ابی  
 حاتم۔ اور ابو الدرداء اور رضی نے فرمایا کہ کوئی مومن نہیں مگر اگر کہ موت اسکے لیے بہتر ہے اور کوئی کافر نہیں مگر اگر کہ اسکے لیے زندگی خراب اور موت اسکے لیے بہتر ہے  
 اور جو میرے قول کی تصدیق نہ کرے وہ پڑھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وما عند اللہ خیر للابرار۔ اور فرمایا ولا یحسبن الذین کفروا انما علیہم خیر لا یحسبن الا لایہ۔  
 واہ ابن جریر وروی نحوہ ابن ابی حاتم و عبدالرزاق ابن بن مسعود اگر کہا جائے کہ حدیث میں صحیح ہے، اگر مومن کے واسطے اسکی زندگی بہتر ہے پھر اس آیت مذکورہ کے  
 کیا معنی ہیں تو جواب یہ کہ اس آیت صحیح میں جو آیا اسکے معنی یہ ہیں کہ اسکی زندگی اسکو نفع ہے جب تک زندہ رہیگا۔ یعنی حق میں نفع ہوگا یعنی برائی کی گناہوں کا تو بہرہ لگے گا۔  
 اور اثر مذکور سے یہ بات نکلی کہ موت اسکے واسطے انجام میں عمدہ ہے کیونکہ ان اعمال خیر کا وہاں بہت بڑا اجر پائیگا لہذا اللہ خیر للابرار۔ پس زندگی  
 اسکی کار خیر کے واسطے بہتر ہے اور موت تو اب خیر کے لیے بہتر ہے اور رہا کافر تو اسکی زندگی بدتر ہے کیونکہ جتنا زیادہ جیا اتنا ہی عذاب زیادہ سمیٹا اور موت  
 اس سے زیادہ بدتر کہ عذاب میں بڑیگا اور علی ہذا ثابت ہوگا کہ کفر کے عذاب میں بھی کمی زیادتی ہوگی لیکن نفس کفر کا جو عذاب ہے کہ دائمی آگ میں جلے  
 اس میں سب کفار برابر ہونگے اور اللہ صحیح ہوگا کہ ابوطالب کے واسطے یہی ہوگا کہ آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوے گی جس سے دماغ ابلیکا اور شاید  
 یہ حضرت علیؑ علیہ السلام کی برکت سے حاصل ہو طالب کے واسطے ہے لیکن دائمی ہونے میں کمی ثابت نہیں ہوئی واللہ تعالیٰ اعلم۔  
 شیخ نے عرائس البیان میں لکھا کہ قولہ تعالیٰ لا یغرنک قلب الذین کفروا الا لایہ۔ واضح ہو کہ کفر کے تین معنی آتے ہیں اول کفر بمقابلہ ایمان کے جسکی  
 سزا دائمی جہنم ہے دوم کفر جو اعتقاد اسلام کے ساتھ بدعت قبیح یا مذخوار جہنم ورفض غیرہ کے ہو۔ اور یہ جب دل کفر تک نہ پہنچے تو اسلام  
 سے خارج نہیں کرتا اگرچہ اعتقاد کفری ہے۔ سوم اعمال قبیح یا مذخوار وغیرہ کے جو اعمال کفریہ ہیں یعنی یہ ایمان کے اعمال نہیں ہیں اور یہ درحقیقت  
 دو ہی قسمیں ہیں اول کفر حقیقی بمقابلہ ایمان کے اور دوم کفر جو اسلام کے اندر اعمال کفری سے ہو جس سے کفر کا حکم نہ پایا جاوے لیکن کیا چاہو کہ اس  
 شخص کا یہ فعل عمل کفری ہے جب یہ معلوم ہو تو جن لوگوں نے کفر ان نعمت کیا وہ بھی اس قسم دوم کے کفار ہیں کما فی قولہ تعالیٰ ان الانسان ظلوم کفار الا لایہ  
 چنانچہ اسی آیت کی تفسیر میں تو ضیح و تحقیق آویگی انشاء اللہ تعالیٰ شیخ نے کہا کہ ایمان اشارہ ہوگا کہ وہ مخاطب مجھ کو فریب نہ دین وہ لوگ جو  
 اللہ تعالیٰ سے اخلاص چھوڑ کر ریا کاری و شرک خفی میں دنیا و نفس کے بندے ہو گئے کہ شہروں کو بیچھاتے یعنی شہروں شہروں پھرتے ہیں  
 تاکہ فصاحت و بلاغت حاصل کریں اور آداب میں تکلف سیکھیں اور زینت کریں اس غرض سے کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کریں اور تاکہ  
 رئیس بن بیٹھیں اور اولیاء اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں مکاری کریں کیونکہ انکے احوال تو چکنے چڑے ہوتے ہیں اس سے انکی مراد یہ ہوتی ہے کہ  
 اللہ تعالیٰ کے سپسے بندوں کی توقیر لوگوں کے دونوں سے اٹھا دیں اور اپنی بدعت پھیلا دیں اور اللہ عزوجل سپسے بندوں کا مرتبہ ہر دم اپنے فضل سے  
 بڑھاتا اور انکا تقرب زیادہ کرتا ہے جس سے نفس پرست ہوا وہوس کے بندوں کی خواری ہو۔ اور نیز ان منکروں کی تندرستی و موٹاپا تازہ ہونا  
 اور دنیا میں عیش کے ساتھ ہونا اور لوگوں کا انکی طرف جھکنا اور دنیا انکی طرف ٹوٹ پڑنا تجھے فریب نہ دے ان خبیثوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ لڑائی نہ دھی  
 اس طرح کہ اولیاء اللہ تعالیٰ سے عداوت رکھتے ہیں سو یہ چند دن چائنگے ہیں اور دنوں خواری پڑے رہینگے اور حضرت سے اپنی انگلیاں چاؤنگے جو بیٹھینگے  
 کہ اولیاء اللہ تعالیٰ کے چہرے آفتاب عنایت سے چکنے لگینگے اور یہ زمین نور حضرت سے منور ہوگی اور نیکوں کی جماعت و مجمع حشر  
 اور حضور کتاب و ادلی الالباب و انبیاء صدیقین و شہداء و صالحین میں یہ لوگ فضیحت ہونگے شیخ لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے مکار صوفیوں  
 اور نے ہوئے شہوت پرست عالموں کے حق میں یہ سخت وعید ہر مترجم کہتا ہے کہ ان زمانہ میں تو حدیث شریف میں جو حالات بطور معجزات

غیب کے ہر کوئی بتائے گئے تھے سب موجود ہیں اور لوگوں نے جاہلون کو اپنے زعم باطل میں بڑا عالم سمجھ کر اپنا پیشوا بنا لیا کیونکہ عوام جو بدین چاہتے ہیں یہ جاہل بھی وہی ہاتھتے ہیں کیونکہ ہر شرعیہ و علم قرآن و حدیث سے جاہل ہیں تو دوسرے کو گمراہ کرتے ہیں مسلمانوں میں مقلد و غیر مقلد اور دہلی و بدعتی وغیرہ کے فساد پھیلاتے اور جماعت اسلام کو ذلیل کر کے خود خواہ ہوتے پھرتے ہیں انما اذنا للہ تعالیٰ لیا تاواہل للاسلام من شرام و وقفنا للایمان والوفاق و مہ علی کل شیء قدیر۔ **شیخ لوسف** رحمتی کے اشارہ میں کہا کہ جگہ یہ بات فریب ندے کہ جاہل لوگ اس دنیا میں کثرت سے بڑھے اور اس کی نعمتوں پر کھنڈ کرتے ہیں آخر جو جہل ہو کر دوزخ کی طرف جانے کا زاد راہ لیجائے تیغ لہ تعالیٰ و ما عند اللہ خیر للابرار۔ آمین اللہ عزوجل نے متقیوں کا درجہ جنت بلند ہونا بیان فرمایا لیکن جو کچھ انکے واسطے الطاق عظیم اتے یہاں رکھے ہیں وہ مہم کر دیے بقولہ و ما عند اللہ خیر للابرار یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں جو نعمت و قرب منزلت ہے وہ قیاس سے باہر اور بے مثل و بی مثال ہے اور نیز تصریح کر دی کہ مراتب و ولایت میں اعلیٰ درجہ متقین کا ہے۔ اور تقویٰ یہ ہے کہ باطن کو لوث طبیعت سے پاک کرے اور اخلاق کو محافلست اور ونواہی کے میل کھیل سے صاف رکھے اور راہ سنت پر مستقیم ہو۔ اور ابرار وہ لوگ ہیں جو معرفت میں مستقیم ہوں اور یہ تقویٰ بھی اعلیٰ مرتبہ ہے اور بیان بیان فرمایا کہ متقین جنت میں ہیں اور ابرار منزل خاص میں ہونگے اور نیز طالبان حق کو تنبیہ ہے کہ ای مریدین تم اس دنیا میں امتحان و طراوت سے تجب مت کرو بلکہ جاہدہ میں جو سختی کھیچو گے اسکا نتیجہ تم کو میرے دیدار و قرب مشاہدہ سے عیش خوشگوار بے مثال حاصل ہوگا۔

**وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ خُشْيَعِينَ**

اور کتاب والوں میں سے بعضے وہ بھی ہیں جو جانتے ہیں اللہ کو اور جو تمہاری طرف اترا اور جو انکی طرف اترا ڈرتے ہوئے

**اللَّهُ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ شَيْئًا قَلِيلًا وَاللَّهُ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ**

اللہ تعالیٰ کے واسطے نہیں خریدتے اللہ کی آیتوں کے بدلے مول تھوڑا وہ لوگ ہیں کہ انکی مزدوری انکے رب کے یہاں ہے

**إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ**

اللہ تعالیٰ بیشک جلد حساب کرنے والا ہے

**وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَنْ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ**۔ کعبہ اللہ بن سلام و اصحابہ و النجاشی اہل کتاب ہیں (یہود و نصاریٰ میں سے) بعضے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ مانند عبد اللہ بن سلام و اسکے ساتھیوں کے اور مانند نجاشی بادشاہ ملک حبش کے مترجم کتابہ کہ شیخ مفسر نے اختیار کیا کہ یہ آیت کریمہ تمام اہل کتاب کے حق میں ہے جو مسلمان ہوئے اور ایسا ہی ابی بنحج نے مجاہد سے روایت کیا کہ مراد مسلمانان اہل کتاب ہیں اور ہیں خشک نہیں کہ حکم ہے کہ یہ کہ یہ کاسب مسلمانان اہل کتاب کے حق میں عام ہے اور اسی پر امام شیخ ابن کثیر رحم نے آیت کریمہ کی تفسیر میں اچھی تقریر کی بانی طور کہ اللہ عزوجل نے ایک گروہ اہل کتاب کی ہر دی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جیسا چاہتے ایمان لاتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ خالق قادر مختار ہے جس کو چاہے بنوت دے اور عیلم خیر ہے جو شرع اسنے مقرر فرمائی نہیں حکمت ہے اور محمد صلعم پر اور جو اپنے نازل ہوا ایمان لاتے ہیں یا جو داس ایمان کے جو اگلی کتابوں جو اور انبیا پر اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں ایمان کتھے ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے واسطے خاشع ہیں یعنی اسی کے مطیع اور اسی کے سامنے گڑ گڑاتے اپنے کو ذلیل بناتے اور تمام تعظیم اسکے واسطے جانتے ہیں اور خیرتے نہیں آیات الہی کے بدلے محو الاموال یعنی محمد صلعم کی جلالت و صفت و لغت کا حال و حضرت صلعم کی امت کا حال جو کچھ جانتے ہیں وہ دنیا کی لالچ سے نہیں چھپاتے ہیں اور اہل کتاب میں سے یہ لوگ برگزیدہ و بہتر ہیں خواہ بہوری ہوں یا نصرانی ہوں اور اللہ تعالیٰ نے سورہ قصص

میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں تم سے قبلہ ہم یہ یومنون دادا اتالی علیہم قالوا انما اتالی الحق من بنا انما کان من قبلہ مسلمین اولئک یوتون اجر ہم مرتین الآتية۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں تم سے قبلہ ہم یہ یومنون بلآتية۔ اور فرمایا۔ ومن قوم موسیٰ امتہ یسردون بالحق وہ یعدلون۔ یعنی موسیٰ کی قوم سے ہم، ایک گروہ ایسا ہے کہ حق کی راہ چلتے ہیں اور اسی سے اپنے کو ٹھیک کرتے ہیں اور دیگر آیات نقل کر کے کہہ کہ یودین سے بہت بہتر ہو گئے لوگ ایسے ہیں جیسے عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مع چند علماء سے یہود کے جو ایمان لائے مگر انکی تعداد دس تک ہی نہیں پہنچی اگرچہ عوام کو ملا کر بہت ہوں اور رہے نصار سے تو انہیں ایسے بہت ہیں جو ہدایت پر چلے اور حق کے مطیع ہو گئے۔ اور اللہ تعالیٰ عزوجل نے فرمایا۔ ولتجدن اقرہم مودۃ للذین آمنوا للذین آمنوا نصاری الایہ۔ یعنی یومنون کے ساتھ زیادہ محبت کرنے والے لوگ ملینگے جو اپنے آپکو نصاری کہتے ہیں اور صحیح میں ہے کہ جعفر بن ابیطالب نے جب بادشاہ حبشہ کے سامنے سورہ رکعیص پڑھی تو بادشاہ رونے لگا اور اسکے ساتھ جو بکریق و قس بیٹھے تھے سب یہاں تک دو گئے کہ اڑھیاں تر ہو گئیں۔ اور صحیح میں ثابت ہے کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کے شہر بصرہ میں علیہ السلام نے دی تو حضرت صلعم نے اسے اپنے سے فرمایا کہ حبش میں تمہارا بھائی ہے مگر کیا پھر سب کو لیکر میدان میں گئے اور صدف باز ہکرا سپر نماز پڑھی مترجم کہتا ہے کہ محی السنہ نے معاملہ میں حضرت ابن عباس جابر و انس رضی اللہ عنہم وقادہ کا قول بیان کیا کہ یہ آیت اسی بادشاہ نجاشی کے معاملہ میں آتری اور نام اسکا اہم تھا جو عبری زبان میں عطیہ کے معنی رکھتا ہے اور اس روایت میں ذکر کیا کہ حضرت صلعم صحابہ کو لیکر میدان بقیع کو گئے اور آپ کے واسطے زمین حبشہ تک پردہ اٹھ گیا پس آپ نے نجاشی کا جنازہ دیکھا اور اسپر نماز پڑھی صحیح ابن کثیر نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب نجاشی نے وفات پائی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے واسطے ہتھکڑیاں لے اس کی مغفرت مانگو (یعنی بعد نماز پڑھنے کے جیسا کہ مذکور ہوا) تو بعض لوگوں نے کہا کہ دیکھو ہم کو حکم دیتے ہیں کہ ایک گبر کے لیے جو حبش میں مر گیا ہو استغفار کریں پس نازل ہوا قوله ان من اهل کتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم الایہ۔ رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردودہ میں طرق و عبد بن حمید اور حضرت حاکم سے روایت ہے کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کا انتقال ہوا تو ہم سے حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمہارا بھائی ہے مگر کیا پھر نکل کر نماز پڑھی جیسے جنازہ پر نماز پڑھا کرتے ہیں اور جبار تکبیر میں کہیں پھر منافق اور نے کہا کہ دیکھو ایک گبر پر نماز پڑھتے ہیں جو حبش میں مر گیا پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ان من اهل کتاب الایہ۔ اور حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ہم کو خبر میں پہنچی تھیں کہ برابر نجاشی کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے رواہ ابو داؤد اور صحیحین میں ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ہیں جنکو دو ہر اثواب ملیگا پھر انہیں سے ایک قسم وہ اہل کتاب فرمائے جو پہلے بنی پر ایمان لائے پھر حضرت صلعم پر ایمان لائے۔ محی السنہ نے معاملہ میں ذکر کیا عطار نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ اہل حبش کے تیس اور روم آٹھ آدمیوں کے حق میں آتری جو عیسائی تھے پھر اسلام میں اللہ عزوجل کے مطیع ہوئے پس اللہ تعالیٰ نے صبح فرمائی کہ اہل کتاب میں بعض ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں۔ یعنی پہلے تو شرک پر اپنے زعم کے بنائے ہوئے خدا پر ایمان لائے تھے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لائے تھے اب اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہیں۔ **وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ أَمْرِ رَبِّكَ إِلَّا لِيُضَلَّ عَنْهُ مَن كَفَرَ إِذْ قَبِلَهُ**۔ اسی القرآن اور پس کلام پاک پر جو تمہارا گیا یعنی قرآن پر جسکا **أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ**۔ اور جو انکی جانب اتارا گیا تھا۔ یعنی تورات و انجیل پر **خَالِفْتُمْ فِي دِينِكُمْ**۔ درخالیکہ اللہ تعالیٰ کے واسطے شروع کرنے والے ہیں ف حال میں ضمیر یومنین مراد فیہ معنی من ای متواضعین۔ یعنی خاشعین کو نصب بنا بر حال ہونے کے ہے اور یہ یومنین کی طرف مابعد ہے اور وہ لفظ میں اگرچہ مفرد ہے مگر معنی میں جمع دو احد سب کو یکساں ہے یومنین کی ضمیر سے حال اس صورت سے ہے کہ من کے معنی جمعیت کی رعایت ہے اور خاشعین کے معنی متواضعین میں یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے رگڑ گڑاتے ہیں **كَلِمَاتٍ لِّمَن لَّمْ يَجْعَلْ لِّدِينِهِ**

صلو  
یعنی جو لوگوں کو  
دیئے جانے والے ہیں  
ترجمہ کے ساتھ  
ہم ایمان لائے ہیں اور  
جسے ان کو کیا  
جانا اور تو کہیں  
کہ ہم کہ ایمان لائے  
پہلے اور وہ لوگ  
وفات کے بعد نماز پڑھنے کے  
جیسا کہ مذکور ہوا  
تو بعض لوگوں نے  
کہا کہ دیکھو ہم کو  
حکم دیتے ہیں کہ  
ایک گبر کے لیے  
جو حبش میں  
مر گیا ہو  
استغفار کریں  
پس نازل ہوا  
قوله ان من اهل  
کتاب لمن یومن  
باللہ وما انزل  
الیکم الایہ۔  
رواہ ابن ابی  
حاتم و ابن  
مردودہ میں  
طرق و عبد  
بن حمید اور  
حضرت حاکم  
سے روایت ہے  
کہ جب نجاشی  
بادشاہ حبشہ  
کا انتقال ہوا  
تو ہم سے  
حضرت صلعم  
نے فرمایا کہ  
تمہارا بھائی  
ہے مگر کیا  
پھر نکل کر  
نماز پڑھی  
جیسے جنازہ  
پر نماز پڑھا  
کرتے ہیں اور  
جبار تکبیر  
میں کہیں  
پھر منافق  
اور نے کہا  
کہ دیکھو  
ایک گبر پر  
نماز پڑھتے  
ہیں جو حبش  
میں مر گیا  
پس اللہ  
تعالیٰ نے  
نازل فرمایا  
ان من اهل  
کتاب الایہ۔  
اور حضرت  
عائشہ سے  
روایت ہے  
کہ ہم کو  
خبر میں  
پہنچی  
تھیں کہ  
برابر  
نجاشی کی  
قبر پر  
نور دیکھا  
جاتا ہے  
رواہ  
ابو داؤد  
اور صحیحین  
میں ہے  
کہ  
حضرت  
صلعم  
نے  
فرمایا  
کہ  
تین  
قسم  
کے  
لوگ  
ہیں  
جنکو  
دو  
ہر  
اثواب  
ملیگا  
پھر  
انہیں  
سے  
ایک  
قسم  
وہ  
اہل  
کتاب  
فرمائے  
جو  
پہلے  
بنی  
پر  
ایمان  
لائے  
پھر  
حضرت  
صلعم  
پر  
ایمان  
لائے۔  
محی  
السنہ  
نے  
معاملہ  
میں  
ذکر  
کیا  
عطار  
نے  
فرمایا  
کہ  
یہ  
آیت  
کریمہ  
اہل  
حبش  
کے  
تیس  
اور  
روم  
آٹھ  
آدمیوں  
کے  
حق  
میں  
آتری  
جو  
عیسائی  
تھے  
پھر  
اسلام  
میں  
اللہ  
عزوجل  
کے  
مطیع  
ہوئے  
پس  
اللہ  
تعالیٰ  
نے  
صبح  
فرمائی  
کہ  
اہل  
کتاب  
میں  
بعض  
ایسے  
ہیں  
کہ  
اللہ  
تعالیٰ  
پر  
ایمان  
لائے  
ہیں۔  
یعنی  
پہلے  
تو  
شرک  
پر  
اپنے  
زعم  
کے  
بنائے  
ہوئے  
خدا  
پر  
ایمان  
لائے  
تھے  
اور  
اللہ  
تعالیٰ  
پر  
ایمان  
نہیں  
لائے  
تھے  
اب  
اللہ  
تعالیٰ  
پر  
ایمان  
لائے  
ہیں۔  
**وَمَا  
أُنزِلَ  
إِلَيْكَ  
مِنْ  
أَمْرِ  
رَبِّكَ**۔  
اسی  
القرآن  
اور  
پس  
کلام  
پاک  
پر  
جو  
تمہارا  
گیا  
یعنی  
قرآن  
پر  
جسکا  
**أُنزِلَ  
إِلَيْكَ  
مِنْ  
رَبِّكَ**۔  
اور  
جو  
انکی  
جانب  
اتارا  
گیا  
تھا۔  
یعنی  
تورات  
و  
انجیل  
پر  
**خَالِفْتُمْ  
فِي  
دِينِكُمْ**۔  
درخالیکہ  
اللہ  
تعالیٰ  
کے  
واسطے  
شروع  
کرنے  
والے  
ہیں  
ف  
حال  
میں  
ضمیر  
یومنین  
مراد  
فیہ  
معنی  
من  
ای  
متواضعین۔  
یعنی  
خاشعین  
کو  
نصب  
بنا  
بر  
حال  
ہونے  
کے  
ہے  
اور  
یہ  
یومنین  
کی  
طرف  
مابعد  
ہے  
اور  
وہ  
لفظ  
میں  
اگرچہ  
مفرد  
ہے  
مگر  
معنی  
میں  
جمع  
دو  
احد  
سب  
کو  
یکساں  
ہے  
یومنین  
کی  
ضمیر  
سے  
حال  
اس  
صورت  
سے  
ہے  
کہ  
من  
کے  
معنی  
جمعیت  
کی  
رعایت  
ہے  
اور  
خاشعین  
کے  
معنی  
متواضعین  
میں  
یعنی  
اللہ  
تعالیٰ  
کے  
سامنے  
رگڑ  
گڑاتے  
ہیں  
کَلِمَاتٍ  
لِّمَن  
لَّمْ  
يَجْعَلْ  
لِّدِينِهِ

بَابِ اللَّهِ - التي عندهم في التوراة والإنجيل من نعت النبي صلعم مثلاً من الدنيا خردت في نبي من توطأ مول بمقابل آيات التي  
 کے ف یعنی توریت و انجیل کی آیات میں جو اوصاف حضرت خاتم النبیین بیان ہوئے ہیں انکو دنیاوی حقیر مال کے لیے نہیں چھپاتے ہیں اور  
 من قلیل سے مال دنیاوی مراد ہے پھر اس مال دنیاوی کے عوض انکے نہیں بیچنے کا طریقہ بتلایا۔ ان مکتوبہ فوقاً علی الریاستہ کفعل غیر ہم من الیہود  
 یعنی نہیں بیچتے ہیں طور کہ ان آیتوں کو چھپاویں خوف اس کے کہ ہماری سرداری جاتی رہی جیسے انکے سواے دوسرے یہود نے اس خوف  
 سے چھپایا۔ **أُولَئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ**۔ ثواب اعمالہم۔ ایسے نیک عمل بندوں کے لیے ثواب ہے یعنی انکے کاموں کا ثواب ہے۔ **عِنْدَكَ**  
**رَبِّهِمْ**۔ برونہ مرتبہ کما فی القصاص۔ انکے پروردگار پاس ثواب روچندویے جاوینگے جیسا کہ سورہ قصص کی آیت میں ہے **أُولَئِكَ يَوْمَئِذٍ**  
**أَجْرُهُمْ**۔ **إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ**۔ بحاسب الخلق فی قدر نصف نمازین ایام الدنیا۔ اللہ تعالیٰ سریع الحساب ہے چنانچہ  
 حساب لے لیکتا تمام مخلوق کا اتنی دیر میں جو دنیا کا ادھادن ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور بیان تحقیق طویل ہے جو آئینہ انشاء اللہ تعالیٰ  
 اپنے موقع پر آوے گی۔ اور مجاہد نے کہا کہ سریع الحساب ہے سریع الاحصاء رواہ ابن ابی حاتم۔ احصاء شمار کرنا گن لینا و قد قال و لقل احصاء ہم  
 وعدہم عدا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو خوب شمار میں رکھا ہے کہ اسکے علم سے ایک ذرہ برابر پوشیدہ نہیں ہے اس لیے وہ نبی مخلوق کا حساب بنا بیت جلا  
 فرما و لگا جتنے کہ مومن پر روز قیامت ایسا آسان ہوگا جیسے ایک وقت کی ناز کا زمانہ ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عزلی خالص مومنون کو  
 سب قسم کے مسلمانوں سے باہمی اتفاق رکھنے کا اور ارتباط الفت کا اور نفسانیت چھوڑ کر تقویٰ رکھنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالیٰ  
**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَأْسُ بَطْرُؤًا**۔ **وَأَلْفُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ**

ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور ملے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے بنا یہ تم مراد کو پہنچ  
**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا**۔ علی الطاعات والمصاب والمعاوی۔ ای ایمان والو صبر رکھو۔ یعنی صبر کرو عبادات  
 ادا کرنے پر اور مصیبتیں اٹھانے پر اور گناہ کی چیزوں سے باز رہنے پر۔ **وَصَابِرُوا**۔ الکفار فلا یکونوا اللہ صبر منکم۔ یعنی غالب  
 رہو صبر کرنے اور جہے رہنے میں کافروں پر یہ ہو کہ کافر لوگ تم سے زیادہ صبر کرنے والے ہوں لڑائی کی سختیوں میں۔ **وَرَأْسُ بَطْرُؤًا**۔ قیوم  
 علی الجہاد۔ قائم رہو جہاد کرنے پر۔ **وَأَلْفُوا اللَّهَ**۔ فی جمیع احوالکم۔ ڈرو اللہ تعالیٰ سے اپنے سب حال میں چنانچہ معاذ بن جبل  
 کو جب میں کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ ڈرتا رہو اللہ تعالیٰ سے جہاں کہیں کو ہوسے اور ہر لڑائی کے سچھے بھلائی کر جو اسکو بیٹ دے اور لوگوں  
 سے اچھے خلق کے ساتھ مل جل۔ **لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ**۔ تاکہ تم فلاح پاؤ۔ تفوزون باجنتہ و تنجون من النار یعنی فلاح یہ ہے جنت یا اجلا  
 اور نجات پاؤ دوزخ سے **ف** شیخ ابن کثیر نے اس آیت کریمہ کے تحت میں بہت فوائد ذکر فرمائے لیکن مترجم انہیں سنا فید کو  
 اشار بیان میں ذکر کر گیا پس حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ صبر و الصبر یعنی پسندیدہ وین اسلام پر جہے۔ ہوشی و سانی کسی حال میں  
 چھوڑو وہاں تک کہ مرد اور قولہ صابرو۔ یعنی بمقابلہ دشمنان خدا کے ثابت قدم رہو ایسا ہی بہتر سے سلف نے کہا ہے اور رہا قولہ **رَأْسُ بَطْرُؤًا**  
 تو یہ جہے رہنا۔ بیان عبادت میں ہے اور سہل بن حنیف و ابن عباس محمد بن کعب القرظی وغیرہم نے فرمایا کہ وہ نماز کے بعد نماز دیکر کے انتظار میں بیٹھا  
 اور بعض نے کہا کہ رگیا طمرا وہی یعنی سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا تاکہ کفار اس طرف سے داخل نہ ہو سکیں اور دوسروں نے اسکو تسلیم نہیں کیا اور  
 حدیث میں آنحضرت صلعم نے سردی کے وقت وضو کرنا اور کثرت سے مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرتا ہی کو فرمایا  
 کہ یہی رباط ہے۔ اور اسلمہ سے روایت ہے کہ ایک روز ابو ہریرہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو جانتا ہے کہ آئیہا الذین آمنوا

اصبر و اصابرو اور البوا کس بارہ میں اتری۔ میں نے کہا کہ نہیں۔ فرمایا کہ حضرت صلعم کے زمانہ میں ایسا جہاد تو نہ تھا کہ اس میں مراہط کرتے بلکہ یہ ایسی قوم کے حق میں نازل ہوئی جو مسجدوں کو بباد رکھتے ہیں اور نماز کو اپنے وقت پر داکرتے ہیں پھر بیٹھے اللہ تعالیٰ کو یاد کیا کرتے ہیں تو انہیں کے حق میں اتری کہ صبر و۔ یعنی پانچوں نمازوں پر۔ اور صابر و۔ یعنی اپنے نفسوں کو خواہشوں سے روکو۔ وراہط و۔ یعنی اپنی مسجدوں میں و اتقوا اللہ۔ اپنے ہر حال میں جو تمپر طاری ہو۔ لعلکم تفلحون۔ اسکو ابن مردویہ نے روایت کیا دکن دارواہ الحاکم فی المستدرک بخوہ وقد رواہ ابن جریر بن طریق عبد اللہ بن المبارک من کلام ابی سلمہ بن عبد الرحمن۔ مترجم کہتا ہے کہ رباط کے یہ معنی کہ سرحد سلام پر گھوڑے باندھنا بدین غرض کہ کفار حملہ آور نہ ہوں میرے نزدیک ایک طور کار رباط ہے اور رباط وہ بھی ہے کہ مجاہد جہاد کے واسطے گھوڑے پر سوار ہو کر جاوے اور وہاں مقیم ہو کر انتظار کرے تاکہ جب مجاہدین اس قدر جمع ہو جاویں کہ دشمنوں پر بڑھنے کے واسطے کافی ہوں تو داخل ہو اور میرے یہ ہیں کہ پورا سامان جہاد تیار کرو اور گھوڑے مہیا کرو چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا اعدوا لہم اسلحتکم من رباط نخیل ترہبون بہ عدو اللہ وعدوکم یعنی مہیا کرو کافروں کے واسطے جہانگ تھے ہو سکے رباط نخیل یعنی گھوڑے کہ ان سے دہشت ناک کر دو خدا کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو۔ اور ظاہر ہے کہ یہ حکم اس خطاب کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نازل ہوا ہے جو معنی بیان رباط کے میں وہی حکم البوا میں ہے اور صابر و۔ باہم ایک دوسرے کو صبر دلانا بھی اس میں شامل ہے مترجم کہتا ہے کہ کلام پاک میں علوم بے ہمتا میں از آجملہ یہ بھی ہے کہ اگر غیر قوموں سے لوگ ایمان لاویں جنکے دین کو تم پسند کرو تو انکے ساتھ کھاج بیاہ کرنے میں ہرگز نفس کی شرارت پر مت چلو بلکہ نفس کی ناگواری پر صبر کرو اور حدیث میں ہے کہ جب تمھارے پاس ایسا شخص آجاوے جسکے دین کو تم پسند کرتے ہو تو اسکے ساتھ کھاج کرو اگر ایسا نکوگے تو زمین میں فتنہ و فساد عریض پیدا ہوگا (رواہ احمد و الترمذی وغیرہ) اور جب سے لوگوں نے فخر و تکیہ اختیار کیا ہے سے فتنہ و فساد عریض پیدا ہو گیا حتیٰ کہ بہت سے کالیستھ وغیرہ اسوجہ سے اسلام میں لاتے کہ وہ تنہا برادری سے خارج ہو کر پریشان ہونگے اور مسلمان لوگ انکو تو مسلم و جہر بناویں گے۔ مصاد اللہ و ہمارے حقیقی بھائی سے بہتر ہے کہ وہ متقی ہو کر جاہلون سے جو سنے خوف کیا وہ ان جاہلون کے تکبر کے لیے بہت ہی خوفناک ہے کہ جسکے وبال سے روئیں کاپتے میں۔ اللہ تعالیٰ ہے کہ تو فتنہ دیکر آخرت کے لیے مقبول فرماوے اور نفس و شیطان کے بندہ ہو جانے سے نجات عطا کرے۔ حدیث میں ہے۔ کو نو اعباد اللہ اذوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ اور حدیث میں مصرح ہے کہ آدم خاک سے ٹپھے اور فخر بہ تقویٰ ہے اور اس بارہ میں احادیث بہ کثرت ہیں جن میں فخر انساب و مال و جاہ کی مذمت ہے اور ہا بھی اتحاد و شرافت تقویٰ کی تاکید ہے۔ رہا یہ وہم کہ فقہ میں کفو متبر ہے تو ائمہ اعلیٰ نے اتفاق کیا کہ نرس سے اسکا ثبوت نہیں ہے بلکہ وہ یہ ہے کہ کھاج باہمی الفت ہے اور جب کسی جانب سے فخر نسب کی جہالت ہو تو نہ کھت کا فائدہ نذر د بلکہ فساد ہوگا تو حکم قضائین فیصلہ کا قانون نرس و کفو ہے۔ کیا میں دیکھتے ہو کہ کفو میں بالاجماع کھاج صحیح ہے لیکن اولیاء کے اعتراض کی صورت میں قاضی منسج کر گیا فافہم۔ پھر واضح ہو کہ رباط میں جمیع اقسام کا رباط جو شرعی محمود ہے شامل ہونا چاہیے اور سب سے بہتر وہ لڑنا خاص ہے جو احادیث جہاد میں آیا ہے چنانچہ اس میں سے ایسا عدی ہے سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا لیکرین کا رباط تمام دنیا و بائینہا سے بہتر ہے (رواہ البخاری) اور فضالہ بن عبید سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مر گیا اسکے عمل کا خاتمہ ہو جاتا ہے سوائے اس شخص کے جو ایسے حال میں مرا کہ راہ خدا میں مراہط تھا یعنی جہاد میں مراہط تھا تو اسکا عمل قیامت تک بطحار رہتا ہے اور وہ قبر کے فتنہ سے محفوظ ہوتا ہے (رواہ احمد و ابو داؤد و الترمذی و قال حسن صحیح و ابن حبان و قدر رواہ احمد بن عقیق بن عکرم و روی احمد بن جریر بخوہ عن ابی ہریرہ) پھر مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم شاید پہلے ان احکام کے ہو جو قریب وقوع میں آنے والے ہیں بشرطیکہ رباط بمعنی مصطلح حضرت صلعم کے وقت میں نہ ہو حضرت ام الدرداء نے فرمایا روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جس نے مسلمانوں کے کسی ساحل پر تین روز مراہط کیا اسکے واسطے ایک سال کے رباط سے کافی ہے (رواہ ہریرہ)





نماز پڑھ سکتا ہے کہ کبھی فتور نہ پڑے اور اس طرح روزہ رکھ سکتا ہے کہ کبھی افطار نہ کرے اسے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں اسکو برداشت کرنے سے عاجز ہوں۔ فرمایا کہ تم ہر اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تجھے یہ طاقت بھی ہوتی تو بھی تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے ثواب کو نہ پہنچتا الحدیث ہذا راہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالیٰ فرما کہ اس میں کہا کہ اللہ عزوجل نے صبر کرنے کی تاکید کی یعنی درد و کھ کو صبر سے برداشت کیے رہو جب میری طرف سے بلاؤں میں تم پر صبر کرنا شاق ہو تو مصابرت کرو ربط بانڈھے رکھو اپنے دل کو اور دروازہ اللہ سے ان اسرار کے ظاہر کرنے میں تاکہ اس سے محبوب بنو جاؤ۔ شاید تم فلاح پاؤ یا بنی طور کہ میرے جلال کی نعمت لے اور درد و فراق سے چھوٹو۔ جنید نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے صبر کو ذکر کیا اور اسکی شان بزرگ بیان فرمائی اور صابرین کا اپنے بیان بڑا مرتبہ فرمایا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا۔ انکو صبر پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا اور ایضا اور یہ ارتباط باطنی ہے پوشیدگی ظاہر اللہ عزوجل کے ساتھ اور بلا کے ساتھ ثابت قدم رہنا کھلے کھلے۔ بنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر عند الصدقہ الاولیٰ۔ مترجم کتابت کہ حدیث ایک قصہ کے ساتھ ہے جو صحیحین وغیرہ میں مروی ہے اور معنی یہ کہ صبر تو وہی ہے جو صدقہ اولیٰ کے وقت ہو۔ اور حاشیہ نے کہا کہ تیرا کائنات ہونا صبر ہے اور بعض نے کہا کہ صبر وہ ہے جو میرے حکم کی تعمیل میں صبر کرو اور صابر وہ ہے جو میرے دشمنوں کے ساتھ لڑائی میں مصابرت کرو اور میری موافقت و رضامندی میں قلب کو مربوط رکھو۔ اور جو حقر نے فرمایا کہ گناہوں سے صبر کرو اور عبادت بجالانے میں مصابرت کرو اور شرابہ میں ارواح کو مربوط رکھو اور اللہ سے یعنی حق عزوجل کے ساتھ انبساط سے جو (یعنی اتراؤ نہیں) اور لعلکم تفلحون کے معنی یہ ہیں کہ فلاح کے مقام میں اہل صدقہ کے درجہ پر پھارے کھڑے ہونے کو بھی جگہ مل جاوے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اپنے تن بدن سے بندگی بجالانے پر صبر کرو اور ذل سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں مصابرت کرو اور اسرار سے راہ شوق و محبت میں مربوط رہو اور این عطا نے فرمایا کہ صبر تو طبعین کے واسطے ہے اور مصابرت محبت کے لیے اور رابطہ عارفین کے لیے ہے اور شیخ اسرار نے فرمایا کہ صبر تو اس میں جو عہد خاص کیا تھا با دایمانت و طاعات وغیرہ اور مصابرت بمقابلہ دشمن ہے اور ربط ایک نوع صبر ہے لیکن بروج مخصوص ہے اور کہا جاتا ہے کہ اول صبر تو تصبر ہے تاہر یعنی تکلف سے صابر بننا ہے پھر صبر صل ہوتا ہے پھر مصابرت ہے پھر اصطبار ہے اور یہ انتہائے درجہ صبر کا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ صبر وایسے بندگی بجالانے پر اور نفاقت سے باز رہنے پر اور صابر وہ یعنی خواہش نفسانی و ہوا و ہوس چھوڑنے اور امیدیں و علاقہ قطع کرنے پر۔ اور رابطہ یعنی ہر حال میں اللہ عزوجل کے ساتھ عموماً ہر ایک کی مصابحت میں استقامت کے ساتھ مربوط رہو

## سورۃ النساء مندوھی مائتہ و خمر اوست و سبع و سبتو ایتہ

سورۃ نسا مدنیہ ہے اور وہ ایک سو چھتر یا چھتر یا ستر آیتیں ہیں ف بیان دو باتیں ہیں اول آنکہ یہ سورت دوم آیتوں کی تعداد ہے پس لہ اول میں نقاش نے کہا کہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرنے وقت اتری اور علقمہ نے کہا کہ صدیر اسکا کی ہے مترجم کتابت کہ حضرت ابن مسعود نے بھی فرمایا کہ جہان یا ایہا الناس ہو وہ اہل مکہ کو خطاب ہے اور جواب دیا گیا کہ خطاب ہونے سے وہ ان کو نقل ہونا بھی لازم نہیں۔ اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مدینہ ہے اور یہی صحیح ہے اور قرطبی نے فرمایا سوا سے ایک آیت کے تو کہ ان اللہ یا عمر کم ان تو دو الامانات الیٰ علیہا الا شیکہ فتح مکہ کے روز عثمان بن طلحہ انجھی کے حق میں اتری مترجم کتابت کہ صبر وایسے کہ بعد ہجرت کے جو کچھ نازل ہوا وہ مدنی ہے جو ان میں نازل ہوا ہو تو اس استنار کی کوئی حاجت نہیں بلکہ سب مدنی ہے اور لیل اسپر ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ نہیں نازل ہوئی سورۃ نسا خمر

عہدہ دارالعلوم دیوبند

اس وقت کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھی سزاہ البخاری اور مرویہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فاف کو بھیجی گئی یقیناً اور علمائے اتفاق کیا کہ زفاف حضرت عائشہ سے مدینہ میں ہوا ہے۔ ابن کثیر نے فرمایا کہ عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ سورہ نساء مدینہ میں نازل ہوئی اور ایسا ہی ابن مردویہ نے عبد اللہ بن الزبیر و زید بن ثابت سے روایت کی اور ابن عباس سے ہے کہ سورہ نساء میں آیتیں ہیں جو اس آیت کے واسطے تمام دین سے بہتر ہیں اول یہ اللہ یسبحکم و بہدیکم سنن الذین من قبکم آتہ و دم و اللہ یرید ان یتوب علیکم اللہ - سوم یرید اللہ ان ینصف عنکم - چہارم ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ اللہ - پنجم ان تعبتوا کباراً متہون عنہ اللہ لا یغفر ان شکر بہ اللہ ینفقہم ولو نہم اف ظلموا الفسہم جاؤک الآتۃ مشتم من لعل سورۃ اللہ یظلم نفسه اللہ - رواہ ابن جریر و قدروی الحاکم من طریق عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود عن ابیہ فی الخمسة التالیة دون الثلثة الاولیات مشتمہ سوارثم قال صحیح الاسناد ان کان مع عبد الرحمن عن ابیہ فقد اختلف فیہ آدم و دم مفسر نے جو اختلاف اسکی آیتوں کے شارحین لکھا وہی معروف ہے اور قول دوم ہمارے مصنفین مکتوب ہے اور باوجودیکہ آیات کا علم تو قیسی ہے اس میں قیاس کو مجال نہیں اس واسطے آتم - و تم - وسطہ - یس - کو آیت شمار کیا گیا اور طس - کو نہیں شمار کیا گیا کہ تم شمشیر نے کہا ہے پھر اس میں اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ختم آیت پر آگاہ کرنے کو کھڑے تھے جب اسکا مقام معلوم ہو جاتا تو پھر رسول قرارت کی وجہ سے کہ وہ ان مطلق نہیں ہوتا تھا ملا دیتے تو سننے والے کو شہمہ ہو جاتا کہ یہاں فاصلہ نہیں ہے اور ایسا اختلاف کچھ مفسر نہ تھا جسکے خیال سے زیادہ اہتمام کیا جاتا اسلیے کہ شارات آیات کے فوائد مانند آنکہ سورہ کہف کی اول نزل آیتیں پڑھنے سے فتنہ و مجال سے مومن رہ سکیا یا نازنین تین آیت سے کم نہیں بابتبارک الذی تیس آیت ہر جس نے پڑھنے والے کی طرف سے یہاں تک الحاح کیا کہ اسکو بخشوایا کہانی ایچ تو یہ اختلاف نہیں کچھ مفسر نہیں۔ کما لا یخفی اور کلمات سورہ شریف (۳۱) میں اور حروف (۱۰۲) اور باقی کلام مقدمین مذکور ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَكُمْ وَ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَكُمْ وَ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَكُمْ وَ

كَانَ عَلَيْكُمْ رَبِّكُمْ

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ - امر اہل مکہ - یعنی خطاب کلہ یا ایہا الناس - مکہ والوں کو ہے جو ہر وقت مشرک تھے - اور سراج میں کہا کہ تمام اولاد آدم کو خواہ اہل عرب ہوں یا عجم ہوں - اسپر سوال ہوا کہ قولہ واتقوا اللہ الذی تسارلون بہ والارحام - یہ عادت خاص عرب کی ہے - تو جواب دیا کہ ہر شخص آیت کے خصوص سے اول کبریت میں عموم کو حضرت نہیں - اس میں شک نہیں کہ حکم آیت کا اب عام ہے - اور قیامت تک قانون کو شامل ہے کسی ملک کے ہوں - اگر کما جادے کے نذ سے بالمشافہہ خطاب کھنیں کہ ہر جو اس وقت موجود تھے جو اب یا گیا کہ اسپر اجماع ہے کہ غیر موجودین پر بھی وہ احکام کیساں جاری ہیں جو موجودین کو خطاب کیے گئے جبکہ شرع ہوں اور خصوصیت کی دلیل نہیں ہو جو کو ظاہر یا گیا اور مراد غیر موجودین

بھی ہیں۔ **الْقَوَائِمُ**۔ اسی عقابہ بان لطیعوہ۔ یعنی رب سے ڈرو اسکے یہ معنی ہیں کہ عقاب رب سے بچو یا منظور کہ اسکی اطاعت کرو مگر  
 ونا فرمائی مت کرو پھر پروردگار کی عظمت و قدرت فرمائی جو اسکے معبود ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو کچھ بیان ہو تو فرما ہے۔ تکبر ہی کو شایان ہے۔ **الذی  
 خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ**۔ آدم۔ جسے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا آدم سے ف یعنی نفس و احدہ آدم علیہ السلام میں جنکی  
 سب اولاد ہیں۔ **وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجًا**۔ کثیرا بالذکر من ضلعہ العیسی۔ جانو کہ منہا کی ضمیر نفس کی طرف جو لفظ من متعلق ہے  
 اگرچہ مراد آدم علیہ السلام ہیں اور زوج بمعنی جفت اسی جوڑا اور معنی یہ کہ (اور پیدا کیا اسی ایک نفس سے جوڑا اسکا) مفسر نے کہا کہ یعنی حواء  
 بہرہزہ اور منہا کے معنی یہ کہ من ضلعہ العیسی۔ یعنی آدم کی بائیں سپلیون میں سے کسی سپلی سے پیدا کیا۔ کعب و سب ابن حق نے ذکر کیا کہ جنت میں  
 بھیجے جانے سے پہلے اور ابن عباس و ابن مسعود نے کہا بعد جنت میں جانے کے اور آدم سوتے تھے۔ جاگے تو دیکھ کر خوش ہو کر باہم مانوس ہوے۔  
 ابن عباس نے کہا کہ عورت کی پیدائش مرد سے ہے اسکی ہمت مرد ہی میں لگی رہتی ہے اور مرد کی پیدائش زمین سے اسکی ہمت زمین ہی میں لگی رہتی ہے سو اپنی  
 عورتوں کو روکے رکھو۔ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح میں ہے کہ عورت کی پیدائش سپلی سے ہے جو طیر طھی ہے اگر اسکو سیدھے کرنے کی فکر کرے تو ڈر لگا  
 اور اگر رفع لینا چاہے تو یون ہی طیر طھی رہنے دے اور رفع اٹھاوے۔ حاصل یہ کہ عورت سے حسن تدبیر سے کام لینا چاہیے وہ کج طبیعت ہوتی ہے اور  
 یہ اس جنس کی کیفیت ہے اس میں سے بعض کا بعض مردوں سے بہتر ہونا کچھ منافی نہیں ہے اصل اسی رب کو معبود مانو جسکی یہ شان ہے کہ اول سے ایک نفس آدم  
 پیدا کیا پھر اس سے ہکا جوڑا پیدا کیا۔ **وَبَثَّ سَرْقًا** و نشر متفرق کیا اور چھٹکا یا کماروی عن ابن عباس۔ پس فرق از تفرق و نشر از تلالی مجروری  
**مِنْهَا** میں آدم و حوا یعنی ضمیر تثنیہ راجع بجانب نفس و احدہ واسکے زوج کے یعنی بجانب آدم و حوا کے ہے۔ ہر جگہ اکثر **وَسَاءٌ** کثیرہ۔  
 یعنی نسا کثیرہ (المعنی) اور چھٹکا کے ان دونوں سے بہت مرد اور بہت سی عورتیں یعنی تم سب کو اسی ایک نفس اصل سے اس کثرت کے ساتھ  
 بطریق مذکور پیدا کیا۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے فرمایا خلقکم من نفس و احدہ ایک نفس سے پیدا کیا اور بیان فرمایا۔ **وَبَثَّ مِنْهَا** یعنی دونوں سے  
 پیدا کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ نفس و احدہ سے پیدا کرنا یہ بیان ہے یعنی بائیں طرف تکو نفس و احدہ سے پیدا کیا کہ اس سے ہکا جوڑا نکالا پھر دونوں کے قتل  
 عجیب سے تم سب کو نکالا۔ اگر کہا جاوے کہ حوا بھی نفس و احدہ سے پیدا ہونے والی ہیں میں جواب یہ کہ حوا کی خلقت لطف سے نہ تھی اسپواسطے دختر وغیرہ  
 ہونے کے حقوق ہیں سے کوئی جاری نہیں ہو سکتا بخلاف اورون کے کہ یہ دونوں کے لطف سے پیدا ہیں اور آدم و حوا کے ایک وقت کی اولاد کا کما حقہ دوسرا  
 وقت کی اولاد سے روٹھا پس وقت کا تبدل ہنر لہ تبدل رحم کے فرار دیا گیا پھر تاقیاست منسوخ ہو گیا۔ اور بعض نے جو ایدیا کہ قولہ خلق منہا۔ کا  
 عطف فعل مقدر پر ہے تقدیر یون ہو خلقکم من نفس و احدہ الشاہد خلق منہا و جہا لینی پیدا کیا تکو نفس و احدہ سے کہ کو بنایا اور اس سے ہکا جوڑا بنایا  
 اور ان دونوں سے بہت مرد و عورتوں کو چھٹکا یا مترجم کہتا ہے کہ مال و احد ہر فاقہم بعض نے کہا کہ نسا کو کثیرہ کے وصف سے تصریح کرنے میں  
 لطیف اشارہ ہے کہ مردوں کی کثرت بمقتضای حکمت ہے کہ ایک کے واسطے بہت سی عورتیں اسکی خواہشوں عفت تک و ظہن حتی کہ اب بھی چارتک  
 رواہ میں اور ایک مرد کی عورتوں کے پانچ کے کام و حاجات کی اصلاح کر سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر اس صورت میں تو عورتوں کو کثیرہ کہنا چاہیے تھا اور  
 مردوں میں کثرت کی ضرورت نہ تھی اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مرد بھی قلیل نہیں بلکہ کثیر ہیں اور مرد ہی اصل اول ہیں۔ امکان اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے  
**ذُرِّدَ جَوْفَتِي خَالِقًا وَمَالِكًا** **وَالْقَوَائِمُ** **الذی تَسَاءَلُونَ بِهِ**۔ فیما بینکم حیث یقول بعضکم لبعض اسالک بالشد و انشدک بالشد۔ اور **ذُرِّدَ** اللہ تعالیٰ  
 سے جسکے نام کے ساتھ تم باہم سوال کرتے ہو ف یعنی بعض تمہارا بعض سے کہتا ہے کہ اسالک بالشد میں کہتے اللہ تعالیٰ کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تو  
 الیا کر دے اور انشدک بالشد۔ اسی معنی میں کہتے ہو اور انشد لفتح اول و سکون ثانی و ضم شین مجرور ال ہلہ صنیعہ مضارع متکلم معنی یہ ہے

اور مفسر نے ذکر کیا کہ تسار لون در اصل تسار لون تھا تا فوقیہ کو سین میں ادغام کیا تسار لون تبسید میں مہملہ ہو اور یہ جمہور کی قرارت ہے اور عام و حمزہ و کسائی نے تخفیف میں پڑھا پس تار مذکورہ کا حذف ہو اور بعض نسخہ تفسیر میں اللہ کا تکرار دون بار اور یہ بھی صحیح ہے اور اتقوا الکفر حاکم۔ ان لفظوں کا۔ اور بچو اور حاکم سے و ناتوان کو کاٹنے سے یعنی آپس کا ناتا جن حق حقوق کے ساتھ ہو سکو ملانے رکھو ہذا فسر بن عباس و عکرمہ و محاہد حسن و صخاک و ربیع و غیر ہم گو یا ہمیں اشارہ ہے کہ اولیٰ کہ سب سے پہلے کفر کرنے والے اور ایذا دینے والے بنی صلعم کے تم مت ہو پھر اتقوا اور حاکم کے حکم میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نائے کا ایک مرتبہ ہے۔ اور حدیث میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رحم لنگا ہو اور عرش الرحمن عزوجل سے کتنا بڑے جو مجھے ملانے رکھے اللہ تعالیٰ اسکو ملانے اور جو مجھے کاٹے اللہ تعالیٰ اسکو کاٹے رواہ البخاری و مسلم اور قرطبی نے کہا کہ ملت کا اتفاق ہے کہ صلح رحم یعنی نائے کا ملانا واجب ہے اور کائنات حاکم ہے پس احسان سے اور نائے دار محتاج کو نفقہ دینے سے اور کبھی فقط خدمت سے اور کبھی فقط باتوں سے ملانا چاہیے اور حدیث صحیح میں ہے کہ صلح من قلعک۔ جو نائے والا تجھے توڑے تو اس سے بل۔ اور یہ حسن خلق کا بیان ہے۔ پھر امام ابو حنیفہ نے یہ سب سے رجوع صحیح ہونا نہیں نائے والوں کے ساتھ خاص کیا جو ذی رحم محرم ہیں جیسے بھائی نے بہن کو مہبہ کیا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اگرچہ ذوی الارحام عام محرم و غیر محرم دونوں کو شامل ہے۔ پھر حمزہ کی قرارتہ بالجبر ہے چنانچہ مفسر نے کہا وہی قرارتہ بالجبر عطف علی الصمیر فی بدو کائنا شدن بالرحم یعنی حمزہ کی قرارتہ میں والارحام۔ بالجبر ہے بنا بریکہ عطف ہے صمیر پر یعنی بہ وبالارحام اور اہل عرب کا دستور تھا کہ رحم کا واسطہ دیا کرتے تھے اور یہ تقریر اگلے بعض مفسرین کے کلام سے کہ تفسیر میں کہا اور لیسال بعضکم باللہ وبالرحم کیونکہ سطر ملا کر زمانہ جاہلیت کی قسم تھی جو شروع میں مستکر ہے پس اگر یوں تفسیر کی جاوے تو تفسیر کا وہم ہو یعنی ثابت رکھا اور زحمت شری نے اس قرارتہ کو ضعیف کہا و قد توبہ لعیسیٰ و یٰ سبط عطف بر صمیر جو رگر امام شیری نے غیر ہٹے زد کر دیا کہ ضعیف کنا اہل حین کے نزدیک مرد وہی کیونکہ ثبوت اس قرارتہ کا متواتر ہے اور کہا میں ہے کہ شیخ ابو حبان نے کہا کہ صمیر جو رگر عطف کرنا بدو اعادہ جار کے کو فیون دیون و غش و ابو علی نے جائز رکھا اور یہ یوں ہے جو انکار کیا تو ہم انکے مقلد ہیں بلکہ دلیل کے تابع ہیں اور نظم و نثر کلام عرب میں ایسا ثابت ہے اور حنی اسنے نے معاملہ میں کہا کہ قلیل آیا ہے۔

ان الله كان عليكم حقيقيا۔ حافظاً لاعمالکم تجا زیکم بہا ای لم یزل منصفاً بذک۔ رقیب یعنی نگہبان ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کا نگہبان ہے پس تم کو اسکے عوصن جزا دیجگا۔ چونکہ کان زمانہ ماضی کے واسطے تھا پس لازم آتا ہے کہ زمانہ ہی بن نگہبان تھا اب نہیں تو مفسر نے جواب دیا کہ کان اگرچہ دراصل ماضی کے لیے ہے مگر دوام و استمرار کے معنی میں آتا ہے اور معنی یہ ہیں کہ لم یزل منصفاً بذک برابر اس صفت سے منصف ہے اور ایسا ہی تمام صفات ذابہ کا حال ہے جو کان سے مقترن ہوں کذا ذکرہ فی الاتقان و عن ابن ابی عمیر کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس۔ ای ناسی یعنی بھولنے والے اس عمد کے جو تم نے ازل میں قبول کیا تھا کہ ہم عبودیت بجا لاؤ گے جبکہ میرے خطاب و معرفت دینے سے محکوم ہوا تو گئے کیونکہ جب میں نے فرمایا کہ استبرکتم تب تم نے جواب دیا تھا کہ جی یعنی ہاں تو بیشک ہمارا پروردگار ہے۔ اور نیز ای ایسے بندے جو مخلوقات کی چیزیں اپنی نظر سے خوبصورت دیکھ کر اسے مالوس ہو گیا حالانکہ میرا شاہدہ چاہتا ہے خبردار ہو کہ یہ بڑا بڑی ہے کیونکہ یہ تو حادث چیزیں ہیں اور میری طرف کوئی شخص بدون میرے نہیں پہنچ سکتا ہے اور میرے دیدار میں مخلوق پر نظر رکھنا کر ہے۔

قال المترجم امین صریح ہمارے زمانہ کے اہل تصوف کو ممانعت ہے جو خوبصورتوں سے انس پیدا کرتے ہیں اور سکو لو ازم تصوف سے جانتے ہیں و مولوی نے کہا ہے عاشق صنغ خدا با فر بود۔ عاشق مصنوع او کا فر بود۔ اور صنغ خدا صفت فعلی ہے جسکی تفسیر ان فی خلق السموات

دینی اگر تفسیر کے لئے سکو لے کر جائز ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ صلح من قلعک۔ جو نائے والا تجھے توڑے تو اس سے بل۔ اور یہ حسن خلق کا بیان ہے۔ پھر امام ابو حنیفہ نے یہ سب سے رجوع صحیح ہونا نہیں نائے والوں کے ساتھ خاص کیا جو ذی رحم محرم ہیں جیسے بھائی نے بہن کو مہبہ کیا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے اگرچہ ذوی الارحام عام محرم و غیر محرم دونوں کو شامل ہے۔ پھر حمزہ کی قرارتہ بالجبر ہے چنانچہ مفسر نے کہا وہی قرارتہ بالجبر عطف علی الصمیر فی بدو کائنا شدن بالرحم یعنی حمزہ کی قرارتہ میں والارحام۔ بالجبر ہے بنا بریکہ عطف ہے صمیر پر یعنی بہ وبالارحام اور اہل عرب کا دستور تھا کہ رحم کا واسطہ دیا کرتے تھے اور یہ تقریر اگلے بعض مفسرین کے کلام سے کہ تفسیر میں کہا اور لیسال بعضکم باللہ وبالرحم کیونکہ سطر ملا کر زمانہ جاہلیت کی قسم تھی جو شروع میں مستکر ہے پس اگر یوں تفسیر کی جاوے تو تفسیر کا وہم ہو یعنی ثابت رکھا اور زحمت شری نے اس قرارتہ کو ضعیف کہا و قد توبہ لعیسیٰ و یٰ سبط عطف بر صمیر جو رگر امام شیری نے غیر ہٹے زد کر دیا کہ ضعیف کنا اہل حین کے نزدیک مرد وہی کیونکہ ثبوت اس قرارتہ کا متواتر ہے اور کہا میں ہے کہ شیخ ابو حبان نے کہا کہ صمیر جو رگر عطف کرنا بدو اعادہ جار کے کو فیون دیون و غش و ابو علی نے جائز رکھا اور یہ یوں ہے جو انکار کیا تو ہم انکے مقلد ہیں بلکہ دلیل کے تابع ہیں اور نظم و نثر کلام عرب میں ایسا ثابت ہے اور حنی اسنے نے معاملہ میں کہا کہ قلیل آیا ہے۔

۸

والارض الآیین او پگنڈری ہو قند کر اور نیز ایسے نفس کو بھولنے والے بندے تیر نفس تو مخلوق ہے کہ مجھ سے گاہ نہیں ہے خبر ہے پھر ذرا نہیں  
 کہ تو نے میری معرفت کا دعویٰ کیا حالانکہ میری معرفت کسی حادث سے نہیں بلکہ قدیم سے ہے اور نیز یہ خطاب اولاد آدم کو ہے یعنی ایسے لوگو  
 جنہوں نے اپنے کو یانی و مٹی سے بنے ہوئے کی طرف منسوب کر رکھا یعنی آدم کی طرف اگر تم اپنے آپ کو پہچانتے تو مخلوق کی طرف مشغول ہوتے  
 کیونکہ میں نے تم کو تمام مخلوقات میں سے اپنے شاہدہ و خطاب کے لیے برگزیدہ کیا۔ تم نے میرا کلام نہیں سنا و لقد کرنا ہی آدم یہ خطاب  
 ان لوگوں کو عتاب ہے جو درگاہ سے دور پڑے ہیں۔ تو نہیں دیکھتا کہ جب کوئی بڑے مرتبہ والا اپنے خادم پر غصہ ہوتا ہے تو اس کا نام نہیں لیتا  
 ہے بلکہ کہتا ہے کہ او آدمی اور یہ نہیں کہتا کہ او زید یا ایہ خالد اور اشارہ اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امر معرفت اپنے بندوں کو بچھوڑا کیونکہ  
 اسکے سوا وہ غیر مشغول ہو رہے ہیں گویا ان کو اس خطاب کی زجر سے انکی غفلت سے متنبہ فرمایا یعنی امر معرفت کے ٹوڑنے والے تم مجھے  
 شرتے نہیں ہو غیر سے مشغول ہو میرے غضب و عتاب سے ڈرو۔ اور بعض نے یا ایہا الناس کے اشارت میں کہا ایہ نادانی و فراموشی کی اولاد  
 اور ابن عطاء نے کہا یعنی ان لوگوں میں سے ہو جو آدمی ہیں اور آدمی وہ ہیں جنکو اسی سے الفت اور اسکے ماسوا سے وحشت ہے۔ اور  
 جعفر نے فرمایا کہ ان آدمیوں میں سے ہو جو واقعی آدمی ہیں۔ اور اس پاک پروردگار سے غافل مت ہو تب نہ بچو اور یا کہ تم وہ آدمی  
 ہو جس کی خلقت دست قدرت سے مخصوص ہے کہ اسکی ہمت لپٹ ہو بلکہ بلند درجہ پر چڑھے اور انتہا کی حق عزوجل ہو تم الی ربک  
 الملتقی۔ اور بلندی ہمت اس کی معرفت الہام سے ہے جو اسکے ساتھ مخصوص ہے اور بعض نے فرمایا کہ یا ایہا الناس خطاب عوام ہے اور  
 یا عبادی خطاب خاص ہے پھر خاص النخاص کا خطاب یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول ہے تو قولہ انما یخبرکم اللہ تعالیٰ فی ذلک سے انکو تحذیر دلائی۔  
 اس میں اشارہ ہے کہ اسکی طرف جانے میں جسکا سر باطنی کچھ جھکا وہ اسکی عزت پاک سے محروم ہو امانت قولہ ویخبرکم اللہ نفسہ اور بعض نے فرمایا کہ  
 مخالقات کو ترک کرے۔ اور بعض نے کہا اجتناب از ہر ماسوی حق عزوجل تقویٰ ہے و اسطیٰ نے کہا تقویٰ چار وجہ ہے ہر ماسوی کو تقویٰ شکر  
 خواہس کو تقویٰ مسمی۔ اولیا خاص کو تقویٰ اول بافعال انبیا کو تقویٰ از او تعالیٰ باو تعالیٰ قولہ تعالیٰ الذی خلقکم نفس احدہ اللہ تعالیٰ نے  
 رمز سے آیت میں اپنے حکم و مشیت وغیرہ افعال صفات قدیم کو ذکر فرمایا کیونکہ او تعالیٰ نے جب پیدائش مخلوق کو چاہا تاکہ اہمیت کا اس کو  
 عارف کرے اور چاہا کہ محبت ازلیہ کے انوار قلوب و ارواح میں رکھے تو ذات سے صفات پر اور صفات سے افعال پر تجلی کی اور ایک چیز یعنی ہر  
 میں علم و حکمت و قدرت کو جمع کیا پس ارادہ متعین ہاں ہوا پھر امر میں بجا ب و وزن قدم سے عدم کی طرف نظر کی پس ایک جو ہر سبب ظاہر ہوا  
 حسین جسم و ارواح و جوہر و اعراس سب مجموع تھے پھر اس پر ہمت و عظمت و موجودگی نظر فرمائی پس اس سے عرش سے تخت اشری تک جو چیزیں اسکے  
 خواہیم افعال میں جس صورت و نقش سے اسکے سابق علم میں تھیں موجود ہوئیں۔ اور یہ بعد جس سے سب چیزیں موجود ہوئیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ  
 و سلم علیہ بین پھر ارواح و شایح و انوار و اسرار کو قبضہ عزت میں جمع کیا اور طہنیت آدم کو چائیں روز میں صبح ازل سے خیر فرمایا یا تا تک  
 کہ اسکو اپنے خلق و روح سے پیدا کیا چنانچہ فرمایا خلقت بیدی اور نفخت فیہ من روحی پس دست قدرت ازل سے فیض سے اس میں قدس  
 قدیم ہمہ سار و صفات و افعال ظاہر ہو پس اسکو بصورت ملکہ راستہ کیا پھر اس سے اولین آخرین جو عمل اسرار قدیم میں شانوں کی کلنا شروع ہوئے  
 اور یہی صورت عین الجمع ہر جس سے حق عزوجل نے اوصاف قدیم کو ظاہر فرمایا ہے تو نہیں دیکھتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشابہات میں کیوں کر فرمایا کہ ان اللہ  
 خلق آدم علی صورتہ قولہ و خلق منہ از و جہا و بت منہا رجلا کثیرا و نسا را پہلے تو قولہ خلقکم نفس احدہ کے مقام عین الجمع سے خبر دی پھر اس  
 قول سے مقام تفرقہ کی خبر دی۔ اور جن چیزوں کی طرف میں نے اشارہ کیا اس میں سے بعض کو ہذا الا ساندہ سے تمکین عربوں عثمان کی ہر نے

کہ علامت ہر چیز ہے اور اس علم ۱۱

بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا کیا اور اس کو اطراف و اکناف و ابتدا و انتہا و اول و آخر و فضل اعلیٰ سے منظم و احاطہ کیا اور ایسا کیا کہ اس میں خلل و تفاوت کچھ نہیں اس کو اپنی تدبیر سے محکم کر دیا اور اپنی حد تقدیر پر مقدر کیا اگرچہ اسکے اجزا و لمحات تفرقہ حساب و ہیات و تقطیع و تصویر کے اور لمحات تفرقہ لماکن کے مختلف ہیں اور جملہ مصالح سے رہت کی پاس مرود و مجرد تقدیر و اول و انتہا و فضل اعلیٰ سے قدرت کا اظہار کیا پھر اسکی اولاد کو بھیلایا جنہیں قدرت و مشیت کی تدبیریں پھیلی ہیں اساتذہ نے فرمایا فانقوالا ارحام ان تقطعوا اپنی پرہیز کردار ارحام سے اور قطع ارحام سے سو جسے رحم قطع کیا وہ خود قطع ہوا اور جسے ملایا وہ ملایا گیا شیخ نے لکھا اور جب بندہ ابتدا میں اللہ تعالیٰ کی یاد اور نگاہ بانی پر نظر رکھتا ہے تو انتہا میں اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت خود فرماتا ہے قال المبرحم معنی یہ ہیں کہ ابتدا و حال میں بندہ تکلف سے ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی یاد رکھتا ہے پھر جب وہ خودی سے خارج اور فناء ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو حفظ قدرت میں محفوظ فرماتا ہے کہ اس سے کوئی حرکت خلاف شرع و راہ مستقیم صادر نہیں ہوتی ہر فافہم و اللہ تعالیٰ علم شیخ نے یہ دلیل پیش کی کہ دیکھو حضرت صلعم نے ابن عباس کو فرمایا یا غلام احفظ اللہ بحفظک۔ یعنی اس طرف سے تو اللہ تعالیٰ کو حفظ دیا در کھو اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرماوے گا (گمانی و تہ النجاری) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفظ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کو گناہ و خطا سے محفوظ رکھے اور اسکے واسطے نعم الوکیل ہو جاوے یعنی اسکے نفس کے حوالہ نہ کرے اقول قد قال تعالیٰ ولا تکنوا کالذین نسوا اللہ آیتہ۔ اس عطا کرنے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ یعنی جو کچھ تو اپنے سر باطنی میں پوشیدہ کرے اور جو خطرات پوشیدہ رکھے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے پس تو ہوشیاری سے

نگاہ رکھ اس ذات پاک کو جو تجھ پر قریب ہے  
**وَأْتُوا الْيَتْمَىٰ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَكْبُدُوا عَنْهَا بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ**

اور یتیموں کو انکے مال اور بت بدل لو گندے کو تمہارے سے اور مت کھاؤ اچھے مالوں کو  
**إِلَىٰ أَمْوَالِكُمْ طِرَانَهُ كَانَ حُوبًا كَبِيرًا وَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تُقْسِطُوا فِي الْيَتْمَىٰ فَاَنْكَحُوا**

اپنے مالوں کے ساتھ یہ بڑا وبال ہے اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرو گے یتیموں کے حق میں تو نکاح میں لاؤ  
**مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثَلَاثَ وَرُبَاعَ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا تَعْدِلُوا**

جو تم کو خوش آویں عورتوں میں سے دو دو اور تین تین اور چار چار بھرا کر ڈرو کہ برابری نہ رکھو گے  
**فَوَاحِدَةً أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ط ذَلِكَ أَحْسَنُ لَكُمْ لَوْ كُنْتُمْ عَادِلِينَ وَالنِّسَاءُ**

تو ایک ہے یا جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں ملتی بات ہو کہ جوڑ نہ کرو اور دو دو عورتوں کو  
**صَدَقْتِهِنَّ نِحْلَةً ط فَإِنْ طَبِنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هِنًا مَسْرُورِينَ**

انکے سہر خوشی سے پھر اگر وہ چھوڑیں تم کو ہر میں سے کچھ دل خوشی سے تو اس کو کھاؤ رجحاً بجا  
**وَنَزَلَ فِي يُتِيمٍ ط بِنِهَا لَمْ يَنْعَمَ بِهٖ كَلَامًا يَتِيمٍ كَيْ حَقِّ مِنْ اِتْرَاجِنِ اِنْبِ دَلِي سِ اِنْبَا مَالِ مَا كَانَتْ اِنْبَا سِنِ دِينِ سِ اِنْبَا كِبَا اِنْبَا اِنْبَا**

معی اللہ نے معاملہ میں ذکر کیا کہ ایک مرد غطفان کے پاس اسکے یتیم بھتیجے کا مال کثیر تھا اسے بعد بلوغ کے طلب کیا اور چنانچہ دینے سے انکار کیا پھر دونوں نے بنی صلعم سے مزاحم کیا تب یہ آیت اتری پس مرد مذکور نے اطاعت اللہ تعالیٰ و رسول صلعم قبول کی اور جو کچھ لیتے

نگاہ کبیر سے بناہ مانگی اور سب مال اپنے بھتیجے کو دیدیا اس نے لے کر سب خیرات کر دیا۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تو اب کوراہو اور گناہ رہا

Marfat.com

پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس نوجوان کو ثواب ملا اور اسکے باپ پر گناہ باقی رہا۔ **وَالْوَالِيَّتِي**۔ الصغار الاولیٰ بلا الیم۔ یعنی یتیمی جمع یتیم کی یعنی صغیر بچہ جنکے باپ نہ ہو۔ اور اول اسم موصول جمع مذکوروزن علی اور اب لیم اسکا صلہ ہے اور صحیح ہوا کہ بعد پندرہ برس کے یتیم نہیں پس اس سن تک بے باپ کے لڑکی لڑکا یتیم کہلاتا ہے۔ **أَمْوَالَهُمْ**۔ اذابلغوا۔ اور دیدیو یتیموں کو انکے مال جبکے بالغ ہوں یہ خطاب یتیم کے ولی و وصی کو ہے اور دینے کے وقت وہ بالغ ہو چکا لیکن پہلے یتیم تھا تو اب اس پر یتیم کا اطلاق باعتبار سابق ہر مابنا بر اصل لغت ہے کیونکہ دینے کے وقت وہ شرعاً یتیم نہیں ہے۔ اور مفسر نے اذابلغوا کی قید سے یتیمی کو حقیقی معنی پر رکھا یعنی عام طور پر حکم دیا گیا کہ جو یتیم ہو اسکو اسکا مال دیدنیا جب وہ بالغ ہو لیکن حذت قید لازم آوے گا لہذا مترجم نے موافق دیگر مفسرین کے تقریباً پھر شافیہ وغیرہ کے نزدیک بیان ایک قید دیگر معتبر ہے یعنی رشد ظاہر ہونا کما قال تعالیٰ فان استم منہم رشدا فادفوا الیہم اموالہم الایہ۔ کذا قبل۔ **وَالَّذِينَ تَلَذَّتْ لَوَالِجِهِمْ**۔ الاحرام۔ خبیث سے مراد حرام ہے۔ **بِالطَّيِّبِ**۔ الحلال۔ ای لا تاخذوہ بدلہ کما تفعلون من اخذ الخبیث من مال الیتیم جعل الردی من مالکم مکاد۔ طیب سے مراد حلال ہے اور معنی یہ کہ امت لو حرام کو بدلے حلال کے ف جیسے تم کہتے ہو کہ مال یتیم میں سے کھرے درم یا موٹی بکری لے لیتے ہو اور کھوٹے درم یا ڈبلی بکری اسکی جگہ دینے ہو کما روی عن سعید بن مسیب الزہری و النخعی والضحاک والسدی اور مفسر نے مثال سے اشارہ کیا کہ حلال کے بدلے حرام لینا مطلقاً منع ہے جیسا کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ لوگون کے مال سے حرام کو مست بدلوانے حلال مال سے۔ اور ابو صالح نے کہا کہ رزق حرام پر جلدی مت کر یہاں تک کہ تیرے پاس رزق حلال آوے جو تیرے واسطے مقدر ہے مترجم کہتا ہے کہ ہمیں سے کہا گیا کہ جو اعلان سے سو دکھاتا ہے حالانکہ اسکے ذریعہ میں حرام ہے یا نذ اسکے کمانی اسکی حرام ہے جیسے کسبیاں و کاہن و مال غیر انکے مال سے معاوضہ کرنا مکروہ مخرئ ہے و اللہ اعلم۔ **وَالَّذِينَ كَلَّوْا الْاَمْوَالَہُمْ فَمَضَمُوہَا**۔ اللہ اعلم کہ بعض نے کہا کہ لے مجھے مع ہر ای مع اموالکم اور معنی یہ کہ وہ انکے اموال کو ملا کر اپنے مالوں میں مت کھاؤ، اگر کہا جاوے کہ مال یتیم کھانے کی ممانعت اسطرح نکلی کر اپنے مال سے ملا کر مت کھاؤ پس بدون ملائے کچھ کھانا جائز رہتا تو جواب یہ ہے کہ حنفیہ رحمہ اللہ پر وارد ہے نہیں ہوتا اس کے یہ مفہوم مخالف ہے جسکے وہ قال نہیں ہیں اور حق یہ ہے کہ شافیہ پر بھی وارد نہیں ہے اور جو سے کہ شرط مفہوم مخالف پائی نہیں جاتی کیونکہ بیان وہ شائع ہوتا ہے۔ **انہ۔ ای کھانا۔ اسطرح یتیم کے مال کھانا۔ کَانَ حُوبًا کَلِیْمًا۔ ذَبَابًا عَطِیْمًا۔ گناہ کبیرہ خوف اسی سے کہا گیا کہ سبھا گناہ کبار کے یتیم کا مال مانحن کھانا۔ ولما نزلت تحریر جو میں ولایۃ الیتیمی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگون کو یتیموں کے ولی بننے میں علی حرج لاحق ہوا تب وہ آیت اتری جو سورہ بقرہ میں گذری ہے ای قولہ وان تخالطوہم فاحوا انکم الایہ۔ مگر بیان اللہ تعالیٰ نے انکے عذر حرج پر گرفت فرمائی کہ کثیر عورتوں سے نکاح کر کے تم پر حرج لاحق نہیں ہوتا ہے چنانچہ مفسر نے ذکر کیا وہاں فیہم من تحتہ العشر اذ اثنان من الازواج والاعوان نہیں قرئت۔ **وَ اِنْ خَفْتُمْ اَنْ لَا تَقْسَطُوْا**۔ تعری لو اب فی الیتیمی۔ فخر جہم من امر ہم فحوا فیہا لایضا الاتعری لو اب فی النساء اذ انکحتموہن۔ یعنی حال یہ تھا کہ یتیموں کے اولیا میں سے کوئی کوئی ایسا شخص بھی تھا جسکی تحت میں اس یا امٹھ جو ردین مقیمین اور نہیں عدل نہیں کرتا یعنی اونکے روز کی باری سب میں برابر نہیں رکھتا یا نان نفقہ وغیرہ سب چیزوں میں بباری نہیں رکھتا تھا تب نازل ہوا حکم فان خفتم ما آخذ (المعنی) اگر تم نے خوف کیا کہ عدل نہ کر سکو گے یتیموں کے بارہ میں (چنانچہ تم نے انکے بارہ میں عذر حرج ظاہر کیا) تو اس میں بھی خوف نہ کرو کہ عورتوں میں عدل نہ کر سکو گے (جب تم انکو نکاح میں لاؤ) ف اور مراد خوف سے اصل تحقیق کے نزدیک گمان غالب ہے پس اگر کسی شخص کو غالب گمان ہو کہ عورتوں سے شرعی اعتدال کا برتاؤ نہ کر سکیگا تو اسکو چاہیے کہ نکاح نہ کرے اور علمائے نے کہا کہ ہمیں چند عورتوں کی شرط نہیں ہے**

Marfat.com



بلکہ ایک عورت سے بھی عدل نہ کر سکے تو نکاح کرنا مکروہ ہے بلکہ جو از بلکہ سنت اسی حد تک ہو کہ عدل کرنا ہو تو یقین ہو لہذا فرمایا۔ **فَاَلْجُوا**  
**تَزْوِجًا**۔ مگر معنی من اور عرب کے لوگ ماومن کو ایک دوسرے کی جگہ لاتے ہیں وقال تعالیٰ و اسما و ما بنا ہا۔ اور فرمایا **فَمِنْ مَن مِّنْ نَّسَائِ**  
**عَلِي لِبَطْنِ**۔ یعنی جیسے سانپ وغیرہ پس اسپرمن کا اطلاق کیا۔ **طَابَ لَكُمْ مَثَلُ النِّسَاءِ مِثْلِي وَ ثَلَاثُ وَ رُبَاعٌ**۔ ای  
 اثنین اثنین و ثلثا ثلثا و اربعا اربعا۔ و لا تزیدوا علی ذلک پس نکاح میں لاؤ عورتیں یعنی ایک سے زیادہ کی صورت میں ہر قدر نکاح  
 میں لاؤ کہ وہ تمہارے واسطے خوشگوار ہوں دو دو اور تین تین اور چار چار اور ایک عورت کا نکاح نہیں مشروع و معلوم تھا صرف نساء میں ہی  
 کے ساتھ عدل کرنے میں حرج کا شہد تھا تو اسکا حکم بیان کر دیا پس اس مقدار سے زائد نہ کرو۔ **قَالَ الْمُرْجَمُ** حسب مفسر نے بیان  
 ذکر فرمایا ایسا بعض دیگر مفسرین نے بھی ذکر کیا اور حاصل کلام آنکہ ایسی بیٹیوں کے ولی و وصی تکو حکم دیا جاتا ہے کہ جب یتیم بالغ ہو جاوے تو انکو نکاح مال  
 تھا پورا دیدو اور جو متعے تجارت وغیرہ سے ہکو بڑھا یا یا جاوے تو ان کے بچہ وغیرہ ہو کر بڑھا جو سب دیدو اور یتیم کرنا کہ انہیں سے کھرا و عمدہ کر  
 بجائے اسکے خراب و کھوٹا اپنا مال ملا دو کہ یہ حرام کھانا ہوگا۔ (اسوقت دو کہ اثنین صلاحیت اور نیک چلنی دیکھ لو) اور گواہ کر لو اور جب تک یتیم  
 میں تب تک انکے مال اپنے ساتھ ملا کر مت کھاؤ کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے پھر اگر تم کو اس معاملہ میں اجتیا ط و عدل کرنا گران ہو اور حرج دیکھتے ہو اور  
 خوف ہو کہ انصاف نہ ہو سکیگا تو آٹھ دس عورتیں رکھنے میں بھی انصاف نہ ہو سکیگا خون کرو پس چاہیے کہ ہر ایک مرد دو عورتیں یا اگر زیادہ چاہے  
 تو تین تین یا اگر اس سے بھی زیادہ چاہے تو چار نکاح میں لاوے اور اس سے زیادہ مت بڑھاؤ۔ **قَالَ الْمُرْجَمُ** اور اکثر مفسرین نے قول ان  
**خَفِمْ اِنْ لَّا قِسْطًا فِی النِّسَامِ** کو ان لڑکیوں یتیم کے بارہ میں کہا جسے وہی شخص نکاح بھی چاہتا ہو جسکی پرورش میں ہیں مثلاً زید کا چچا مر گیا  
 اور ایک لڑکی چھوڑی جو زید کی پرورش میں صرف اس طرح ہو کہ یہ اسکا ولی ہو یہ اس سے نکاح چاہتا ہو پس کم ہر پر نکاح میں لائے تھے  
 اور اس طرح اسکا مال بھی مل جاتا تو اللہ عزوجل نے اسکو عیب میں شمار فرما کر حکم دیا کہ **وَ اَتَا النِّسَامِ اِمْوَالَہِمْ** یعنی اگر ولی و وصی کو کبیرہ فرض  
 ہے کہ یتیم جب بالغ ہوں تو انکا مال سب انکو دیدو اور جب تک یتیم ہیں انکے مال سے تجارت کر کے انکے لیے بڑھاؤ تاکہ خرچہ میں حاکمانہ ہو اور  
 ہرگز اپنے مال میں ملا کر بھی نکاح نہ کھاؤ یعنی یہ قصدیت کرو چنانچہ سورہ بقرہ کی آیت میں اپنے میل میں رکھنے کی اجازت مذکور ہو چکی ہے پس  
 مراد یہی کہ مال تنہا تو کیا ذکر ہو ملا کر کھانے کا قصدیت کرو کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور نہ انکے مال سے اچھا کھرا لیکر خراب بڑا دخل کر دو کہ یہ حرام  
 ہے اور یتیم سے نکاح کر لینے میں تو مضائقہ نہیں لیکن پورے انصاف سے اور اگر تم کو خوف ہو کہ یتیم سے نکاح کر لینے میں عدل نہ ہو سکے  
 تو اسکے سواے اور بہت عورتیں ہیں انہیں سے تکو چار تک مباح ہیں مگر جم کہتا ہے کہ یہ ارتباط جید ہے اور بخاری نے حضرت عائشہ سے  
 روایت کی کہ ایک مرد کی ولایت میں ایک یتیمہ عورت تھی پس اس سے نکاح کیا اور اس عورت کا ایک باع خرمانہایت عمدہ تھا اسکی طرف سے  
 یہی مرد اسکی پرداخت کرتا تھا اور خود اسکا نکاح تھا پس اسکے حق میں نازل ہوا **قَالَ تَعَالٰی وَ اِنْ خَفِمْ اِنْ لَّا قِسْطًا**۔ اور عذرہ بن الزبیر کہتے  
 ہیں کہ مجھے خیال آتا ہے کہ میری خالہ حضرت عائشہ نے یوں کہا تھا کہ یہ عورت اس مرد کے ہر باع و مال میں شریک تھی صحیح ابن کثیر نے  
 کہا کہ امام بخاری نے عروہ بن الزبیر سے روایت کی کہ میں نے عائشہ سے قول تعالیٰ **وَ اِنْ خَفِمْ اِنْ لَّا قِسْطًا فِی النِّسَامِ** کی تفسیر پوچھی تو  
 فرمایا کہ ایسی یتیمہ عورت کے حق میں ہو جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اسکے ساتھ مال میں شریک ہو اور  
 اپنے مال و جمال کی وجہ سے اسکو خوش آتی ہو چاہتا ہو کہ اس سے نکاح کرے بدون اسکے کہ ہکو اور کا پورا ہر جو کوئی غیر مرد تیا ہو وہ  
 دیوے پس اللہ عزوجل نے ولی مردوں کو منع فرمایا کہ ایسی یتیمہ عورتوں سے اس طرح نکاح کریں بلکہ اگر چاہیں تو اسکا پورا ہر علی دیکر نکاح نہ کریں

پس حکم دیا گیا کہ اگر ایسا نہ کر سکیں تو ان عورتوں کے سواے اور عورتیں بہت ہیں جو خوش آویں اُنسے نکاح کر لیں پھر حضرت عائشہؓ نے کہا کہ میں بیت کے بعد لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہفتنا طلب کیا تب نازل ہوا تو اللہ تعالیٰ ویستفتونک فی النساء الایہ۔ اور عائشہؓ نے فرمایا کہ دوسری آیت میں اللہ عزوجل نے فرمایا۔ و تزوجون ان تکونن الایہ۔ یعنی کوئی تم میں سے اپنی پردہ کی پٹی عورت سے بے رغبت ہونا ہو جبکہ اسکا مال و جمال کم ہو پس منع فرمایا کہ جب وہ مال و جمال الی ہوتی ہے اس سے نکاح نہ کریں مگر اس طور سے کہ اسکا مال پورا نہیں بچتا اسکے کہ جب کم مال و جمال الی ہوتی ہے تب تو اس سے بے رغبتی کرتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ خلط و خبط اقوال پریشان طویل چھوڑ کر مترجم نے اس تفسیر حیدر علی قومی پر اقتصار کیا۔ اب بیان یہ بیان باقی رہا کہ اس آیت کریمہ میں چارہی عورتوں پر حکم کرنا ثابت ہوا اور شیخ مفسر نے کچھ بیان نہ فرمایا پس واضح ہو کہ ثلث و رباع۔ الفاظ معدولہ میں اور کو فیون و ابوا من کے نزدیک نہیں قیاس جاری ہو سکتا ہے اور اس میں یہ کہ ان میں قیاس کو دخل نہیں بلکہ جہا تک سے گئے ہیں انہیں پر مقصور ہے اور یہی بصرین کا قول ہے پھر سورع گیارہ لفظ ہیں۔ اجاد۔ موصہ۔ ثنار۔ مثنی۔ ثلث۔ ثلث۔ رباع۔ مربع۔ خمس۔ عشار۔ معشر۔ اور سوائے انکے خمس و غیرہ کوئی سورع نہیں ہیں اور مجبوراً جو میں کے نزدیک غیر منصرف آتے ہیں۔ پس مثنی و ثلث و رباع کے معنی دو دو۔ اور تین تین اور چار چار ہیں قال البصیراویؒ اس تکرار یعنی دو دو وغیرہ فرمانے میں ہر ایسے نکاح کرنے والے کو جو جمع کرنا چاہتا ہو یہ اجازت ہے کہ عدد مذکور میں سے جو چاہے لے خواہ سب امت والے باتفاق دو ہی دو یا اختلاف کوئی دو اور کوئی تین اور کوئی چار نکاح میں لاوے جیسے کوئی کہے کہ اس توڑے کے دو کو دو دو یا تین تین یا چار چار تقسیم کر لو پس تکرار میں تفریق و توزیع کلی اور اگر تکرار نہ ہو بلکہ مفرد تین و ثلث و اربع ہوتے تو خلاف مقصد ہے یعنی پیدا ہونے کا ان عدد کو جمع کر لو جو نو ہوتے ہیں اور اس واسطے لفظ واحد سے فرمایا تاکہ یہ اختیار رہے کہ کوئی دو نکاح میں لاوے اور کوئی تین اور کوئی چار تک اور اگر لفظ او ہوتا تو یہ بات ممتنع ہو جاتی اس واسطے کہ وہ تو دو میں سے ایک ہی کے واسطے ہوتا ہے پس تمام ہت جنکو خطاب ہے سب کے سب یا تو اتفاق کر کے دو لیتے یا تین یا چار کیونکہ ان سب میں سے ایک ہی لے سکتے تھے قال المترجم بیان ایک قدر دیگر ضروری ہے وہ یہ کہ اہل بیان جو شرع پر مامور و مکلف ہیں وہ تمام مخلوق میں سے جس چیز میں تصرف کرنے کے لیے حکم دیا گیا ہے اس میں شرع کی اجازت تک مختار ہیں اگرچہ غیر مامورین انکو اصلی اجازت حاصل ہو پس عورتوں میں نکاح سے تصرف کی اجازت میں حکم ہوا پس یا وہ رو انہوگی جیسے مال کا مالک کہے کہ تم لوگ اس توڑے کو دو دو یا تین تین یا چار چار کے اکیبار لے لو تو اسی حکم پر مقصور ہو گا کہ انہیں سے انتہائے درجہ چار چار کے لیں اور باقی چھوڑینگے یہ نہیں ہو سکتا کہ دس دس کر کے تمام مال ختم کر دیں۔ اور بعض اہل تفسیر نے عترت میں کیا یہ حکم جب سلم ہے کہ مال میں ہو مثلاً اس توڑے میں سے یا ان ہزار درم میں سے تو یہی حکم ہے اور اگر مطلقاً ہو مثلاً کہا کہ درم کو باہم بانٹو یعنی جو کچھ کہا تو یہ یعنی نہیں ہوتے ہیں اور آیت کریمہ اسی قبیل سے ہے از قبیل اول تین ہے اور مترجم کہتا ہے کہ دو دو سے خطا ہے اول تین متضمن ہے تمام مال تقسیم کر لینا بمعنی قرار دیا حالانکہ میں نے اوپر لکھا کہ یہ مقصد نہیں ہے بلکہ غرض یہ کہ دو یا تین یا چار نہیں سے کسی تعداد پر اکیبار لے لو اور باقی چھوڑ دو پس اس میں عترت کو دخل نہیں اور دوم اس آیت میں عورتیں مانند مردوں کے ہیں کہ ہر ایک متعین نہیں علاوہ برہن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب معلوم نہیں پھر مترجم کہتا ہے کہ بعض اہل تفسیر نے دوسری آیت سے معارضہ کیا کہ قول توالے جاعل الملکانکہ رسلاً اولیٰ جنہ مثنی و ثلث و رباع میں بالاتفاق قائل ہو کہ فرشتوں کے بارے میں چارہی نہیں ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ بھی میری تقریر ہے اور نہیں ہوتا کیونکہ بیان فقط اخبار ہے اور انسا نہیں یعنی آیت میں تو تصرف مباح کا بیان ہے کہ یہاں تک تصرف رہا ہے اور اس میں خبر دی کہ فرشتے ایسے پیدا کیے پھر کہاں یہ دیکھا ہے

باجملہ حاصل یہ کہ خطاب جمیع امت کو ہو اور تمام عورتیں انکے لیے محل تصرف طرح قرار دی گئیں کہ جو عورتیں جس مرد پر مباح ہیں انہیں سے تصرف کھج کے واسطے در صورتیکہ جمع کا ارادہ کرے اجازت ہو کہ دو دو جمع کرے یا تین تین یا چار چار اور اس سے زیادہ کی اجازت ثابت نہیں ہوئی اور آخر میں جو فرمایا۔ فان ختم ان لا تلذوا فواحدة۔ تو یہ اس صورت میں کہ جمع کا ارادہ نہ ہو پس نکرہ تینویح و تو زلیح ایک صورت میں ہے اور واحدہ دوسری صورت میں ہے پس جو بعض نے زعم کیا کہ خطاب جمع بمنزلہ خطاب واحد ہے بلکہ آخر آیت تو پہلی ہی جہالت پر مبنی ہے جس میں نے اول متنبہ کیا اور ایسے شخص سے عجب نہیں جو اس امر کا قائل ہو کہ چار سے زیادہ تو تک سے نکاح کرنا مباح ثابت ہوتا ہے اور اگر خوف طوالت نہ تو ماحکی بیان گنجائش نہیں ہے تو میں مفصل نقل کر کے آداب بحث سے جواب دیتا کیونکہ خرق اجماع بظاہر مفسدہ ہے اللہ تعالیٰ اپنی راہ ستقیم کی ہر بہت پر رکھے اور سنت نبی صلعم پر قائم رکھے اور واضح رہے کہ چار سے زیادہ نکاح میں ایک وقت جمع کرنا حقیقتہً یا کلاً جائز نہیں ہے اور اہل ایمان کسی مفسدہ کے شبہ میں نہ پڑیں جیسے بعض فرقہ شیعہ قائل ہیں کیونکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ مباح نہیں جیسا کہ بیان ہوا اور محی السنہ نے معالم میں کہا کہ اسپر اجماع ہے کہ امت میں سے کسی فرد کو روہنہن کہ چار سے زیادہ ایک وقت میں نکاح سے جمع کرے اور زیادہ کا جمع کرنا فقط نبی صلعم کے واسطے مخصوص تھا اس میں آپ کے ساتھ امت میں سے کسی فرد بشر کو شراکت نہیں ہے اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ چار ہی عورتوں پر مقصور ہونا اس آیت سے ثابت ہے جیسا کہ ابن عباس و جمہور علمائے فرمایا ہے کیونکہ یہ مقام تو مقام امتنان و ایاحت ہے اگر چار سے زیادہ جمع کرنا جائز ہوتا تو ضرور بیان فرما دیا جاتا اور امام شافعی نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلعم جو اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں ہر دلالت کرتی ہے کہ سوائے رسول اللہ صلعم کے اور کسی کو چار سے زیادہ جمع کرنا روہنہن ہے اور یہ جو امام شافعی نے فرمایا اسپر قول ہے کہ اسپر تمام علمائے سلف و خلف نے اجماع کیا ہے مترجم کتاب اللہ تعالیٰ اور اجماع امت سے تو ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ جمع کرنا مباح نہیں ہے اب احادیث سننا چاہیے۔ قیس بن الحارث کی محنت میں آٹھ عورتیں تھیں پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو چار رکھ لے اور چار چھوڑ دے پس تیس نے جن عورتوں سے انکی اولاد نہ ہوئی تھی کنا شروع کیا کما فی فلانہ تو شیعہ پھر جا اور جس سے اولاد ہوئی تھی کما فی فلانہ تو ادھر آگے ذکرہ فی المعالم۔ اور ابن ماجہ و بخاری نے قیس بن الحارث سے روایت کی کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت تین آٹھ عورتیں تھیں۔ میں نے نبی صلعم کے پاس حاضر ہو کر آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ چار چھانٹ لے اور باقی سب کی راہ چھوڑ دے میں نے ایسا ہی کیا و رواہ ابو داؤد الاضاحیح ابن کثیر نے ذکر کیا کہ امام احمد نے مسند میں کہا کہ۔ حدثنا اسمعیل و محمد بن جعفر قال حدثنا معمر بن الزہری۔ قال ابن جعفر فہ حدیثہ ابنا ابو شہاب عن سالم بن ابیہ ربنی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہ غیلان بن سلمہ الثقفی مسلمان ہوا اور اسکے تحت تین دس عورتیں تھیں پس نبی صلعم نے اس سے کہا کہ انہیں سے چار کو پسند کر لے پھر جب حضرت عمر کی خلافت کا زمانہ ہوا تو اس نے اپنی ان چار عورتوں کو بھی طلاق دیکر اپنا تمام مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کر دیا پس عمر کو یہ خبر ہوئی آپ نے فرمایا کہ میرا گمان ہے کہ شیطان جن باتوں کو چوری سے کان لگا کر سن آتا ہے وہ تیرے مرنے کی خبر سن آیا اور تیرے دل میں ڈال دیا اور شاید تو زینہ نہ سیرگا مگر چھوڑے دنوں اور قسم ہے اللہ تعالیٰ کی کہ باتو اپنی عورتوں سے رجعت کر اور ہنا مال بھی ہے اس کو وہ نہ بین تو ان عورتوں کو تجسے ضرور میراث دلاؤنگا اور ضرور حکم کرونگا کہ تیری قبر کو سنگسار کیا جاوے جیسے قبر ابو رغال کی سنگسار کی گئی۔ شیخ ابن کثیر نے کہا کہ اس آیت کے راوی سب ثقہ ہیں اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہے اور اس آیت کو تا قول چار کو پسند کر لے۔ امام شافعی و نیرمزی و ابن ماجہ و قرطبی و بیہقی و ابن ابی شیبہ وغیرہم نے روایت کیا ہے و قد رواہ عبد الرزاق عن معمر بن الزہری مرسلًا و کذا مالک عن الزہری مرسلًا و شیخ ابن کثیر نے کہا کہ روایت

من طرق عن اسمعيل بن عليہ وغندرويزير بن زريع وسعيد بن ابی عروبة وسفيان الثوري عيسى بن يونس عبد الرحمن بن مخلد واصل بن موسى وغيرهم  
 من الحفاظ الثقات وقد تولى معز بن ابي نعيم والزهري البصافي رواية البيهقي من طريق النسائي بسند ابن محرز عن يونس بن مافع وسالم بن ابن عمر بن كذا رواه  
 النسائي وقال ابو علي بن اسكن بقزو به سرار بن محشر وهو ثقة وكذا وثقة ابن معين رمت ترجم كتما هو كليليخض كلام الحفاظ ابن كثير في تفسيره في ما ياتي من  
 دليل هو كذا ان جاز من هو متن تورسول الله صلعم اس كس واسطه سب وس كوروار كقته حالانكه سب كسب اس كس ساقه مسلمان هو كذا  
 حبسها كسبقي ونسائي كى روايت من تصرح هو - اور لوفل بن معاوية الدلمكي سے روایت ہے کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں پانچ عورتیں تھیں پس  
 رسول اللہ صلعم نے مجھے فرمایا کہ چار رکھ لے اور ایک چھوڑ دے رواہ الشافعی پھر یہ چار کا جو جمع بھی اس وقت ہو کہ عدل انصاف رکھنے پر  
 گمان غالب ہو۔ **فَانْ خِفْتُمْ اَلَا تَعْدُوْنَ**۔ **فِيْنَ بِالنَّفَقَةِ** و **لِقِسْمِ**۔ یعنی پھر اگر خوف کرو تم یہ کہ عدل نہ کر سکو گے فان عورتوں میں نفقہ  
 دینے میں اور باری رکھنے میں۔ **فَوَاحِدَةً**۔ **اَلْمَكْوَلِ**۔ تو ایک ہی کو نکاح میں لاؤف اشارہ کیا کہ واحدہ کو نصب بنا کر نکاح کا  
 مفعول ہو۔ **اَوْ**۔ **اَقْتَرُوا عَلٰی**۔ **مَّا صَلَكْتَ اَيُّهَا لَكُم**۔ **مِنَ الْاَمَارِ**۔ یا اقتصار کرو اس پر جسکے مالک ہوئے تمہارے وہیں ہائے خوف  
 یعنی باندیوں پر جسکے تم مالک ہو۔ اگرچہ وہ کئی ہوں۔ اذلیس میں من الحقوق مالزوجات۔ اس واسطے کہ ملوکہ باندیوں کے حقوق ویسے نہیں  
 جیسے نکاح کی ہوئی عورتوں کے ہیں اگر کہا جاوے کہ مفسر نے انکو واحدہ کیوں نہیں کہا تو جواب یہ ہے کہ واحدہ انکو اس سے اشارہ کیا کہ مالک کا  
 عطف واحدہ پر نہیں تاکہ انکو مالک ہو جا لا کہ ملوکہ سے نکاح نہیں ہو سکتا وہ بدون نکاح روا ہے اور نیز انکو اس سے حکم نہیں ہے کہ خوف کی  
 صورت میں ایک عورت سے نکاح ضرور کر دے تاکہ واجب ہو بلکہ بیان جواز پر خوف کرنے والے کے لیے کہ وہ ایک سے زیادہ نکاح میں نہیں لا سکتا  
 ہے۔ اور قسم بالفتح باری مقرر کرنا اور سہن دلالت ہے کہ اپنی ملوکہ باندیوں میں قسم واجب نہیں لیکن مستحب ہے۔ **خَلَاكٌ**۔ ای نکاح الاربعة فقط  
 اول واحدہ او القسری۔ یعنی ذلک سے اشارہ اس مضمون مذکور کی طرف ہے یعنی فقط چار سے نکاح کرنا یا ایک ہی پر اقتصار کرنا یا باندیوں کو تحت  
 تصرف میں لانا۔ **اَدْنٰی**۔ اقرب الی۔ نزدیک ہو طرف اس بات کے کہ۔ **اَلَا تَعْدُوْنَ**۔ تجوزوا۔ تم جوڑ نہ کرو۔ شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ یہ  
 بن اسلم و سفيان بن عيينة و شافعی نے آلا تؤولوا کی تفسیر میں کہا کہ ان لا تكثر عیالکم۔ یہ کہ تمہارے عیال بہت ہو جاویں اور یہ ماخوذ ہے قول تعالیٰ  
 وان خفتم عیلة۔ سے اور عرب کہتے ہیں حال الرجل عییل ميلة۔ جب کہ فقیر ہو جاوے اور بن العربی و غلبی وغیرہ نے کہا کہ کثرت عیال کے معنی ہیں نکاح  
 ہونے کا یعنی از باب افعال نہ از باب ثلانی مجزؤ۔ ابو حاتم لغوی نے کہا کہ شافعی زبان عرب خوب جانتے تھے شاید عیال کے معنی انکو معلوم ہوئے  
 ہونگے لیکن شیخ ابن کثیر نے اس پر اعتراض کیا کہ کثرت عیال کے معنی تسلیم بھی بیان نہیں بنتے ہیں اس واسطے کہ جیسے آزادہ عورتوں کی  
 کثرت سے اس امر کا خوف ہو ویسے ہی باندیوں کی کثرت سے بھی یہ خوف موجود ہو پس صحیح اس میں جوہر کا قول ہے کہ ان لا تؤولوا معنی ان لا  
 تجوزوا ہو کہا يقال حال فی الحکم اذا قسط و جاز۔ اور یہی حضرت عائشہ سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباس نے مجاہد و عمرہ بن  
 و ابو مالک و بورزین و نخعی و شیبی و صمک و عطاء و قتادہ و سدیی و مقاتل سے ان لا تؤولوا کے معنی ان لا تہیلوا مروی ہیں اور یہ معنی  
 حضرت عائشہ سے بھی مروی ہیں پس مراد وہ حد ہے یعنی میل نہ کرو طرف جو رؤطہ کے۔ اور ابن العربی نے کہا کہ حال۔ صنی کا صنیہات  
 معنی میں آتا ہے۔ **کَالِ**۔ **رَاوٍ**۔ **حَارٍ**۔ **اَقْفَرٍ**۔ **اَنْقَلٍ**۔ **قَائِمٍ**۔ **بِعَقْوَةِ**۔ **الْعِيَالِ**۔ یعنی عیال کی پرداخت کی۔ **غَلَبٌ**۔ غالب ہو کہا تعالیٰ عیال  
 صبری یعنی میرا صبر مخلوب ہو گیا۔ پس اکثر مفسرین کے نزدیک معنی جوڑو۔ **وَالْوَا**۔ **اَعْطَا**۔ یعنی دیدو۔ **النِّسَاءُ**۔ **خُصْدٌ**۔ **مِنْ**  
**نِحْلَةٍ**۔ جمع صدقہ مہور ہیں۔ عورتوں کو صدقات ان کی خوشدلی سے۔ یہ جمع صدقہ کی ہے یعنی مہورائے۔ وضع ہو کہ صدقہ کا میں

فرق یہ ہے کہ کابینہ سر دست دینا ہوتا ہے اور وہ آخر زندگی تک ادا کر سکتا ہے۔ اور نخلہ مصدر بمعنی عطیہ لطیف نفس یعنی نخلہ خوشی خاطر دینا اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ نخلہ مہر ہے اور عن عائشہ ہی بالفرضیہ و نحوہ عن قتادہ و مقال و ابن جریج ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن زید نے کہا کہ نخلہ کلام عرب میں واجب ہے اور مراد یہ کہ عورت سے نکاح نکرے مگر عرصہ کسی چیز واجب کے اور سوائے نبی صلعم کے کوئی کسی عورت سے بلا مہر نکاح نہیں کر سکتا اور حال یہ کہ مرد پر واجب ہے کہ جو رو کو اسکا مہر ضرور دے، اور خوشی خاطر سے دے جیسے نخلہ دیتے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ اگر حنفیہ کے نزدیک نکاح اگرچہ بلفظ مہر جائز ہے مگر مہر مثل واجب ہوگا اور تفصیل اسکی ترجمہ فتاویٰ عالمگیری سے تلاش کرو اور قطبی نے ذکر کیا کہ علماء کا اجماع ہے کہ شوہر پر جو رو کا مہر واجب ہوتا ہے خواہ مہر یا مہر مثل اور نیز کہا کہ ہلما کا اجماع ہے کہ مہر کے زیادہ ہونے کی کوئی حد نہیں اور کم کی جانب اختلاف ہے قال المترجم چنانچہ شافعی سے روایت ہے کہ بیچ میں جو نزل ہو سکتا ہے وہ نکاح میں مہر ہو سکتا ہے اور اگر حنفیہ کے نزدیک دس درم سے کم نہیں ہو سکتا۔ اور واضح ہو کہ جو لوگ حیثیت سے زائد مہر مقرر کرتے ہیں کہ ہکو ادا نہیں کر سکتے تو عاقبت میں ایندو بال ہوگا اگر دنیا میں عقوبتوں اس سے احتراز واجب ہے اور مہر میں سے جبراً لینا حرام ہے۔ فان طبن لکم عن شیء مینہ نفساً۔ یعنی محمول عن الفاعل ای ان طابت نفسکم لکم عن شیء من الصداق فوسئہ لکم یعنی نفسا جو تمہیں واقع ہونے سے منسوب بہ فاعل سے تحویل کیا گیا یعنی دراصل طبن کا فاعل تھا اور اگر خوش ہونے نفس ان عورتوں کے تھا تو وہ اپنے چیز دینے پر اس مہر میں سے جو تمہیں انکو خوشی سے ادا کیا ہو پس یہ چیز مہر میں سے تم کو ہبہ کر دین۔ فکلوا کلہا طیباً۔ طیباً تو کھاؤ تم اس چیز کو کھانا یا کبیرہ۔ قریباً۔ محمود العاقبۃ لا ضرر فیہ علیکم فی الآخزہ۔ حین کا انجام کارا چھا ہے آخرت میں تمہارے کچھ ضرر نہیں ہے اگر کما جاوے کہ مال ہبہ تو کھانا جائز معلوم ہے پھر کیا حکمت ہے کہ بیان فرمایا تو مفسر نے جواب دیا نزل دہلی من کرہ ذلک یعنی جس بندے نے ہکو اپنے وہم سے مکروہ سمجھا تھا اسکے رد کرنے کو نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کہ کلمہ کا امر واسطے وجوب کے نہیں بلکہ جواز کے واسطے ہے کیونکہ وہی اسکا جو مکروہ جانتا تھا بعض نے فرمایا کہ اتوا کا حکم عورت کے اولیاء کو ہے چنانچہ ابو صالح سے روایت ہے کہ حال یہ تھا کہ جب کوئی اپنی دختر کو بیٹا دیتا تو اسکا مہر خود لے لیتا اسکو نہیں لینے دیتا پس ایہ عزوجل نے نازل فرمایا اتوا النساء صدقاتن نخلہ پس اس سے منع کر دیا رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم ولا تؤاؤ السفہاء امواکم الی الی جعل اللہ لکم قیماً وارزقوہم فیہا واکسوہم المروست ویدوبے عقول کو اپنے مال جو بنائے اللہ تعالیٰ نے تمہارے واسطے گذران اور انکو اس میں کھلاؤ اور ہنناؤ و قو لو الہم قولا معروفاً و اسئلوا اللہ الی الی حتی راخا بلعوا الینکاح فان انکنتم اور کہو اسنے بات مقول اور سدھارتے رہو بیٹیوں کو جب تک بہو نہیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں

منہم مرشداً فاذا فعوا الیہم امواکم ولا تاکلوا ہا اسراً فاویدار ان

پوشاری لو حوالہ کرو انھیں انکے مال اور کھانا جاؤ انکو اور ڈاکر اور گھبرا کر یہ

تکبروا ط و من کان غیباً فلیستغف ج و من کان فقیراً فلیاکل بالمعروف

بڑے نہ ہو جائیں اور جو کوئی غنی ہو تو چاہیے کہ بختار ہے اور جو کوئی محتاج ہے تو کھاوے ہوائی دستور کے

فاذا فعلتم الیہم امواکم فاشہدوا علیہم ط و کفی بآئک حسیباً

پھر جب انکو حوالے کرو انکے مال تو شاہد کرو ان کو کہ انہیں اس پر حساب سمجھنے والا

وَلَا تُؤْتُوا - ایہا ان ولیاء - یعنی بیخواب اولیا کو ہر خواہ مخواہ و بیوقوف وغیرہ مردوں کے ولی ہوں یا عورتوں کے یا بچوں کے جو بالغ نہیں خواہ یتیم ہوں یا ہنون - التسماء - المبرزین من الرجال النساء والصبیان - یعنی ایسے بیوقوفوں کو جو بے ڈھنگ مال پیدا کرتے ہیں مرد ہوں یا عورتیں یا نابالغ لڑکے لڑکیاں - اور نہ دینے کے معنی یہ کہ انکو قابضت دو اور سفہار کی تفسیر میں مہلت کے اقوال یہ ہیں کہ ضحاک عن ابن عباس وہ تیرے بیٹے اور جو ردین بے ڈھنگ ہیں اور یہی قول حضرت ابن مسعود و حکم بن عتیبہ دین و ضحاک کا ہے - عن سعید بن جبیر وہ یتیم لڑکے لڑکیاں اور تترجم کہتا ہے کہ اس قول پر مرویہ کہ یتیموں کے مال انکے ہاتھوں سے دو کرنا یا دیکھ کر ان سے مال انکے مال جو تمہارے پاس ہیں نہ انکے اپنے ذاتی مال سے دو عن مجاہد و عکرمہ و قتادہ - وہ عورتیں ہیں - اور ابوالانوار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتیں سب سفیہ ہیں سوائے اسکے جو اپنی قیم یعنی کام درست کرنے والے کی اطاعت کرے رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور ابو ہریرہ سے ہے کہ وہ باندی غلام ہیں رواہ ابن ابی حاتم - بالجملہ شاید مفسر نے اشارہ کیا کہ سفہار کا لفظ ان سب کو شامل ہے لیکن کلام بالجہد کو مساعد نہیں - اھو الکھو - ای الاموال التي فی یدیکم - یعنی الاموال میں اضافت ملک نہیں بلکہ قبضہ ہوا ہے انکے مال جو تمہارے قبضہ میں امانت میں - اھل ای اولیا تمہارے پاس جن یتیموں لڑکوں یا لڑکیوں وغیرہ کے ہوال میں تم ان اموال کو انہیں سے احمقوں کو مت دیدو کیونکہ ان اموال کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سامان آخرت کا خوام کر دیا ہے چنانچہ ان اموال کی صفت بیان کی اور احتیاط کے سبب کا اشارہ کیا کہ - التي تجعل الله لکم ذقیا مآ - مصدر قام ای تقوم بمجانس و صلاح اولادکم فیصنعوا فی غیر وجہا - یعنی اکثر کی قرارت میں قیام بالافت مصدر قام ليقوم قیاماً یعنی جس سے تمہاری زندگی اور تمہاری اولاد کی درستی کا قیام ہو اور حال یہ کہ مت دو بیوقوفوں کو ایسا مال کہ وہ اسکو بے راہ ضائع کر ڈالیں - وفی قرارة قیام جمع قیمة مایقوم بہ الا متہ - یعنی نافع و این عامر کی قرارت میں قیام ہون الف کے جمع قیمت ہے یعنی وہ چیز جس سے متاع کا اندازہ لگایا جاتا ہے - و متع جمع متاع ہے جس سے نہان زندگی میں نفع اٹھایا جا رہا ہے وہ فنا ہوتی ہے اور معنی یہ کہ بیوقوفوں کو اپنے وہ مال مت دو جسکو اللہ تعالیٰ نے تمہاری زندگی کے ہتھ کے دہلے قیمت کر دیا ہے - و امر زقوھم فیھا - اظہوہم منھا - اور کھانا دو انکو ان اموال میں سے - اشارہ کیا کہ فی جمع میں ہے اور زقوھم شہی نے اپنے معنی پر رکھا ہے ان اموال کو انکے رزق دینے کی جگہ بناؤ یا بیطور کہ تجارت کر کے اسکے نفع سے کھلاؤ اور معاملہ میں فرمایا کہ فیہا میں اشارہ ہے کہ انکو رزق کا عمل تصرف بناؤ یہ مت سمجھو کہ رزق اس سے ہے بلکہ مقدر ہے اور یہ ان لوگوں کے حق میں جنکا نان نفقہ اس پر واجب ہے والا انکے مراد فقط یتیم مکفول ہوں - واکسوھم و قولو الھم قولا معروفا - عدوہم عده جمیلۃ باعطاءکم الاموالم انارشدوا و انکو کپڑا دو اور ان سے قول معروف کہوف قول معروف کہنے سے یہ مراد ہے کہ انکو بھلا وعدہ دو یا اس طور کہ یہ مال تمہارے میں جب تم راہ پر آؤ ہم تم کو دیدینگے - اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے تمام ہیت کے معنی یہ روایت کیے کہ تو یہ مت کر کہ جو مال تجھے اللہ تعالیٰ نے دیا اور تیری معیشت کیا ہے اسکو اپنی جو رو یا دختر کو دیدے پھر تو دکا دست نگر ہو جاوے بلکہ اپنے پاس رکھو اور کھو دست کر اور تہی انکے کھانے کپڑے کی خبر گیری کرو - و اتبلوا - اختروا - امتحان کرو - ایستھی - قبل البلوغ فی ذرئتم و تصرفتم فی اموالکم یتیموں کو انکے بالغ ہونے سے پہلے انکے دین کے معاملہ میں اور انکے اپنے مالوں میں تصرف کرنے کے معاملہ میں - سبانی طور کہ اگر بلیتہ و کا بچہ پرتو اپنے پیشین میں ڈھنگ سے چلتا ہے یا نہیں اور اگر زمیندار ہے تو اس میں تنظیم اچھا کرتا ہے اور تاہم تو تجارت میں کماؤ ہے اور خطیب شامی نے کہا کہ امتحان قبل بلوغ کے ہے اور جس معاملہ کو وہ قرار دے وہ پورا ہوگا - یہ صرف امتحان ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس کو ایسی چیز دیدے میں تصرف کرنے کا ہے

ہیانتک کہ کھلے کہ اسکا نتیجہ کیا نکلا اور مدارک میں کہا کہ اس میں دلیل ہے کہ طفل عاقل کو تجارت کی اجازت دیتا رہا ہے اور اگر بدون اجازت تجارت کے اسے تصرف کیا تو اس کے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ **حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ**۔ حتیٰ کہ جب یہ لوگ نکاح کو پہنچ جائیں۔ ای صارا واطلالہ بالا اختتام اولسن و ہواستکمال خمس عشرۃ سنۃ عبدالشاقی۔ یعنی بلوغ نکاح سے حقیقی وصول نکاح نہیں بلکہ مراد یہ کہ نکاح کے لائق ہو جاویں خواہ بائین طور کہ طفل یتیم کو اختتام ہو اور دختر یتیمہ کو حیض آوے یا سن بلوغ کو پہنچ جاویں اور وہ امام شافعی کے نزدیک پورے پندرہ برس ہیں۔ قال فی الکلامین اور یہی قول اور زاعی دابن وہب و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کا ہے اور یہی ایک وہی امام ابو حنیفہ سے ہے یہی صحیح ثابت از حدیث ابن عمر صحیحین اور اسی پر فتویٰ ہے اور دوسری روایت میں اٹھارہ برس ہیں اور یہی قول سفیان ثوری کا ہے اور امام مالک و احمد و اسحاق و لیث بن سعد کے نزدیک زیر نان کے کڑے ہال جنے پر ہے اور شافعی نے کہا کہ ایسی باتوں سے کافر کے حق میں بلوغ کا حکم ہوگا مسلمان کے حق میں ہونگا قال المتزوج وجبہ کہ مسلمان تو علاج سے ایسا کرتے ہیں تاکہ بیت المال سے انکا حق مقرر ہو جاوے اور کافر اس خوف سے نہیں جنے دینے کہ انپر جزیہ مقرر ہوگا۔ صحیح ابن کثیر نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ سب کے حق میں بلوغ ہے کیونکہ یہ جزیہ ہے اور مسلمان کا احتمال عبید ہے اور امام احمد نے عطیہ قرظی سے روایت کی کہ جس روز بنو قریظہ حکم مسدین معاذ اپنے قلعہ سے نکلا اور مسدین بنو قریظہ حکم بدلتھا یہ حکم لگا یا کہ انہیں سے لڑنے والے یعنی بالغ قتل کیے جاویں اور نابالغ قید کیے جاویں یعنی نوذمی غلام بنائے جاویں تو حضرت صلعم نے حکم کیا کہ دیکھو اس کے ہال جنے ہیں پس جسکے ہال جنے تھے وہ قتل ہوا اور جس کے نہیں جنے تھے وہ چھوڑا گیا اور میں ان میں تھا جو چھوڑا گیا وقد رواہ اصحاب السنن بخوہ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ **فَإِنْ أُنْسِتُمْ**۔ البصر تم۔ تم دیکھو اور یہی قلبی دیکھنا ہے نہ آنکھ سے منہم **مَشْدًا**۔ صلاحانی دینیم و مالہم۔ یعنی رشد سے مراد صلاحیت ہے دین میں اور مال کے تصرف کرنے میں یعنی دین میں صالح ہو جو راہ صواب پر مال خرچ کرنا ہے اور مال کی حفاظت رکھنا ہے بخلاف فاسق کے اور یہی تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے **فَاذْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ**۔ انکو انکا مال دیدو۔ یعنی صلہ بلوغ سے بدین تاخیر کے دیدو اور ہر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ان سے رشد نہ دیکھا جاوے تو انکا مال نہ دیا جائیگا اور یہی قول امام شافعی و ابو یوسف و محمد کا ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک نابالغ ہونے کا سن بلوغ ہوتا ہے سات برس نہ انکے چھ برس کے سن تک انتظار کیا جائیگا اور سات برس کی مدت تغیر احوال کے واسطے مقبر ہے کہ طفل کو تمیز ہوتی ہے اور اسپر نماز کا حکم کیا جاتا ہے اس اسقدر انتظار کر کے اسکا مال اسکو دیدیا جائیگا اگر وہ اس سے رشد نہ دیکھا جاوے اور مفہوم سے استدلال کرنا ہمارے نزدیک نامتمام ہے اور اگر تسلیم ہی کیا جاوے تو آیت میں لفظ رشد مذکور ہے اس ادنیٰ رشد جیسے لولا جاتا ہے مراد ہونگا اور اس سن پر ہر قدر پاپا جاتا ہے کیونکہ اسکی فرع اب صل ہو جاسکتی ہے صل ہونے میں درجہ تہا پر ہو چکیا۔ اگر کما جار کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک آزاد بالغ پر چھ برسین جائز ہے یعنی قاضی اسکو اپنی ملک میں تصرف کرنے سے منع نہیں کر سکتا بانی طور کہ اسکا تصرف نافذ نہ ہو پھر انتظار کے کیا معنی ہیں تو جواب یہ ہے کہ یہ انتظار بضر حصول رشد ہے نہ انکا جزیہ پھر جانا چاہیے کہ صاحبین اپنی امام ابو یوسف و امام محمد و دیگر ائمہ مجتہدین جمہور نے آزاد بالغ پر بھی جبکہ سفید وغیرہ ہووے جزیہ جائز رکھا ہے اور اسی آیت سے سفید کے مجبور ہونے پر استدلال کیا اور مروی ہے کہ جعفر بن ابی طالب نے ساتھ ہزار درہم کو ایک رتیلی زمین خریدی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ میں چھٹان کے پاس جا ہوں تجھے مجبور کرانے کو پس زبیر بن العوام نے کہا کہ ہان میں اسکا شریک ہوں تو عثمان نے کہا کہ بھلا میں ایسے شخص کو کیونکر مجبور کروں جس کے شریک زبیر بن العوام ہیں پس دلالت کرنا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں مجبور کرنا آزاد بالغ کا جاری تھا اور کلام میں طویل ہے۔ وکلا

اور یہی تفسیر ہے امام ابو حنیفہ سے

تَا كَلُوْهَا - ایہا الاولیاء - یہ خطاب یتیم کے اولیاء کو ہے۔ اسکو اقا۔ یعنی حق۔ مراد اسراف سے بغیر حق ہی لاتا کلو ہا مفسرین مبادین  
 کا ویداراً - ای مبادین الی انفاقہا مخافتہ۔ ان یتکذروا۔ رشداً فیلزم تسلیہا الیہم یعنی ای اولیا تم مت کھاؤ اسکو اسراف و  
 بداراً ای در حالیکہ اسراف اور مبادرت و جلدی کرنے والے ہو اس مال کے خرچ کرنے میں اس خوف سے کہ یتیم بالغ ہوں رشد کے ساتھ  
 پس تم پر بلا تاخیر کے لازم آوے گا انکو انکے اموال سپرد کردو یعنی اس خوف سے مبادرت نہ کرو کہ یہ رشد سے بالغ ہوے تو سب دنیا  
 بڑے گا۔ پس لاؤ بالفعل ہی کھا جاوین لہذا اسراف و بدارت سے کھانا تو مطلقاً حرام کیا خواہ لی اسکا تو نگر ہو یا فقیر ہو اور بدون اسکے  
 غصیل فرمائی کہ۔ وَمَنْ كَانَ مِنَ الْاُولِيَاءِ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ۔ ای یوسف عن مال الیتیم و تمنع من اكلہ۔ یعنی اولیاء میں  
 سے جو تو نگر ہو اس کو چاہیے کہ استعفاف کرے۔ ای عفت اختیار کرے مال یتیم سے اور اسکو کھانے سے باز رہے۔ اور عفت بمعنی  
 باز رہنا اس چیز سے جو صلاح نہیں پس استعفاف تو عفت سے بھی زیادہ کمال مبالغہ ہے۔ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ۔ منہ  
 بِالْمَعْرُوْفِ۔ بقدر اجرة عملہ۔ اور جو فقیر ہو تو مال یتیم سے بقدر معروف کھاوے یعنی بقدر مزدوری۔ یعنی بالمعروف کی تفسیر  
 ہے کہ اپنے کام کی اجرت کے قدر کھاوے۔ اور ایسا ہی بخاری نے عائشہ سے روایت کیا۔ پس مال یتیم میں اگر تجارت کرے یا کسی زمین میں زرع  
 کرے یا مانند اسکے تو دستور کے موافق جو کچھ ایسے کام کی کم سے کم مزدوری دیکھائی ہو بقدر کھاوے اور ضامن نہ ہوگا اور نہ وہ اسپر  
 فرضہ رہے گا اور یہی قول حضرت عائشہ رضوانیک جماعت اہل علم مانند عطار بن ابی رباح و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن نصری وغیرہم ہے اور  
 احنبن میں سے جو کہتے ہیں کہ عوض مذہباً پڑیگا بعض نے کہا کہ سخت ضرورت کے وقت بدون اجرت کام وغیرہ کے بقدر جان پروری کھا لیوے  
 اور بعض نے کہا کہ اجرت مثل اور قدر حاجت میں سے جو کم مقدار ہے وہ کھاوے بالجملہ اصحاب شافعی کے نزدیک یہ صحیح ہے کہ مال یتیم سے  
 جو بطور معروف کھا یا اسکی ضمان لازم نہیں ہے اور یہی جمہور فقہا کا قول ہے اور ایک قوم نے فرمایا کہ فلایاکل بالمعروف سے مراد فرض ہی  
 کو حاجت کے وقت کھا لیوے اور جب میسر آوے تو اسکی مثل دیدے اور یہ قول عمر بن الخطاب و ابن عباس و عبیدہ سلمانی و ابن جبر و شیبہ  
 و مجاہد و ابو العالیہ و اوزاعی وغیرہم سے مروی ہے چنانچہ برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے  
 اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مال میں لینے خزانہ بیت المال میں بمنزلہ اس شخص کے قرار دیا ہے جو یتیم کا والی ہوتا ہے کہ اگر مجھے بہت ضرورت  
 پیش آئی تو میں اس میں سے بقدر ضرورت لیتا ہوں پھر جب اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھ آسانی دی تو جس قدر لیا اسقدر اس میں وہیں کھنڈیا  
 ہوں اور اگر حاجت نہیں ہوتی تو اس سے تعفف کرتا ہوں رواہ سعید بن منصور قال ابن کثیر باسناد صحیح و نحوہ ابن ابی الدنیا عن جابر  
 بن مضرب عنہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کمال پرہیزگاری و احتیاط ہے اور آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دستور کے موافق بقدر اجرت کار کھا لیتا  
 بدون ضمان کے رواہ بقدر روی اللہم احمد بن حنبلہ عن عمر بن شعیب عن ابیہ عن جده مرفوعاً کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے  
 پوچھا کہ میرے پاس کچھ مال نہیں اور میری ولایت میں ایک یتیم ہے تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنے یتیم کے مال میں سے کھا در حالیکہ تو اسراف کرنے والا نہ ہو  
 اور فصول برہا و کرنے والا نہ ہو اور نہ مال جمع کرنے والا ہو اور نہ اسکا مال ویکر یا مال بچانے والا ہو۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت میں فرمایا  
 کہ بطور معروف خرچ کرنے در حالیکہ تو اسراف کرنا نہ لانا۔ رواہ ابو داؤد و النسائی و ابن ماجہ و ایسا ہی ضمون بن حبان و ابن مردودہ نے  
 جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ۔ ای الیتامی۔ پھر جب تم نے دیدیے انکو یعنی یتیموں کو یعنی اموالکم  
 فَاَشْهَدُوا عَلَیْكُمْ۔ انہم تسلوا و برتم لئلا یقع اختلاف فتر جو الی البیتہ و ہذا امر ارشاد۔ انکا مال تو انپر گواہ کر لو۔ یعنی گواہ

Marfat.com



کر لو اپنی اس کے کہ انہوں نے وصول پایا پھارے سپرد کرنے سے اور تم بری ہوئے تاکہ اختلاف نہ پڑے اور در صورت اختلاف پڑنے کے تم گواہوں کی طرف رجوع کرو اور یہ حکم احکام کا وجوب کے یہ نہیں بلکہ امر ارشاد ہے یعنی دنیاوی کام میں اختلاف تبادلا یا کہ شرعی مواخذہ ظاہر سے پھارے حق میں بجا و اس طرح ہو اور پستی و غیہ میں ہو کہ اس کلام میں دلیل ہے کہ جو متنی یتیم ہوا اگر دعویٰ کرے کہ میں نے یتیم کو اس کا مال دیا اور یتیم وصول پانے سے انکار کرتا ہے تو اس کے قول کی بدولت گواہوں کے تصدیق ہوگی اور یہی امام شافعی مالک کا مذہب ہے اور امام ابوحنیفہ نے اسکے خلاف فرمایا ہے کیونکہ یتیم کے متولی کو اللہ تعالیٰ نے اس میں قرار دیا ہے تو وہ ضمیم نہیں ہو سکتا کفای باللہ۔ الباری زائراۃ۔ یعنی باللہ کی بار رائد ہو حکم بری نے کہا کہ اسکا فائدہ یہ ہے کہ امر کے معنی پر دلالت کرے کیونکہ تقدیر کلام میں کفای باللہ ای التفکر ساتھ اللہ تعالیٰ کے حسیباً حافظاً اعمال خلقہ محاسبہم۔ کہ وہ حافظ ہے اپنے مخلوق کے کاموں کا اور سپر انکا حساب کرنا اور قیامت وغیرہ میں اور اس کلام میں وعید شدید ہے پس اولیا یتیم نوڈرین کہ انکا مال اسراف وغیرہ سے نہ کھائیں اور بلوغ پر رسیدین دروستی کو پیش نظر رکھیں اور یتیم کو نہ دیکھ کر وصول پا کر انکار نہ کریں اور شکر گزار رہیں و غرائس البیان میں ہے قولہ تعالیٰ فان استمتم انشاء رشد سے بیان و اللہ اعلم بہ ہا رہ جو نہ حضرت انس اور اسکی محبت اور سنت رسول اللہ صلعم کے موافق اللہ تعالیٰ کی راہ پر ثابت رہے اور بعض نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طور پر سنت کا بڑاؤ ہے اور بعض نے کہا کہ سنت طریقہ پر عبادت پر قائم رہتے اور اس عطار نے کہا کہ رشید وہ ہے جو اللہ اور اللہ کے فرق کرنے کے

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ  
 مردوں کے لیے حصہ ہے۔ اس میں سے جو چھوڑے مردین اپنے باپ اور نانا کے لیے حصہ ہے۔ عورتوں کے لیے حصہ ہے۔ عورتوں کے لیے حصہ ہے۔ چھوڑے مردین

الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا  
 ماں باپ اور نانا والے اس سے بہت کم سے حصہ مقرر کیا ہو

و نزل رد الما کان علیہ الجاہلیۃ من عدم توریت النصار والینصار۔ نازل ہوا یہ کلام اس رسم کے رد کرنے کو جب یہ اہل جاہلیت قائم تھے کہ میراث نہیں دیتے عورتوں کو اور نہ صغیر بچوں کو مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ سعید بن جبیر وقتادہ نے کہا کہ مشرکوں کا قاعدہ تھا کہ میراث کا تمام مال بالغ مردوں کا کر دیتے اور عورتوں کو واطفال کو اگر چہ بڑے ہوں کچھ نہیں دلاتے پس آیت نازل ہوئی اور ابن مروید نے جابر سے روایت کی کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم کے پاس اور عرض کیا کہ میری دو بیٹیاں ہیں انکا باپ مر گیا اور انکے کھانے کو کچھ نہیں ہے پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی و سیا الی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور معاملہ میں ذکر فرمایا کہ اوس بن ثابت انصاری نے وفات پائی اور تین بیٹیاں چھوڑیں اسکی جو روئے آکر رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اوس بن ثابت نے انتقال کیا اور اچھا مال چھوڑا جو سوید و عرقہ اسکے چارہ بھائیوں نے لیا اب ان بیٹیوں کے پاس کچھ کھانے کو نہیں ہے اور حضرت صلعم سے سوید و عرقہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوید پر سوار ہونے اور دشمن کو کو دفع کرنے اور شفقت برداشت کرنے کے لائق نہیں ہے پس آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی بیٹیوں کو حق مقرر فرمایا ہے تم اسکے مال کو ہاتھ نہ لگانا یہاں تک اسکی ہندو نازل ہو پھر اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ یوسف اللہ فی اولادکم آتھ و عنہ نبی ینموار ینما میں شان نزول بطریق حدیثان ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ میں سے برضا و ہی نے کہا کہ خطاب پہلے آتا پھر اسکے بعد بیان نازل ہوا تو بیان کی تاخیر جائز ہونا ثابت ہوا قال المترجم استفذرتوا لئلا خفیہ بھی قابل ہیں اور شاید اس میں تو کسی بوجہ وجہ کلام منوہا ان خلاف میں اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے وقت سے بیان میں تاخیر فرمایا ہے ہر یا نہیں فانہم۔ الاولاد والاقارب۔ یعنی مردوں سے عام اور وہیں خوان اولاد ہوں یا نانا کے دار ہوں اگرچہ استحقاق میں ایک دوسرا

کے بعد اپنی اپنی شرط سے ہون جو آگے بیان ہوگی۔ **نَصِيبٌ** حظ۔ **مَا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ**۔ المتوفون۔ مردوں کے لیے یعنی اولاد اور اقارب کے لیے حصہ ہے اس مل سے جو والدین و اقارب نے چھوڑا یعنی بعد وفات کے اور یہ ترک کے لفظ سے جو ان کے محاورہ میں ایسے مقام پر موت کے بعد چھوڑنے پر بولا جاتا ہے معنوم ہوا اور چونکہ اقربین کے ترک سے رجال حصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ رجال شامل ہے اولاد و اقارب دونوں کو کیونکہ اقربین کا وارث بھی میت کا اقرب ہوگا کیونکہ یہ رشتہ دونوں طرف سے ہے۔ **وَاللِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ**۔ سارے مراد مونت اولاد و ناتے درہمیں خواہ بچے ہوں حتی کہ میت کی وفات کے وقت عمل ہوں تو بھی ان وہ اس میراث کے مستحق ہونگے جیسے الرجال سے مراد مذکر میں خواہ طفل ہوں یا مرہق قریب بلوغ یا پورے مرد ہوں حتی کہ حل نہ ہو کبھی شامل ہے اور یوں نہ فرمایا کہ **وَالنِّسَاءِ** کیلئے کہ اس میں فتویٰ دینے کی تعلیم ہے کہ صاف لفظ سے مراد حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت کلمہ جامعہ کو مفصل اور تین بار فرماتے تھے **فَمَا قَلَّ مِثْلَهُ**۔ اسی اللال۔ اوکتر۔ یہ بدل ہے قولہ ما ترک سے با عاۃ حرف جار اور منہ کی صغیر مبدل منہ کی طرف راجع ہے اور چونکہ مبدل منہ سے مراد مال متروکہ ہے لہذا مفسر نے صغیر کو مال کی طرف راجع کیا اور حال ظلم یہ کہ میت کی اولاد یا ناتے در خواہ مذکر ہوں یا مونت ہوں بشرطیکہ میت کی وفات کے وقت انکا وجود ہی تھا اگرچہ لطفہ سے ہوا انکو میت کے مال متروکہ میں سے خواہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ ہے پھر اس حصہ کو فرمایا۔ **جَعَلَهُ اللَّهُ نَصِيبًا مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ** یعنی کر دیا اسکو اللہ تعالیٰ نے حصہ فرض کیا ہوا ہے پھر نے نصیباً کو۔ **جَعَلَهُ اللَّهُ**۔ مقدر کا وہ امر مفعول فرار دیا اور معالم میں فرمایا کہ نصب اسکو بقطع جو یعنی مفعول مطلق فعل محذوف کا ہوا اور مفسر نے مفروض کی تفسیر کی۔ **او مقطوعاً بتسلیہ الیم**۔ یعنی ان وارثوں کو اسکا سپرد کرنا مقطوع کیا گیا پس فرض بمعنی قطع لیا۔ اور مترجم کتابہ کہتے ہیں فرض بمعنی قطع و تقدیر ہے جیسے قولہ **فَرِضَةٌ مِنَ اللَّهِ** میں ہم نے کہا ہے وسیاتی انشاء اللہ تعالیٰ اور یہاں بمعنی قطع ہے اور ہمارے نزدیک فرض واجب میں شرعاً فرق ہے پس فرض وہ ہے جو بدل قطعی ثابت ہو اور واجب میں گو ظن و گمان ہوتا ہے لیکن یہ امر بعد رسول اللہ صلعم کے پہلے ہوا نہ اسوقت دونوں متحد تھے۔ اور یہ فقط اعتقاد ہی فرق ہے ورنہ عمل کرنا تو دونوں پر حتمی ہے اور غنائم نے یہ فرق نہیں کیا اور صحیح ہے کہ یہ فرق مفعول ہے اور شراح مہناح بیضاوی نے بھی اسکا اقرار کیا ہے پھر چونکہ آیت کریمہ میں یہ حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مفروض ہے تو ثابت ہوا کہ وارثوں کے ساتھ کرنے سے ساقط ہوگا اور اگر وارث خود اعراض کرے اور قبول نہ کرے تو مانند وصیت کے جو ساقط ہو جاتی ہے یہ ساقط ہوگا اور اگر ایک وارث نے بدون تقسیم و وصول کے اپنا حصہ اور وارثوں کو ہبہ کر دیا تو چاہیے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک صحیح نہ ہو اسلئے کہ اس میں

غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور ہبہ مشاع انکے نزدیک باطل ہے و قانم  
**وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينُ فَأَنزِلُوا قَوْلَهُمْ قِيَامًا وَقُولُوا**  
**لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۚ وَكَيْفَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكَوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا فَوَافُوا**  
**عَلَيْهِمْ ۚ فَلْيَتَّقُوا اللَّهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ**  
**ظُلْمًا إِنَّمَا يَكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۚ**

اسی سے فقہار  
تفسیر نے فرمایا  
میت کی میت کی  
وفات سے پہلے  
میت کے مال کو  
میت کے مال کو  
میت کے مال کو  
میت کے مال کو  
میت کے مال کو  
میت کے مال کو  
میت کے مال کو  
میت کے مال کو  
میت کے مال کو

Marfat.com

سَوَ إِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ - للميراث - السیاهی ابن عباسؓ وغیرہم سے روایت ہے یعنی قسمت و ہواہ سے مراد میراث کی تقسیم ہے اور اولیٰ ہے کہ لفظ ترکہ کہا جاوے جو سابق میں ضمناً مذکور اور یہاں الف لام سے معلوم ہے اور ظاہر حضور سے مراد خود بخود حاضر ہونا موافق عادت کے ہے سَوَ لَوَا الْقُرْبَى - ذوالقرابتہ ممن لایرث - یعنی صاحبان قرابت سے مراد وہ قرابتی ہیں جو میت کی میراث نہ پاویں گے خواہ ہوجہ سے کہ ایسے عصبیہ جو دوسرے کے ہوتے ہوئے خود نہیں یا ذوی الارحام ہیں کذا قبل بالجلہ اور یہی کی آیت سے دلالت پائی گئی کہ میراث پانے والے اہل قرابت کو سوائے یہاں مراد ہیں اور یہی اکثر مفسرین نے کہا ہے وَالْمَيْتَى وَالْمَسْكِينِ فَاسْرُفُوهُم مِّنْهُ شَيْئًا قَبْلَ الْقِسْمَةِ (یعنی) اور جب ہواہ میراث میں ایسے صاحبان قرابت حاضر ہوں جو وارث ہونگے اور اطفال یتیم اور مساکین حاضر ہوں تو میراث میں سے ہواہ سے پہلے کچھ دیدو یعنی اوس مال متروکہ میں سے اس کے ہانٹ لینے سے پہلے انکو کچھ دیدو اور یہ خطاب بالغ داران میت کو ایست کے صحتی کہہ کر اور حال یہ کہ جب وارث بالغ ہوں اور ترکہ تقسیم ہونے کے وقت یہ لوگ جو مذکور ہوئے ہیں حاضر ہوں تو ہانٹ لینے سے پہلے ترکہ میں سے انکو کچھ دیدو کیونکہ بعد ہانٹ لینے کے ہر ایک اپنے حصہ میں سے دے سکتا ہے جس ترکہ سے انکو کچھ نہیں ملے گا۔ وَقَوْلُوا - ایہا الاولیاء لکمھم - اذکان الورثۃ صغاراً۔ قَوْلًا مَّعْرُوفًا۔ اور کہو اور اولیاء سے میت یا وصی میت ان حاضرین مذکور سے جب میت کے وارث نابالغ ہوں یا انہوں سے کوئی نابالغ ہو قول معروف - یعنی قول جمیل یا میں طور ان حاضرین سے عدل کرو کہ ہم کچھ دینے کے مالک نہیں ہو سکتے اختیاری نہیں ہے کیونکہ در ذوالنابالغ ہیں جو نہ یہ امر یا یا نہیں جانتا ہے تو مفسر نے اس میں اختلافی اقوال یوں بیان کیے کہ قیل فیہ امتناع وقیل لا لکن ہما ون الناس فی ترکہ وعلیہ فہو مذنب وعن ابن عباس وجب بعض منہما کہ حکم منسوخ ہو اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ولیکن بات یہ ہوئی کہ لوگوں نے ہما ون کر کے اسکو چھوڑ دیا اور اس قول پر صبیحہ امر جو میت میں مذکور ہے استحباب کے لیے ہوا یعنی مستحب ہے کہ انکو کچھ دیکھو دیدو پس لوگوں نے استحباب چھوڑ دیا اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ لیسوا کرنا واجب ہے منہم جم کہنا ہے کہ وجہ اختلاف یہاں اس طرح ہے کہ فاروق ہم - کا امر وجوب کا ہے یا استحباب کا ہے اور یہ حکم بالغ وارثوں کو ہے یا ادبیت کو ہے خواہ وارث بالغ ہوں یا نابالغ ہے منہم ہر دو میں سے حکم ہے اور روایات و اقوال مفسرین سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کی طرف جانے والے گئے ہیں چنانچہ شرح ابن کثیر نے ذکر کیا کہ عن علیؓ نے ابن عباسؓ سے قولہ واذ حضر القسمة اولوا القربی الآتیہ - میں روایت کیا کہ یہ فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تجنا پھر اللہ تعالیٰ نے فرائض کو نازل کیا پس ہر حقدار کو اسکا حق مفروض کر دیا پس صدقہ اسمین راجع میت بیان کر جاوے۔ رواہ ابن مردودہ وقررواہ ابی حاتم من طریق عطاء بن عن ابن عباس نحوہ اور قول نسخ کو ابن مردودہ نے من طریق ابی کلثب عن ابی صالح عن ابن عباس اور من طریق عکرم بن ابی سنی روایت کیا اور یہی قول قتادہ نے سعید بن اسیب سے روایت کیا کہ رواہ ابی حاتم درواہ مالک عن الزہری عن سعید بن جریج اور یہی قول عکرمہ و ابوشعثار و قاسم بن محمد و ابو صالح و ابومانک و زید بن اسلم و ضحاک و عطاء خراسانی و ربیعہ بن ابی عبد الرحمن و مقاتل بن حیان سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہی مذہب جمہور فقہار و چاروں مشہور اماموں ابوحنیفہ و مالک و شافعی و احمد و انیسے اصحاب کا ہے اور مستر احمد کہتا ہے کہ بعض نے اعتراض کیا کہ اہل قرابت سے غیر وارثین مراد ہیں اور حق انکا ہر وجہ میراث نہیں تاکہ کہا جاوے کہ آیت سوارث سے منسوخ ہے لیکن اگر کہا جاوے کہ اولوا القربی جو یہاں مذکور ہیں وہ وارثین ہیں تو نسخ کی وجہ البتہ ہو سکتی ہے منہم جم کہتا ہے کہ یہ نادانی ہے اور جواب یہ ہے کہ قائلین نسخ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں واجب تھا کہ ترکہ میں سے ایک حصہ اہل قرابت غیر وارثین و یتیمی و مساکین کو دیا جاوے اور اسوقت تک تمام ترکہ کی مفصل تقسیم وارثین میں ہوتی تھی پھر جب مفصل تقسیم وارث ہوتی تو ہر ایک حقدار کا حال معلوم ہو گیا اور اسوقت میراث کے صدقہ سوارث

وصیت رہا کہ تہائی مال یا اس سے کم میں میت کسی کے واسطے وصیت کر جائے اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ کسی وارث کے حق میں وصیت نہیں ہے لفظ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث نہیں وصیت کسی وارث کے لیے اور یہ حدیث صحیح تہمت ہے کما صرح بہ ابن کثیر وغیرہ پھر جانتا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے یہاں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں چنانچہ منسوخ ہونے کی روایات اوپر گزریں اور بعض روایات میں ہے کہ آیت محکمہ ہے اور بعض روایات میں ہے کہ مراد اس سے وصیت ہے چنانچہ بیان تفسیر سے معلوم ہو گا شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ جب تقسیم ترکہ کے وقت صاحبان قرابت جو وارث نہیں ہوں گے اور یتیم اور مسکین حاکم ہوں تو انکو ترکہ سے ایک حصہ نکال دیا جاوے اور یہ آیت اسلام میں واجب تھا اور بعض نے فرمایا کہ یہ مستحب ہے پھر اس میں اختلافی دو قول ہیں کہ آیا یہ منسوخ ہے یا نہیں تو حکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت محکمہ ہے منسوخ نہیں ہے وکنز ارواہ سعید بن جبیر عن ابن عباسؓ مرواہ البخاری اور مسلم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت قائمہ ہے اسپر عمل کیا جاوے مرواہ ابن جریر اور مجاہد نے کہا کہ اہل میراث پر یہ واجب ہے کہ جہاں تک نکلے دل کی خوشی ہے دیوین اور ایسا ہی حضرت ابن مسعود ابو موسیٰ و عبد الرحمن بن ابی بکر و ابو العالیہ و شعبی و حسن سے مروی ہے اور ابن سیرین و سعید بن جبیر و کحل و ابراہیم نخعی و عطاء بن ابی رباح و زہری و یحییٰ بن یمر نے کہا کہ یہ واجب ہے پھر ابن کثیر نے عبد الرزاق کی روایت سے ایراد کیا کہ عبد الرحمن بن ابی بکر الصدیق کے بیٹے عبد اللہ نے اپنے باپ کی میراث تقسیم کی اور حضرت عائشہؓ زہدہ تھیں پس انھوں نے احاطہ میں کوئی مسکین و قرابت دار نہیں چھوڑا مگر انکے اسکو اپنے باپ کی میراث سے کچھ دیا اور یہی آیت پڑھی و اذا حضر القسمة اولوا القربی الا یہ قاسم نے کہا کہ پھر میں نے ابن عباسؓ سے ذکر کیا تو فرمایا کہ انھوں نے ٹھیک نہیں کیا یہ تو وصیت کے حق میں ہے یعنی میت جب ان لوگوں کے حق میں وصیت کر جاوے مرواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ امر مذکور استحاب کے لیے ہے اور یہی صحیح معتد بہ اور بحسب دلیل وہ ارحہ جو مجاہد سے مروی ہے کیونکہ امر کے معنی اپنی اصل پر ہوتے ہیں کما لا یخفی اور امام غزالی نے عالم میں بعض کا قول نقل کیا کہ تمام اقوال میں سے اولیٰ یہ ہے کہ امر مذکور استحاب کا ہے جو بائین ہے اور آیت کریمہ منسوخ نہیں ہے اور ہاں آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ تقسیم ترکہ کے وقت جب ایسے لوگ حاضر ہوں جو میت کے نائب ہیں مگر وارث نہ ہوں گے تو انکو کچھ دینا کہ انکی دل شکستی نہ ہو اور یتیم اور مسکین کو دینا تو انکو دو کہ سبب برکت ہے اور شکر نعمت ہے و لیس فی حقیقۃ اسی لعین علی الیتامی۔ یعنی اور چاہیے کہ خوف کریں یتیموں پر۔ الذین لو ترکوا۔ اسی قابلوں تیر کو۔ وہ لوگ کہ نزدیک ہوئے اسکے کہ چھوڑیں۔ من خلفہم۔ من بعد موتہم۔ اپنی موت کے بعد۔ ذریۃ ضعیفا۔ اولاد ضعیف خائف علیہم۔ الضیاع۔ خوف کریں ایتھے ضائع ہونے کا۔ فلیتقوا اللہ۔ فی امر الیتامی و لیا تو الیہم ما یحیون ان لفضل بذر یتیم من بعد موتہم۔ پس چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالیٰ سے یتیموں کے معاملہ میں اور چاہیے کہ ببالا دین یتیموں کے ساتھ وہ بات جسکو چاہتے ہیں کہ انکی موت کے بعد انکی ذریت کے ساتھ برتی جاوے۔ ولیقولوا للیت۔ اور چاہیے کہ کہیں میت سے یعنی اسکی موت سے کچھ پہلے جبکہ اسکی موت کے آثار ظاہر ہوں اور وہ وصیت وغیرہ کرنے لگے۔ قولاً سدیداً۔ صواباً بان یا مردہ ان تصدق بدون ثلثہ و یرع الباقی لوزنہ ولا یرحم حالہ۔ قول صواب باسی طور کہ میت کو سمجھاوین کہ اسکے ترکہ میں سے تہائی مال جسکے صدقہ کرنا اسکو اختیار ہے اس تہائی سے کم کو صدقہ کرے اور باقی کو اپنے وارثوں کے لیے چھوڑ جاوے اور یہ نکرے کہ وارثوں کو محتاج چھوڑے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ارشاد کیا خصوصاً لیے لوگوں کو جو اولاد چھوڑ کر مرنے کے قریب ہونچے ہیں کہ تمہارے مرنے کے بعد تم اپنی ذریات سے جو بڑتاؤ چاہتے ہو وہی تم ہی اپنی حیات میں یتیموں کے حال پر کیا کرو ف مفسر نے یہ خطاب عام قرار دیا کہ یتیم کے متولی اور غیر متولی سب کو ہے اور لو ترکوا۔ بجائے قابلوں

Marfat.com

ان تیر کو کے اس فائدہ کے واسطے ہو کہ مرنا امر لفظی ہے پس مفروض مقدر بمنزہ واقع کے سمجھنا چاہیے اور عاقل کا مفعول مخدوف ہر ہی صنایع  
 یعنی برباد و ضائع و تباہ ہونا اور بدون ثلثہ بمعنی کم اپنی تہائی سے اور تہائی کو میت کی طرف مضاف کیا گیا ہے کہ بعد موت کے سوائے تہائی کے  
 باقی کل مال بفرض الہی وارثان میت کا ہو جاتا ہے میت کا حق اس سے منقطع ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے مرے تو  
 تہائی کی مقدار میں ناقذ ہوگی زیادہ میں باطل ہے الا آنکہ وارث لوگ اپنی طرف سے اجازت و بدین اور یہ جماعی مسئلہ ہے پھر چونکہ حضرت صلعم کے سوا  
 بن ابی وقاص کو فرمایا ہے کہ تہائی پوری بھی بہت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو تو ٹکر چھوڑے تو بہتر ہے کہ اس سے کہ تو محتاج چھوڑ جاوے کہ لوگوں کے  
 سامنے ہاتھ پھیلاتے پھر جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث میں ہے لہذا علمائے کما ہے کہ تہائی سے کمی ہونا وصیت میں مستحب ہے اس بنا پر مفسر نے  
 تفسیر کی ہے اور تہائی سے کم وصیت بھی جب ہو کہ مال بہت کثیر ہو ورنہ میت کو بالکل وصیت نہ کرنے کی تمنا میں قول سدید ہوگی چنانچہ ابن  
 عطیہ نے فرمایا کہ آدمی اگر وارثوں کو بالغ و نونگر وغو کمانی والا چھوڑے تو اسکو وصیت پر آمادگی دلانا ثول سدید ہے کہو نکھ اس کے حق میں  
 یہ بہتر ہے اور اگر نابالغ یا محتاج ہوں تو تہائی سے کم کی وصیت کیسی بالکل وصیت نہ کرنے پر آمادہ کرنا قول صواب ہے کہو نکھ ذریعہ محتاج کو  
 پہنچنے میں مساکین سے زیادہ ثواب ہے۔ پھر واضح ہو کہ اس خطاب میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے چنانچہ **مضیاوی** وغیرہ نے ذکر کیا کہ  
 قولہ **لنخیش الذین لو ترکوا من خلفہم ذریتہ صناعا فاخافوا علیہم** یہ حکم ہے ان لوگوں کو جنکو میت نے اپنی اولاد و ملتئم پر وصی مقرر کیا اور غور و پرداخت  
 کی وصیت کر گیا ہے یعنی ان لوگوں کو چاہیے کہ یتیموں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور انکے ساتھ ایسے برتاؤ کریں جیسے اپنے  
 مرنے کے بعد اپنی اولاد سے دوسروں کا برتاؤ چاہتے ہیں۔ یا یہ حکم ان لوگوں کو ہے جو مرض کی وصیت کرنے کے وقت حاضر ہوں یا نہیں یعنی  
**ذین اللہ تعالیٰ سے یا خوف کریں اولاد مرین** اور انہیں اپنی اولاد کے موافق شفقت کریں پس مرض کو ایسی وصیت نہ کرنے دین جو وارثوں  
 کے حق میں مضرت پہنچاوے کہ وہ بیچارے چھوٹے چھوٹے بچے مارے مارے پھریں اور علی بن ابی طلحہ نے بن عباس سے یہی مسئلہ روایت کیا اور ایسا  
 ہی مجاہد و ہبیرے سلف نے فرمایا ہے **فکرہ ابن کثیر** اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب وارثوں کو ہے یعنی صنعا فارا قارب یتیم و  
 مساکین جو وقت تقسیم کر کے حاضر ہوں انہیں شفقت کریں یہ تصور کر کے کہ اگر انکی اولاد انکے سچھے اس طرح چھوٹی تو انکا محروم ہونا پسند کرتے اور  
 مترجم کہتا ہے کہ گویا یہ ربط ماخوذ ہے اصل قصہ اس بن ثابت اور محرومیت اسکی اولاد و ضبط مال بدست عرفج و سید و ر و دعویٰ اہلک و اولاد سے  
 قلیتال و بعض نے کہا کہ خود مر لیسوں کو خطاب ہے کہ وارثوں پر نظر رکھیں اور وصیت کرنے میں اسراف نہ کریں۔ **مضیاوی** نے فرمایا کہ لفظ لو ترکوا الی الخ  
 صلہ قرار دیا الذین کا بمعنی آنکہ **لنخیش الذین حالہم و صفتہم انہم لو شارقوا ان یخافوا ذریتہ صنعا فاخافوا علیہم الصبیح**۔ اور سی پر دم کو مرتب کرنے  
 میں اس سے مقصود کا اور اس میں علت کا اشارہ ہے اور ترکم پر آمادگی دلانا اور جو اس سے مخالفت کرے اسکو اسکی اولاد کے حال سے ہمدردی یعنی  
 اسکی اولاد کے ساتھ بھی یہی ہوگا جو خود دوسرے کی اولاد سے کرتا ہے قال تعالیٰ **فلیتقوا اللہ و لیتقوا اولادہم** سدید پہلے تو انکو خشیہ کا حکم دیا پھر  
 تقویٰ کا حکم کیا جو انہما خشیہ ہے نہ رعایت سدید و سنتی اسواسطے کہ اول بدون ثانی کے نافع نہیں ہے پھر قول سدید میں بھی ہر اثنی اقوال مذکورہ  
 بالا کے مختلف تفاسیر ہیں یعنی وضعی گ یتیموں سے ایسی باتیں شفقت و حسن ادب کی کہیں جیسے اپنی اولاد کے حق میں پسند کرتے ہیں۔  
 یا مر لیس سے سامعین ایسی باتیں کہیں جس سے وہ وصیت میں اسراف نہ کرے اور وارثوں کو برباد نہ کرے اور بعض نے کہا کہ قول سدید یہ کہ  
 میت کو کلمہ شہادت و ثوب یاد دلاوین اور بعض نے کہا کہ جو مساکین و یتیم و محتاج اقارب سے ہیں کچھ دیکر زیادہ کے واسطے اچھی باتوں سے غدر کریں  
 اور اگر بوجہ صنیر وارث ہونے کے کہیں دیا تو اچھا وعدہ بھی کریں کہ ہم تو مختار نہیں معذور ہیں اور یہ صنیر وارث عنقریب بڑے ہو جاویں گے

تو آپ صاحبوں کا حق پہچانیے۔ یا وصیت کے بارہ میں ایسا قول کہیں جو ہمتائی سے متجاوز ہونے کو اور وارثوں کے صنائع کرنے کو ہودی  
 نہو شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اگر وارثان میت تو نگر ہوں انکو پر و انہ ہو تو میت کے واسطے مستحب ہو کہ وصیت میں اپنی پوری ہمتائی کر دے  
 اور اگر فقیر ہوں تو مستحب ہو کہ ہمتائی سے کمی کرے اور بعض نے فرمایا کہ آیت سے مراد یہ ہے کہ چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالیٰ سے یتیموں کے مال سے  
 معاملات میں اور اسکو اسراف و بدار کے طور پر نہ کھا جاوے حکاہ ابن جریر بن طریق العوفی عن ابن عباس اور قول بھی خوب ہے کہی تا سید کے  
 ما بعد سے حال ہوتی ہے جس میں اموال یتیمان کھانے پر ہندیدہ ہو چنانچہ فرمایا۔ **اِنَّ الَّذِیْنَ یَا کُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتِیْمِ  
 ظُلْمًا**۔ بغیر حق۔ جو لوگ کہ یتیموں کے مال ظلم سے لینے ناحق کھا جاتے ہیں۔ **سِرَاتِمَا یَا کُلُوْنَ فِی بُطُونِهِمْ نَارًا**  
 وہ تو اپنے یتیموں میں ہی آگ کھاتے ہیں یعنی بھرتے ہیں۔ سراج میں کہا کہ فی بطونہم یعنی ملا بطونہم یعنی بھر پیٹ بنا بر خوارہ عرب  
 کے ہے چنانچہ بولتے ہیں۔ اکل فلان فی بطنہ اونی بعض بطنہ یعنی پورا پیٹ کھایا یا بھڑا پیٹ کھایا۔ معنی یہ کہ بات یہی ہے کہ وہ لوگ  
 کھاتے ہیں بھر پیٹ آگ۔ کیونکہ جو کھاتے ہیں انجام کار میں وہ آگ ہوگا۔ اور یہ دوسرے کو تحمل ہے ایک یہ کہ ہفت جو وہ مالوں معلوم  
 ہوتا ہے درحقیقت آگ ہے کہ مال کار میں اس کا ظور ہوگا اور یہ قول بنا بر اسکے کہ جو ابورنا زور روزہ وغیرہ کے مانند عرض معلوم ہوتے ہیں لکن  
 واسطے حقائق ہیں چنانچہ نماز کا قیامت میں آنا اور روزہ کا بھگڑنا اور سورتاے قرآنی کا بصورت پارہ ابرو نور ہونا جو کثرت سے مذکور ہے  
 اس گروہ کا سوید ہے اور یہی مفسر نے بدور سا فرہ اپنی کتاب میں محقق کہا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مراد ہو کہ بیان کھانے پر انجام کار عذاب  
 ہوگا آگ دونخ سے پس یہ فعل آتش دوزخ پہنچنے کا سبب ہو پس مجازاً سبب کی تفسیر سبب سے کر دی۔ اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ  
 صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بچے رہوسات چیزوں سے جو ہلاک و تباہ کرنے والی ہیں عرض کیا گیا  
 کہ یا رسول اللہ وہ کون کون چیزیں ہیں فرمایا ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا دوم سحر کرنا سوم قتل کرنا اس نفس کو جس کو اللہ تعالیٰ نے  
 حرام کیا ہے الا بانہ طور کہ حق کے ساتھ قتل کیا جاوے چہاں بیان کھانا ناچم مال یتیم کھانا شتم کفار سے لڑائی و جہاد کے وقت بھاگنا  
 سہم شہر دار عورتوں مومنہ کو جو بیماری غافل میں زنا کاری کی ہمت لگانا۔ اور ساری نے فرمایا کہ مال یتیم کھانے والا قیامت کے روز اس  
 حال سے اٹھایا جائیگا کہ آگ کی لپٹ اسکے منہ سے نکلتی ہوگی اور اسکے کانوں و آنکھوں سے نکلتی ہوگی جو اس کو دیکھے گا پہچان جائیگا  
 کہ یہ مال یتیم کھانے والا ہے۔ اور ابو ہریرہ الاسلمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک قوم اپنی قبروں سے نکلتی گی  
 اس حال سے کہ آگ انکے منہوں سے متاثر ہوگی۔ عرض کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہونگے یا رسول اللہ فرمایا کہ تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
**ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الا لایہ** رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم وابن حبان نے صحیحہ وقد اخرجہ الطبرانی وابو یعلیٰ وابن ابی شیبہ  
 اور بیہات اور آثار و احادیث مال یتیم کھانے والے کی مذمت میں بہت ہیں اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ سورہ بقرہ میں ابن عباس سے  
 روایت مذکور ہے کہ جب قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الا لایہ۔ اتری تو جسکے پاس جو کوئی یتیم تھا اسے ہکا کھانا اپنے  
 کھانے سے الگ کیا اور اسکا پینا اپنے پینے سے الگ کیا پھر یتیم کے کھانے پینے سے جو کچھ بچ رہتا وہ رکھ چھوڑتا ہبنا شک کہ یتیم ہی اس کو کھاتا  
 یا وہ بگڑ جاتا پس یہ برتاؤ انہر بہت گران گذر اپس انھوں نے رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا تب اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو سورہ بقرہ  
 میں ہے **و یسلونک عن الیتامی قل اصلاح لهم خیر الا لایہ**۔ پھر ان لوگوں نے اٹھا کھانا پینا اپنے ساتھ ملا یا۔ **و سید صکون  
 بالذینار للفاظ**، والمفعول یدخلون۔ یعنی ابن عامر و شعبہ نے بضم ہای پر تھا بر بنا مفعول یعنی بیدخلون جمہول یعنی داخل کیے جاویں گے

اور

اور باقیوں نے بفتح یا بر بنابر غالب پڑھا ہی بدخلون مردوں - یعنی داخل ہو گئے۔ سعیرا - ناراً شدیدۃ بخرقون فیہا المدعی اور ایسے مال یتیم کھانے والے عنقریب داخل ہونگے ایسی سخت آگ میں حسین جلتے رہینگے محی اسعہ نے معاملہ میں کہا کہ سید صاحبان بفتح یا از صلی النار صلی صلیا۔ قال تعالیٰ سیصلی ناراً ذات لسب۔ اور فرمایا الا من ہوصال الخیم۔ اور پھر زید بن اسلم نے کہا کہ یہ کلام مذمت مشرکوں کی ہے جو یتیموں کو میراث نہیں دیتے تھے اور انکے مال کھا لیتے تھے مترجم کہتا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ظلم سے اموال یتیمی کھانے کے معنی وہ ہیں جو مشرک و کفار کرتے تھے کہ جو شخص مرگیا اگر اسکی اولاد یتیم صغیر رہی تو انکو کچھ میراث نہیں دیتے تھے پس انکا حق ما کر خود کھاتے تھے پس اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان گمراہوں کی حالت میں انجام بیان فرمایا کہ اہل اسلام ایسا نہ کریں اور حدیث میں ہے کہ سعید وہ ہے جو غیر سے نصیحت پکارتے مترجم کہتا ہے کہ آگے اللہ عزوجل نے میراث والوں میں سے ہر ایک کے حصص بیان فرمائے اور تقسیم ترکہ کا حال بھی اس سے ثابت ہوا اور

چونکہ حدیث صحیح میں ترکہ و تقسیم کے علم کو آدھا علم فرمایا ہے لہذا مترجم چاہتا ہے کہ آسان طور پر یہ کر دے

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلَّذِي كَرِهْتُمُوهُ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ

دو سے اوپر تو انکو دو تہائی ترکہ کے اور اگر ایک مونت ہو تو اس کے لیے آدھا ترکہ ہے اور بیت کے والدین میں

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ إِن كَانَ لَهُ وَكَلَّةٌ فَإِن لَّمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَتُهُ أَبَوَاهُ فَلِلذَّكَرِ الْثُلُثُ فَإِن كَانَتْ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِلنِّسَاءِ السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ

اور ماں باپ ہی اسکے وارث ہوئے تو اس کی ماں کو تہائی اور اگر بیت کے کسی بھائی ہوں تو اسکی ان کے لیے چھٹا حصہ ہے بعد اس

وَصِيَّةٍ يُّوصِي بِهَا أَوْ دِينَ ط

وصیت کے جو کسی کو دلوں میں ہو یا بعد قرضہ دینے کے

يُوصِيكُمُ اللَّهُ بِالرِّجَالِ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانُ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانُ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانُ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانُ وَالْأَقْرَبُونَ

میں تو مذکر کو نصف اور دونوں مونت کو نصف مال ملیگا اگر ایک مذکر اور ایک مونت ہو تو مونت کو تہائی اور مذکر کو دو تہائی ملیگا اور اگر مذکر تنہا ہو تو مال سمیٹ لیگا۔ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ۔ دو سے اوپر تو انکے لیے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑا ہے میت نے اتھل اگر اولاد میں سے فقط عورتیں ہی ہوں اگر دو سے اوپر ہوں تو انکے لیے دو تہائی ہے قال المترجم چاہتا ہے

ظاہر مفہوم یہ تھا کہ دو تہائی کا حصہ دو سے زائد کے لیے ہو پس دو کے واسطے ہوگا جیسا کہ ابن عباس نے مروی ہے حالانکہ عورتوں کے واسطے بھی دو تہائی ہونے کا مذہب ہے تو مفسر نے بیان کیا کہ وکذا الاثنان لانه لا غنم لقوله فلما الثلثان ما ترک نما اولے اور یہی

حصہ دو تہائی کا دو دختروں کے واسطے بھی ہے کیونکہ دو تہائی تو دو بہنوں کی میراث ہے بدلیل قولہ تعالیٰ فلہما الثلثان مما ترک۔ تو دو دختر کا استحقاق بدرجہ اولیٰ ہوگا کیونکہ بہ نسبت بہن کے دختر نسبی قرابت میں میت کی طرف بہت متصل ہے۔ یہ قیاس ہے اور دوسرا یہ کہ ولان لہنت استحق الثلث مع الذکر مع الانثیٰ اولیٰ۔ اور اس دلیل سے کہ دختر تو مذکر یعنی پسر کے ساتھ میں تہائی کی ستم ہوتی ہے تو دوسری بیوتہ کے ساتھ میں بدرجہ اولیٰ تہائی کی ستم ہوگی پس ہر ایک دختر کو دوسری دختر کے ساتھ میں تہائی کا استحقاق ہوگا تو دونوں کے لیے دو تہائی ترکہ ہوگا۔ اب رہا جو اب اسکا کہ آیت میں فوق کا لفظ کس حکمت سے مذکور ہے تو مفسر نے کہا۔ وفوق قبل صلہ۔ یعنی فوق کی لفظ کی نسبت بعض نے جواب دیا کہ یہ صلہ ہے یعنی زائد ہے بول چال کے محاورہ میں یوں بولا جاتا ہے اور اوپر کے معنی باطن ہستی کے معنی مراد نہیں ہیں و قبل لدفع توہم زیادۃ النصیب بزیادۃ العود لما فهم استحقاق الثلثین لثلثین من اجل الثلث للواحدۃ مع الذکر۔ اور بعض نے کہا کہ فوق کا لفظ اس واسطے ہے کہ یہ وہم دور ہو کہ حصوں کی زیادتی تعداد کی زیادتی پر ہوتی جاوے گی یعنی ایک کو ایک تہائی پھر دو کو دو تہائی اور تین کو تین تہائی یعنی کل مال مل جائیگا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ ہوں یا زائد انکو دو تہائی ہی ملیگا اور وہم کا منشا یہ تھا کہ دو کا استحقاق دو تہائی مال کا بھی ہے سمجھ لیا گیا تھا کہ مذکر کے ساتھ ایک کو ایک تہائی ملا تھا۔ **وَإِنْ كَانَتْ - المولودۃ - وَاَحَدًا**۔ ورنے قرآنہ پالرفح دکان تامہ یعنی کانت کا اسم مولود و دختر ہے پس واحدہ کو نصب بنا برضہ ہونے کے ہے اور کانت افعال ناقصہ میں سے ہے اور نافع کی قرآنہ میں واحدہ کو رفع ہے تو معنی حصّلت واحدہ ہے پس کان تامہ ہوگا۔ اور حاصل معنی یہ لاکر دختر کیلی ہو پسر یا کوئی دوسری دختر اسکے ساتھ ہو تو فلیھا **الانصاف**۔ اس کے واسطے نصف ترکہ ہے پس حاصل یہ کہ اولاد میں مذکر کو مؤنت سے دو چند جبکہ دختر ہو ورنہ پسر کو کل مل جائیگا جبکہ کوئی فرضی حقدار نہ ہو اور اگر پسر نہ ہو بلکہ کہلی دختر ہو تو اس کو نصف ملے اور اگر دو دختر ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی ملے۔ اب سوائے اولاد کے دیگر قرابتوں کو بیان کیا چنانچہ والدین کی نسبت فرمایا۔ **وَکَلَّ بَوَابِئِہِ**۔ اسی میت۔ یعنی ضمیر راجع بجانب میت ہے یعنی اور میت کے والدین کے لیے یعنی دونوں کے مجموعہ کے لیے نہیں بلکہ **لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنْہُمَا**۔ دونوں میں سے ہر ایک کے لیے **السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ**۔ چھٹا حصہ اس مال کا جو میت نے چھوڑا۔ مگر یہ چھٹا حصہ اس شرط سے کہ **إِنْ کَانَ کَہْ وَکَلَّ** ذکر او انشی اگر میت کا کوئی فرزند موجود ہو خواہ پسر ہو یا دختر ہو۔ و نکلتہ البذل افادۃ انما لایشترکان فیہ مفسر نے کہا کہ لایوبیہ سے کل واحد نہما۔ کو بدل کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ والدین دونوں ملکر چھٹے حصہ میں مشترک نہیں ہیں۔ اور اگر مشترک نہ ہوں کہ بہت ضعیف نکتہ بیان ہوا کیونکہ سہ کی جگہ سہ سہ کے بھی بدون بدل کے فائدہ حاصل تھا میرے نزدیک یوں کہنا اولیٰ ہے کہ بدون بدل کے اور کے اگر سہس ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دونوں اس حصہ میں شریک ہونگے اور اگر سہ سہ ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دو چھٹے حصہ میں شریک ہیں لیکن مرد و عورت کی شرکت میں زیادہ احتمال تھا کہ باپ کو مان سے دو چند ہوگا جیسے پسر کو دختر سے بحکم الذکر مثل حظ الانثیین۔ پنجابی کو بیوتہ سے اسی حساب سے ملتا ہے پس صرف بدل سے یہ وہم دور کیا فاقم پھر مفسر نے افادہ فرمایا کہ **وَإِنْ کَانَ کَہْ وَکَلَّ** بالولد والابن وبالاب الحدی۔ اور لاحق کیا گیا فرزند کے ساتھ پسر کا فرزند خواہ لڑکی یا لڑکا یعنی اگر پسر ہو تو اسکا فرزند بمنزلہ میت کے فرزند کے ہوگا لیکن دختر کا فرزند ایسا ہوگا کیونکہ وہ میت کے داماد کا لطفہ ہوگا اور نیز لاحق کیا گیا باپ کے ساتھ دادا یعنی باپ نہ ہو بلکہ دادا اسکا ہو تو بمنزلہ باپ کے ہے۔ **فَإِنْ کَانَ کَہْ وَکَلَّ** لہ **وَکَلَّ وَوَرِثَہُ أَبَوَاہُ**۔ فقط۔ اومع زوج۔ پھر اگر میت کا کوئی فرزند نہ ہو اور وارث ہونے اسکے دونوں مان و باپ خواہ فقط با مع زوج کے یعنی حفت کے پس اگر مرد و اتوجفت اسکی زوجہ ہے یا عورت مری تو حفت اسکا شوہر ہے پس والدین کے ساتھ میں میت کا حفت ہو جائیگا



فَالْأَقْرَبُ - یعنی ام لضم ہمزہ اکثر کی قرأت ہے۔ اور حمزہ و کسائی نے امہ بکسر ہمزہ پڑھا۔ التثلیث - تو اسکی مان کے واسطے ایک بتائی ہے۔ اسی ثلاث المال اور ما یقی بعد الزوج والباقی للاب۔ اور بتائی سے یا تو یہ مراد ہے کہ کل مال کی تہائی ہر سو اگر باپ فقط ہو تو بالاتفاق مان کو کل مال کی تہائی ملیگی اور زوج کے ساتھ ہو تو بھی ابن عباس کے نزدیک یہی حکم ہے اور چہرہ کے نزدیک زوج کا حصہ نکالنے کے بعد باقی مال کی تہائی مان کو اور دو تہائی باپ کو ملیگا۔ پس ماحصل یہ نکلا کہ والدین بہر حال وارث ہیں اگر میت کے اولاد بھی ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا پھر اگر باقی حصہ داروں کو دیکر کچھ بچا تو وہ فقط باپ کو ملجا و بچکا۔ اور اگر اولاد میت نہ تو وہ حال سے خالی نہیں کہ یا تو فقط والدین میں یا میت کا حجت بھی موجود ہے پس اسی صورت میں حکم یہ ہے کہ میت کے مان کے واسطے تہائی ہے لیکن جبکہ میت کا شوہر یا میت کی زوجہ ہو تو ابن عباس کے نزدیک مان کو کل کی تہائی ملے گی اور چہرہ کے نزدیک حجت کا حصہ دیکر باقی مال کی تہائی ملیگا اور اگر یہ نہیں بلکہ میت کا بھائی نہیں ہوں۔ تو فرمایا۔ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ - اسی آستان فصاعدا ذکر اور انا تا۔ فَإِلَّا قِيَدَ الشُّرُوسُ پھر اگر میت کے اخوة یعنی بھائی نہیں ہوں۔ یعنی دو ہوں یا زیادہ ہوں تو مان کے لئے چھٹا حصہ ہے اور ابن عباس نے فرمایا کہ دو پر حکم نہیں کیونکہ اخوة جمع ہو کم سے کم تین عدد ہونگے اور چہرہ کے کہا کہ دو کا بھی یہی حکم ہے خواہ مذکر ہوں یعنی بھائی ہوں یا مؤنث ہوں یعنی بہنیں بہن بہر حال مان کے لئے چھٹا حصہ کا حکم ہوگا اور ابن عباس نے فرمایا کہ نہیں یہ حسبی ہے کہ بھائی ہوں والباقی للاب ولاشیء للاخوة۔ یعنی اسکی مان کو چھٹا حصہ دیکر باقی سب مال باپ کا ہوگا اور اخوة کو کچھ نہیں ملیگا اور یہی چہرہ کا قول ہے اور ابن عباس نے فرمایا کہ انکو بھی چھٹا حصہ کیونکہ ان لوگوں کی ذات سے انکی مان بچاری کو تہائی سے چھٹا ہو گیا پس ایک چھٹے کا اسکو نقصان ہوا وہی ان لوگوں کو ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کو ملیگا پھر یہ سب میراث مذکور بعد اوائے وصیت و قرضہ کے ہے چنانچہ مفسر نے ربط دیا کہ وارث من ذکر با ذکر۔ مَن لَعَدٍ تَنْفِذٌ وَصِيَّةٌ يَوْصِيهِ - بالبناء للفاعل والمفعول۔ لَعَدٍ - اور وارث ہونا ان اشخاص مذکورہ کا حصص مذکورہ کو بعد نافذ کیے جانے وصیت کے جس کے ساتھ میت نے وصیت کی یا وصیت کی گئی ہے پس یوصی اکثر کی قرأت میں بصیغہ معرود بر بنا ناعل ہے اور ابن کثیر ذابن عامر و ابو بکر و عاصم نے لضم اول رفع صا و بر بنا مفعول یعنی بصیغہ مجہول پڑھا اور حفص نے بیان مانند چہرہ کے اور آئندہ مانند ان بعض مذکور کے پڑھا جو حاصل آنگہ میراث مذکور بعد و امر کے ہے ایک بعد تنفیذ وصیت جو بیت کر گیا ہے اور دوم۔ آؤ۔ فقصار ذابن علیہ یا او ا کے نے قرضہ کے جو بیت پر آتا ہو۔ پھر اگر کچھ قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو مذہب یہ ہے کہ اول قرضہ ادا کیا جاوے پھر باقی کی تہائی سے وصیت نافذ کیا جاوے پھر بچا ہو میراث ہے۔ اگر کہا جاوے کہ وصیت تو قرضہ پر مقدم مذکور ہے تم کیونکر کہتے ہو کہ پہلے قرضہ ادا کیا جاوے تو مفسر نے جواب دیا کہ و تقدیرم الوصیۃ علی الدین و امکانت مؤخرۃ عنہ فی الوفا للاثم ہا و ہا اور مقدم کرنا وصیت کا قرضہ پر جیسا آیت کریمین اگرچہ وہ نافذ کیے جانے میں پیچھے ہے تو فقط اسوجہ سے کہ لوگ اسکا اتہام کھین صنائع نہ کریں اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ علمائے سلف و خلف نے اجماع کیا ہے کہ قرضہ ادا کرنا وصیت ہماری کرنے سے مقدم ہے اور یہ نکتہ نزدیک اسحال نظر سے آیت کریمہ کے مخوی سے ثابت ہے و واضح ہو کہ آیت میراث ہی ہے اور آنحضرت صلعم نے اسکو نصف العلم فرمایا ابن عیینہ نے کہا کہ اسکو نصف اسلے کہا کہ ابن سب ثبلا ہوتے ہیں۔ ابن سوڈ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا اکیو فرانس اور سکھلا و لوگوں کو کہ میں ایک مرد ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجکو ذنات دینے والا ہے اور عنقریب علم لوگوں سے لیا جائیگا اور فقہ پھلین کے حتی کہ وہ آدمی فرانس میں جگر ٹانگے اور کوئی ایسا نہ پائے جو نہیں فیصلہ کر دے رواہ الحاکم و البیہقی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سیکھو فرانس اور وہ لوگوں کو سکھلاؤ کیونکہ وہ نصف علم ہے اور یہی سب سے پہلے میری امت سے نکال لیا جائیگا رواہ الحاکم و البیہقی و ابن ماجہ

بعض مفسرین نے اسکا تہائی بتایا ہے

دو ارضی اور ایک جماعت صحابہ و تابعین سے اسکی ترغیب میں آثار و دین مجھے زیادہ تطویل کی گنجائش نہیں ہی کافی ہے کہ اس علم کا فضل و کمال و زیادت اجر و ثواب کلام الہی و اسکے برگزیدہ رسول رسول پاک کے صحابہ و تابعین و مجتہدین امت سے ثابت ہو لہذا مترجم نے چاہا کہ ان آیات کی تفسیر میں اس طرح بیان کر دے کہ اہل ایمان و صلحا رحمت اس سے واقف ہو کر فریض کے جانتے و الون میں داخل ہو کر ثواب جہنم کے سزاوار ہو جاویں اگرچہ تمام تفصیل سے یہاں معذوری ہے تاہم قدر کافی انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہو جائیگی اور اس آیت کریمہ کا سبب نزول جابر سے بعد ہے کہ آنحضرت صلعم و ابو بکر نے پیدل آ کر نبی سلمہ میں میری عبادت کی اس حال میں کہ میں بیہوشی سے کچھ نہیں سمجھتا تھا پس پانی منگوا کر وضو فرما کر مجھ پر چھڑکا کہ میں بیہوش میں آیا پس میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دینے ہیں اپنے مال میں کیا کروں پس تیل ہو اقولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم آیات رواہ البخاری و مسلم و النسائی و الجماعہ کلمہ شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت جابر کے حق میں اس سورہ کی آخری آیت درباب کلام اتری ہے جیسا کہ آویجا انشاء اللہ تعالیٰ اور اظہر سبب نزول اس آیت کا وہ ہے جو جابر سے روایت ہے کہ سعد بن الربیع کی جوڑا کی رسول صلعم کی حضور میں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ لڑکیاں دونوں دختران سعد بن الربیع ہیں جو احد میں آپ کے ہمراہ شہید ہو اور ان دونوں کے چچا نے تمام مال لے لیا انکے لیے کچھ نہیں چھوڑا اور ان سے کوئی نکاح نہ کر سکا جب تک انکے پاس مال نہ ہو پس آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اس میں حکم فرماویگا پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم آیت پس رسول اللہ صلعم نے دختران مذکورہ کے چچا کو کہلا بھیجا کہ دختران سعد کو دو تہائی اور ان دونوں کی مان کو آٹھواں حصہ دیدے اور باقی تیرا ہے رواہ احمد ابو داؤد و ابن ابی شیبہ ابن ماجہ ابو یعلیٰ و ابن ابی حاتم و ابن جابر فی صحیحہ و الحاکم و المستفی و الترمذی و قال لا یعرف الا من حدیث عبد اللہ بن محمد بن عقیل اور وہ ثقہ ضابط ہیں اب آیات کریمہ کو الکی تفسیر فوائد سے کان کھکھرنا چاہیے قال اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ۔ اللہ تعالیٰ تمکو وصیت کرتا ہے فی اولادکم۔ تمھاری اولاد کے بارہ میں اور مراد وصیت کرنے سے حکم کرنا ہے اسکو وصیت سے تعبیر فرمایا جس میں بعض اہل استنباط نے نکتہ نکالا ہے کہ بندوں کے مان و باپ کو خود انکی اپنی اولاد کے حق میں وصیت کی تو ظاہر ہے کہ اول تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ مہربان ہے بقدر مان باپ اپنی اولاد پر ہوتے ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے کہیں زیادہ مہربان ہے جتنا بچے پر اسکی مان مہربان ہوتی ہے اور حدیث میں قصہ ہے و قد ذکرناہ فی بعض المواضع۔ اور یہاں سے تفصیل بیان اس اجمال کا ہے جو قولہ تعالیٰ للرجال نصیب مما ترک الوالدان و الاقربون الآیہ۔ میں گذرا اور میں سے نکالا کہ بیان میں تاخیر ہونا ہے کہ ماں مہربان ہے روہانکے خطاب سے تو زمانہ جاہلیت کی نا انصافی کی تقسیم کو وہ فرمایا اور یہاں عدل کی تقسیم کو بیان فرمایا پھر جانو کہ اولاد جمع و ملکی ہے و نذخاہ لہا ہو یا لڑکی ہو خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ قاتل ہو یا سبید ہو۔ خواہ ایک ہی ولایت میں ہو جہاں وراثت نے تقال کیا یا دوسری ولایت میں ہو اور وضع ہو کہ مملوک اگر مر جاوے تو اسکا کچھ مال ہی نہیں وہ تو خود اپنے مولیٰ کا مملوک ہے پھر آزادیت کا مال میراث ہے اور اسکی صورت کہ اسکا بیٹا غلام ہو یہ ہے کہ زید نے عمرو کی لونڈی سے جو جہاد میں لڑی آئی تھی یا اسکی مان یا نانی اصل اسکی اس طرح کی تھی اور اپنے مالک کے سونے کسی دوسرے کے لطف سے ہے اس سے زید نے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی تو یہ لڑکا و لڑکی بھی اپنی مان کے تابع قرار دیا جاتی ہے پس عمرو کی ملک ہے اور اگر عمرو کی لونڈی سے خود عمرو سے بچہ پیدا ہو تو وہ باپ کے مانند آزاد ہوگا اور یہ صورت کہ باپ مملوک و بیٹا آزاد ہو و ظاہر ہے کہ بیٹا آزاد کیا گیا اور باپ رہ گیا۔ پھر جانو کہ اگر زید مر تو اسکی اولاد میں سے جو لڑکا یا لڑکی کسی دوسرے کی ملک ہو وہ میراث پر لگتا ہے اور نیز جو اولاد اسکے دین کے خلاف ہو مثلاً زید مسلمان اور اولاد میں بعض کافر ہوے تو کافر کو میراث نہ ملے گی اور اسکے بٹس بھی کفر کا قاتل اور اسکا بیٹا مسلمان ہے تو زید کا وارث نہ ہوگا۔ اور نیز اگر زید ہمدالا مسلمان میں ہے اور اسکی اولاد مثلاً لڑکا دار الحرب میں ہو تو کوئی دوسرے کا

وارث ہنگا اور اسی طرح اگر اسے عمدتاً قتل کیا ہو تو بھی بالاجماع وارث ہونگا پس بقیت و اختلاف دین و اختلاف وارث و قتل عمدیہ چار باتیں علی العموم میراث سے مانع ہیں پس اگر اولاد میں بھی کوئی پائی جاوے گی تو اسکو میراث نہ ملے گی۔ اور ترکہ وہ ہے جو میت نے چھوڑا اور میراث اس میں سے وہ ہے جو اولاد کو ملے اور وہ میت کی بختیہ و مکین و ادا سے قرضہ و وصیت کے بعد جو کچھ بچے وہ میراث ہے اور قرضہ ایسی مجزی بلا ہے کہ اگر میت کی عقیبتا ایک روپیہ گزے کہ کن کی تھی تو در صورت قرضہ کثیر ہونے کے کہ ترکہ کفایت نہ کرتا ہو سکو دو تین آنہ گز کا کفن ملے گا۔ اور دافع ہو کہ میت کا حق مال مسترد کر کے منقطع ہو جاتا ہے سوائے ایک تہائی کے کہ اس سے متعلق رہتا ہے اور دافع ہو کہ آیات میراث میں چند باتیں پہلے جانا ضروری ہیں۔ اول آنکہ کتر جمع دو ہر دو م وارث چار طرح کے ایک وہ کہ جنکا حصہ فقط فرض و مقرر ہے جیسے جو مرد میں اولاد نہیں اور ذوی الفروض کہتے ہیں دوم جنکا حصہ مقدر نہیں بلکہ وہ ذوی الفروض کا حصہ مقرر دینے کے بعد باقی سب لے لیتے ہیں جیسے بیٹا اور بیٹوں کو عصبہ کہتے ہیں سوم وہ جنکا حصہ بھی مقرر ہے اور باوجود اسکے وہ عصبہ بھی ہو جاتے ہیں جیسے باپ کہ در صورت ایک دختر ہونے کے وہ اپنا مقدر حصہ لے گا اور دختر کے مقدر حصہ دینے کے بعد باقی کو عصبہ ہو کر لے لے گا چہر ام وہ کہ کسی صورت میں ذوی الفروض میں سے اور کسی صورت عصبہ میں سے ہوتے ہیں جیسے میت کا باپ وہ دختر ہو تو دختر کو نصف مقدر ملے گا اور اگر بیٹا ہو تو بیٹا کو حصہ اور بیٹی ایک حصہ ملے گی۔ اب میں اللہ تعالیٰ کی توفیق و طاقت سے استعانت پا کر تفسیر شروع کرتا ہوں قال تعالیٰ - یوصیکم اللہ فی اولادکم کہ اولاد کو حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے حق میں اور خیر اولاد سے وہ تمام بیٹے و بیٹیاں ہیں جنہیں رقیب و اختلاف دین و اختلاف وارث و قتل عمد کا کوئی مانع نہ ہو کیونکہ اگر اولاد رقیب ہو یا دین اسلام سے خارج ہو یا کافروں کے ملک میں رہتی ہو یا اسے بائب مان کو یعنی مورث کو عمدتاً قتل کیا ہو تو وہ محروم ہے۔ پھر اولاد جمع کا لفظ کتر و ذی یعنی اولاد کے بارہ میں حکم دیتا ہے۔ اگرچہ دو ہوں کیونکہ میراث میں کتر جمع دو ہے اور اولاد میں وہ حمل بھی داخل ہے جسکے حلق کا وقت وفات میت کے ہونا یقینی معلوم ہو یا پھر طور کہ میت کی جو وقت وفات سے چھ مہینے کے اندر میں اور اولاد کا لفظ میت کے لہجہ کی اولاد کو بھی شامل ہے یعنی اگر میت کی صلی اولاد نہ ہو تو لہجہ کی اولاد بھی اسی طرح مستحق ہوگی اور اس میں آئمہ حنفیہ و شافعیہ و حنبلیہ میں اختلاف نہیں ہے کہ یہ شامل ہونا چاہیے ہے یا حقیقتہً ہے تو حنفیہ کہتے ہیں کہ حقیقتہً شامل ہے اور شافعیہ مجازاً شمول کہتے ہیں بہر حال شمول میں اتفاق ہے اور اولاد میں خنثی بھی شامل ہے یعنی وہ بچے جس کے نر و مادہ دونوں کی علامت موجود ہو اور قرطبی نے کہا کہ علمائے اجماع کیا ہے کہ خنثی اگر مرد کی علامت سے پیشاب کرے تو اس کو مذکر کا حصہ اور اگر مؤنث کی علامت سے پیشاب کرے تو مؤنث کا حصہ دیا جائے گا۔ اور اگر دونوں سے پیشاب کرے تو اس سے پہلے نکلے اور اگر دونوں علامتوں سے یکساں نکلتا ہو تو یہی خنثی مشکل ہے اس کے حصہ میں اختلاف ہے اور اس میں سے میراث کا وہ قاعدہ جو زمانہ شرک سے لوگوں میں جاری تھا کہ حلیف ہونے اور ہجرت اور معاشرت وغیرہ اسباب سے باہم وارث ہوتے تھے مستحب ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی تفصیل فرمائی۔ للذکر مثل حظ الانثیین۔ نرینہ اولاد کو اس حساب سے کہ ایک کو دوہ ٹوٹ کے برابر یعنی لڑکا لڑکی سے دو چند پائے گا اور چونکہ یہ اجمال اول کی تفصیل ہے لہذا اس میں ایک ضمیمہ چاہیے ہے اجمال کی طرف راجع ہو لیتے۔ لاندکر منہم۔ مگر چونکہ معلوم تھا ضمیمہ حذفت ہوئی اگر کہا جاوے کہ اولاد سے شروع کیا جواب ہاں تو وجہ سے ایک تو میت کے زیادہ قریب ہونے میں دو سوم اکثر بعزیت کے یہی ہوتے ہیں پس فرمایا کہ لہجہ کو دختر سے دو چند دیا جاوے اور اس پر اجماع ہے کہ اولاد کے ساتھ جو ذوی الفروض ہیں انکو اسکا حصہ مقدر نکال کر باقی کو اولاد میں اس طرح تقسیم کیا جاوے پس لڑکا عصبہ ہے اور عصبہ ہے لڑکی کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ جو لوگوں کا حصہ مقدر ہے وہ دیکر باقی سب کا مالک ہے اور جنکا حصہ مقدر ہے انکو ذوی الفروض کہتے ہیں حتیٰ اگر ذوی الفروض میں سے کوئی ہو تو بیٹا کثیر میراث

مالک ہے۔ رہی لڑکی تو وہ ایک صورت میں عصبہ ہے اور ایک صورت میں ذوی الفروض سے ہے چنانچہ جب لڑکا ہو تو لڑکی بھی اسکے ساتھ  
 عصبہ ہے اور اگر ساتھ نہ تو ذوی الفروض میں سے ہوگی کہ اسکا حصہ مقرر ہے اور عصبہ وہ ہے کہ اگر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لے واضح ہے کہ میت  
 کے ترکہ سے اولاً تجیز و تکفین کیجاوے پھر قرضہ ادا کیا جاوے اگر ہو پھر وصیت صرف تنائی مال میت سے ادا کیجاوے اگر ہو پھر جو باقی رہے وہ  
 میراث ہے جس میں سے ذوی الفروض کو انکا مقرری حصہ دیدیا جاوے اگر ہوں پھر باقی کو اولاد میں اسطرح تقسیم کیا جاوے۔ اولاد میں حال سے  
 خالی نہیں ہاں تو ذکر و موت دونوں ہونگے تو یہ حکم آیت میں مذکور ہے یا فقط ذکر تو سب مال ابدال فرالقص کے لے لیکھا یا فقط موت تو اللہ تعالیٰ  
 نے آگے فرمایا۔ بقولہ سبحانہ تعالیٰ۔ فان کن نساء فوق اثنتین فلمن ثلثا ما ترک پہلے فرمایا تھا کہ دو لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے تو نصف  
 دونوں لڑکیوں کو اور نصف ایک پس کو ملیگا اب فرمایا کہ اگر لڑکیاں دو سے زائد ہوں خواہ تین ہوں یا چار یا زیادہ تو انکو بھی دو تنائی کا  
 ملے گا۔ اس تقریر سے دو لڑکیوں کا نصف حصہ گویا بیان ہو گیا اور ایک لڑکی کا بیان باقی رہا اور یہی ابن عباس کا قول ہے لیکن جو صحابہ  
 نے کہا کہ دو لڑکیوں کا بھی دو تنائی ہے اور اسی کو چار دن الامون نے اپنا مذہب قرار دیا ہے سو بعض لوگوں نے خیال کیا کہ یہ قرآن مجید کے اسی نظم  
 سے اسطرح ثابت ہے کہ لفظ فوق زائدہ ہے اور تقدیر یہ کہ فان کن نساء اثنتین جسے قولہ فاضرہ فوق الاعناق میں فوق زائدہ ہے کیونکہ  
 یہ عرض نہیں کہ کافرون کی گردن کے اوپر سے اور بلکہ گردن مارو۔ اور نحاس و ابن عطیہ نے سکور ذکر دیا کہ یہ خطا ہے کیونکہ فزون  
 تمام ہما کلام عرب میں بے معنی زائد نہیں ہو سکتے اور شیخ ابن کثیر نے کہا کہ دونوں آیتوں میں فوق کا زائدہ ہونا غیر مسلم ہے اور مستنع  
 ہے کہ قرآن مجید میں بیفائدہ کوئی لفظ بھرتی کا ہووے اور اگر یہی ہوتا یعنی بمنزلہ فان کن نساء اثنتین۔ تو آگے فلما ثلثا ما ترک  
 ہونا حالانکہ فلن ثلثا ما ترک ہے مترجم کتا ہے کہ فوق کو زائد کہنے والے نے اپنے اوپر شقت اٹھائی اور وہ فی مصیبت بڑھائی کیونکہ اگر  
 تین دختر ہوں تو انکا حکم مذکور نہیں اور چار ہوں تو معلوم نہیں علیٰ ہذا القیاس اور یہی اسی وقت ہے کہ اسپر کوئی اشارت دلالت بھی ظاہر  
 نہیں بخلاف ان لوگوں کے جو زائدہ نہیں کہتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ اس سے دو سے زیادہ چاہے بقدر ہو وین سب کا حکم معلوم ہو گیا رہا  
 فقط دو کا حکم تو یہ دلالت قرآن سے معلوم ہے کیونکہ جب مذکر کے ساتھ ایک دختر کو تنائی ملا تو منفرد و دو دختر کو لے کر ایک کو موت کے ساتھ  
 بدرجہ اولیٰ تنائی ملیگا پس دونوں کی دو تنائی ہونی اور نحاس نے اس میں کلام کیا کہ اختلاف تو دو دختر میں جب ہے کہ پسر سے تنہا ہوں  
 اور نیز سوار حصہ کیا کہ ایک پسر و دو دختر ہوں تو دونوں کے لیے نصف ہے پس معلوم ہوا کہ انکا فرض مقرر بھی ہے اور یہ ماخوذ ہے منہ سب  
 ابن عباس سے جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا۔ و نیز جمہور نے قیاس پیش کیا کہ دو بہنوں منفردہ کے لیے دو تنائی فریضہ منصوص ہے تو دو  
 دختر منفردہ کے لیے بدرجہ اولیٰ ہوگا اور مترجم کتا ہے کہ پوشیدہ نہیں کہ اولویت کا حکم بنظر قرابت رحم ہے لیکن موارث کی تقدیر میں قرابت  
 رحم کی علت ہونا یا یہی فقط علت ہونا محل مناقشہ ہے پھر قیاس کہاں ہو سکتا ہے خصوص جبکہ فرمایا۔ آباؤکم و ابناءؤکم لاتدرؤن اہم  
 اقرب لکم نفعاً۔ فریضہ من اللہ۔ ان اللہ کان علیٰ کل شئی حکیماً۔ اور ایسے ہی شیخ ابن کثیر نے جو استدلال ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ترکہ کے لیے  
 نصف حصہ منصوص فرمایا اگر دو کے لیے بھی ہونا تو منصوص ہوتا پس اسی منفردہ کی تخصیص نصف نے دلالت کی کہ دو دختر حکم سے دختر  
 میں مترجم کتا ہے کہ اس میں وہی مناقشہ ہے جو میں نے بیان مذہب حضرت ابن عباس میں اشارہ کیا یعنی دو کا حکم نصف کا تفصیل بعد اجمال  
 سے سمجھا گیا یعنی للذکر مثل حظ الانثیین کیونکہ یہ کلام اس وقت میں ہے کہ اگر اولاد میں ایک پسر ہو اور دو دختر ہوں تو دو دختر کا نصف  
 حصہ ہے اور نصف مذکر کا پسر جبکہ تنہا ایک دختر کا بیان رہا تھا الگ منصوص فرمایا لیکن یہ ضرور اور ہے کہ للذکر مثل حظ الانثیین سے ایک پسر

و ایک دختر کا حصہ بھی ایک تنہائی سمجھا گیا پس تخصیص علوہ بوجہ حکم انفراد کے ہو گیا مگر آنکہ کہا جاوے کہ انفراد کے ساتھ جبکہ اجتماع مانو ازین نزدیکی ہو پس دو کا حکم انفراد چونکہ بلا فرق کے وہی تھا جو اجتماع مذکور کے ساتھ مذکور ہوا لہذا مالک نے بیان کیا مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اجتماع و انفراد دونوں کے حق میں دراصل مختلف ہے کیونکہ اجتماع میں دختر بھی حصہ میں اور انفراد میں فروعی الفروض میں سے ہیں فانہم سب سے اضعف دلیل جمہور کے واسطے وہ حدیث جاہلہ جو میں نے سبب نزول کے بیان میں اوپر ذکر کی حسین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن ابی سرح کی دونوں دختر کے واسطے دو تنہائی کا حکم فرمایا اور یہ حدیث خود ثبت ہے اور مؤید اس طاعت کی جو قرآن مجید سے مذکور نہیں فانہم وللہ علم اب آگے کیسی ایک دختر کا حکم فرمایا - بقولہ تعالیٰ عزوجل - وان كانت واحدة فلها النصف - یعنی اولاد میں اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے واسطے نصف ہی اسکا ہوگا - قولہ فلانہ الثلث - یعنی جب فقط والدین وارث ہوں تو ان کو تمام مال کی تنہائی ملے گی اور مدارک میں فرمایا کہ اگر اولاد کے ساتھ شوہر و جوڑ میں سے کوئی ہو تو ان کے واسطے تنہائی تمام مال کا حکم نہیں رہے گا بلکہ زوج کا حصہ لکھ کر باقی مال کی تنہائی کا حکم ہوگا اور واسطے کہ باپ نسبت مان کے میراث میں اقوی ہے کیونکہ در صورت تنہائی کے باپ کا حصہ مان سے دو چند ہے پھر اگر در صورت زوج ہونے کے یعنی جوڑ و یا سر ہونے کے بھی اسکا حصہ تنہائی کل مال سے مقرر ہو تو لازم آدے گا کہ باپ کا حصہ مان سے کم ہو جاوے چنانچہ مثلاً ایک عورت مری اور اسے مان و باپ و خاوند چھوڑے تو خاوند کو سبب اولاد نہ ہونے کے نصف ترک ملا اور مان کو بر تقدیر مذکور تنہائی دیا گیا تو باپ کے لیے چھٹا حصہ رہ گیا باقی طور کہ کل مال کے چھ حصہ کر کے تین سہام شوہر کو اور دو سہام مان کو اور باقی سہم وہ باپ کو ملا پس اللہ ذکر مثل خط الاغشین کا حکم بدل کر لانا مثل خط الذکرین - جو جاہلہ حالانکہ یہ خلاف منصوص ہے پس لازم آدے گا ان کو بعد حصہ شوہر کے باقی کی تنہائی دیا جاوے تو یہ بات لازم نہ آوے چنانچہ اس مسئلہ میں منجملہ چھ سہام کے شوہر کو تین سہام دیکر باقی تین میں سے مان کو تنہائی کا ایک سہم دیا جاوے اور دو سہام باپ کے ہیں تو مرد کو عورت سے دو چند ملا - وہو الحق - قولہ سبحانہ تعالیٰ - فان كان له اخوة فلانہ السدس یعنی اگر میت کے بھائی بہن ہوں (و اولاد) تو میت کی مان کے لیے چھٹا حصہ ہے - اس میں مان کے محبوب کرنے میں بھائی ہوں یا بہن ہوں خواہ میت کے اعیانی ہوں یا علاتی یا انہما فی یعنی کسی قسم کے ہوں سب برابر ہیں لیکن جب دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تب مان کو تنہائی سے محبوب کر کے چھٹے حصہ پر لائے ہیں اور اگر ایک بھائی یا بہن ہو تو وہ مان کو محبوب نہیں کر سکتا - پس اخوہ جس سے مراد دو یا زیادہ ہے کیونکہ میراث میں کمتر ترجیح دہے - اور اخوہ تین طرح کے ہوتے ہیں اعیانی یعنی ایک مان و باپ سے سکے - علاتی یعنی باپ ایک ہو اور مان دو ہوں - اور حیاتی یعنی مان ایک ہو اور باپ دو ہوں پس میت کا باپ زائد ہوتے ہوئے ان میں سے کوئی وارث نہ ہوگا کیونکہ باپ حصہ ہوا ہے ہی میت کی دختر ہو تو بھی باپ باقی کا حصہ ہے اور اگر سپر ہو تو باپ کو فقط فرض یعنی چھٹا حصہ ملیگا اور اگر میت کے سپر و باپ یا داد میں سے کوئی ہو تو عیالی اخوہ وارث ہو گئے ورنہ علاتی - پھر حیاتی ہر ایک بھائی و بہن کو چھٹا حصہ ہے اور اگر ایک سے زائد ہوں تو تنہائی میں سب مساوی شریک ہونگے اور انکا مذکورہ موٹ کیساں ہونگے اصل میت کا سپر ہمیشہ حصہ ہے اور صلیبی سپر کے ہوتے ہوئے پوتا محبوب ہے اور اگر کوئی سپر پوتا بھی مانند سپر کے حصہ ہے لیکن جب میت کی دختر پوتا ہو تو دختر کو نصف دیکر باقی پوتا یا بیگامیت کی دختر - اگر سپر کے ساتھ ہو تو حصہ ہے کہ بعد ذی الفروض کے حق عیالی کے باقی ان بھائی بہنوں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ سپر کو دختر سے دو چند ملیگا اگر دختر کے ساتھ سپر پوتا ہو ذی الفروض میں سے ہو کہ اگر ایک ہو تو نصف پاوگی اور دو ہوں یا زیادہ ہوں تو سب کو دو تنہائی ملے گا - میت کا باپ اگر میت کا بہن موجود ہو تو چھٹا حصہ فرضیہ فقط اور اگر دختر ہی ہو تو چھٹا حصہ فرضیہ پھر بعد فرضیہ دختر کے باقی مال کا حصہ ہوگا میت کا دادا

جب باپ نہ ہو تو دادا بہنرہ باپ کے ہر میت کی مان اگر میت کا پسریاد ختم موجود ہو تو چھٹا حصہ ہو اور اگر کوئی فرزند نہ ہو تو مان کو کل مال کی تنائی اور اگر عورت میت کا زوج ہو یا مرد میت کی زوجہ ہو تو اس کا فرضیہ دینے کے بعد باقی مال کی تنائی ملے گی اور اگر وہ سے زیادہ بھائی بہن کسی قسم کے ہوں تو مان کا چھٹا حصہ ہوگا۔ بیان تک حصص تو آیت کریمہ میں اتنی مذکور ہوئے ہیں باقی آگے آتے ہیں

اباؤکم وابتناءکم لا تدرؤن ائہم اقرب لکم نفعاً فریضۃ من اللہ

تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ انہیں کون تمہارے نفع کے لیے سب سے نزدیک ہے ہر حصہ اپنے مالدار کی ہوتے

ان اللہ کان علیا حکیمًا

اللہ تعالیٰ خوب دانا و حکمت والا ہے

عوفی کی روایت ابن عباس میں ہے کہ آیت فرائض میں بعض لوگوں کو گمراہ ہوا کہ عورت کو چوتھی یا آٹھواں دیا جاوے اور ختم کو نصف اور پندرہ حصہ ہو جا لاکہ انہیں سے کوئی بھی نہ دشمن دفع کرے نہ عنیت لاوے اور زمانہ جاہلیت میں میراث سب سے بڑے مرد کو پچھرا اس سے چھوٹے کو اس ترتیب سے دیتے تھے رواہ ابن ابی ہریرہ اور عطاء نے ابن عباس سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ مال میراث تو اولاد کا تھا اور والدین میں کے لئے نصیب بھی پس اللہ تعالیٰ نے اس میں سے جو چاہا منسوخ فرمایا پس مذکورہ برابر دو مونت کے حصہ دیا اور والدین میں سے ہر ایک سے بے چھٹا حصہ و تنائی مقرر کیا اور زوجہ کے لیے آٹھواں یا چوتھی سکا اور شوہر کے لیے چوتھی یا نصف رکھا رواہ البخاری اور حال یہ کہ اللہ تعالیٰ نے امر جاہلیت کو دور کیا کہ کل میراث مذکور دیتے اور نیز ابتداء اسلام میں حال پر تھے کہ کل مال اولاد کا اور اس میں سے وصیت فقط والدین کو بھی منسوخ کیا کیونکہ انسان کو کبھی نفع دینوی یا اخروی یا دونوں اسکے

باپ سے ہوتا ہے پھر چھٹا حصہ اولاد سے نہیں ہوتا اور کبھی عکس ہوتا ہے اور اس کا دلنا اللہ تعالیٰ پر بندہ نہیں ہے اس لیے بیان فرمایا اباؤکم وابتناءکم لا تدرؤن ائہم اقرب لکم نفعاً۔ فی الدنیا والآخرۃ فظان ان ایتہ النفع نہ فی عطیۃ المیراث فیکون الاب النفع وبالعکس وانما العالم بذلک اللہ تعالیٰ۔ تمہارے آباؤ اور بھائی تم نہیں جانتے ہو کہ کون انہیں سے اچھرا ہے تمہارے واسطے ازراہ نفع کے یعنی دنیا میں اور آخرت میں کون تم کو نافع ہوگا پس گمان کرنے والا اکل لگا دیکھا کہ میر بٹیا میرے حق میں زیادہ نافع ہے تو اسکو میراث دیکھا حالانکہ اسکا باپ اسکے لیے زیادہ نافع نکلے یا اسکے عکس ہو۔ اور بات یہ ہے کہ اس امر کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے۔ فرض لکم المیراث۔ فریضۃ من اللہ۔ پس فرض کر دی تمہارے لیے میراث فرض کرنا بطور خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ حالانکہ تمہاری رائے واجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم اس کی مقدار جاننے سے عاجز ہو اور یہ جملہ مقررہ ہے اسکے لیے کوئی محل اعراب نہیں ہے کذا فی المداہک۔ اور ایم متبادر مفعول اور اقرب لکم خبر اور نفعاً تمیز ہے یعنی۔ اقرب ازو سے نفع کے اور یہ جملہ اسمیہ مل نصب میں لاتدرؤن کا مفعول ہے۔ پھر فریضۃ کو نصب بنا کر کہ مفعول مطلق ہے اس واسطے مفسر نے کہا فرض لکم المیراث فریضۃ من اللہ۔ اور کما لین میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ یہ۔ یوصیکم کا مصدر ہو کہ بغیر لفظ ہے از قبیل تو لک لعلی الف دہم ہترافا اور حاصل آئے کہ مقادیر مختلفہ مقروضہ و مساوات و ارتئون میں اصل میراث میں فریضۃ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی کی طرف سے حکم کیا گیا و مقدر کیا گیا ہے کیونکہ وہی دانا ہے ہر چیز کو اپنے محل پر رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ ان اللہ کان علیا بحلقہ۔ اللہ تعالیٰ علیم ہے۔ یعنی اپنی مخلوق کو ہر طرح جانتا ہے۔ حکیم ہے۔ فیما ذہبہ لہم ای لم یزل منصفاً بذلک حکیم ہے اس میں جو اپنی مخلوق کے

واسطے مقرر فرمائی اور چونکہ کان صیفہ ماضی تھا تو مفسر نے کہا یعنی برابر ہمیشہ اس صفت علم و حکمت سے منصف ہے اور حال جواب یہ کہ کان بیان استمرار و دوام کے معنی میں ہے اور یہ عرب کی زبان میں شائع ہے و جانتا چاہیے کہ آئیہ بوسیکم اللہ فی اولادکم۔ بیان تمام ہوئی ہے اور نظر تسہیل میں نے باپ و ماں کے حصص اپنے مذہب کے موافق اور ذکر کر دیے تاکہ عام نفع اٹھادیں اور توضیح یہ ہے کہ ان باپ کی چند حالتیں ہیں اول آنکہ میت کی اولاد کے ساتھ جمع ہوں تو ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا پس اگر میت کی ایک ہی دختر ہو تو اسکو نصف اور ہر ایک والدین کو چھٹا چھٹا دیکر باقی چھٹے حصہ کو بھی میت کا باپ بطور عصبہ لے لیا پس ایسی حالت میں باپ کو فرض و عصبوت دونوں ہونگے۔ دوم آنکہ والدین تنہا ہوں تو ماں کو تنہائی دیکر باقی کو باپ محض تصیب میں لیا پس باپ اس حالت میں محض عصبہ ہوا اور اگر ان کے ساتھ زوج ہو یا زوجہ ہو تو اس صورت میں سبب اولاد ہونے کے شوہر کو نصف یا زوجہ کو چارم مل جاوے گا پھر علماء میں اختلاف ہے کہ ماں کو کیا ملیگا اس میں قول ہیں ایک قول یہ کہ ہر دو سکہ میں ماں کو باقی کا تنہائی ملیگا گو یا والدین کی نسبت یہی باقی مال ہی کل میراث ہے اور شہر ذیل نے ماں کے واسطے باپ کے حصہ کا نصف رکھا ہے پس وہ باقی کا تنہائی لیوے اور دو تنہائی باپ لیوے۔ اور یہی قول حضرت عمر و عثمان کا اور ہر دو روایت میں صحیح روایت کے موافق حضرت علی کا قول ہے اور یہی قول حضرت ابن مسعود و زید بن ثابت کا ہے اور سیکو فقہاء و محدثین اور چاروں امامین اور جہود و علماء نے اختیار کیا ہے۔ اور دوسرا قول یہ کہ زوج و زوجہ ہوا یا نہ ہو ہر حال میں کوکل مال کی تنہائی ملیگی کیونکہ ماں کو کمین لہ ولد و ورثہ ابوالہ فلا مہ الثلث عام ہے اور یہ قول ابن عباس و معاذ بن جبل شریح و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہے شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ ظاہر عموم آیت تو جمیع ترکہ سے ہے اور بیان بعد حصہ زوج یا زوجہ کے باقی کو جمع قرار دیا گیا پس باقی کا تنہائی ملیگی۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ ماں کو فقط زوجہ کے سبب کل مال کی تنہائی ملیگی چنانچہ بارہ میں سے چارم یعنی تین تو زوجہ لگی اور سوم یعنی چار ماں کو ملین گے اور باقی پانچ باپ کو رہیں گا اور شوہر ہوتو ماں کو باقی تنہائی ملیگی تاکہ ماں کو باپ سے زیادہ ملے اور یہ قول ابن سیرین سے نقل کیا جاتا ہے اس کا صنف ظاہر ہے پس صحیح وہی قول اول ہے حال سوم آنکہ والدین کے ساتھ اخوہ ہوں خواہ سگے ہوں یا باپ کی طرف یا ماں کی طرف سے سوتیلے ہوں سو یہ لوگ باپ کے ہوتے ہوئے وارث نہیں ہو سکتے لیکن ماں کو تنہائی حصہ سے محبوب کر کے چھٹے حصہ پر کر دیتے ہیں پس اگر سوائے اخوہ کے اور کوئی ہنر تو ماں کے چھٹے حصہ کے بعد باقی باپ کو تصیب میں ملیگا۔ پس معلوم ہوا کہ باپ کو محض تصیب دو جگہ ہوتی ہے ایک یہاں اور ایک فقط ماں کے ہوتے ہوئے حافظہ۔ پھر داخوہ کا حکم بھی جمہور کے نزدیک ہی ہے جو تین یا زیادہ اخوہ کا ہے اور ابن عباس سے اس میں خلاف بسند ضعیف نقل کیا جاتا ہے اور صحیح سند سے من طریق خارج بن زید عن ابیہ روایت ہے کہ ابن عباس نے فرمایا کہ اخوان بھی اخوہ کہلاتے ہیں اور ایک بھائی ہونو وہ ماں کو کچھ محبوب نہیں کرتا اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اہل علم کی دانست میں اخوہ کا محبوب کرنا ماں کو اسی جنت سے ہے کہ باپ ان کے شادی بیاہ کر دینے کا متولی ہوگا اور ان کا نفقہ باپ پر ہے نہ ماں پر اور یہ اچھا کلام ہے لیکن ابن عباس سے بسند صحیح مروی ہے کہ اخوہ نے چھٹے حصہ سے ماں کو محبوب کیا تو یہ حصہ انکو مل جائیگا اور یہ قول شاذ ہے اور شیخ ابن جریر نے کہا کہ تمام ہمت سے مخالف ہے۔ اب باقی رہا بیان ہکا کہ داد اہی ہنزلہ باپ کے ہے اس امر میں کہ اسکے ہوتے ہوئے اخوہ ساقط ہوں یا نہیں ہے تو حضرت ابو بکر صدیق کا مذہب یہ ہے کہ وہ ہنزلہ باپ کے ہے اور ان کے ایام خلافت میں صحابہ رضی اللہ عنہم سب متفق تھے پھر انکی وفات کے بعد اختلاف ہوا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول پر ابن عباس و عبد اللہ بن الزبیر و عائشہ و معاذ بن جبل و ابی بن کعب و ابوالدرداء و ابویہریرہ و عطاء و طاؤس و حسن و قتادہ و ابوحنیفہ و ابو ثور و اسحاق کا قول ہے اور حضرت علی بن ابیطالب و زید بن ثابت و ابن مسعود کا مذہب یہ کہ داد کو میت کے بھائیوں بہنوں کے ساتھ وارث کیا جائے جبکہ

سگے ہوں یا باپ کی طرف سے ہوں اور انکے ساتھ میں حد کی تہائی سے کمی ہوگی اور ذوی الفروض کے ساتھ چھٹے حصے سے حد کا حصہ کم نہ ہوگا  
 بقول زید و مالک و اوزاعی و ابو یوسف و محمد و شافعی <sup>یعنی دادا</sup> اور کجا میون کی اولاد دادا کے ہوتے ہوئے چھوٹے قول پر سا قلم ہو جاتی ہے اور یہی جہد  
 یعنی مان کی مان نہ علما کا اتفاق ہے کہ اگر میت کی مان نہ ہو تو وہ چھٹا حصہ یا و علی اور جمع ہے کہ مان کے ہوتے ہوئے سا قلم ہے اور جمع ہے کہ باپ کے  
 ہوتے ہوئے سا قلم نہیں ہے اور اگر میت کی سگی نانی کا بیٹا موجود ہو تو زید بن ثابت و عثمان و علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جہد وارث  
 ہوگی یہی قول مالک و ثوری و ابو ثور و اوزاعی و ابو حنیفہ و غیر ہم کا ہے۔ اور حضرت عمر و ابن مسعود و ابو موسیٰ سے روایت ہے کہ وارث ہوگی اور یہ  
 عثمان و علی سے بھی مروی ہے اور یہی شرح و جابر بن زید و احمد و اسحاق وغیرہ کا قول ہے **فَاُولٰٓئِكَ ثَابِتَةٌ** عرس اللیبان ہے کہ قولہ  
 تعالیٰ **اَبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ لَاتَدْرُونَ اِیْمَ اَقْرَبَ لَكُمْ نَفْعًا**۔ اشارہ یہ کہ بزرگوں کی خدمت کرو اور اولاد پر رحم کرو کیونکہ بسا اوقات نہیں سے کسی فریق سے  
 کوئی ایسا دل ہوگا جو تمھارے لیے درگاہ الہی عزوجل میں سفارش کی اجازت پاوے اور یہاں بہم رکھنے میں حکمت ہے کہ سب پر رحمت و شفقت  
 رکھیں تیوق اس ولی صادق کے۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اقرب لکم نفعاً کی تفسیر میں فرمایا ای آباؤنا و ابنائنا میں تم سب سے زیادہ فرماؤ اور  
 اللہ عزوجل کا اور تم سب سے بلند درجہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے روز۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز موتوں میں سے بعض کو بعض  
 کا شفیع فرماوے گا پس اگر سپر اپنے والدین سے بلند درجہ ہوگا تو والدین کو اپنے درجہ پر لاوے گا تاکہ اسکی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور اگر والدین درجہ  
 اعلیٰ ہوگا تو اسکے ذریعہ سے فرزند کا درجہ بلند ہوگا تاکہ اسکی آنکھیں خشک ہوں

**وَلَكُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْاٰثِرُ وَاٰثِرٌ لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ اَوْلَادًا** اگر ان کی اولاد ہے تو تم کو

**الرَّيْبِ مِمَّا تَرَكَ اَبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ اِیْمَ اَقْرَبَ لَكُمْ نَفْعًا** اور عورتوں کو جو تمھاری مال جو تم چھوڑے

**اِنْ كُنْتُمْ نِسَاءً وَاِنْ كُنْتُمْ اَوْلَادًا فَلِلَّذٰلِكَ اَشْرَافُكُمْ** اگر تم عورتوں کی ہو اور اگر تم اولاد کی ہو تو تم کو

**اِنْ كُنْتُمْ نِسَاءً وَاِنْ كُنْتُمْ اَوْلَادًا فَلِلَّذٰلِكَ اَشْرَافُكُمْ** اگر تم عورتوں کی ہو اور اگر تم اولاد کی ہو تو تم کو

**اِنْ كُنْتُمْ نِسَاءً وَاِنْ كُنْتُمْ اَوْلَادًا فَلِلَّذٰلِكَ اَشْرَافُكُمْ** اگر تم عورتوں کی ہو اور اگر تم اولاد کی ہو تو تم کو

**اِنْ كُنْتُمْ نِسَاءً وَاِنْ كُنْتُمْ اَوْلَادًا فَلِلَّذٰلِكَ اَشْرَافُكُمْ** اگر تم عورتوں کی ہو اور اگر تم اولاد کی ہو تو تم کو

**اِنْ كُنْتُمْ نِسَاءً وَاِنْ كُنْتُمْ اَوْلَادًا فَلِلَّذٰلِكَ اَشْرَافُكُمْ** اگر تم عورتوں کی ہو اور اگر تم اولاد کی ہو تو تم کو

**اِنْ كُنْتُمْ نِسَاءً وَاِنْ كُنْتُمْ اَوْلَادًا فَلِلَّذٰلِكَ اَشْرَافُكُمْ** اگر تم عورتوں کی ہو اور اگر تم اولاد کی ہو تو تم کو



يُؤْتِيَنَّهَا أَوْ دَيْنٍ - پھر اگر زوجات کا کوئی فرزند ہو تو تمھارے واسطے انکے ترکہ میں سے چارم حصہ ہے بعد اداے وصیت کے جو وہ وصیت کر کے مرین یا بعد اداے قرضہ کے ف یا اگر قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو دونوں دیکر باقی میراث ہے۔ واضح ہو کہ وصیت کی تہذیب و تکفین کے بعد کہ قرضہ بالا جماع بہر حال میں مقدم ہے اور وصیت کو آیت میں اس واسطے مقدم کیا تاکہ وصیت کا لحاظ زیادہ رکھا جاوے پھر بعد قرضہ کے وصیت کی ہتالی سے وصیت نافذ کی جاوے پھر وارثوں کے حق متعلق ہیں اور آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ مختصر بیان ہر ایک ارث کا لکھ دیا جائیگا تخریج و طریقہ تقسیم ترکہ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور بیان آیت میں بیان یہ کہ اگر زوجہ مرنے در حالیکہ اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی نہیں موجود ہے تو شوہر کو نصف ملیگا اور اگر موجود ہو تو شوہر کو چارم ملیگا رہا یہ کہ فرزند تو حقیقت میں وہ ہے جو عورت کے پیٹ سے ہو جیسے مرد کے پیٹ سے لڑکے کا لفظ اسکا حقیقی فرزند ہے مفسر نے کہا کہ دامن بالولد فی ذلک ولد الابن بالا جماع۔ یعنی میراث میں پسر کا فرزند بھی فرزند کے ساتھ لائن کیا گیا اور پھر جماع ہے یعنی سب علمائین اتفاق ہے کہ اگر صلیبی فرزند نہ ہو بلکہ پسر کا فرزند موجود ہو تو وہ بمنزلہ صلیبی فرزند کے ہے اس میں کثیر نے فرمایا کہ وصیت کے شوہر کے لیے دو حال ہیں ایک یہ کہ فرزند نہ ہونے کی صورت میں نصف اور دوم فرزند ہونے کی صورت میں چارم۔ یہ امر بالا جماع ہے اس میں کچھ خلاف نہیں ہے اور ایسے ہی حکم زوجات چنانچہ فرمایا۔ وَكَفُّنٌ - اسی للزوجات تعدون اولاً۔ الرِّجْعُ حَمًّا تَرَكَتُمْ۔ زوجات کے لیے خواہ ایک ہو یا کئی ہوں تمھارے ترکہ سے چارم ہے۔ یعنی شوہر کے مرنے پر اسکی زوجہ کو ایک ہو یا چار تک ہوں فقط چارم مال ملیگا پس کہلی ہے تو کل چارم لے اور کئی ہیں تو اس چارم میں برابر شریک ہوں نہ یہ چارم حصہ سوقت ہو کہ۔ اِنْ كَمَّ بَيْنَكُمْ وَوَلَدٌ - اگر تمھارے کوئی فرزند ہو۔ یعنی بیٹیاں بھی اور نہ پوتا ہو تو بیٹے سے ہذا القیاس۔ منھن او من غیرھن۔ نہ اس جو رو سے ہو اور نہ کسی دوسری جو رو سے ہو یعنی کسی جو رو سے تمھارا کوئی فرزند نہ ہو یا کسی جو رو سے نہ ہو تب زوجات چارم۔ اِنْ كَانَ لَكُمْ وَوَلَدٌ۔ منھن او من غیرھن۔ اور اگر تمھارا کوئی فرزند ہو۔ خواہ موجود ہو جو رو سے ہو یا اسکے سوا کسی دوسری جو رو سے ہو خواہ منکوہ ہو یا نکاح فاسد ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا پسر کی لونڈی سے بلاشبہ وغیرہ ہو غرض کہ جو کبھی شرعی جلت سے تمھارے میت میں تھی پھر وہ مرگئی یا طلاق دی گئی یا باندہ اسکے جدا ہو گئی بخلاف اس کے اگر نسا سے کوئی اولاد ہو تو وہ بمنزلہ ہونے کے ہے۔ فَلَمَنْ اَلْمَنْ حَمًّا تَرَكَتُمْ۔ تو جو رو ایک ہو یا زیادہ ہوں سب نو ایک آتھو ان حصہ لے گا مگر یہ سب اس کل مال سے لے گا جو بعد قرضہ و تہذیب تکفین کے در وصیت کے باقی رہا۔ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَوَلَدٌ - بعد دینے وصیت کے جو تم دلوا مرے یا بعد قرضہ ادا کرنے کے اگر قرضہ وصیت ہو رہا یہ کہ اگر صلیبی فرزند ہو مگر صلیبی کی اولاد ہو تو مفسر نے کہا کہ اولاد الابن کا اولاد فی ذلک اجاعا۔ اور پسر کی اولاد اس میراث میں مثل فرزند صلیبی کے ہے بالا جماع۔ اور دختر صلیبیہ کی اولاد ایسی نہیں ہے کما تقدم۔ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُؤْمِرُكَ - صنفہ وانجیر۔ کلالہ۔ یعنی رجل اسم کان اجدیرث صفت ہے اور خبر اس کی کلاتہ ہے یعنی وان کان رجل سورث من کلالہ۔ اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کی میراث بطور کلالہ لی گئی۔ یا کہا جاوے کہ پورث خبر کان ہے اور کلالہ حال جو خبر پورث سے کما فی المدارک بہر حال کلالہ کے معنی مفسر نے بیان کیے اسی لاوالدہ واولادہ۔ اسکا باب ہے ہو اور فرزند بھی نہ ہو۔ اَوْ اَمْرًا - نورت کلالہ یا کوئی عورت ہو کہ اس سے میراث بطور کلالہ لی گئی۔ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُؤْمِرُكَ - صنفہ وانجیر۔ کلالہ۔ یعنی رجل اسم کان اجدیرث صفت ہے اور خبر اس کی کلاتہ ہے یعنی وان کان رجل سورث من کلالہ۔ اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کی میراث بطور کلالہ لی گئی۔ یا کہا جاوے کہ پورث خبر کان ہے اور کلالہ حال جو خبر پورث سے کما فی المدارک بہر حال کلالہ کے معنی مفسر نے بیان کیے اسی لاوالدہ واولادہ۔ اسکا باب ہے ہو اور فرزند بھی نہ ہو۔ اَوْ اَمْرًا - نورت کلالہ یا کوئی عورت ہو کہ اس سے میراث بطور کلالہ لی گئی۔ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُؤْمِرُكَ - صنفہ وانجیر۔ کلالہ۔ یعنی رجل اسم کان اجدیرث صفت ہے اور خبر اس کی کلاتہ ہے یعنی وان کان رجل سورث من کلالہ۔ اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کی میراث بطور کلالہ لی گئی۔ یا کہا جاوے کہ پورث خبر کان ہے اور کلالہ حال جو خبر پورث سے کما فی المدارک بہر حال کلالہ کے معنی مفسر نے بیان کیے اسی لاوالدہ واولادہ۔ اسکا باب ہے ہو اور فرزند بھی نہ ہو۔ اَوْ اَمْرًا - نورت کلالہ یا کوئی عورت ہو کہ اس سے میراث بطور کلالہ لی گئی۔ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ يُؤْمِرُكَ - صنفہ وانجیر۔ کلالہ۔ یعنی رجل اسم کان اجدیرث صفت ہے اور خبر اس کی کلاتہ ہے یعنی وان کان رجل سورث من کلالہ۔ اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کی میراث بطور کلالہ لی گئی۔ یا کہا جاوے کہ پورث خبر کان ہے اور کلالہ حال جو خبر پورث سے کما فی المدارک بہر حال کلالہ کے معنی مفسر نے بیان کیے اسی لاوالدہ واولادہ۔ اسکا باب ہے ہو اور فرزند بھی نہ ہو۔ اَوْ اَمْرًا - نورت کلالہ

ما ترک - تو ہر ایک وارث بھائی یا بہن مذکور کے لیے چھٹا حصہ (ترکہ سے ہے) قال ابن کثیر کلامہ مشتق از کلیل ہے یعنی وہ چیز جو سر کو اس کے کناروں سے محیط ہو اور مراد یہاں وہ حواشی ہیں جو صلح فرغ کے سوائے آدمی کے وارث ہوں چنانچہ شعبی نے حضرت ابو بکر الصدیق سے روایت کی کہ حضرت صدیق سے کلام و بیعت کیا گیا تو فرمایا کہ میں اس میں اپنی رائے سے کستا ہوں اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو مین ہے اور اگر خطا ہو تو میری جانب و شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ و رسول اس سے بری ہیں پھر کہا کہ کلام وہ ہے جس کا فرزند بنو اور باپ بنو پھر جب عمر خلیفہ ہوئے تو کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ ابو بکر کی رائے سے خلاف کر دیا اور ابن جریر وغیرہ اور ایسا ہی حضرت عمرو علی و ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ کلام وہ ہے جس کا فرزند باپ بنو اور یہی قول ابن عباس و زید بن ثابت وغیرہم سے صحیح ہے اور یہی قول شعبی و نخعی قتادہ حسن و جابر بن زید و حکم کا ہے اور یہی قول اہل مدینہ دہل کو ضرر اہل بعصرہ و فقہاء سلبہ و ائمہ اربعہ و جمہور سلف و خلف کا یہی قول ہے اور اس جامع کو بہت لوگوں نے نقل کیا ہے اور اس میں ایک حدیث مرفوعہ بھی آئی ہے اور قول تعالیٰ و لا یرث ما ترکوا من ام - یعنی ماں کی جانب سے بھائی یا بہن ہو اور یہی قرآنہ بعض سلف کی ہے جن میں سعد بن ابی وقاص بھی ہیں اہل اگر کسی میت کے وارث سوائے اسکے فرزند باپ کے ایسے لوگ ہوں جن کا تعلق از جانب ولادت مادر ہے اور مادری بھائی ہیں جو ماں کے کسی شوہر سے سوائے پدھر کے ہوں پس مراد ایک مادری بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور اس میں مذکور وراثت میں کمی بیشی نہ ہوگی - فان کاؤا - ای الاخرة والاخوات من الام - پھر اگر یہ بھائی بہنیں جو ماں کی جانب سے ہیں - اکثر من ذلک - ای من واحد - اس سے زیادہ ہوں یعنی ایک سے زیادہ ہوں - فہم شکر کاؤا فی الثلث - تو وہ ایک تنہائی میں شریک ہوں گی - بستوی فیہ ذکر ہم و اناسم - اس تنہائی میں ان کے مذکور وراثت برابر کے حصہ دار ہونگے یعنی بھائی کو بہن سے کچھ زیادہ نہیں ملیگا - قال ابن کثیر اداری بھائی بہن دیگر وارثوں سے کئی باتوں میں مخالف ہیں اول یہ کہ یہ لوگ اس شخص کے ساتھ میں بھی وارث ہوتے ہیں جس کی وجہ سے قرابت ہے یعنی ماں کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہوتے ہیں دوم آکلہ کا ذکر وراثت برابر کا حصہ دار ہے سوم یہ کہ وارث نہیں ہوتے ہیں مگر جب ہی کہ میت کلام ہو پس اگر میت کا باپ موجود ہو گا یا بیٹا یا بیٹی یا پسری اولاد تو وارث ہوں گے - چہا ہم آنکہ میراث کبھی ایک تنہائی سے زیادہ نہیں ہوتی اگرچہ کسی قدر کثرت سے ہوں اور زہری نے سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے مفید کیا کہ مادری بھائی بہنوں کی میراث آپس میں اس طرح ہے کہ جس قدر مذکور اسی قدر وراثت کو - زہری نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضرت عمر نے اس کا حکم رسول اللہ صلعم سے معلوم کیا یا ہی آیت سے لیا ہے اور ابی حاتم اور ایک سلسلہ مشرکہ میں علماء نے خلاف کیا ہے جس کا نام سلسلہ حار یہ ہے وہ یوں ہے کہ میت کے ورثہ میں زوجہ اور ماں یا نانی سگی - اور دو اولاد مادری وراثت کی حقیقی یعنی بھائی بہن ایک یا زیادہ ہیں تو جمہور کے قول پر نصف شوہر کو اور ماں یا نانی کو چھٹا حصہ اور مادری اولاد کی تنہائی میں عیالی شریک ہوں گے اور یہ سلسلہ زمانہ حضرت عمر میں واقع ہوا تو انہوں نے شوہر کو نصف اور ماں کو چھٹا حصہ اور اولاد مادری کو تنہائی دیا پس میت کے سگے بھائی بہنوں نے جو ماں باپ دونوں کی طرف سے حقے کہنے لگے کہ امیر المؤمنین مانا ہم نے کہ ہمارا باپ حار یعنی گدھا تھا پھر کیا ہم مادری اولاد کے ساتھ ماں کی طرف سے بھی شریک نہیں ہیں کہ ہم سب کی ماں ایک ہے پس عمر نے ان سب کو شریک کر دیا اس میں عثمان سے بھی شریک کر دیا صحیح ہے اور دور وایتوں میں سے ایک روایت ہے ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عباس سے ہے اور یہی قول سعید بن مسیب شریح و مشرق طاہس و محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی عمر بن عبدالعزیز و ثوری و شریک کا ہے اور یہی مذہب امام مالک و شافعی اسحق بن اہویہ کا ہے - اور حضرت علی بن ابی طالب انہیں باہم شریک نہیں کرتے بلکہ تنہائی مذکورہ فقط اولاد مادری کو دیتے اور اسی حالت میں عینی اداری و پدیری اولاد کو کچھ نہیں دیتے کیونکہ وہ لوگ حصہ ہیں اس سے وہ عترت میں دفع ہو گیا جو عینی سگے بھائیوں نے وارث کیا تھا کہ باپ کچھ نہیں سی مگر ہماری ماں تو ایک ہے



ذوی الارحام ہنون اور میراث ذوی الارحام کا بیان قولہ بقالی داو لو الارحام لبعضہم اولی بعض الآیہ میں انشاء تعالیٰ آویجا اور جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اسی سے موالات کر لی پھر لاوارث مرا تو یہی مولی اسکا وارث ہو اور اگر کسی قسم کا وارث ہو تو ہر مال خلیتہ مال عام ہو گا لیکن ایک جماعت علمائے نے اس زمانہ میں فتویٰ دیا کہ بیت المال کو بادشاہوں نے حق طور پر قائم نہیں رکھا لہذا جو کچھ اہل فرایض سے کچھ جاوے وہ بھی انہیں پر پھیر دیا جاوے اور لاوارث کا مال اسی کے نام پر خیرات ہو۔ اور یہ تفصیل مسطولات فقہ میں مع تحقیق مذکور ہے۔

بیان مختلفہ بیان مخرج و تقسیم مناسب ہو۔ جاننا چاہیے کہ ذوالفقہ میں حصص تہائی و دو تہائی و چھٹا یا نصف چہارم و آٹھواں ہوا اور تو عدل موافق کتب فرایض کے طول چاہتے ہیں مختصر بیان ہو کہ قسم اول یعنی تہائی و دو تہائی و چھٹا سب کا نکالنا چھٹے سے ممکن ہے اگر کسی قسم اول سے جمع ہوں تو ان کے حصص کے لحاظ سے جسکا حصہ سب سے کم ہو وہی عدد مسئلہ رکھ کر حصص نکالو مثلاً کسی وارث کا تہائی و دوسرے کا دو تہائی ہو تو (۳) سے مسئلہ من کر کے۔ اور ۲ حصص دیدو اور اگر تہائی و چھٹا مثلاً جمع ہو یعنی ایک وارث کا تہائی حصہ ہے اور دوسرے کے واسطے چھٹا حصہ ہے تو (۶) سے مسئلہ رکھو تو تہائی کے دو اور چھٹے حصہ کا ایک سہم دیدو۔ اسی طرح اگر قسم دوم کے دو جمع ہوں یعنی مثلاً نصف و چہارم ہے تو (۸) سے مسئلہ رکھو اور اگر نصف و چہارم و آٹھواں مثلاً جمع ہو سکے تو (۸) سے مسئلہ رکھو اور اگر قسم اول اور قسم دوم کے جمع ہوں مثلاً نصف و تہائی و آٹھواں و تہائی کا مخرج۔ ۳۔ اور آٹھویں کا (۸) ہو تو نہیں نسبت دیکھو جو اس مثال میں بتائیں ہوں۔ ۳۔ کو۔ ۸۔ میں ضرب دو (۲۴) سے نکالو اور اگر نصف و چھٹا جمع ہو تو (۶) کافی ہیں۔ اسی طرح تہائی و چھٹا میں (۱۲) سے مسئلہ ہو گا۔ اسی طرح عدل اور نہ میں اور ان کے حصص میں کجا نسبت دیکھ کر برابر تقسیم کے لیے مسئلہ ٹھیک کر لو۔ ان مثالوں میں غور کرو (مثال - ۱) - ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور کوئی نہیں ہے تو دختر کی تعداد ایک ہے اور لیسپر کی تعداد ایک کے دو چند یعنی دو میں جمع کر دیتے ہوئے پس جواب یہ کہ زید کے تمام مال کے تین حصے کر کے دو حصے کر کے ایک حصہ دختر کو دیدو (مثال - ۲) - اگر مثال مذکور میں دو لیسپر تین دختر ہوں تو دختر تین کی تعداد۔ ۳۔ کو لیسپر کی تعداد۔ ۳۔ کے دو چند یعنی تین جمع کر دو۔ ہوئے یہی جواب ہے تمام مال کے سات حصے کر کے ایک ایک حصہ دختر کو اور دو دو لیسپر کو دیدو۔ (مثال - ۳) - پیدر اور باپ۔ مان۔ ایک لیسپر۔ ایک دختر۔ چھوڑی تو اولاد کی صورت میں مان باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ہے اور باقی عصبہ میں ہیں۔ ہر حصے سے لیسپر ہوگی ایک حصہ باپ اور ایک حصہ ان۔ اور باقی عصبہ میں چار سہام ہیں حالانکہ ۳۔ سہام ہوتے تو دو لیسپر کو اور ایک دختر کو دیا جاتا ہے۔ ۳۔ کو۔ ۴۔ میں ضرب دو تو (۸) سے مسئلہ ٹھیک ہوا کہ۔ ۳۔ باپ کو اور۔ ۳۔ سہام مان کو اور باقی۔ ۲۔ میں سے۔ ۸۔ لیسپر کو اور۔ ۴۔ دختر کو مل گئے۔ (مثال - ۴) - پیدر اور۔ باپ۔ مان۔ دو لیسپر تین دختر چھوڑے۔ پس مان باپ کے لحاظ سے چھٹا حصہ چاہیے تو اصل مسئلہ دیا لیکن ایک مان باپ کو ایک باپ کو دیکر باقی۔ ۴۔ سہام میں حالانکہ دختر سے لیسپر کو دو چند کے حساب سے (۴) سہام چاہیے تو۔ ۶۔ کو۔ ۴۔ میں ضرب سے ۲۲۔ ہوئے پس مان و باپ کے ستر حصے کے حساب سے۔ ۴۔ سہام باپ کے۔ ۸۔ سہام مان کے۔ ۸۔ لیسپر کو اور۔ ۴۔ لیسپر دختر کو ملین گئے۔ (مثال - ۵) - پیدر اور۔ باپ و مان چھوڑے تو ظاہر ہے کہ مان کو تہائی ہے باقی باپ کا پس۔ ۲۔ حصہ کر کے ایک مان کو۔ ۳۔ باپ کو ملے گا (مثال - ۶) - پیدر اور باپ۔ مان۔ جوڑو چھوڑی۔ جوڑو کا چہارم پس چار حصے کر کے ایک جوڑو کا اور باقی تین سہام میں سے تہائی کا ایک سہم مان کا اور باقی دو حصے باپ کے ہیں (مثال - ۷) - باپ۔ مان۔ دو بھائی باہن جو مان کے پیٹ سے پہلے کسی خاوند سے ہیں تو مان کو چھٹا حصہ اور باقی پانچ حصہ باپ کو ملے اور یہ بھائی محروم ہیں کیونکہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط ہوتے ہیں لیکن انہوں نے اپنی مان کو تہائی سے محجوب کر کے چھ حصہ پر نقص کر دیا اور اگر یہ اولاد نہ ہوتی تو مان کو تہائی ملتا فانہم۔ (مثال - ۸) - باپ۔ بیٹا۔ دو بیٹی۔ تین جوڑو ایک ورثہ چھوڑے۔

باب کا چھٹا حصہ اور زوجہ کا آٹھواں حصہ ہو اور باقی حصہ میں پھر جب چھٹا اور آٹھواں جمع ہوئے تو اصل مسئلہ ۲۴- سے ہوگا لیکن چھٹا اور آٹھواں نکال کر باقی کی تقسیم ٹھیک نہیں کیونکہ دونوں بیٹے اور بیٹیوں بیٹیوں کے حصص ملکر کم سے کم سات ہونگے مگر ۱۰ اور ۲۲- میں بتا رہے ہیں ضرب دونوں ۱۶۸- ہوئے پس باب کا چھٹا حصہ ۲۸- اور پورو کا آٹھواں ۲۱- اور بیٹن دختر کا ۵۱- حسین سے ہر ایک کے سترہ - اور واپس کا ۶۸- حسین سے ہر ایک کے چونتیس ہوئے پس مجموعہ ۱۶۸- ہر پس کل مال کے اس قدر حصے کے جائیں مثال ۹- اگر مثال مذکور میں بجائے ایک زوج کے تین جو رہوں تو زوجہ کے حصہ میں جو ۲۱- سهام آئے وہ تین زوجان پر پورے تقسیم ہو جائے ہیں پس ہر جو رو کو ۷ حصے ملینگے اور حساب مذکور میں کچھ تغیر ہوگا اور اگر چار زوجات ہوں تو بوجہ بتا رہے ہیں ۱۲- سهام کی تفسیر چار پر ٹھیک ہوگی پس مجموعہ ۱۶۸- کو چار میں ضرب دینا پڑے گا تاکہ ہر جو رو کا حصہ بھی سبب ملے آوے۔ اور واضح ہو کہ حصص میں کبھی عمل ہوتا ہے یعنی وارثوں کے سهام ملکر کل سے زائد ہو جاتے ہیں مثلاً اصل مسئلہ بارہ اور مجموعہ حصص ملکر ۱۳- ہو جاوے مثلاً سندھ مری اور سہ ماں - شوہر - ایک دختر اور تھوڑے تو ۱۲- میں سے باب کو ایک - ماں کو ایک - شوہر کو ۳- اور دختر کو ۶- ملنا چاہیے کیونکہ والدین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ شوہر کو چارم - دختر کو نصف ملنا چاہیے حالانکہ یہ سب ملکر ۳۳- ہو جاتے ہیں تو کل مال کے ۱۳- حصے کے اس طریقے تقسیم ہونا چاہیے ہی عمل ہو - اور واضح ہو کہ عمل کے برعکس کبھی ارڈر نا ہوتا ہے مثلاً میت نے زوجہ و دختر چھوڑی تو زوجہ کو آٹھواں اور دختر کو نصف دینا چاہیے تو (۸) سے مسئلہ ہر ایک حصہ زوجہ کو اور ۲- سهام دختر کو دیے اور ۳- سهام باقی بچی رہے تو وہ بھی اسی حساب سے نہیں وارثوں کو واپس رد کیے جاوے ہیں چاہیے کہ کل مال کے پانچ سهام کے ایک حصہ زوجہ کو دیدو اور چار حصہ دختر کو دیدو تو کل مال انھیں میں فرض ورد سے تقسیم ہو گیا اور ہر ایک کے حق میں زیادتی ہو گئی کیونکہ پہلے مسئلہ ایک روپے میں سے دھانہ زوجہ کو اور آٹھ آنہ دختر کو ملے تھے اور اب زوجہ کو پانچواں یعنی تین آنہ و ربائی ملے جبکہ آنہ کی پانچ پائی مانو اور دختر کو باقی ملا اور اسکا نام اصطلاح میں روہی - پھر بطریقہ جو مذکور ہو اصرار ایک میت کے ورثہ میں تقسیم ہو اور اول میت کا ترکہ تقسیم ہوا پھر ان وارثوں میں سے کوئی مزاحمت کے ورثہ میں سے کوئی مزاحمت کے جزا موت کے بعد جو لوگ موجود رہے انھوں نے تقسیم چاہی تو اسکو متعہم نے عین الدرا یہ ترجمہ بدین میں لکھ دیا ہے وہاں سے تلاش کرو - بیان مختصر قاعدہ لکھا جائیگا لیکن پہلے یہ یاد رکھو کہ اگر تین زوجہ میں مثلاً ۲۲- سهام دعوہ ہر ایک کو ۱۲- سهام ملے اور اگر انھیں کے ۲۱- سهام کو تو بھی ہر زوجہ کو ۷ پورے ملے لیکن اس سے کم نہیں ہو سکتے ہیں تو فرض میں یہ ضروری حکم ہے کہ عداوت میں کسی کی نسبت رکھو اور نسبت چار میں اولیٰ تامل جیسے ۲۲- اور ۵- وغیرہ دوم بتا رہے جیسے ۲۳- سے ۱۱- و ۳- جن میں بڑا چھوٹے پر تقسیم ہو سکے سوم تداخل جن میں تقسیم ہو سکے جیسے ۱۲- و ۲- اور ۱۵- و ۳- وغیرہ چارم توافق دو عدد جو تیسرے عدد پر پوری تقسیم ہو جاوے جیسے ۸- و ۶- میں ۲- پر پورے تقسیم ہو جاتے ہیں پس تامل میں ایک عدد دلیلو - بتا رہے ہیں دونوں کو ضرب دے لو تداخل میں نقطہ برابر اھل کافی ہو تو افق میں ایک کے فرق کو دوسرے میں ضرب دو جیسے ۸- و ۶- میں سے دو سے توافق ہو تو ۶ کو دو پر تقسیم کر کے ۳- حاصل کو ۸ میں ضرب دیکر ۲۴- لے لو وہی بقا القیاس میں ایسا کرنے سے حساب میں ختم ہوا اور اگر ۴- کو ۸ میں ضرب دونوں سے دو چند یعنی ۲۸- ہو جاوے گا حالانکہ جب وارثوں کے حصص ۲۲- سے کل آتے ہیں تو بقا بقا ۲۸- حصہ کرنے سے تکلیف اٹھانا جائز نہیں ہو پس جسطرح وارثوں کے حصص مفروضہ یاد رکھے اسی طرح حساب کا قاعدہ بھی مشق کر لے آپ جاننا چاہیے کہ فرض میں جو شخص ان تمام حصص کو یاد کر لے جو قرآن مجید میں مذکور ہیں اور اس حساب کو یاد کر لے وہ علی میت کی میراث اور اسکے وارثوں میں تقسیم کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن جب دوسری پشت یا تیسری پشت پر پورا ہونا ہو تو اس حساب فرض میں شکل ہر سکو بھی بیان کر لیں انشاء اللہ تعالیٰ سمجھ لینے پر وہ بھی آسان ہو جاوے گا - جاننا چاہیے کہ پہلے جو میت مرے اس وقت کے موجودہ وارثوں میں تقسیم کرو پھر جو

دوسرا حصہ اس کے موجودہ وارثوں میں تقسیم کرو تو جو کچھ ہر ایک کا حصہ نکالے اسکو دیکھو کہ اوپر اس میت کے حصہ میں پہلے میت کے مال سے کتنے حصے ملے تھے کیونکہ وہی حصے اس حساب سے اسکے وارثوں میں تقسیم ہونگے پھر اگر ان میں داخل ہو تو کچھ ضرورت نہیں ورنہ توافق کی صورت میں موافق مذکورہ بالا کے تہہ پر ایک کو تقسیم کر کے مال سے دوسری ضرب کرو اور وہ اول میت کے مسئلہ میں بھی قائم کرو تاکہ سب حصے برابر نکلیں پھر وارثوں کے حصے جمع کرو مثلاً زید مراد اور بیٹا مسی بکر اور بیٹی مساتہ ہندہ اور جوڑو مساتہ سلمی جھوڑی پھر بکر مراد دختر مساتہ کبری اور جوڑو مساتہ صفری اور بن مساتہ ہندہ مذکورہ بالا اور بن مساتہ سلمی مذکورہ بالا جھوڑی سب وارثوں نے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا تو اس طرح کرنا چاہیے کہ اول زید کی میراث تقسیم کرو تو جوڑو کو آٹھواں اور باقی بیٹا بیٹی میں لاکر مثل خط الامین ہوگا لہذا ۲۴۰ سے مسئلہ ہوا تو بکر بیٹا ۱۲۰ اور ہندہ بیٹی کو ۶۰ اور سلمی جوڑو کو ۳۰ حصے ملے پھر بکر مراد جو کچھ اس اول ترکہ سے ۱۴۰ سهام میں تو اسکی مان کو چھٹا حصہ اور جوڑو کو آٹھواں حصہ اور سلمی کو نصف ہر اور بن عصبہ ہر لہذا یہ مسئلہ بھی ۲۴۰ سے ہوا یعنی بکر کے مال کے ۲۴۰ حصے کیے جاویں حسین سے کبری دختر کے ۱۲۰ صفری جوڑو کے ۳۰ اور ہندہ بن کے ۵۰ اور سلمی مان کے ۲۴۰ ہوئے لیکن اوپر معلوم ہوا کہ بکر کے پاس جوڑو سهام میں اور ۱۲۰ میں توافق ہو کیونکہ ۲۰ پر دونوں تقسیم ہوتے ہیں لہذا ۶۰ کو ۲۴۰ میں ضرب دیا ۱۶۸ ہوئے پس اسی عدد سے اوپر کے کل سهام کو مع عدد مسئلہ کے ضرب دو تو بکر ۹۸ ہندہ ۴۹ سلمی ۲۱ ہو گئے اور اسی طرح بکر کے وارثوں کے کبری دختر ۸۴ صفری جوڑو ۲۱ اور ہندہ بن ۳۵ اور سلمی مان ۲۸ ہو گئے پس جو لوگ اب زندہ موجود ہیں ان میں سے فقط ہندہ کو اپنے باپ کی دونوں کی میراث ملی اور سلمی ملی ہو اور باقی کو ایک ہی میراث ملی پس کبری کے ۸۴ اور صفری کے ۲۱

اور ہندہ کے ہر دو میراث کے جمع کرو تو ۸۴ اور سلمی کے ہر دو میراث کے ۴۹ ہوئے اللہ تعالیٰ علم بالصواب

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

یہ حدیں باندھی اللہ کی ہیں اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اس کے رسول کے وہ داخل کرے اپنے باغوں میں جسکے نیچے بہتی ندیاں خلدین فیہا ط و ذلک الفوز العظیم ومن یعص الله ورسوله وتعد حدوده رہ پڑے اور زمین اور وہی ہو بڑی مراد یعنی اور جو کوئی بے حکمی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور جہاں سے اسکی حدیں

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ

داخل کرے اسکو آگ میں رہ پڑا۔ اس میں اور اسکو ذلت کی مار ہو

تِلْكَ - الاحکام المذكورة من امر التيامي والبعده - یعنی تلک کا اشارہ احکام مذکورہ کی طرف ہے یعنی بیٹیوں کے بارہ میں اور اسکے مابعد میں فالقن سواریت ذکر فرمائے ہیں یہ حد و حد اللہ - شرع اللہ الی حد ما لعلوا و لا تتعدوا - حد و دائی ہیں یعنی شرع ہیں جسکو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے حد کر دیا ہے تاکہ ان پر عمل کریں اور اسے تجاوز نہ کریں۔ ومن یطیع الله ورسوله - یہاں حکم ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی ف یعنی اطاعت کی ایسے امر میں جو حکم کر دیا ہے تو - یُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خلدین فیہا ط - اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغات میں داخل فرماوے گا جسکے نیچے بہتی ندیاں ہیں۔ در حالیکہ ان میں مقدر ہوگا خلود و ہمیشہ رہنا انکے وسطے۔ وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ - اور یہ فوز عظیم ہے پوری فلاح و پوری راہ ہے۔ یہ خلد بیاہی تہمت اکثری قرار ہے اور نہ خلد بیون حکم نافع کی قرار ہے یعنی ہم اسکو داخل کریں گے ایسے باغات میں جہاں میں اس شان سے کہ جسے خلد میں نہیں ہے یعنی موت ہی

۱۱۱

نہ قنارہ ہو۔ وَمَنْ تَعْيِبِ اللهُ وَرَسُولَهُ وَتَبِعَ حَدُّهُ لَا يَدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا۔ اور جس نے نافرمانی کی اللہ  
 اسکے رسول کی اور حدود الٰہی سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو آگ میں داخل فرما دے گا اور حالیکہ اسکے لیے آگ میں رہنا ہمیشہ کے لیے مقدر ہو گا و  
 ضحاک نے کہا کہ بیان عصیان سے مراد شکر ہے یعنی کفر و انکار کیا اور ابن عباس نے فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر مبنی انوار اور جو اسے حد مقرر فرمائی  
 اس سے تجاوز کیا اور کلبی نے کہا کہ میراث کی جو تقسیم اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے اس سے انکار کیا تو کفر کیا اس واسطے فرمایا کہ ہمیشہ دوزخ میں  
 رہتا رہے گا۔ قولہ یہ فہمہ بیان بھی بیا تختیہ یا بیون ہے یعنی ہم اسکو آگ میں داخل کرینگے۔ ولکہ۔ نہما۔ اور اس کافر کے لیے دوزخ میں عذاب  
 مقرر ہے۔ ذوالہانت۔ ایسا عذاب ہے جو ابانت دینے والا ہے یعنی ایسا عذاب ہے جس میں ابانت ہر پھل میں صیغہ نسبت ہے۔ واضح ہو کہ لفظ من  
 مفرد ہے اور معنی اسکے جمع کے بھی ہیں اسی وجہ سے برعایت معنی کے خالدین۔ جمع فرمایا اور یہ جملہ میں ضمیر مفرد لفظی ہے عرف السبانی میں  
 فرمایا کہ قولہ تلک حدود اللہ الٰہی۔ اللہ عزوجل نے امر الفرض و مواثی میں تمام مخلوق کے ذلل کو صاف میٹ دیا کہ اسکی مقدار و کیفیت علم قدیم  
 الٰہی میں معلوم و مقدر و محدود ہے تاکہ اس کی درگاہ عظمت و کبریائی میں عاجزی و تواضع کے ساتھ بندگی کی گردن جھکا دین اور اللہ عزوجل  
 نے اسکے علم کو اپنی ہی پاک ذات تک رکھا تاکہ اسکے مخلوق میں سے کوئی بھی اسکی حد سے تجاوز نہ کرے اور اشارہ ہے کہ ہر اہل معرفت کے واسطے بھی  
 ایک حد مقرر ہے جو جہات تک اسکا کشف و عرفان پہنچتا ہے پھر اسکی صمدیت و احدیت مطالعہ سے باز رکھتی ہے۔ اور حدود اللہ ایک برزخ ہے  
 حدوت و قدم کے درمیان کہ دونوں میں کوئی خلط نہیں ہو سکتا کیونکہ ہر طرح حدوت سے منفر و پاک ہے شیخ محمد بن فضل نے فرمایا کہ حدود  
 اللہ اسکے اوامر و نواہی میں جو جس نے ان سے تجاوز کیا وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ بعض نے کہا کہ تلک حدود اللہ اشارہ ہے کہ اہل ارادت  
 کو انکی لیاقت کے لائق احوال پر واقف کیا جاوے اور تعالیٰ و تجاوز اس میں یہ ہے کہ ایسا اظہار کیا جاوے جس سے وہ ہلاک ہو جاوے مگر حرم کتنا ہے  
 جیسے اول سے سلسلہ وحدت وجود یا وحدت شہود وغیرہ بیان کرے کیونکہ مبتدی کو خلط و خبط ہوگا بلکہ ابتداء میں اسکو طریق سنت پر استقامت و علم  
 تعلیم کرے پھر علم عمل کی استقامت سے استعداد حاصل ہونے پر بقدر استعداد کے ترقی دے۔ ابو عثمان نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی حد پر  
 رہا اس سے تجاوز کیا وہ کبھی برباد ہوگا۔ اور بعض نے اہل بعدا نے کہا کہ تدرہ کا انقلاب جملہ اوقات میں حدود تک پہنچتا ہے ہر حکم حرمت  
 کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تلک حدود اللہ فلا تقربوا ہوا اسطے کہ جو جہاگاہ سلطانی کے کنارہ کنارہ جہاں پہنچتا ہے وہ کبھی نہ کبھی جا پڑتا ہے  
 قال المترجم حدیث صحیح میں ہر من حام حول الحی یوشک ان یقع فیہ۔ جو کوئی جہاگاہ سلطانی کے گرد گھومتے وہ اس میں جا پڑنے کے قریب ہی  
 فافہم بھ اللہ عزوجل نے حدود و وزنا وغیرہ کا حکم ابتداء اسلام میں اسطے نازل فرمایا

وَالَّتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ اَدْبَعَةً مِنْكُمْ فَاَنْ تَكُنَّ  
 شَهِدًا وَاَفْسَلُوْهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّى يَتَوَفَّيَهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا مِّنْ  
 وَرَاءِ غُورِهَا۔ اور جو کوئی بے کاری کرے۔ تمہاری عورتوں میں۔ تو اسکو تین رکھو گھر میں۔ جب تک کہ پھر بیوی کے موت نہ آئے۔ یا کہ اللہ انکی کوئی سبب راہ  
 اور جو کوئی بے کاری کرے۔ تمہاری عورتوں میں۔ تو اسکو تین رکھو گھر میں۔ جب تک کہ پھر بیوی کے موت نہ آئے۔ یا کہ اللہ انکی کوئی سبب راہ  
 اور جو کوئی بے کاری کرے۔ تمہاری عورتوں میں۔ تو اسکو تین رکھو گھر میں۔ جب تک کہ پھر بیوی کے موت نہ آئے۔ یا کہ اللہ انکی کوئی سبب راہ  
 اور جو کوئی بے کاری کرے۔ تمہاری عورتوں میں۔ تو اسکو تین رکھو گھر میں۔ جب تک کہ پھر بیوی کے موت نہ آئے۔ یا کہ اللہ انکی کوئی سبب راہ





واجب نہیں ہے بلکہ وہ منسوخ ہے اور امام شافعی پر وارد ہونا ہے کہ انھوں نے کنوارے کے حق میں ایک سال کا شہر بدر کرنا اسی حدیث سے بخوبی کیا حالانکہ شب کے لیے قبل رحم کے درے مارنا نہیں بخوبی کیا بلکہ حدیث کو منسوخ قرار دیا اور صحیحین قول امام ابوحنیفہ کا ہے یہ حدیث صحیح ہے اور نسخ کی کوئی دلیل نہیں ہے لیکن حدیث کے معنی یہ ہیں کہ ایک سال کا شہر بدر کرنا یا قبل رحم کے کوڑے مارنا یہ بطور سیاست و تعزیر کے ہے جو امام مسلمین کی رائے پر ہے ورنہ آیت کریمہ میں جو سورہ نور میں ہے فقط کوڑے و فقط رحم ہے لیکن آیت میں بھی ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ امام کو سیاست کرنا اس قدر نہیں جائز ہے جو کسی حد آتی تک پہنچ جاوے پھر سو کوڑے تو مقدار حد ہے اور جو اب یہ ہو سکتا ہے کہ منع یہ ہے کہ اس بارہ میں جو حد مقرر ہے تو شہدہ پر حد تک نہ پہنچے اور سنگساری میں حد کی مقدار یہ کہ پتھر دن سے قتل کیا جاوے تو کوڑے کی سزا بطور سیاست ہوتی ہے

وفیه نظر الضیاء فانهم والله اعلم - وشرائط سورہ نور میں آئیے انشاء اللہ تعالیٰ

وَالَّذِينَ يَأْتِيهِمْ فَاذْوَاهُمْ فَأَنْتَابُوا فَأَغْرَضُوا عَنْهُمْ آيَاتِ اللَّهِ كَانَ

جو کرنے والے کریں تم میں سے نامشہ کام تو انکو ایذا دے پھر اگر توبہ کریں اور سوزین تو ان سے اعراض کرو اللہ تعالیٰ

تَوَابًا رَحِيمًا إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ

بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے تو بہ تو اللہ تعالیٰ کو قبول ہے انھیں کی جو کرتے ہیں برا نادانی سے پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے

فَأُولَئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا

تو ایسوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب جانتا حکمت والا ہے

وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ النَّوْءَ وَتَشْدِيدًا - یعنی اکثروں کی قرآنہ تخفیف نون ہے اپنی اصل پر اور قیاس صنیعہ کا اللذان تھا یہ سیدو یہ

نے کیا کہ ہمارے مکتبہ و مہم میں فرق کے لیے یا ترجمہ حذف ہوئی - اور ابن کثیر کی قرآنہ میں تشدید نون ہے پر لیکن بعض بار معذرت

ہے یا تینہما - اسی الفاحشہ الزنا واللواطہ - یعنی صنیر مونت راجع بجانب فاحشہ مذکورہ بالا ہے اور اس سے زنا اور لواطت ہے صحتکم

اسی من الرجال مردوں میں سے (المعنی) اور جو دو مرد کے تم میں سے اس فعل فاحشہ زنا و لواطت کے مرتکب ہوں تو انکی سزا یہ ہے

کے فَاذْوَاهُمْ - دونوں کو ایذا پہنچاؤ - فَإِنْ تَابَا وَأَعْرَضُوا عَنْهُمَا - پھر اگر دونوں توبہ کریں اور اپنے آپکو

صلاحت پر لاوین تو ان سے درگزر کرو - وَفَوَاحِشَ عورتوں کی زنا کرنے کا حکم بتا اسلام کا اور پر کی آیت میں مذکور ہے اور مردوں

کا بیان نہیں ہوا تھا سو اس آیت میں فرمایا - پھر مفسر نے مردوں کے حق میں فاحشہ کام کی عام تفسیر کی جو عورت سے زنا کرنے کو یا عام

کسی مرد سے لواطت یعنی اغلام کرنے کو بھی شامل ہے اور خطیب نے کہا کہ امام شافعی کے نزدیک لواطت کو یا بھی مانند زنا کے ہے لیکن جس سے

لواطت کی ٹٹی اسپر انکے نزدیک رحم نہیں ہے اگرچہ وہ بیچارہ ہے جو بائبل کوڑے مار کر ایک سال کے لیے شہر بدر کیا جاوے قال المفسر یہ مشق ہے سورہ

نور کے حکم حد سے اور سطرچ اگر اس سے لواطت مراد ہو تو بھی آیت انور سے منسوخ ہے یعنی لوطی کو بھی حد زنا کی سزا دی جاوے - یہ امام شافعی

کے نزدیک ہے لیکن جسکے ساتھ لواطت کی گئی اگرچہ وہ بیچارہ ہو امام شافعی کے نزدیک اسپر حکم سورہ انور کے موافق رحم نہیں ہے بلکہ یہ صورت میں اسپر

درے میں کمالین ہیں کہا کہ آیت میں فاحشہ سے زنا مراد ہونا چہرہ کا قول ہے اور لواطت مراد ہونا مجاہد سے نقل کیا گیا ہے اور امام مالک نے احمد کے

نزدیک لواطت میں قائل و مفسر بیسے اوپر والا دینچے وللاعدون پر ہر حال میں رحم ہے خواہ چھین ہوں یا نہوں - اور حسن بصری سے روایت

ہے کہ یہ آیت پہلی آیت سے پہلے اتنی پس فاللذان مرد و عورت زنا کرنے والی برادر میں ہو پہلے حکم ہوا کہ دونوں کو ایذا دے پھر حکم ہوا کہ عورتوں کو توبہ

ہے کہ یہ آیت پہلی آیت سے پہلے اتنی پس فاللذان مرد و عورت زنا کرنے والی برادر میں ہو پہلے حکم ہوا کہ دونوں کو ایذا دے پھر حکم ہوا کہ عورتوں کو توبہ

ہے کہ یہ آیت پہلی آیت سے پہلے اتنی پس فاللذان مرد و عورت زنا کرنے والی برادر میں ہو پہلے حکم ہوا کہ دونوں کو ایذا دے پھر حکم ہوا کہ عورتوں کو توبہ

رکھو۔ لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ اول آیت میں فاحشہ مصرح ہے اور سہمین فاحشہ کی طرف ضمیر ہی متعلق۔ اور ابوسلمہ صفحہ ۱۱۱ کے موافق روایت مجاہد کے اختیار کیا کہ لواطت ہی مراد ہے اور بعض نے کہا کہ قرآن و اسرار کے مؤید ہیں۔ واضح رہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک لوطی کی حدود نہیں جو سورہ تور میں زنا کی مذکور ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو تم دیکھو کہ قوم لوط کا عمل کرتا ہے تو فاعل مفعول بہ دونوں کو قتل کرو (رواہ صحابہ السنن) پس بنا بریکہ اللذان یا بتینا مناس سے مراد لواطت ہو سترے زنا مردوں کے حق میں کچھ مذکور نہ ہوئی جیسے اوپر کی آیت میں عورتوں کی سترے زنا مذکور ہے۔ اسے صحیح مفسر وغیرہ نے ہمیں زنا و لواطت دونوں کو شامل کیا تاکہ مردوں کی سترے زنا بھی معام ہو جاوے اور ہر ایک خاص حکم لواطت جو مردوں ہی میں ہوتا ہے وہ بھی معلوم ہو جائے۔ اور بنا بر قول مجاہد کے مراد زنا ہی اور اللذان سے زانی مرد و زانیہ عورت مراد ہے لیکن مذکورہ غلبہ دیکر اللذان بصیغہ تثنیہ مذکور فرمایا اور آیت اولی خاصہ عورتوں کے حق میں قیدی ستر کا بیان ہے چنانچہ قتادہ نے فرمایا کہ عورت ہی فقط مقید رکھی جاتی تھی اور ایذا دیے جانے میں مرد و عورت دونوں مشترک تھے یعنی عورت کو بعد ایذا کے مقید بھی کرو اور بعض نے کہا کہ دوسری آیت خاصہ مردوں کے حق میں ہے اور تثنیہ باعتبار ہر دو قسم کنوارے مرد و بیاہے مرد کے ہے اسکو قرطبی نے مستحسن کہا اور نحاس نے اختیار کیا یعنی مردوں میں سے خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہو اگر زنا کرے تو دونوں قسم کو سزا دیکر چھوڑنا کہ ضرورت جہاد وغیرہ میں شریک ہو۔ اور سدی غیر نے کہا کہ اول آیت محض عورتوں کے حق میں ہے اور ان کے ساتھ محض مرد بھی داخل ہیں اور دوسری آیت مرد و عورت کو سزا دے کے حق میں ہے اور اسی کو ابن جریر نے ترجیح دی اور نحاس نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو اول آیت میں والاتی بصیغہ مؤنث ہے پھر باوجود شمول مردوں کے تغلیب مؤنث کی مذکور پلازم ہوگی اور یہ بصیغہ مذکور ہے اور مفسر نے کہا کہ اللذان یا بتینا میں لواطت مراد ہونا اظہر من الشمس بل تثنیہ ضمیر مذکور کے اور جسے زنا مراد لیا اسے کہا کہ تثنیہ سے زانیہ مراد ہے اور یہ قول اس طرح رو ہوتا ہے کہ اللذان کا بیان (مکرم) سے موجود ہے اور یہ ضمیر دونوں کے واسطے مخصوص ہے اور علاوہ اسکے اللذان دونوں سترے اذیت میں اور نوبہ و اعراض میں مشترک ہیں اور خصوص مردوں کے لیے ہے کیونکہ عورتوں کے حق میں پہلے بیان ہوا کہ محسوس رکھے جانے کی سزا ہے قال المترجم یعنی عورتوں سے اعراض کا حکم نہیں ہے اور بیان اعراض ہونا قرآنی ان دونوں سے اعراض کو پس عورت کیونکہ مراد ہو سکتی پس مفسر کے نزدیک اس جہ سے کہ مراد لواطت ہے اور شافعیہ طور پر حاصل یہ نکلا کہ تہا میں لواطت کا یہ حکم تھا جو بیان مذکور ہے پھر حد زنا نازل ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوا اور لواطت کی بھی وہی حد پٹھری جو زنا کے واسطے ہے کیونکہ بیان جو حد زنا نازل ہو اس کا حکم نازل ہوا ہے تو عورتوں کی زنا اور مردوں کی لواطت دونوں کا وہاں بیان آیا مگر شافعی اس کے نزدیک لواطت میں مفعول یہ ہے خواہ محض ہو یا غیر محض ہر حال میں جرم نہیں ہے بلکہ درے اور ایک سال کی نفی ہے قال المترجم روایت صحابہ سنن جو اوپر مذکور ہوئی کہ فاعل مفعول بہ کو قتل کرو امام شافعی پر حجت ہے اور اسی کے موافق بعض خلفائے راشدین نے عمل فرمایا فافہم۔ قولہ فافوہا۔ ای بالسب والضرب بالنعال یعنی ایذا دینے سے مراد یہ ہے کہ ان کے ساتھ بدزبانی کرو اور جویتوں سے مارو۔ اور بعض نے کہا کہ عار دلاؤ اور یہی صحیح ہے چنانچہ ابن عباس وسعد بن جبیر وغیرہ نے فرمایا کہ بدگوئی و عار دلانے و جویتوں مارنے سے ایذا دلاؤ اور حکم ہی تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو درے مارنے و شگسار کرنے سے منسوخ کیا اقول یعنی حدود مقرر کر دیے تو یہ حکم منسوخ ہوا اور یہ مرد و نین ہے کہ اسکی جہی ہی زنا کی حد مقرر ہوئی فقال اور قولہ فاعضوا یعنی اعراض کرو مراد یہ کہ ان دونوں کو ایذا دینے سے اعراض کرو۔ ان اللہ کان تو اباً۔ اللہ تعالیٰ تو اب ہر ف یعنی تو اب کی صفت اس شخص کے حق میں ظاہر فرماتا ہے جو توبہ کرے یعنی نادوم ہو کر عزم کرے کہ کبھی بھی ایسا نہ کرے جیسا اس توبہ کرنے والے کے اوپر ہر بان ہر ف پھر اللہ عزوجل نے بیان فرمایا کہ توبہ کن لوکن کی توبہ ہے۔ اتم التوبۃ علی اللہ۔

توبہ قبول کرنا تو اللہ تعالیٰ پر ف فقط انہیں بندوں کے واسطے ہے جو جہالت میں بدکاری کریں پھر جلد بیدار ہو کر تادم ہوں۔ اگر کوئی توبہ تو بشر شخص کر لیتا ہے مفسر نے جواب دیا یعنی التوبۃ الیٰ اللہ علیٰ نفسہ قبولہما افضلہ۔ یعنی وہ توبہ کہ لکھ لیا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر قبول کرنا ہکا محض اپنے فضل سے کہو کہ علیٰ حرفت ایجاب ہر پس (علی اللہ) کے معنی یہ ہوں کہ واجب ہو اللہ تعالیٰ پر حالانکہ اللہ تعالیٰ سے کہو کہ توبہ واجب نہیں یعنی اس کا کرنا حتمی ضرور ہو یہ اہل سنت کا اجماعی عقائد و مذہب ہے یعنی سب ہی اسکے قائل ہیں ہاں متزلزلہ اللہ تعالیٰ پر وجوب اعدل و صلح وغیرہ واجب ہکتے ہیں سوہان شہرہ طمانحا کہ علی حرفت ایجاب ہر پس قبول توبہ اللہ تعالیٰ پر واجب ہر پس توبہ نہ ہوتے معنی بیان کر دے جسکا حاصل یہ کہ قبول توبہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و احسان سے مانند واجب کے کر لیا ہے مقتضائے وعدہ قبول کرنے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قبول توبہ کا وعدہ فرمایا اور وعدہ اسکا خلاف نہیں ہوتا تو ضرور پورا ہو گا پس سکو وجوب سے تعبیر فرمایا (البیضاوی السراج) اور یہ کلام مستین ہے کیونکہ بلا خلاف لفظ قبول محذوف اور خبر بھی محذوف ہے پس ما التوبۃ علی اللہ ای انما قبول التوبۃ مرتب علی فضل اللہ یعنی قبول توبہ کا ظہور تو اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے (ابو حیان) اور اہل معانی جنہوں نے نظم قرآن میں معانی بیان کیے ہیں مانند زجاج و خلیل و سیبویہ وغیرہ کے وہ کہتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ واجب کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر بندوں کسی کے واجب کرنے کے کیونکہ اللہ تعالیٰ مختار ہے جو چاہتا ہے کرنا ہے پھر جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و توبوا الی اللہ جمیعاً ایہا المؤمنون۔ یعنی اے مومنوں کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ و رجوع لاؤ۔ پس تمام بہت متفق ہے کہ مومنوں پر توبہ کرنا فرض ہے پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے کن لوگوں کی توبہ مقبول ہے تو فرمایا لِّلَّذِیۡنَ یَعْمَلُونَ السُّوۡءَ الْمَعۡصِیَۃَ یعنی ان لوگوں کی توبہ قبول ہے جو کرتے ہیں برائی یعنی گناہ کو۔ صحیحاً کہتے۔ حال ہی جاہلین اذ عصوا ربہم۔ در حالیکہ جاہل ہیں جبکہ رب سے عزوجل کی نافرمانی کی۔ پس بجا ہے حال واقع ہو بعلون کی ضمیر سے۔ ثُمَّ تَوۡبُوۡنَ مِنْہُمْ۔ زمین مقرب قبل ان یغزوا۔ پھر توبہ کرتے ہیں زمانہ فریب میں یعنی قبل اسکے کہ انکو موت کا گھر لگے۔ فَأُولَٰئِکَ یَتُوۡبُ اِلَیَّہِمْ لِقَبْلِ تَوۡبَتِہِمْ۔ پس ایسے لوگوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے اگر کہا جاوے کہ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ انکی مقبول ہے جو جہالت و نادانی سے گناہ کریں بغیر جانے بوجھے تو مفسر نے جواب کا اشارہ کیا کہ جاہل ہیں جبکہ انہوں نے نافرمانی کی یعنی گناہ صادر ہونا زمین نادانی پر سبب اس کی توبہ کرنا کہ حضرت مجاہد و ہشون نے فرمایا کہ جسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی خواہ عمر یا خطا سے توبہ جاہل ہے جب تک اس گناہ سے باز نہ آوے سارے توبہ نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے تھے کہ صحاب رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو جو گناہ ہو پچا وہ جہالت ہے نہ وہ ابن جریر اور عبد بن نے قتادہ سے روایت کی کہ صحاب رسول اللہ صلعم اس بات پر مجتمع ہوئے کہ سب فعل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی وہ جہالت ہے خود عمدہ نافرمانی کی یا چوک گیا۔ اور مجاہد نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام کرے وہ اس کلام کے وقت میں جاہل ہے اور عطار ابن رباح سے اسکے مانند روایت کیا گیا اور ابن عباس سے ابوصالح نے روایت کی کہ بندہ کی جہالت ہی سے بدتہ ری ہے۔ باجملہ اگر زید جو قوف نے جس راہ سے خود آتا جاتا ہے عمدہ کا ٹٹے ڈال دیتے تویہ اسکی جہالت ٹھہری ہوئی کہلاویگی اور اگر چوک گیا اور گئے تو چھٹی جہالت ہے نافرمانی ہے اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قریب زمانہ میں توبہ کرے تو اسی کی توبہ قبول ہے حالانکہ انوں آدمی گناہ کرنا ہے اور میں نے یہ روایت دت بعد توبہ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو جواب کی طرف مفسر نے اشارہ کیا کہ بندہ کے حق میں موت کا ٹٹے لگنے سے پہلے سب وقت زمانہ قریب ہی ہے۔ اپنی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت کو دیکھ لیا ہوا اگر گھر سے سے پہلے توبہ کر لی تو قبول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قیامت کو توبہ فرمایا۔ صحیح ابن کثیر نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ملک الموت فرماتا ہے کہ توبہ ہر اور صحاب نے کہا کہ موت سے ادھر

قریب ہو اور قتا وہ وسری نے کہا کہ جب تک صحت میں ہو۔ اور حسن بصری نے فرمایا جب تک گھر اند لگے اور عکرمہ نے فرمایا کہ وہ نیامسبکی  
 سب قریب ہو مگر تم جہم کہتا ہو کہ آدمی کو آخرت کے دوام و برکتی کبھی ختم نہ ہونے پر نظر نہیں وہ سوچا اس بلکہ ہزار ہزار بلکہ لاکھ کرو اور  
 دارنا پانڈارو دنیا کو بچید دیکھتا ہو حالانکہ اس بے انتہا کے سامنے یہ بہت قریب ہو شیخ ابن کثیر نے بیان احادیث کو ذکر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابن عمر نے  
 نبی صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہو جس دم تک اسکو موت کا گھرانہ لگے۔ روایہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ و حسنہ  
 الترمذی اور ابن مردویہ کی روایت عبد اللہ بن عمر میں موت سے ایک ساعت پہلے باخلاص توبہ کا قبول ہونا مذکور ہے و کذا فی روایت ابی داؤد و الطیالسی  
 اور ماہندر روایت احمد کے ابن مردویہ نے ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کی و قدر رواہ ابن جریر بن الحسن البصری و عن بشیر بن کعب مرسل عن عبادہ  
 بن الصامت مرفوعاً۔ اور حضرت ابو سعید سے روایت ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے عرض کیا کہ اے پروردگار تیری عزت پاک کی  
 قسم ہے کہ برابر میں نبی آدم کو اغوا کرو چکا جتنا کہ اسکی روح میں انکے بد ذن میں ہونگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت جلال کی قسم ہے  
 کہ برابر میں انکو بخشا رہوں گا جتنا کہ وہ مجھے استغفار کریں گے۔ رواہ احمد شیخ ابن کثیر نے کہا کہ ان احادیث میں دلالت ہے کہ جب ایسے بندے  
 نے توبہ کی کہ اسکی زندگی کی امید ہو تو اسکی توبہ قبول ہو اور جب زندگی سے یاس ہو گئی اور مالک الموت کو دیکھ لیا اور روح حلق میں لگی اور سانس  
 گھرنے لگا تو پھر توبہ مقبول نہیں ہوسکتی اللہ عزوجل نے فرمایا و لست التوبۃ للذین یعلون انہیات حتی اذا حضر احدہم الموت قال فی ذمت اللان  
 یعنی نہیں توبہ ان لوگوں کے لیے جو گناہ کیے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب انہیں سے کسی کی موت حاضر ہوئی تو کہنے لگا کہ میں ہمد توبہ کرتا ہوں۔ یہ  
 ویسا ہی صحیح عزوجل نے حکم فرمایا کہ مغرب سے آفتاب نکلنے پر پھر کسی اہل زمین کی توبہ قبول ہونگی۔ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا خَلْقًا۔ وانا ہر اپنے  
 مخلوق کا۔ حکیمنا۔ فی صنوہ ہم حکیم ہر اپنی صفت میں اپنے مخلوق کے ساتھ اور بعض تحقیقین نے کہا کہ جب گھر لگا تو ایمان کی توبہ قبول  
 نہیں ہو اور گناہ کی توبہ قبول ہو اور تفصیل شرح فقہ الاکبر ملا علی قاری و مقدمہ عین الدرایہ مترجم باب العقائد میں ہر حرف عرس البیان  
 میں ہے کہ قولہ تعالیٰ انما التوبۃ علی اللہ للذین یعلون السور بجا ہے۔ اس آیت کریمہ کے ظاہر معنی پر انما التوبۃ علی اللہ میں علی معنی من ہو اور انما  
 التوبۃ من اللہ للذین یعلون السور بجا ہے۔ یعنی توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں لوگوں کے لیے ہے جو معصیت کرتے ہیں حالت جہالت میں۔ اور  
 اہل تصوف کے نزدیک اس میں اشارہ ہے کہ جو شخص گناہ میں پڑا وہ اندھیرے اور چیرانی میں پڑ گیا اس کو ہدایت کی راہ نہیں نظر آتی ہر آدمی بشر  
 کی قدرت میں یہ بات خود نہیں ہو کہ راہ حق پاوے کیونکہ ہادی و راہ وینے والا ہی پاک پروردگار ہر راہ ہدایت اسکے اوصاف قدیم سے متعلق ہے اور یہ  
 حال ہے کہ کوئی حادث بھی اوصاف قدیم پر ہو جاوے پس بسمجھو کہ علی اللہ۔ اسکی لغت و وصف ذات کے لیے کہ وہی ہادی ہے کیونکہ وہی ہادی  
 اپنے متعین بندے کی طرف رجوع فرماوے جسکا قدیم اسکی طبعی خواہش میں جھیل گیا ہو کہ وہ تیرا اپنے آپکو قرآنی سے خلاص نہیں کر سکتا اسکا چھٹکارا  
 اسی خیاض کریم کی شرط کم پر ہو جسے اپنے گنہگار بندوں کی بخشش کرنے سے ہنپا و صف فرمایا ہے اور یہ گناہگار وہ بندے ہیں جو بدن اختیار کے نسبت  
 کی خواہشوں کا قصد کر گزرے چنانچہ او تعالیٰ نے اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا۔ کتب بکم علی نفسہ الرحمۃ یعنی او تعالیٰ نے جو تمہارا پروردگار ہے اپنے  
 اوپر رحمت کرنا لکھ لیا ہے پس حرف علی اپنے ظاہر پر ہادی لیل قولہ کتب بکم علی نفسہ الرحمۃ۔ اسکی طرف سے بندے کی طرف رجوع اسکی رحمت و اس کی نظر  
 سے ہے جسکے حق ہے سبقت رختی غضبی۔ میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے۔ اور یہ توبہ قبول کرنا رجوع مذکور حضرت حق عزوجل کی سمت  
 سابقہ ہے کہ ہر اسے اپنے دم علیہ السلام پر گہیوں کھانے کے بعد جاری ہوئی چنانچہ فرمایا۔ قتاب علیہ نہ ہو التوبۃ الرحیم۔ اور دوسرے مقام پر فرمایا۔ ثم  
 اجنباہ ربہ قتار علیہ دہی۔ یعنی پھر برگزیدہ کیا آدم کو اسکے پروردگار نے پس رجوع فرمایا اس پر راہ دیدی۔ اور نصیحت توبہ رجوع کی ان لوگوں کے واسطے ہے

جو بڑا کام جہالت میں کر گزریں۔ یہ اخبار اور آگاہی ہو اپنی عظمت و لطف کی ایسی قوم کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے امتحان کے وقت تہرے  
 مرید ہی و طلب کی حالت میں اپنے حظ نفس میں محو رہ کر قمار ہو گئے تاکہ انکے دلوں میں مذمت و حسرت و غم و حلاوت واقع ہو جس سے وہ اپنی  
 گروہین بلند کریں بعد ازاں کہ نوت کبریائی سے متصف ہو گئے اور حقائق اسباط اور مقام انفاق تک پہنچ گئے ہیں کیونکہ گردن اٹھانے میں دیر ازل  
 مشابہ ابد سے گرجا دینگے حالانکہ حدوث سے فنا ہو گئے اور خلق قائم سے آراستہ ہو گئے ہیں پھر برائی کی نسبت جو ان بندوں کی طرف فرمائی  
 اور جہل کی طرف انکو منسوب کیا تو یہ معنی کہ عمرہ طاعات کرتے ہیں اس امید پر کہ عوصن پاویں اور یہ جہالت ہو کہ مکر قدم سے بھوت میں اور عرت باہی  
 عود جل کو کم سچانتے گو یا نہیں پہچانتے ہیں اور اس سے آگاہ نہیں کہ اسکی درگاہ جلال منزہ و پاک ہو نام طاعت و الون کی ہنگامی اور تمام گناہگاروں کے  
 گناہ سے حالانکہ یہ جہالت سے سمجھتے ہیں کہ یہ طاعات بھی کچھ چیز ہیں اور یہی چیزیں سبب تقرب سمجھتے ہیں حالانکہ درگاہ قدیم میں حادث کی علت  
 کارا نہیں ہو پھر جب جمال مشاہدہ حضرت باری تعالیٰ کے دیکھنے والے ہو گئے تو اسکے جلال عظمت میں جو انکے گمان اپنی طاعتوں کے ساتھ  
 تھے اس سے شرمائے اور یہی فرمایا۔ ثم يتوبون من قريب فاولئك يتوب الله عليهم وكان الله عليا۔ یعنی آگاہ تھا انکے شوق کا اپنی طرف اپنے  
 علم قدیم سے جکیلا۔ انکی تربیت کرنے میں اپنی معرفت کے عطار میں۔ اور بعض نے اس آیت کے اشارہ میں کہا کہ جو لوگ طاعت سے ایسے پاک  
 پروردگار کی جناب میں تقرب ڈھونڈتے ہیں اپنی جہالت سے جو انہیں تقرب ڈھونڈھا جاتا ہو مگر ای پاک بے نیاز کے فضل سے آور۔  
 شیخ محمد بن لفضل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضمان کر لی ایسے بندے کے توبہ کی جس سے گناہ بدون قصد صادر ہو نہ اسکے واسطے جو گناہ کرنے کو دل  
 میں پوشیدہ رغبت سے رکھتا ہو اور اسکے صادر ہونے پانے پر تاسف کرتا ہو چنانچہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما التوبۃ علی اللہ الای۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

اور نہیں توبہ ان لوگوں کی جو کئے جاتے ہیں بڑا بیان بیان تک کہ جب آگئی ان میں کسی کی موت

قَالَ إِنِّي تَابْتُ النَّارَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كَفَارٌ وَأُولَئِكَ عَمْدًا أَبَا إِبْرَاهِيمَ

توبہ کہ میں نے توبہ کی اس دم اور نہ ان لوگوں کی جو مرتے ہیں در حالیکہ کافر ہیں لیکن کہ بہا اور اپنے انکے بیٹے کے ذمہ لاف  
 وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ - الذنوب - جمع ذنب لفتح اول وسكون ثانی یعنی گناہ جتنی

إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ - اور ایسے لوگوں کے لیے توبہ نہیں جو گناہ کیے جاتے ہیں بیان تک کہ جب نہیں سے کسی پاس  
 موت حاضر ہوئی ف واخذ فی النزاع - اور نزاع روح کی حالت شروع ہوئی اور اسے آخرت کا مشاہدہ کر لیا۔ قَالَ إِنِّي تَابْتُ

النَّارَ - کہنے لگا کہ اب میں نے توبہ کی ف فلا نیفہ ذلک ولا قبل منہ۔ پس اسکو یہ توبہ کرنا نافع نہوگا اور نہ قبول بدگا۔ اور کلام  
 مفسر مشعر ہے کہ یہ بیاں مسلمانوں کا بھی حال ہے جیسا کہ ثوری سے مروی ہے اور اسی طرف کلام سبغیاوی و سراج وغیرہ مشعر ہے اور کمالین میں

کہا کہ قبول ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ملک الموت و عذاب مشاہدہ ہونے کا وقت ہے پس یہ منظر اری حالت ہے ہتھیاری نہیں ہے اور سران میں کہا کہ یہ وہ وقت  
 ہوتا ہے کہ کسی کافر سے ایمان اور کسی گنہگار سے توبہ اسوقت قبول نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلم یکبفہم ایمانہم لملأوا ابابا نہیں کہ

انفع کرے گا ایمان لانا انکا جب دم دیکھ لیا انھوں نے ہماری باس کو یعنی عذاب و اسکے آثار کو اور کہا کہ ہیواسطے فرعون کا ایمان قبول نہا کہ جب  
 ڈوٹے میں پڑا تو ایمان لایا اور یہی ایمان الباس ہے جو قبول نہیں اور کمالین میں لکھا کہ مشہور یہ ہے کہ باس کے وقت توبہ گناہ مقبول ہے اگرچہ ایمان

مقبول نہیں ہو چنانچہ خلاصہ وغیرہ میں مذکور ہے لیکن جامع مصنفات میں اسکے خلاف مذکور ہے اور یہی صحیح ہے جو جامع مصنفات میں ہے اور یہی

احادیث صحیحہ میں وارد ہو اتنی اور اس میں خلافت نہیں کہ مغرب سے آفتاب نکلنے کے بعد کسی کی توبہ قبول ہوگی اور شیخ ابو العالیہ سے مروی ہے کہ یہ آیت منافقوں کے لیے اور یہی قول سعید بن جبیر کا ہے اور ابن عباس سے مروی ہے ہوا کہ مشرک مراد میں لیکن آئینہ آیت تو خود مشرکوں کے لیے مخصوص ہے بقولہ تعالیٰ - وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارًا - اذنا ابوانی الاخرة عند معاينة العذاب للقبيل منهم - یعنی اور نہیں توبہ ان لوگوں کے لیے جو مرتے ہیں در حالیکہ وہ کافر ہیں یعنی جبکہ آخرت میں عذاب کی پیکر توبہ کرینگے تو ان سے قبول ہوگی - کیونکہ ہم لوگ جتنے بندے ہیں سب نامور ہیں کہ غیب پر ایمان لادیں اور جب معاہدہ کر لیا تو ایمان کمان رہا وہ تو مشاہیرہ ہو گیا سراج میں ہرگز کہ اللہ سبحانہ نے ان لوگوں کو جو نبی کی سے اپنی توبہ کرنے میں اسراف کرتے ہیں موت کا وقت آجاتے تک عدان لوگوں کو جو کافر مرتے ہیں اس بات میں برابر کر دیا کہ دونوں کی توبہ نہیں ہر سوا سوا کے موت کا حاضر آنا آخرت کا پہلا حال ہے تو جیسے کفر پر اصرار کرنے والوں کی توبہ نہیں پر جاتی رہی جیسے ہی جتنے موت آجانے تک توبہ نہ کرنے میں بیباکی کی کیونکہ ہر ایک نے دونوں میں وقت اختیار ہی سے تجاوز کیا اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباس ابو العالیہ وریح بن انس نے تولد ولا الذین یموتون وہم کفار میں کہا کہ یہ اہل مشرک کے حق میں نازل ہوا ہے - اور حضرت ابو ذر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا اور اپنے بندے کو بخشتا ہے جب تک حجاب واقع نہ ہو تو عرض کیا گیا کہ حجاب واقع ہونا کیا ہے فرمایا کہ بدن سے جان نکلے ایسے حال میں کہ مشرک ہو رہا ہے احمد - اُولَئِكَ اَعْتَدْنَا - اعدنا ما نبیایا کیا ہم نے لکھو عَذَابًا اَلِيْمًا - مولما - ایسے ہی لوگ ہیں کہ ہم نے مہیا کیا ہے ان کے لیے عذاب موعوم العسی سخت دکھ دینے والا سراج میں ہے بعض نے کہا کہ عتدنا دراصل اعدنا تھا کہ دال اول کو تار سے بدلا - اور عذاب الیم سے مراد دوزخ ہے پس معلوم ہوا کہ بے توبہ مرتے والا دوزخی ہے

یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَجِدْ لَكُمْ أَنْ تَرْتُوا النِّسَاءَ كُرْهًا وَلَا تَعْضَلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا  
ببعض ما استموهن الا ان یتاتین بفاحشة مبینة و عاشروهن بالمعروف  
اے ایمان والو! حلال نہیں تمکو میراث میں لے لو عورتوں کو زبردستی کر کے اور نہ انکو بنا کر دو کہ سب لوانسے کچھ  
فان کرھموهن فعی ان تکرھوا نسیا و یجعل اللہ فیہ خیرا لکم  
بچہ اگر تم کو نہ بھاریں تو شاید تم کو ایک چیز بھاری ہے حالانکہ اللہ اس میں بہت خوبی کر دیا  
یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَجِدْ لَكُمْ أَنْ تَرْتُوا النِّسَاءَ كُرْهًا - اے ایمان والو تم کو حلال نہیں کہ تم عورتوں  
کے وارث بنو زبردستی یعنی عورتوں کی ذات کے وارث بننے سے ممانعت ہو کہ باہا الفتح وضم لغتان ہر مکر میں علی ذاک - یعنی  
کرہ بالفتح اکثروں کی قرابت ہے اور بالضم حمزہ وکسائی کی قرارت ہے اور معنی اسکے زبردستی کے ہیں یعنی زبردستی کرنے والے عورتوں پر  
وراثت میں نہ ہو سچ کہ انکی ذات کے وارث بن جاؤ - اور یہ معنی سب نزول سے کھلیں گے چنانچہ مفسر نے کہا کہ نوافی الجاہلیہ پر نون نسیا  
اثر ہائیم فان شمارواترہ جو بلا صدق اور زوجہ ما واخذوا صدقنا اور عضلوا حتی تقدی باورنتہ اوتموت فیرتوا فنموت عن ذاک زمانہ  
جاہلیت میں اسلام لانے سے پہلے جبکہ خدا بتوالے کی راہ وشریعت سے جاہل تھے تب ان لوگوں کا یہ دستور تھا کہ اپنے اقربا یعنی ناتے داروں  
کی عورتوں کے وارث ہو جاتے یعنی میراث میں لے لیتے پھر چاہتے تو اس سے بدن ہر کے خود نکاح کر لیتے تھے یا دوسرے سے نکاح کر کے نکاح  
خود لے لیتے یا اس کو روک کر بند کر رکھتے یہاں تک کہ تنگ ہو کر جو اس نے میراث پائی تھی وہ فدیہ دیکر اپنی جان چھوڑاتی یا مر جاتی تو اس کے

ہو جاتے ہیں اللہ عزوجل نے انکو اس سے منع کر دیا مترجم کتاہو کہ آیت کریمہ کے سبب نازل سے چند اطوار شریکین سے مانعت ہو چیا پچہ تخفیف کے ساتھ جو شیخ محدث ابن کثیر نے ذکر فرمایا ہوا ماہون۔ ابن عباس نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی مرد مرتا تو مرد کے اولیائینے وارث لوگ اس میت کی جو رو کے حقدار ہو جاتے انہیں سے کوئی اگر چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتے تو دوسرے سے نکاح کر دیتے پس میت کے اولیا اس عورت کے حق دار ہوتے اور عورت کے اولیا اس کے حقدار نہ رہتے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ البخاری وہن مرد وہو ابو داؤد والنسائی وابن ابی حاتم۔ اور دوسری روایت میں ابن عباس سے ہو کہ مرد اپنے قرابت والے میت کی جو رو کا وارث ہوتا اور نکاح کرنے سے روک رکھتا یہاں تک کہ مر جاتی یا جو مہر سے لیا ہو وہیں کر دیتی۔ رواہ ابو داؤد۔ اور تیسرے میں ابن عباس میں ہے کہ قرابت والوں میں سے جو میت کی جو رو پر کپڑا ڈالتا وہی اسکا حق ہو جاتا۔ اور علی بن ابی طلحہ میں ابن عباس میں ہے کہ میت کی جا رہی پر اسکا دیور کپڑا ڈالتا پھر جو بصورت ہوتی تو خود نکاح کرتا اور نہ روک رکھتا جب مرتی تو اسکی میراث لیتا۔ اور عوفی میں ابن عباس میں ہے کہ اہل مدینہ کے جاہلون یعنی اسلام سے پہلے مشکون کا یہ دستور تھا۔ اور زید بن اسلم نے بھی یہ طریقہ اہل شہر یعنی اہل مدینہ کا بیان کیا اور کہا کہ اہل تہامہ یعنی مکہ و نواح والوں کا طریقہ تھا کہ مرد اپنی جو رو سے بڑی گذرین رکھتا یہاں تک کہ اسکو طلاق دیتا اور پھر شہر طرکاتا کہ اسی سے نکاح کرے جس کو مہر ہے یہاں تک کہ کچھ مہر پس کر کے وہ جان چھوڑاتی پس اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمایا۔ رواہ ابن ابی حاتم اور ابو امامہ میں ابن حنیف سے روایت ہو کہ جب ابوقیس بن الاسلت نے انتقال کیا تو اسکے پسر نے چاہا کہ باپ کی جو رو سے نکاح کرے اور جاہلیت میں اسکا یہ طریقہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا۔ رواہ ابن جریر وہن مرد وہو۔ اور عطاء نے کہا کہ جاہلیت میں جب کوئی مرتا اور جو رو چھوڑتا تو اسکے وارث اس عورت کو اپنے کسی بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے بذر رکھتے پس یہ آیت نازل ہوئی۔ رواہ ابن جریر۔ عکرم نے کہا کہ کبیشہ بنت معن بن عاصم بن لاوس کے حق میں مہر ہی کہ ابوقیس اسکا شوہر مرا اور اسکے پسر نے جو اس عورت کے پیٹ سے نہ تھا اس عورت کی طرف میل کیا اسے حضرت صلعم سے کہا تو یہ تیرا مہر ہے۔ رواہ ابن جریر۔ اور سدھی نے ابوالکاک سے روایت کی کہ میت کے ولی نے اگر اسکی جو رو پر کپڑا ڈالا یا تو اسکو دودھ پلانے وغیرہ کے لیے مجبوس رکھ سکتا اور اگر کپڑا نہیں ڈالنے پایا اور عورت بچکر اپنے لوگوں میں پہونچگی اور ہاتھ سے کل گئی تو پھر عورت نے نجات پائی خود مختار ہے۔ اور مجاہد نے کہا کہ مرد کے پاس تیری بڑی پرورش میں ہوتی وہ اسکو روک رکھتا بدین امید کہ مہر سے تو میراث لون یا میراث کا بڑا ہوتا تو اسکو سیاہ دونا آو ابن ابی حاتم۔ پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ شعبی وعطار ابن ابی رباح والو مجملہ وصحاک وزہری وعطار خراسانی ومقال سے اسناد کے روی ہے شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ میں کتنا ہوں کہ آیت کریمہ تمام اسکو شامل ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے جسکا بیان احوال آثار میں مذکور ہوا اور جو فعل ہی نوع کا ہو سب کو شامل ہے واللہ اعلم مترجم کتاہو کہ یا ایہا الذین آمنوا سے خطاب بطور مذکر کے اسوقت کے موجود لوگوں کو تھا اور لید اسکے قیامت تک کے لوگوں کو شامل ہے۔ بالجملہ ایسے افعال سے مانعت ہو اور یہ حرام ہے اور باپ کی جو رو سے نکاح حرام ہی ہونا آگے آویگا۔ ولا۔ ان۔ تعضلوھن۔ ایہ تمنعوا ازواجکم عن نکاح غیرکم باساکھن ولا رعبہ لکم فیہن صغیرا۔ اور جن جناب ہر نکاح ہے کہ تنگ کر رکھو عورتوں کو ف یعنی منع کرو اپنی جو رو دن کو اس سے کہ تمہارے سوا سے دوسرے سے نکاح کریں اس طرح کہ انکو روک رکھو نہ طلاق دو حالانکہ تم کو ان کی طرف کچھ رغبت نہیں ہے فقط اس غرض سے روکتے ہو کہ ان کو ضرر پہونچاؤ۔ لکن ذھبوا ببعض ما انتم یحرمون۔ من المہر تاکہ لے پاؤ کچھ اسین سے جو تم نے انکو دیا ہے وہ یعنی مہر میں سے کیونکہ آخر تنگ ہو کر وہ عورتیں ہی کیا کرتی تھیں۔ مترجم کتاہو کہ عقل کے معنی جس وتنگ کرنا کہا ذکرہ الزمشری اور موافق آند اور جبار شیخ ابن کثیر کے مانعت مردوں

اپنی جو روون کے عضل سے اور یتیم کو نکاح سے اور یتیم کی جو روو بانڈی کو دوسرے سے نکاح کرنے سے یہ عضل ہے جس سے ماہفت ہو اور بنابرین بعض ماہیتوں میں جو روون کے نہر سے یا میت کی جو روونے جو عہد و ترکہ پاپا اس سے یا یتیم نے جو میراث پائی اس سے لے لوگوں سے مفسر نے اسکو ازواج یعنی شوہروں کے حق میں خطاب قرار دیا۔ حالانکہ مفسر نے اول خطاب کو وارثوں کے حق میں ہونا اختیار کیا تھا یہی سب سے اعزہ من کیا گیا کہ ایک کلام میں خطاب نذر و مخصوص کو بدوں تکرار نذر کے روایت میں ہے چنانچہ تم واقعتاً پیر و عمر و دونوں کو ایک نذر میں الگ الگ فعل کو نہیں کہہ سکتے بلکہ یوں کہیں گے تم یا زید واقعتاً یا عمر و اور جواب دیا گیا کہ اہل اسلام حکم واحد ہیں۔ اور بعض نے کہا کہ خطاب بھی وارثوں کو ہوا ہے تم لوگ ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع مت کرو اور سراج میں کہا کہ صحیح وہ ہے کہ معاملہ میں فرمایا کہ یہ خطاب شوہروں کو ہے شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ قول لا تعضلوا من۔ یعنی مقہوریت کرو انکو تاکہ جو دیا ہو اس میں سے کچھ لے مرد اور مرد اس سے وہ مرد ہے کہ اسکی جو روو ہو حالانکہ مرد اس سے کراہت رکھتا ہو اور عورت کا ہر مرد ہوس مرد کو ضرر پہنچاؤ سے بدین عرض کہ عورت اس سے فدیہ کرا لے اور یہی قول قتادہ و سخاک و ہبونی کا ہے اور اسکی جو روو بنے اختیار کیا اور ابن المبارک عبد الرزاق نے ابن البیہقی سے روایت کی کہ یہ دونوں آیتیں ایک امر جاہلیت کے بارہ میں ہیں اور دوسرے دربارہ اسلام ہے ابن المبارک نے فرمایا کہ مراد یہ کہ قول لا یلکم ان تزوا النساء کربا دربارہ جاہلیت ہے اور قول لا تعضلوا من دربارہ اسلام ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ آیت کریمہ کے یہ ہیں کہ اس اہل ایمان تم کو حلال نہیں کہ اگر اس سے عورتوں کی ذات کے وارث ہو جیسے اہل جاہلیت کیا کرتے تھے اور نیز اہل اسلام تکو حلال نہیں کہ اپنی جو روون کو رو کو باوجودیکہ تم کو اس سے رغبت نہیں ہے اور ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ دوم بھی اہل جاہلیت کے فعل سے ماہفت ہے یعنی امر اہل اسلام تکو حلال نہیں کہ اپنی جو روون کو عضل کرو جیسے اہل تمناہ مشرک کرتے تھے کما رواہ ابن ابی حاتم عن زید بن اسلم اور شاکسین کہ عضل سے متعلق ہے استشار البعد یعنی قولہ۔ **اَلَا اَنْ يَّاتِيَنَّ لِفَاحِشَةٍ مَّبْنِيَةٍ**۔ یعنی البیاد و کسر ہا امر مبنیہ اور ہی مبنیہ۔ یعنی ابن کثیر و شعبہ نے بفتح یا و تحتیہ بڑھا یعنی مبنی کی گئی اور یاقیون نے کسر یا و تحتیہ بڑھا یعنی آنکہ وہ خود مبنیہ ہے اور کلمی ہوئی ہے میں سے ہے جو بفتح مبنی لازمی ہے اور شاید مفعول محذوف ہو یعنی مبنیہ حال صا جہا۔ امر ایسی حرکت فاحشہ جو اپنے کرنے والیکہ حال کھولنے والی ہے اور مرد اس سے ہے جو مفسر نے ذکر کی اور زنا و نشوز انکوں ان تصور میں حتی یفتدین منکم و تخلص۔ یعنی کہ مبین زنا یا سرکشی تو اب التبتہ تکو روا ہے کہ انکو ضرر پہنچاؤ تاکہ مال دیکر تم سے اپنی جان چھڑاویں اور خلع کراویں۔ پھر کہا گیا کہ استننا متصل ہے اور یہی بیضاوی نے فرمایا ذکر کیا یعنی استننا و از زنا عام بازلت عامہ ہو یعنی ہم العام ظرف سے یا مفعول لہ سے گویا یوں کہا گیا کہ ولا تعضلوا من فی جمیع الاوقات الا وقت استننا یعنی فاحشہ مبنیہ یعنی جمیع اوقات میں انکو بند نہ کرو الا ایک وقت میں جب کہ وہ فاحشہ مبنیہ کریں یا لا تعضلوا من لعلہ الا ان یاتین لفاحشہ یعنی کسی علت سے انکو جس نہ کرو الا اس علت سے کہ فاحشہ مبنیہ کریں اور عکبری نے بیان میں اختیار کیا کہ استننا منقطع ہے پھر جانتا چاہیے کہ مفسر کی یہ مراد نہیں کہ زنا یا نشوز کوئی بات کریں۔ عضل کا اختیار ہے بلکہ اشارہ ہے اختلاف تفسیر کی طرف چنانچہ ابن سعید و ابن عباس و سعید و مجاہد و عکرمہ و عطار خراسانی و سخاک و ابو قلابہ و ابو صالح و سدی و زید بن اسلم و ابن ابی ہلال نے کہا کہ مراد فاحشہ مبنیہ سے زنا ہے۔ اور ایک روایت میں ابن عباس و عکرمہ و سخاک سے آیا کہ وہ نشوز و عصیان ہے کما ذکرہ ابن کثیر۔ اور شاید مفسر نے مانا میں جریر کے اختیار کیا ہے کہ فاحشہ مبنیہ بیان زنا و نشوز و عصیان و بد زبانی وغیرہ افعال ناشائستہ سب کو شامل ہے۔ شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ یہ قول حیدر بن اسلم اور یہ بیان ہے کہ ہے جو سورہ بقرہ میں فرمایا ولا یلکم ان تاخذوا ما اتیتوا من شیان الا ان یخافوا ان لا یقیموا حدود اللہ اللہ اللہ اور ابن عباس نے فرمایا کہ مرد اپنی



قرابت دار کی عورت کا وارث بن جاتا پس اسکو غسل کرتا یا میت تک کہ وہ مرجاتی یا نہز جو اسنے لیا تھا واپس کر دیتی پس اللہ عزوجل نے اس سے منع فرمایا۔ رواہ ابو داؤد و شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ یقینی ہے کہ تمام سیاق امر جاہلیت کے بیان میں ہے لیکن مومنوں کو اسلام میں ایسا کرنے سے ممانعت ہے۔ **وَكَانَتْ مَوَدُّهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ**۔ اور عورتوں سے معروف بڑناؤ کرو۔ امر بالاجمال فی القول والنقطة والمبیت یعنی عورتوں سے بیٹھی معقول بات کہنا اور نفقہ دینا اور انکے ساتھ رات بسر کرنا بر وجہ میل کھو۔ شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا یعنی اپنے اقوال و افعال میں انکے ساتھ بقدر امکان خوبی رکھو یہاں تک کہ ہیئات کو بھی جو از شرعی کے موافق بقدر امکان خوب صورت رکھو جیسے تم انسے یہ بات چاہتے ہو و قد قال تعالیٰ ولئن مثل الذی علیہم بالمعروف الآیہ۔ مگر تم کہتا ہو کہ یہ ابن عباس سے صریح مروی ہوا ہے جیسا کہ سورہ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہوا اور نبی صلعم نے فرمایا کہ بہتر تم میں سے وہ ہیں جو اپنی گھر والیوں کے لیے بہتر ہوں اور میں تم سب کی نسبت اپنی گھر والیوں کے حق میں بہتر ہوں۔ رواہ فی الصیغ۔ اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ مرد کو ایسا ہی کرنا چاہیے بقولہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ۔ اور حضرت صلعم کے خلاق اپنی پاک بیویوں کے ساتھ کہانی وغیرہ کہتے و دیگر مواسات میں پاکیزہ تھے جو مکالم وغیرہ میں مروی ہیں اور صحیحین وغیرہ میں حدیث جزاۃ معروف اسی قبیل سے ہے اور اس سے احکام تعلق میں جو باب بقسم ترجمہ عالمگیر یہ سے تلاش کرو پھر واضح ہو کہ طلاق و نفاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہے چنانچہ آگے اشارہ فرمایا ہے **فَانْ كِرْهُنَّ مَوَدُّهُنَّ**۔ فاصبر۔ یعنی پھر اگر تم ان عورتوں کو مکروہ حال نہ کہو تمہارے نفس قبول نہ کریں و تو بھی صبر سے رہو۔ **فَعَسَىٰ اَنْ تَكُوْهُنَّ اَوْ شَرًّا مِّنْ ذٰلِكَ**۔ پس شاید اللہ تعالیٰ تمہیں میں یہ خیر کثیر دیدے مانند اسکے کہ تم کو ان سے فرزند صالح عطا کرے پس تمہارے بیان سے معلوم ہوا کہ عسی الخ غلت ہو جزا محذوف یعنی فاصبر و اکی پس جزا حذف کر کے اسکی غلت کو بجائے اسکے قائم کیا اور جس بیان کمال بلاغت ہو کہ بر تقدیر کراہت کے پہلے سے انکو صبر کرینکا حکم مخصوص نہ فرمایا کیونکہ وہ متنفر تھے پس پہلے اسکی غلت سادی تاکہ سمجھ لیں اور بھلائی کا بیان دیکھ کر صبر کراوہ ہو جاوین اور نصیحت سو مند ہو فافہم ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالیٰ و عاشروہن بالمعروف۔ یعنی تم لوگ عورتوں کی مواسات میں بطور معروف رہو مگر نفس کے لگاؤ سے نہیں بلکہ مقام انس و روح محبت و فرحت عشق کے ساتھ جبکہ تم حال لایبت میں مخصوص تمکین و استقامت ہو جاؤ **قَالَ السُّوْمُ** یعنی مرومندی و متلون کو مواسات عورتوں کی مفید نہیں ہے اور جب مقام تمکین و استقامت میں ثابت قدم ہو جاوے اور تعلقات نفس سے چھوٹ جاوے تو وہ مفید ہے قال شیخ کیونکہ مواسات زمان لائق نہیں مگر اسکو جو جناب باری تعالیٰ شانہ سے مانوس ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم و جملہ اولیا و ابدال چنانچہ نبی صلعم نے اس امر کو کہ آپ کو جناب باری تعالیٰ میں کمال انس ہے اور شاہدہ جمال سے کمال فرحت ہے اس اشارہ سے فرمایا کہ محبوب کی گنہیں تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں خوشبو و عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنک تاکہ میں ہر اور یہی حال حضرت پیر علیہ السلام کا تھا کہ زلیخا سے قصد فرمایا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ولقد ہمت بہ وہم بہا۔ اور شیخ ذوالنون نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ سے انس حاصل کیا وہ ہر شریع و چہرہ صبیح سے اور ہر آواز پاکیزہ و ہر خوشبو سے پاکیزہ سے مانوس ہو جاتا ہے قال المصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب کی شناخت یہ ہے کہ اسکی رغبت عورتوں سے بر وجہ حلال جو از شرعی زیادہ ہو اور نبی صلعم کے پاس یا گیا یہ پاک عورتیں تھیں اور حدیث میں مروی ہے کہ آپ نے ایک عورت کو دیکھا تو فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہا ام المومنین کے مکان میں اندر کھڑے لگے اور جب باہر آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپکتا تھا پھر ایسا مضمون فرمایا کہ عورت کے سامنے اور پچھے شیطان آ رہتا ہے چلتا ہے سو جب تم میں سے

ع  
توضیح  
رست  
دیگر اقوال  
پہلے میں ہے  
بیکر کچھ  
کہانی کے لفظ  
موجہ و مفہوم  
توضیح میں  
یہ اور ہے

کوئی اچانک نظر سے اپنے دل میں دوسرے پاوسے تو اپنی حلال جورو سے اپنی حاجت پوری کرے تو شیطانِ دخل سے محفوظ رہے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت صلعم کو چالیس طاقت و آدمیوں کی قوت عطا ہوئی تھی مترجم نے ان احادیث کو اہل ایمان کے سوچنے و فکر کرنے کے واسطے ذکر کیا ہے۔ پھر جو شیخ نے ذکر کیا وہ ظاہری طور پر یوں نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر وجہ صبح و شام صبح سے اسکی صورت پر کس ہوتا ہے بلکہ صنعت و قدرت پر جو متعلق ہر جانوس ہوتا ہے اور تمام کلام میں نے اول پارہ بقرہ میں ذکر کیا ہے لیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ بہت سے جاہل ہونی بیدار و ہوشیار نہیں رہتے انکو قوت حیوانی و شہوانی کے غلبہ کی انس میں اور روحانی انس میں فرق نہیں معلوم ہوتا آخر کار تباہ ہو جاتے ہیں یہ نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم کی پاک بیویان با اعتبار ظاہر کے بہت خوبصورت و غیر کچھ نہ تھیں ہاں باطن میں یا کتھیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے واسطے مقدر فرمایا اور انکو یہ کرامت دینا و آخرت میں ملی فقیر۔ قال الشيخ اور نیز عاشروہن باین غرض کہ تم کو اللہ تعالیٰ اُنسے کوئی فرزند صالح عطا کرے۔ اور نیز عاشروہن۔ اسی مباشر ہو اُنسے جبکہ وہ رغبت ہوں اس بات میں جو تمہاری اُنسے مراد ہے کیونکہ معروف نہیں واقع ہوتا مگر جبکہ دونوں جانب سے ایک ہی صفت پر مساوات ہو اور نیز عاشروہن بالعرف اور پچھو اُو انکو اللہ تعالیٰ کی صفات و نام پاک اور انکو رغبت دلاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو بھی پکڑا سکی بندگی میں ثابت قدم ہوں اور انکو اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال کا شوق دلاؤ۔ اور بعض اکابر نے فرمایا یعنی انکو سنتیں اور فرض جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں سب سکھلاؤ۔ اور حضرت عبداللہ بن المبارک نے فرمایا کہ اچھی گذران عورتوں سے یا اور دن سے وہ ہے کہ انجام کا میں تجھے دینا یا آخرت میں اس سے ندامت حاصل ہو۔ اور ابو جعفر نے فرمایا کہ معاشرت بمعروف یوں ہے کہ تو اپنے عیال کے ساتھ خوش خلق رہے اس تمام چیز میں جو تجھے نکلی طرف سے ناگوار گذرے اور اس عورت سے جو تجھے بد شکل و بری معلوم ہو۔ یعنی دین میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہو اور تیرے نفس پر اس کا پچھو ہر ہونا یا خوبصورت ہونا گران ہو تو اپنے نفس کے تابع مت ہو اور اس سے خوش خلقی کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ تو اللہ تعالیٰ فیسی ان تکبر ہوشیار و حیل اللہ فیہ خیر کثیرا۔ ہر حکم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہو وہ اسی بنا پر ہے کہ نفس سے مخالفت رکھو اور یہ نظر امتحان ہے اور نفس کا یہ حال ہے کہ وہ بندگی کرنے سے بھاگتا ہے مگر جب حکم الہی کی پابندی کی گئی اور اپنے اوپر مشقت و ریاضت اٹھائی گئی تو قلب پر پہلے پہل تڑپ و مشاہدہ کے نور طلوع ہوتے ہیں قال تعالیٰ ونفی نفس عن الہوی فان الجنت ہی الماوی۔ اور اندھیرے میں مشقت و ریاضتیں اٹھانے سے عارفوں کے دلوں پر مشاہدات کے سورج و مکاشفات کے چاند طلوع ہوتے ہیں۔ یہاں خیر کی تفسیر میں بعض نے کہا کہ فرزند صالح مراد ہے اور بعض نے فرمایا کہ انجام کار بندوں سے پوشیدہ کیا گیا تاکہ ہر مرغوب چیز سے انسان الفت نہ پیدا کرے اور ہر مکروہ چیز سے نفرت نہ کرنے لگے کیونکہ اخبار میں نہیں جانتا۔

وَرَانُ آرَدْتُمْ اسْتَبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ لَّأَوْاسِيْتُمْ اِحْدَهُنَّ فِطْرًا فَاَفْكَو  
 اور اگر چاہو تم بدلنا ایک عورت کا جگہ دوسری عورت اور دے چکے ہو ایک کو ٹھہرا لیا تو  
 تَاخَذُوا مِنْهُ شَيْطَانًا تَاخَذُوْهُ بِهٖمَا نَاوْرًا مَّا مَبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ تَاخَذُوْهُ  
 ست واپس لو اس میں سے کچھ کیا لینا چاہتے ہو ناعن اور صبر گناہ سے اور کیونکر اسکو لے لو گے  
 وَقَدْ اَنْضَى بَعْضُكُمْ اِلَى بَعْضٍ وَاَخَذَتْ مِنْكُمْ مِّثَاقًا غَلِيْظًا ۝  
 اور پہنچا چکے ایک دوسرے تک اور عورتوں نے چکین تم سے عہد کاڑھا

۱۰۱۰۱

**وَإِنْ أَرَدْتُمْ أَنْ تَحْلِلُوا ذُرِّيَّتَهُمْ فَلَا تَأْكُلُوا مَالَهُمْ بَعْضُكُمْ مِنْ بَعْضٍ زَوْجًا بَاطِلًا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْسِدُونَ**۔ اور اگر تم نے قصد کیا۔ **إِسْتِبْدَالِ زَوْجٍ مِمَّا كَانَ زَوْجًا**۔ بدلنے ایک زوج کا بجائے ایک زوج کے اسی اخذ یا بدلہ یا بان طلق ہو۔ یعنی لینے ایک عورت کا بدلے ایک عورت کے یا بیٹوں کے موجودہ کو طلاق دیدے۔ پس مراد زوج سے بیان جو زوج اور زبان سے بیان یہ لفظ جو بچے جوڑا ہو جو مرد و دونوں پر بولا جاتا ہے اور حاصل یہ کہ اگر تم نے یہ چاہا کہ ایک جوڑو طلاق دیکر الگ کرو اور بجائے اسکے کسی اور عورت سے نکاح کرو تو جو کچھ اس کو دیا ہے اس میں سے کچھ مت لو۔ اور عورت کو جو دیا ہے اس میں سے کچھ پس کر لینا بڑن خلع کے بقصد ضرر سانی مطلقاً حرام ہے خواہ بجائے اس کے دوسری کا نکاح مقصود ہو یا نہ ہو لیکن بیان بیان واقع کے طور پر ہے چنانچہ معاملہ وغیرہ میں فرمایا کہ بات یہ تھی کہ جب مرد کو کوئی عورت بھلی معلوم ہوتی اور چاہتا کہ اس سے نکاح کرے تو اسے تحت طالی جوڑو کہتے تھے لگا دیتا تاکہ وہ مجبور ہو کر جو مہر یا عقدا اس کے اس سے اپنی جان چھوڑا دے تو اس سے منع فرمایا۔ کہ اگر تم ایک جوڑو کی جگہ چاہو کہ دوسری جوڑو کرین۔ **قَدْ أَتَيْتُمْ أَحَدًا لِحْوَجَةٍ**۔ اسی الزوجات۔ اور حال یہ کہ دیا تم نے زوجان میں سے کیوں پس واو حالیہ اور جملہ بقدر تقدیر حال ہے اور میں ضمیر جمع باعتبار اسکے کہ زوج سے جنس مراد ہے۔ اور دیدینے سے مراد یہ کہ اپنے اوپر اسکے لیے لازم کر لیا اور ضمان ہو گئے ہو جیسے قولا اذا سلمتم ما ائتمتم میں ہے پس یہ وارد نہیں ہوتا کہ ایسے کی حرمت تو ثابت ہے اگرچہ اس کو مہرسی نڈیا ہو بلکہ مہر سے اپنے ذمہ ہو۔ اور حال یہ کہ جو عورت کے واسطے واجب و لازم ہو یا ہے اس میں سے کچھ مت لو۔ **فَقِطْرًا**۔ مالاً کثیراً صدقاتاً۔ یعنی قنطار سے مراد مال کثیر ہے جو صدقات یا ہر اور کہا گیا کہ صدقات جو مہر قبل خلوت کے ادا کیا جاوے اور مر عام ہے۔ **فَلَا تَأْخُذْ وَهِيَ كَتِيمٌ**۔ تو مت لو اس مال کثیر میں سے کچھ بھی اٹھا لے جسکو جدا کرنے کی نیت ہے اور اسکو تنہ ڈھیر مال دیا ہے تو تم اس سے کچھ مال واپس مت لو کیونکہ عورت کا کوئی قصور نہیں بلکہ تم نے خود چاہا کہ بجائے اسکے دوسری عورت سے نکاح کرو پس یہ وارد نہیں ہوتا کہ خلع کے بدلے لے لینا اگرچہ مہر سے زیادہ ہو جائز ہے اور یہاں سے ظاہر ہوا کہ آیت کو منسوخ کہنا بقول تعالیٰ **وَلَا تَأْخُذْ وَهِيَ كَتِيمٌ** الا ان یخافوا الا یقربا حدود اللہ۔ وہم ہر بلکہ دونوں آیتیں مجھ میں حضرت ابن عباس نے تفسیر میں کہا ہے اگر تجھے اپنی جوڑو مکر وہ معلوم ہوئی اور دوسری کوئی عورت خوش آئی پس تو نے اپنی جوڑو کو طلاق دی اور دوسری کو نکاح میں لیا تو مطلقہ کو اسکا مہر جو کچھ و اجبی ہو ویدے اگرچہ وہ قنطار مہر متہرجم کہتا ہے کہ قنطار کے معنی سو روہ آل عمران میں فی تفسیر قولہ **زین للناس حسب الشہوات من النساء** آئی۔ گذر چکے ہیں شیخ ابن کثیر وغیرہ نے کہا کہ اس آیت میں دلیل ہے کہ مال کثیر عورت کے مہر میں دینا و مقرر کرنا وہی کیونکہ قنطار مال کثیر کو کہتے ہیں اور ابن المنذر کی روایت مالوت حضرت عمر میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن مسعود کی قرآنہ میں قنطار من ذہب۔ تھا یعنی سونے کا ڈھیر۔ اور حضرت عمر نے جو عورتوں کے مہر میں زیادتی کرتے سے مالوت فرمائی تو اس سے رجوع کیا ہے چنانچہ سعید بن منصور و ابو علی نے نسوق کے طریق سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ ای لوگو تم کیوں عورتوں کے مہر میں زیادتی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم و آپ کے اصحاب چار سو درم تک مہر رکھتے تھے یا اس سے کم پھر اگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادتی کرنا کچھ تقویٰ یا کرامت ہوتا تو تم لوگ ان سے سبقت نہ کرتے پس آئندہ مجھے نہ معلوم ہو کہ کسی نے اپنی جوڑو کے مہر میں چار سو درم پر بڑھایا ہے پھر اتر آئے پس قریش کی عورتوں میں سے ایک عورت سامنے آئی اور کہا کہ ای میرا مہر اتنیسے لوگوں کو منع کر دیا کہ چار سو درم سے عورتوں کا مہر بڑھاوین آپ نے فرمایا کہ ہاں وہ بولی کہ کیا آپ نے وہ نہیں سنا جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا کہ **وَآتَيْتُمْ أَحَدًا مِنْ قِنطَارًا**۔ پس عمر نے یہ سنکر کہا کہ ای اللہ تعالیٰ میں مغفرت چاہتا ہوں۔ سہی آدمی عمر سے زیادہ فقیہ ہیں پھر لوٹ کر منبر پر چڑھے اور کہا کہ ای لوگو میں نے تم کو منع کیا تھا کہ عورتوں کے مہر میں چار سو درم سے زیادہ نہ کرو پس میں کہتا ہوں

کہ اسکو اختیار ہو کہ اپنے مال سے جب قدر چاہے دے اور ابوعلی نے کہا کہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ شیخ راوی نے یوں کہا تھا کہ عمرؓ نے کہا جس کا جی چاہے وہ ایسا کرے شیخ ابن کثیر و مفسر نے کہا کہ اس کی اسناد و جید قوی ہو و قد روی نحو ہذا من طرق عن عمر رواہ زبیر بن کلاب و ابن المنذر و الامام احمد و اصحاب السنن و قال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ الحاصل جو کہ عورت کو دیا اس سے واپس نہ لو۔ **وَ اِذَا خَذْتُمْ زَكَوٰتَ الْبَنَاتِ**۔ ظلم۔ کیا تم اس مال کو بطور بہتان لے لو گے۔ یعنی ظلم کے طور پر بیٹھا وی میں ہو کہ بہتان وہ جھوٹ ہے کہ جس پر باندھا جاوے اسکو مہبوت کر دے اور کبھی ایسے فعل کو بہتان کہتے ہیں جو باطل ہو اسیدو اسطے بیان ظلم سے تفسیر کی گئی یعنی کیا لے لو گے بطور ظلم کے۔ **وَ اَلْمَا قَبِيْنَا**۔ بنیا۔ اور بطور کھلے گناہ کے۔ میں ازبا ان بمعنی بان ہے کیونکہ میں بمعنی بستن لازمی ہے فہم اور اصل میں بہتانا و اثما۔ کو نصب بنا بر آنکہ حال واقع ہوا ہی اتاخذونہ بائسین وائسین۔ یعنی کیا لے لو گے اسکو در حالیکہ تم بہتان باندھنے والے اور گناہ سمیٹنے والے ہو گے۔ اور استفہام بطور ملامت ہے اور ہر مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالیٰ۔ **وَ كَيْفَ تَاْخُذُوْنَ ذٰلِكَ اِیْ بَابِ وِجْدٍ**۔ اور کیونکر لے لیں گے کس وجہ پر تم اسکو لے لو گے۔ اور استفہام انکاری ہے حاصل آنکہ تم کسی وجہ پر یہ مال نہیں لے سکتے ہو حال یہ ہے۔ **وَ قَدْ اَفْضٰی**۔ صل۔ **لِبَعْضِكُمْ مِّنْ اِلٰی لِبَعْضٍ**۔ بالجماع المقر للمہر۔ کہ پہنچ گیا یعنی مل گیا بعض تمہارا بعض سے۔ **وَ اِنْ طَرَفًا**۔ ف بائین طور کہ جماع کیا جو ہر کو ثابت کرنے والا ہے۔ **سَهْرًا** و **وَلَبِی** وغیرہ نے کہا کہ افضا یہ کہ جو رومرد ایک چادر میں ہو جاوے خواہ جماع کیا یا نہ کیا اور فرار کرنے کہا کہ افضا یہ کہ جو رومرد خلوت میں ہو جاوے اگر جماع نہ کیا ہو اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقرر و متاکد ہونے کے واسطے ایسی خلوت صحیح بھی قائم مقام جماع ہے اور خلوت صحیح یہ کہ جو رومرد اس طرح خلوت میں ہوں کہ انکو جماع کرنے کا قابو حاصل ہو اس طرح کہ کوئی عذر شرعی نہ ہو مثل روزہ وغیرہ کے اور کوئی عذر جسمی بھی نہ ہو مثل مرض وغیرہ کے اور نہ وہ ان بے پردگی و شرم طبعی ہو اور ابن عباس و مجاہد و سدی وغیرہم نے فرمایا کہ افضا کہنا یہ از جماع ہے اور اسی پر مفسر نے تفسیر کی ہے اور بقول حنفیہ یوں کہنا چاہیے کہ تم کیونکر یہ مال لے سکتے ہو حالانکہ تم سے باہم خلوت صحیح ہو چکی ہو عورتوں نے اپنے آپکو بے حجاب ہتھارے سپرد کر دیا **وَ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مَّتٰی قًا**۔ عمدًا۔ غلیظًا۔ شدیدًا۔ اور ان عورتوں نے تم سے عمدہ شدید لے لیا ہے **وَ ف** وہو ما امر اللہ بہ من امساکن بمعروف او تسکین باحسان۔ اور یہ عمدہ شدید وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ بطور معروف انکو رکھو یا احسان کے ساتھ انکو رہا کرو اور ان کے انہوں کے بیان رخصت کرو یہی تفسیر ابن عباس و مجاہد و ابو العالیہ حسن و قتادہ و صواک و سدی و یحییٰ بن ابی کثیر سے مروی ہے اگر کہا جاوے کہ یہ عمدہ تو اللہ تعالیٰ نے لیا ہے ان عورتوں نے کہاں لیا ہے تو مبارک میں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے چونکہ یہ عمدہ ان عورتوں کے واسطے لیا ہے پس گویا ان عورتوں کی طرف سے عمدہ ہے اور ابن عباس نے مجاہد و سعید بن جبیر سے مروی ہے کہ مثنیٰ غلیظ سے مراد عقد ہے اور بیح بن انس سے ہے کہ وہ قول حضرت صلعم ہے کہ استوصوا بالنساء خیر فانکم اخذتمن باماتہ اللہ و اخللتم فروجہن بکلمۃ اللہ۔ (صحیح مسلم) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجہ الوداع میں فرمایا کہ تم لوگ مجھے اپنی عورتوں کے بارہ میں بھلائی کرنے کی وصیت قبول کرو یعنی میں تمکو وصیت کرتا ہوں کہ اپنی عورتوں سے بھلائی کے ساتھ رہو تم اسکو قبول کرو کیونکہ تم نے انکو اللہ تعالیٰ کی امانت پر لیا اور اللہ تعالیٰ کے کلمہ پر تم نے انکی فروج کو حلال کر لیا ہے۔ **ہ**۔ اور کلمۃ اللہ خطبہ نکاح ہے اور کہا کہ شہادہ میں منجملہ ان کلمات کے جو حضرت صلعم کو عطا ہوئیں ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ میں نے تیری امت کو اس طرح کر دیا کہ ان کا کوئی خطبہ جائز نہ ہو گا یہاں تک کہ گواہی دین کہ تو میرا بندہ و میرا رسول ہے (رواہ ابن ابی حاتم)

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَ

اور مت نکاح میں لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ جو آئے ہو چکا یہ بھائی ہے اور

مَقَاتِلَ وَنِسَاءً سَبِيلًا

کام غضب کا اور بری راہ ہے

وَلَا تَنْكِحُوا مَا - یعنی من - نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ - اور مت نکاح میں لائیو ایسی عورت کو عورتوں سے جس سے

تمہارے آبا نے نکاح کیا ہو اگر کہا جاوے کہ تا تو غیر ذوی العقول کے لیے یہ تو جواب یہ ہے کہ نہیں بلکہ ذوی العقول کو بھی شامل ہے جیسا کہ تحقق

تفتازانی نے ذکر کیا ہے اور معنی یہ ہیں کہ - لَا تَنْكِحُوا الَّتِي نَكَحَ آبَاؤُكُمْ - اور آباؤکم عام ہے خواہ نسبی باپ ہو یا رضاعی باپ ہو اور ہمیں باپ کا باپ سگا دادا

و پیر دادا چاہے جتنا اوپچا ہو سب شامل ہیں - غرض کہ باپ دادا کی زوجہ سے مت نکاح کیجیو - إِلَّا لکن - مَا قَدْ سَلَفَ میں فعل کم فاعل مفعول غنہ -

لیکن جو گذرا تمہارے فعل سے فاکہ وہ عفو کیا گیا ہے - یہ استثناء منقطع ہے یعنی لکن - اور اس سے مراد یہ ہے کہ جو گذرا مکاتم پر مواخذہ نہ ہوگا اور یہ مراد

ہنہیں کہ وہ شرع میں مستقر ہوا اور بیضاوی میں ہے کہ نہی کے معنی لازم سے استثناء ہے گو باپوں کا گیا کہ تحقیق النکاح نكاح آباؤکم

الاما قد سلف یعنی تم اپنے باپ کی نکوہ سے نکاح کرنے پر عذاب کی سزا ہو گے الا وہ کہ جو پہلے گذرا کہ اس پر سزا عذاب نہ ہو گے طاعصام

نے کہا کیونکہ اسلام اس شخصیت کو میٹ دیتا ہے جو اس سے پہلے نفی صحیح ابن کثیر نے فرمایا کہ نکوہ پدر فقط اس کے نکاح سے اولاد پر حرام

ہو جاتی ہے خواہ اس سے دخول کیا ہو یا نکاح ہو اور سب اجماع ہے کسی کے خلاف نہیں ہے اور ابن طریق عدی بن ثابت عن رجل من الانصار روایت ہے

کہ جب ابو قیس بن الاسلت انصاری نے جو دراصل مکہ تھے انتقال فرمایا تو ان کے بیٹے قیس نے انکی جوڑو سے یعنی سوتلی ماں سے خطہ کیا اور نکاح کا

پیغام دیا وہ بولی کہ میں تجکو فرزند شمار کرتی تھی اور تو بھی مرد صلح ہے لیکن میں رسول اللہ صلعم کے پاس جا کر عرض کرتی ہوں میں نے یہ بخت

صلعم سے یہ بیان کر کے عرض کیا کہ میں آپ کی حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تو پس جا بیاتنگ کہ اللہ تعالیٰ حکم کرے پس نازل ہوا تو وہ نکاح

آباؤکم الا یہ - رواہ ابن ابی حاتم - اور عکرمہ سے مروی ہے کہ قیس بن الاسلت اور سوہبن خلف اور صفوان بن امیر کے مقدمہ میں ہے کہ انھوں نے

اپنے اپنے باپ کی جوڑو سے نکاح چاہا تھا اور سہلی نے زعم کیا کہ زمان پدر سے نکاح کر لینا زمانہ جاہلیت میں معمول تھا اس واسطے فرمایا کہ الا قد سلف

جیسے دو بہنوں کے جمع کرنے میں فرمایا - و آن تمجوا بین الاختین الاما قد سلف - اور کہا گیا کہ کنانہ بن خزیمہ نے جو قریش کے جد علی بن سے ہے

ایسا کیا تھا کہ اپنے باپ کی جوڑو سے نکاح کیا اور اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا ہوں

سفا ح سے نہیں ہوا اور کہا کہ اس سے دلیل بخلی کہ یہ امر انکے واسطے روا تھا یعنی اسکو نکاح شمار کرتے تھے - اور ابن طریق عکرمہ بن عباس سے روایت ہے کہ جاہلیت والے بھی وہی سب حرام رکھتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا سوا سے دو باتوں کے کہ باپ کی جوڑو سے نکاح کرنا اور دو

بہنوں کا جمع کرنا اور رکھتے تھے پس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ آه - رواہ ابن جریر اور ایسا ہی عطا و قتادہ نے کہا ہے

صحیح ابن کثیر نے فرمایا کہ سہلی نے جو قصہ کنانہ نقل کیا اس میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے - الحال میں ہے کہ جو کچھ زمانہ جاہلیت میں ہو چکا وہ عفو ہے اور آئندہ تم کسی ایسی عورت سے نکاح مت کیجیو جس سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو - آئیے - ای کا من یعنی ضمیر راجع بجانب نکاح ان عورتوں کے جنکو باپ نے اپنے نکاح میں لیا ہو جو مذکورہ بالا سے مفہوم ہے - كَانَ فَاحِشَةً - قبیحا بیان فاحشا سے مراد فعل قبیح ہے - وَمَقَاتِلًا - سبیا للمقت من اللہ و ہوا شد الغضب - مرفت سے مراد سبب مرفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے

مواہب الرحمن

مقت کا باعث ہو اور مقت یعنی اشد غضب ہے (المعنی) ایسا نکاح کہ زنا بہت قبیح اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت لعنہ کا سبب ہے۔ اور  
 پھر یہاں بھی ہے کہ نکوحات پھر سے نکاح کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت قبیح ہے کہ سبزون میں سے کسی امت کو اسکی اجازت نہیں دی اور  
 مستغوض ہے اہل مردت کے نزدیک ایسا وسطے کسی مرد کا اگر کوئی لڑکا ایسی جو رو سے بونا ہو جو اسے باپ نے تخت میں تھی تو اس لڑکے کو مقتی کہتے ہیں  
 اور قاضیوں میں ہے کہ نکاح المقت یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کی جو رو سے نکاح کرے بعد وفات پھر کے پس یہ نکاح قبیح و مفسد ہے۔ و سماعہ میں  
 ہے۔ طریقاً ذلک۔ اور بدراہ ہر طرف بعض نے فرمایا کہ قبیح ہونے کے تین مرتبہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کو ان مراتب میں  
 سے ہر مرتبہ سے مذمت کی چنانچہ فاحشہ اسکے قبیح عقلی کا بیان ہے اور قولہ مقتاً۔ بیان قبیح شرعی ہے اور قولہ سبباً مرتبہ قبیح عادی ہے  
 پس حسین یہ سب مراتب قبیح کے مجتمع ہیں وہ فعل انتہا درجہ کا قبیح ہے اور برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنے مامون (ابو ذر بن نیار)  
 سے ملا اور انکے ساتھ لڑائی کا نشان تھا میں نے کہا کہ آپ کہاں جاتے ہیں انھوں نے کہا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے ایک  
 خلیفہ آدمی کی طرف جسے اپنے باپ کے بعد اسکی جو رو سے نکاح کیا سو مجھے حضرت صلعم نے حکم دیا ہے کہ اسکی گردن مار دوں اور اسکا مال ضبط  
 کر لوں رواہ عبد الرزاق و ابن ابی شیبہ و احمد و الحاکم و البیہقی۔ اور ذریعہ روایت امام احمد میں برابر بن عازب سے ہے کہ میرے چچا حارث بن  
 عمیر میری طرف ہو کر گذرے اور انکے ساتھ نشان تھا جو حضرت صلعم نے انکے واسطے تیار فرمایا تھا میں نے کہا کہ اے چچا تم کہاں جاتے ہو فرمایا کہ مجھے  
 حضرت صلعم نے ایک مرد کی طرف بھیجا ہے جسے اپنے باپ کی جو رو سے نکاح کیا سو مجھے حکم فرمایا ہے کہ اسکی گردن مار دوں۔ صحیح ابن کثیر  
 نے کہا کہ جو شخص اپنے باپ کی جو رو سے نکاح کرے وہ مرتد ہو گیا پس قتل کیا جاوے اور اسکا مال سببہ خلیفہ المال کیا جاوے اور نیز فرمایا  
 کہ علمائے اجلع کیا ہے کہ باپ نے بس عورت سے بطریق نکاح یا مالک ہو کر یا شہرہ سے وطی کی ہو وہ اسکے پسر پر حرام ہو جاتی ہے۔ اور اگر باپ نے  
 ایک عورت سے جماع نہیں کیا مگر سوائے وطی کے دیگر مباشرت کی مثلاً ساس و بوس و غیرہ یا اس کی ایسی چیز دیکھی کہ بر تقدیر اجنبیہ ہونے کے سکا  
 دیکھنا رو نہیں تو آیا اس صورت میں بھی وہ بیٹے پر حرام ہے یا نہیں تو اس میں علما کا اختلاف ہے اور امام احمد سے روایت ہے کہ وہ اس سے بھی حرام جاتی  
 مگر تم کہتا ہو یہی ائمہ حنفیہ کا قول ہے کہ جن چیزوں سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہے انکے پائے جانے سے حرام ہو جائیگی اور ان چیزوں کو ترجمہ عالمگیری  
 جلد دوم سے تلاش کرو اور ہمارے نزدیک اگر باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو بھی وہ پسر پر حرام ہو جائیگی بخلاف قول شافعی کے بنا برین کہ زنا سے  
 حرمت مصاہرہ ہمارے نزدیک ثابت ہوتی ہے اور انکے نزدیک نہیں پھر اللہ تعالیٰ نے تمام ان عورتوں کو نکو بنا دیا جن سے دائمی یا عارضی نکاح حرام ہے بقولہ تعالیٰ  
**حُرْمَتٌ عَلَيْكُمْ اُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخُوتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ**

حرام ہو ہیں بہن تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور چچا بھانجیاں اور خالائیں  
**وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأَخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ الَّتِي أَرْضَعْنَكُمْ**  
 اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا  
**وَأَخُوتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ**  
 اور بھاری دودھ پلانی کی بہنیں اور بھاری جو رووں کی مائیں  
**وَرَبَائِبُكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِمَّنْ نِسَاءُكُمْ الَّتِي دَخَلْتُمْ بُيُوتَهُنَّ رِزْقًا لَّ**  
 اور بھاری جو رووں کی بیٹیاں جو بھاری پرورش میں ہیں جن جو رووں سے تم نے دخول کر لیا ہے پھر اگر

لَمْ تَكُونُوا أَحِلَّتْ لَكُمْ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَلَا تَلُوا

بھرا کرتے جو روون سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اور تمہارے

آبائے کُم الذین من أصلابکم لا وأن جمعوا بین

ان بیٹوں کی عورتیں جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ کہ حرام ہو اگر جمع کرو تم دو

الأختین إلا ما قد سلف إن الله كان عفواً رحیماً

بہنیں مگر جو پہلے ہو چکا اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس آیت کریمہ میں اللہ عزوجل نے وہ عورتیں بیان کر دیں جو حرام ہیں پس نالتے کی وجہ سے سات حرام فرمائیں اور دو دھ کی وجہ سے

دو - آٹھ کے رشتہ سے چار حرام فرمائیں پس نالتے کی وجہ سے سات یہ ہیں - سائیں - اور - بیٹیاں - اور بہنیں - اور چھو بھیاں - اور

خالائیں - اور بھائی کی بیٹیاں - اور بہن کی بیٹیاں - اور دو دھ کی وجہ سے یہ ہیں - رضاعی مائیں - رضاعی بہنیں اور دھ کے

رشتہ یہ ہیں - جو روون کی مائیں - اور جن جو روون سے دخول کیا انکے پہلے خاوند سے بیٹیاں - اور اپنی پشت کے بیٹوں کی جو روون

اور ایک وقت میں دو بہنوں کا جمع کرنا - یہ سب تیرہ عورتیں ہیں اور چودھویں وہ عورتیں جو باپ کی منکوحہ بہن جیسا کہ اوپر کی آیت میں بیان

ہوا - اور سنت متواترہ سے دو اور ثابت ہوئیں ایک تو اپنی جو روو اسکی پھوپھی کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے دو م سنی جو روو اسکی خالکو ایک وقت

جمع کرنا حرام ہے پس یہ سب سولہ ہوئیں اور ستر ہوئیں ایسی عورت جو کسی مرد کے نکاح میں ہو - امام طحاوی نے فرمایا یہ سب محکم متفق علیہا

حرام ہیں انہیں سے کسی کا نکاح میں لانا نہیں جائز ہے اور اس پر اجماع ہے سوائے اپنی غیر مدخولہ کی مان کے کہ اس میں تہور کا تو یہی قول ہے کہ

اس سے نکاح حرام ہے اور بعض نے اسکو روا کہا ہے لیکن روایت اختلاف کے ثبوت میں تامل ہے اور آیتہ انشا اللہ تعالیٰ آمنا ہے پھر جاننا چاہیے

کہ ان محرمات میں اقسام ہیں بعض تو دائمی حرام ہیں یعنی بعض احوال میں جائز ہو جاتی ہیں اور وہ ایسی عورتیں ہیں جو غیر کے نکاح میں ہیں پس

اس حیثیت کے ساتھ کہ غیر کے نکاح میں ہوں دائمی حرام ہیں اور اگر غیر نے اسکو طلاق دیدی اور عدت گذر کر بائنہ ہو گئی تو اس سے نکاح کرنا روا ہے

یا مثلاً شوہر مر جاوے تو بعد عدت کے اس سے نکاح روا ہے بشرطیکہ وہ نکاح کا ارادہ کرنے والے کی ایسی نالتے دار نہ ہو جس سے کبھی نکاح نہیں ہوا ہے اور

بیرود بہنوں کا جمع کرنا حرام ہے اور اگر ایک مر گئی تو دوسری بہن سے نکاح کر سکتا ہے اور یہی حال جو روو اور اسکی پھوپھی یا خال کے جمع کرنے میں ہے

اور بعض دائمی حرام ہیں کسی حال میں حلال نہیں ہوتی ہیں جیسے مان بہنیں وغیرہ اور جو نالتے نکاح کرے اگر جو از جانے حالاً لاکہ شرع کا حکم ظاہر

ہو چکا تو وہ مرتد ہو قتل کیا جاوے - اور حدیث میں اس اُمت کے بگڑنے و بدوین ہونے کے بیان میں ہے کہ یہ سب بھگلی امون کے تہ بہ تہم

چلے گی یہاں تک کہ جسے انہیں سے اپنی مان سے علانیہ حرام کیا اس میں بھی ایسا ہوگا جو اپنی مان سے علانیہ حرام کرے - اللہ تعالیٰ سبکو مع تمام

Marfat.com

حرم متعلق ہو اور امہات جمع ام ہی جو دراصل امہ تھیں۔ اور جو بہری نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہے کہ ام وہ عورت ہے جو تجھے جی سوادہ تیری ماں ہے یا جو اسکو جی جس سے تو پیدا ہو خواہ مذکر ہو مثلاً باپ کو دادی جی خواہ مؤنث ہو مثلاً ماں کو نانی جی تو دادی و نانی بھی ام ہے۔ اور جی یوں کہو کہ ام ہر ایسی عورت ہے جس تک تیرا نامنتی ہو اور مترجم کہتا ہے کہ یہ معروف ہے اس میں خود ایسا وضوح ہے کہ طول کلام کی ضرورت نہیں ہے اور بیان حکم کا فائدہ یہ ہے کہ جو کسی کسخت حالت نشہ میں ماں سے وطی جائز رکھتے جیسے دختر سے وطی جائز رکھتے۔ اور تیرے حرام کی گئیں تمہاری بیٹیاں و شملت نباتات الاولاد وان سطلن۔ نباتات میں اولاد کی بیٹیاں یعنی پسری بیٹیاں جنکو پوتیاں کہتے ہیں اور دختر کی بیٹیاں جن کو نتیاں کہتے ہیں شامل ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مرد پر کسی ماں و دادی و نانی وغیرہ اور کے درجہ کی جو بڑے ہیں حرام ہیں اور بیٹیاں اور پوتیاں و نتیاں کہتے ہیں نیچے درجہ کی جو شاخیں ہیں سب حرام ہیں اور واضح رہے کہ دادی و نانی وغیرہ سے بیان سگی مراد ہے اور یہ وہم نہ ہو کہ سگی نانی کی ہیں جو سوتیلی نانی کہلاتی ہے وہ بھی حرام ہے جو اب یہ کہہ کر کہ ماں اسوجہ سے کہ وہ سگی خالوں میں داخل ہے جیسا کہ آگے آتا ہے پس سگی و سوتیلی کی تہذیب سے یہ غرض ہے کہ ہندوستان میں مثلاً چچا کی بیٹی کو بہن کہتے ہیں تو وہ حرام نہیں کیونکہ وہ نہ بڑی سگی اور نہ شاخ کی سگی ہے پس حلال ہے فافہم پھر امام ابو حنیفہ کے نزدیک نباتات کا لفظ پوتیوں و نتیوں کو ہوتا ہے تا کہ حقیقتہً شامل ہے اور امام شافعی کے نزدیک مجازاً شامل ہے جیسے امہات میں ہے اور سراج میں ضابطہ یہ مذکور ہے کہ نسبت یعنی تیری دختر وہ ہے جو مؤنث کو جسے پیدا ہو یا جو تجھے پیدا ہے اس سے پیدا ہوا اور چاہے بچہ ہو کہو کہ ہر مؤنث جسکا نسب تیرے متنتی ہو وہ تیری دختر ہے۔ پھر سراج میں کہا کہ جو عورت کسی مرد سے زانیہ پیدا ہوئی وہ بنت میں شامل نہیں پس اس مرد کو حلال ہے کہ اس سے نکاح کرے۔ یہ شافعی کی تقلید ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حرام ہے اور صحیح اس کی تفسیر نے فرمایا کہ نباتات کا لفظ عام ہے اسی سے جمہور علمائے استدلال کیا کہ کسی مرد کے زنا کرنے سے جو لڑکی پیدا ہو وہ اسکی دختر ہے پس نباتات میں شامل ہے اور سب حرام ہوگی جیسا کہ مذہب امام ابو حنیفہ و مالک و احمد و شافعی سے اسکی اباحت میں کچھ نقل کیا جاتا ہے کیونکہ وہ شرعی دختر نہیں ہے پس جیسے میراث میں وہ قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ میں داخل ہونگی کیونکہ بالا جماع وارث نہیں ہوتی ہے ایسے ہی بیان داخل ہونگی و اللہ اعلم۔ اگر کہا جاوے کہ زنا سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ بھی شرعی ہے تو اپنی ماں سے نکاح کر سکتا ہے اسکا جواب یہ ہے کہ نہیں ہو جہ سے کہ ان کی طرف اسکا نسب بالا جماع تحقق ہے کیونکہ بالا جماع اس کا وارث ہوتا ہے۔ اور صحیح اس میں قول جمہور ہے اور صحیح محدث اس کی تفسیر بھی اسی کو مشر ہے اور حدیث میں ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ نظر رحمۃ نہ فرماؤ گیک اللہ تعالیٰ ایسے مرد پر جسے ایک عورت کی فرج داسکی دختر کی فرج پر نظر ڈالی **وَ اَخَوَاتُكُمْ**۔ من ہتہ الاب او الام۔ اور حرام کی گئیں تیرے تمہاری بہنیں ف مفسر نے کہا کہ خواہ بہن باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے ہو۔ مثلاً باپ کی دوسری زوجہ سے جو لڑکی ہو وہ بھی بہن ہے جیسے ماں کے دوسرے شوہر سے جو لڑکی ہو وہ بہن ہے چونکہ بہن سے کسی ایک طرف سے جو بہن ہے وہی حرام ہے تو ماں و باپ دونوں کی طرف سے جو بہن ہوگی یعنی حقیقی و صغیری تو وہ بدرجہ اولیٰ حرام ہے لہذا مفسر نے اسکو ذکر ہی نہیں کیا کیونکہ اخوات کا لفظ اوکا حقیقی ہیں کے واسطے ہے یا باقی دونوں میں وہم تھا کہ شاید حلالی ہیں جو فقط باپ کی طرف سے ہے یا خبیانی ہیں جو فقط ماں کی طرف سے ہے حرام نہ ہو تو مفسر نے اس وہم کی بڑھکائی دی کہ قطعاً وہ اخوات ہیں۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر مؤنث جو تیری ماں و باپ یا ان میں کسی ایک سے پیدا ہو وہ تیری بہن ہے۔ **وَ عَمَّاتُكُمْ**۔ اور حرام کی گئی تم پر تمہاری چچیاں و اخیوات ہا انکم جلد کم یعنی تم میں سے ہر ایک کے باپ کی بہن یا دادا کی یا پردادا کی کہتے ہیں اور بچے درجہ کی بہن ہو تیرے حرام ہے۔ اور ضابطہ یہ ہے کہ ہر مؤنث جو تیرے باپ یا دادا وغیرہ اجداد کے ساتھ ملتی باپ و دونوں میں یا ایک میں شریک ہو تو وہ چچو بھی ہے پس باپ کی عینی یا صلاتی یا خبیانی کسی قسم کی بہن ہے

دوسری



وہ تیری پھوپھی ہو علی ہذا اگر تیرے باپ کی اسی طرح کی پھوپھی ہو وہ بھی تیری پھوپھی ہے۔ **وَخَالَاتُكُمْ** اور تم پر حرام کی گئیں تمہاری خالائیں  
 و ای اخوات اہما تم و جداتکم۔ یعنی تم میں سے ہر ایک کی ماں یا نانی کی بہن تم پر حرام ہے اور واضح ہو کہ کبھی باپ کی طرف سے خالہ ہوتی  
 ہے اور وہ تیرے باپ کی ماں کی بہن ہے جیسے پھوپھی کبھی ماں کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ ماں کے باپ کی بہن ہے سو یہ بھی حرام اور پھوپھی و خالہ  
 میں شامل ہیں۔ **وَبَنَاتُ الْأَخِ** یعنی بھائی کی بیٹیاں خواہ بھائی عینی ہو یا علاقائی یا اخیافی۔ سب کی بیٹیاں حرام ہیں اور یہی حال ہے  
**وَبَنَاتُ الْأَخْتِ** اور بہن کی بیٹیوں میں چاہے کسی قسم کی بہن ہو۔ مفسر نے کہا۔ ویدخل فیہ بناتہا۔ ہم۔ اور بھائی بہن کی  
 اولاد کی بیٹیاں بھی اسی میں شامل ہیں لہذا کسی قسم کی بھائی یا بہن کی اولاد بیٹیاں و بیٹی کی جو بیٹیاں ہیں لہذا سب کے بھتیجے یا بھتیجی کی لڑکیاں  
 بھی حرام ہیں پس بھائی و بہن کی دختر شامل ہے ہر اس ٹونٹ کو جس کا نسب پیدا ایشی تیرے کسی قسم کے بھائی یا بہن کی طرف بنتی ہو وے بیٹا تک  
 تو ان عورتوں کا بیان ہوا جو نسب کی وجہ سے دائمی حرام ہیں اب انکا بیان شروع ہوتا ہے جو رضاعت سے دائمی حرام ہیں چنانچہ فرمایا۔ **وَأُمَّتُكُمْ**  
**الَّتِي أَرْضَعْتُمْ** اور تمہاری وہ مائیں تم پر حرام ہیں جنہوں نے تمکو دودھ پلایا یعنی جیسے تجھ تیری وہ ماں حرام ہے  
 جسے تجھے جنا سیرت تجھ تیری وہ ماں بھی حرام ابدی ہے جسے تجھے دودھ دیا چنانچہ صحیحین میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے  
 فرمایا کہ رضاعت حرام کرتی ہے اس چیز کو جسکو ولادت حرام کرتی ہے۔ اور ایک روایت صحیح مسلم میں ہے کہ رضاعت سے بھی وہی حرام ہے جو نسب سے حرام ہے  
 اب یہ بیان ہونا چاہیے کہ رضاعت کب اور کیوں تک تحقق ہوتی ہے تو مفسر نے کہا کہ قبل اشکال الحولین جس رضاعت کا بنیہ الحدیث۔ یعنی دودھ  
 پلایا تم کو پہلے دو برس پورے ہونے سے پانچ رضعات جیسا کہ حدیث نے اس عمل رضاعت کو جو آیت میں مذکور ہے بیان کر دیا ہے یعنی آیت میں  
 تو مطلقاً رضاعت مذکور ہے یہ بیان نہیں کہ کس سن میں پلایا ہو اور کم سے کم کس قدر پلایا ہو تو مفسر نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا کہ  
 دودھ پلانے والی اس وقت بچہ کی رضاعتی ماں ہو جاتی ہے کہ بچہ کو دو برس کا سن پورے ہونے سے پہلے پلایا ہو اور کم سے کم پانچ رضاعت ہوں  
 مگر رحم کنتا ہے کہ بعض شافعیہ نے اس کے معنی بچہ کی سیری پر مبنی رکھے اور بیض نے گھونٹ لیے سب کچھ مفسر نے جو دو برس تک رضاعت کی مدت ذکر کی  
 اس میں بقول فتویٰ ہمارے نزدیک بھی اتفاق ہے اب رہا یہ کہ امام شافعی کے نزدیک کم سے کم پانچ رضعات ہیں صحیح ابن کثیر نے فرمایا کہ اس میں علماء کا  
 اختلاف ہے بیض کے نزدیک تین رضعات سے کم ہوں کیونکہ حضرت عائشہ سے مرفوع روایت ہے کہ ایک چوسنا یا دو چوسنا حرام نہیں کرتا۔ رواہ  
 مسلم اور امام الفضل سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک رضعت اور دو رضعت اور ایک رضعت دودھ سے حرام نہیں کرتا اور ایک روایت میں اطالعہ و دودھ اطالعہ کا لفظ ہے  
 روایت مسلم پس جب دوسے ذرا بچے تین ہو جاوے خواہ کچھ کھس کرے یا حصہ جو رضعت و اطالعہ کرے تو حرام ہونا چاہیے۔ یہی سب امام احمد بن حنبل  
 و اسحق بن راہویہ و ابو عبید و ابو ثور کا ہے اور یہی حضرت علی و عائشہ و ام الفضل و ابن زبیر و سلیمان بن یسار و سعید بن جبیر سے مروی ہے بعض کے  
 نزدیک پانچ رضعات سے کم حرام نہیں کیونکہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جو قرآن نازل کیا گیا تھا اس میں تین رضعات معلوم تھے کہ اُسے  
 حرمت ہوتی تھی پھر پانچ سے منسوخ ہوئی پھر نبی صلعم نے وفات پائی در حالیکہ وہ قرآن میں سے پڑھی جاتی تھی (رواہ مسلم)۔ اور امام حذیفہ  
 کے واسطے سہل بنت سہیل کو حضرت عم نے پانچ رضعات سالم کو پلانے کا حکم کیا کافی الصبح اور یہی قول شافعی و ائمہ صحابہ کا ہے قال  
 المترجم پوشیدہ سنیرہ کہ سالم مولیٰ حذیفہ جو ان تھے جب انکے واسطے حکم دیا پس حکم مخصوص ہے پس حجت نہیں ہو سکتا اور حدیث نسخ میں تاویل  
 ضرور ہے کیونکہ تلاوت باقی نہیں باجماع صحابہ نہیں مراد یہ ہے کہ ایسا ہوگا اور پانچ رضعات بھی قریب وقت وفات تک تھے  
 پھر بیت قریب وفات کے منسوخ ہوئے وہاں سے کم نہیں کہ حدیث مجمل و مادل ہے حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ بالاجماع قطعاً کسی کا مذہب

ہمیں کہ قرآن میں سے کچھ کم ہر یہ تو سوائے بعض فرقہ روافض کے کسی نے نہیں کہا بلکہ روافض میں سے بھی کسی فرقہ کا یہ قول نہیں کہ حکام و شرکاء  
 قرآن میں سے کچھ کم ہر تو اس روایت منفردہ سے قرآن ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ قطعاً متواتر بالا جماع صحابہ رضی اللہ عنہم پر ہیں وایت میں  
 صرف کثرت رضاعت کی وجہ سے تسہیل تھی وہ صحابہ کے اجماع سے منسوخ ہر علاوہ برین بعد تسلیم کے مذہب اول کے دلائل کے ساتھ متعارض  
 ہو کر دونوں ساقط ہونگے خصوصاً جبکہ دونوں روایتیں اور دونوں مذہب حضرت عائشہ سے روایت ہوتے ہیں اور نیز حدیث عدم حرمت وضو و  
 رختان محمول ہر اس صورت پر کہ فقط منہ میں لیا اور دودھ کچھ پیٹ میں نہیں گیا بدلیل دوسری روایت اطلاق و اطلاق جان کے کیونکہ حقیقت  
 میں اطلاق فقط اس قدر پر ہر پس جب یہ حالت ہر تو وقت تمام آیت سے تجاوز نہیں ہو سکتا بدین طور کہ حکم جو بمقتضای آیت ہوا اس میں آحاد  
 روایت سے تغیر کیا جاوے اور آیت سے ثابت ہوتا ہر کہ دودھ پینے کے طور پر ایک بار چوس کر پی لیا یا رضوع نے منہ میں دودھ دیا بہر حال  
 حلق سے اترنے سے رضاعت ثابت ہو جاوے گی کیونکہ آیت عام ہر پس جس مقدار سے باعتبار لغت کے رضاع کہلاوے اس سے حرمت  
 رضاعت ثابت ہوگی اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ و مالک و اشعری صحابہ کا ہر اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی  
 ہر اور یہی قول سعید بن المسیب و عروہ بن الزبیر و زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہر اور پوشیدہ نہیں کہ اسی قول کا اختیار کرنا بنظر حرمت صحابہ ہر  
 اگر فرض کریں کہ تین رضعات بہر استدلال پورا ہوا تو بھی مقطوع نہیں پس مطلق رضاعت جو عموم آیت سے ثابت ہر مستذہب ہر اور  
 پانچ رضعات میں دو گونہ اشتباہ ہر کیونکہ تین رضعات پر حرمت کا مذہب مذکور ہو چکا اور مشتبہ سے بخیا واجب ہر پس بیان اختیار مطلق و  
 ہر اور تحقیق دلائل کو مترجم لے عین الہدایہ میں بیان کیا ہر۔ **وَ اَخْوَاتُكُمْ مِّنَ الرِّضَاعِ عِدَّةً وَّ لِحْقٍ بَدَلًا** بستہ  
 النبیات منہا و ہن من اھنتھن موطورۃ و اللغات و الخالات و نبات الارح و نبات الاخت منہا الحدیث بحرم من الرضاع ما یحرم من لیسب  
 رواہ البخاری و مسلم یعنی اور حرام ہن تمہر تمہاری وہ نہیں جو رضاعت کے سبب سے ہون و مفسر نے کہا کہ بدلیل سنت اس سے  
 لاحق ہن۔ بیٹیان رضاعی اور رضاعی بیٹیان وہ ہوتی ہن جنکو مردکی موطورہ جو رونے دودھ پلایا ہو یعنی مرد نے جس عورت سے وطی  
 کی اور وہ جتنی پھر اس عورت نے کسی لڑکی کو یہ دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس مردکی بیٹی ہر اور ہر حرام ہر اور نیز بدلیل حدیث کے اس سے لاحق  
 ہن رضاعی پھر بیٹیان اور خالائین اور رضاعی بھائی کی بیٹیان اور رضاعی ہن کی بیٹیان موافق اس تفصیل کے جو مذہب کے بیان میں گزریں  
 بدلیل اس حدیث کے کہ حرام ہو جاتی ہن رضاعت سے وہ عورتیں جو حرام ہوتی ہن نسب سے (رواہ البخاری و مسلم) صحیح ابن کثیر  
 نے ذکر کیا کہ بعض فقہانے فرمایا کہ کل وہ عورتیں جو نسب سے حرام ہوتی ہن وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتی ہن سوائے چار صورتوں کے اور  
 بعض نے چار صورتوں کو استثنا کر کیا پھر ابن کثیر نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہر کہ اس میں سے کچھ بھی مستثنیٰ نہیں ہر کیونکہ ایک بعض کا ماہذ مذہب میں  
 پایا جاتا ہر اور بعض کی حرمت بوجہ صہریت کے ہر نسب سے نہیں پس حدیث کے کلیہ پر کچھ استثنا رواہ وہ نہیں ہوتا اور یہی محققین حنفیہ استند  
 ابن امام وغیرہ نے مصرح بیان کیا ہر پھر رضاعت فقط عورت ہی کی طرف نہیں بلکہ جس خاوند سے اسکا دودھ پڑوے بھی رضاع لڑکا  
 یا رضیعہ لڑکی کا لاپ ہو جاتا ہر اور یہی تمہر علماء و چارون الامون کا مذہب ہر۔ **وَ اَقْرَبَاتُ نِسَاءِ اَکْمَامٍ** یعنی اور حرام ہون  
 تمہر تمہاری جو روؤں کی ماہن۔ اس میں کوئی قید نہیں کہتے اپنی جو رو سے جان کیا ہو یا نہ کیا ہو بلکہ عام ہر کہ جب تمہے کسی عورت  
 سے نکاح کیا تو اسکی ماں و نانی و پر نانی وغیرہ سب حرام ہونیں خواہ اپنی جو رو سے دخول کرے یا نہ کرے بلکہ نکاح کے بعد ہی طلاق  
 دیدے۔ تب بھی اسکی ماں وغیرہ اونچی جڑ سے نکاح نہیں کر سکتا ہر اور یہی گویا اجماعی ہر و مستوف۔ **وَ اَقْرَبَاتُ نِسَاءِ اَکْمَامٍ** یعنی اور حرام ہون

بنت الزوج - التي في جوارك - ترہو نہاصتہ موافقہ للغالب مضموم لہا - من لیساکم التي دخلتم بہت  
 ای جاہتموہن - فان لم تکلوا نوا دخلتم بہت فلا جناح علیکم فی کل بناہنن اذا قارتموہن یعنی اور  
 حرام ہوئیں تمپر تمہاری رہائش اور یہ لفظ جمع ہے ربیبہ کی اور ربیبہ اسکو کہتے ہیں جو اپنی جورو کی لڑکی کسی دوسرے خاوند سے ہو پھر ان  
 رہائش کی صفت بیان کی ہے کہ وہ رہائش جو تمہارے جورو میں ہوں اور جو جمع حجر ہے یعنی گود میں ہوں اور مراد یہ کہ تم اسکی تربیت پرورش  
 کرتے ہو۔ اگر کہا جائے کہ پھر رہائش ہی حرام ہوئیں جو جورو میں پرورش پاتی ہوں اور اگر ایسی ہوں مثلاً عورت تو زید کے تحت میں ہو اور اس کے پہلے خاوند کی  
 لڑکی کہیں اور ہو تو زید پر حرام نہ ہو کیونکہ ہمیں یہ صفت نہیں پائی جاتی کہ پرورش میں ہو حالانکہ بالاجماع یہی حرام ہے مفسر نے جو یہ ایک صفت جو مذکور  
 ہوئی ہے حرمت کی قید نہیں ہے یعنی یہ مراد نہیں ہے کہ حرمت جب ہوگی کہ جب ایسا ہو بلکہ غالب حال کی موافقت سے بیان فرمایا یعنی اکثر یہی ہوتا ہے کہ ربیبہ  
 اپنی ماں کے ساتھ اسکے جدید خاوند کی پرورش میں ہوتی ہے اور اس میں اشعار کے سبب سے حرمت کا یہ کہ وہ تو بمنزلہ اولاد کے پرورش میں ہوگی جبکہ  
 اسکی ماں عرولہ ہو جاوے کہ اسکی اولاد کے ساتھ اس ربیبہ کی پرورش کے لیے مہیا ہوگی بخلاف غیر مغلہ کے چنانچہ فرمادیا کہ یہ رہائش سطر پر حرام  
 کہ جب ہوگی کن جوروؤں کی ہوں تو فرمایا۔ من لیساکم اللاتی دخلتم بہن۔ تمہاری ان جوروؤں کی ہوں جنسے تم نے دخول کیا ہے۔ اور مفسر نے دخول  
 کے معنی یہ بیان کیے کہ اسنے تم نے جمع کیا ہو۔ مگر جانا چاہیے کہ علانی اس کے معنی میں اختلاف کیا ہے کہ کون دخول موجب تحریم ہے پس ابن ہشدر نے  
 ابن عباس سے روایت کی کہ انھوں نے دخول کو جمع سے تفسیر فرمایا جیسا کہ مفسر نے ذکر کیا اور ابن کثیر نے کہا کہ ابن عباس نے۔ تکتموہن سے  
 تفسیر کی اور ایسا ہی اور بن نے کہا اور شاید معنی کلام کے جمع میں اور یہی قول طاؤس عمرو بن دینار وغیرہ کا ہے اور بیضاوی نے کہا کہ غلظت  
 بہن کے معنی داخل ہوئے تم ان کے ساتھ پردہ میں اور یہ کنایہ ہے جمع سے اور حرمت میں وہ بھی شوہر ہے جو زنا ہوا نہ وسطی شہدہ ملک میں کے۔ اور  
 امام ابو حنیفہ مالک و ثوری و اوزاعی و یث وغیرہم نے کہا کہ شوہر نے اگر اپنی جورو کو شوہت سے چھو تو اس پر اس جورو کی دختر جو دوسرے خاوند  
 سے ہو حرام ہو جائیگی پھر کبھی اس سے کل نہیں کر سکتا اور امام شافعی کے بھی دو قول ہیں سے ہی ایک قول ہے اور خفاجی نے حاشیہ بیضاوی  
 میں اسی کو تریح دی اور بیضاوی نے جو شوہت سے چھو نا اسکے مانند کو قیاس قرار دیکر ذکر دیا ہے کہ قیاس کو بعد نص کے مجال نہیں ہے اسکو  
 خفاجی نے دفع کر دیا کہ اسپر توافق ہے کہ صریح الایہ قطعاً مراد نہیں ہے بلکہ کنایہ سے جو اسکے معنی ہیں وہ مراد میں نظر ہوا کہ قوی ہی کہ  
 جورو سے اگر جمع کیا یا اسکو شوہت سے چھوایا اسکی فرج کی طرف دیکھا یا اور اسکے مانند کوئی فعل کیا تو ربیبہ اس پر حرام ہوگی خواہ جورو کی دختر ہو اور دختر کی  
 دختر ہو کتنے ہی نیچے راجہ کی ہو فالہ قتادہ والو العالیہ اور قرطبی نے فرمایا کہ فقہانہ اتفاق کیا ہے کہ جب جورو سے دخول کر لیا تو ربیبہ حرام ہو جاتی ہے  
 خواہ ربیبہ اسنے جرمین پرورش پاتی ہو یا کہیں اور ہو اور اگر ان سے دخول کیا ہو تو اسکا حکم یہ ہو کہ ان تم کو نوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم۔ یعنی پھر اگر تم نے  
 ان جوروؤں سے دخول کیا ہو تو تمپر گناہ نہیں مفسر نے کہا یعنی تمپر گناہ نہیں کہ جوروؤں کی دختروں سے یعنی رائب سے نکاح کر لو بشرطیکہ ان جوروؤں  
 کو پہلے بالکل جدا کر دو یعنی تم سے ان سے جدائی ہو جاوے خواہ قبل دخول کے طلاق دو یا مر جاوے پس۔ فلا جناح علیکم ای فلا جناح علیکم فی  
 ان تزوجوا بناہن۔ لیکن حذف حکم صریح میں اشارہ ہے کہ خلاف اولیٰ ہے اگرچہ گناہ نہیں۔ قرطبی نے فرمایا کہ شاید قول بعض متقدمین سے یہ  
 بھی آیا ہے کہ اگر ربیبہ جرمین نہ ہو بلکہ دوسرے شہر میں ہو تو بعد فراق جورو یعنی ربیبہ کی ماں کے اسکے ساتھ نکاح کر سکتا ہے چنانچہ ابن کثیر نے  
 بروایت ابن ابی حاتم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول نقل کیا اور کہا کہ اسناد صحیح بشرط مسلم ہے اور ابن المنذر و طحاوی نے کہا کہ حضرت علی  
 سے یہ قول ثابت نہیں اس واسطے کہ ابراہیم بن عبید جو بکاراوی ہے وہ معروف نہیں مجہول ہے اور محمد سے مراد یہ کہ اپنی ماں کے ساتھ ان کے شوہر

کی حمایت میں پرورش پاتی ہو اور بعض نے کہا کہ جو سے مراد بیوت ہیں پس صحیح یہ کہ اللاتی فی جوہم کما بیان غالب حالت کا ہو یہ کوئی قید نہیں  
 ہے اور فائدہ اسکا تقویت تکمیل علت حرمت ہے کہ ذکرہ البیضاوی اور اسٹیجہرہ کا اتفاق ہے اگرچہ داؤد ظاہری تو ہیں حرم وغیرہ  
 نے اسکو قید تصور کیا ہے اور یہ خلاف دلائل ہے اور صحیحین میں ہے کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے جو حضرت کی پاک بیویوں میں سے ہیں کہا کہ یا  
 رسول اللہ آپ غرہ بنت ابی سفیان میری بہن سے نکاح کر لیں تو فرمایا کہ تو اسکو چاہتی ہے۔ کہا کہ ہاں میں مانع نہیں ہوں یہ چاہتی ہوں کہ  
 بھلائی میں اگر میرے شریک اور ہونگی تو اس سے بہتر ہے کہ میری بہن ہی میرے شریک ہو آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے حلال نہیں ہے۔ عرض کیا کہ میں آپ سے  
 عرض کروں آپ چاہتے ہیں کہ ایولمہ کی دختر سے نکاح کریں آپ نے فرمایا کہ کون ایولمہ کیا ام سلمہ کی بیٹی جو ایولمہ سے ہے۔ کہا کہ ہاں تو آپ نے فرمایا کہ  
 اگر وہ میری ربیبہ میری حجر میں ہوتی تو بھی مجھے حلال نہیں تھی وہ تو میرے صحابی بھائی کی بیٹی ہے تو یہ نے مجھے اور ایولمہ کو دودھ پلایا ہے سو ہم  
 لوگ ہرگز اپنی بیٹیاں نہیں سمجھیں گے مت کرو اور ایک روایت بخاری میں ہے کہ اگر میں نے ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تو بھی مجھے حلال نہ تھی  
 فقط ام سلمہ سے نکاح کرنا منیٰ طحیریم فرمایا اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و فقہار سبعہ و جمہور سلف و خلف کا ہے اور ابن کثیر نے اپنے استاذ  
 شیخ ذہبی سے نقل کیا کہ شیخ امام لقی الدین حیرانی پر میں نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو انھوں نے مشکل قرار دیا۔ اب رہا یہ کہ اگر کسی باندی  
 کا مالک ہو اور اسکی ربیبہ کا بھی مالک ہو ایسا نکاح کیا تو دونوں سے وطی کر سکتا ہے یا نہیں۔ تو ابن المنذر نے عمر سے اسکا حکم روایت کیا کہ میں  
 پس نہیں کرتا ہوں اور ایسا ہی اسید نے ابن عباس سے روایت کیا اور کہا کہ ایک آیت نے دونوں کو حلال کیا اور ایک آیت نے حرام  
 کیا شیخ ابن کثیر نے کہا کہ شیخ ابو عمرو بن عبد البر نے فرمایا کہ علمائین کچھ اختلاف نہیں کہ کسی مرد کو حلال نہیں کہ عورت و سگی دختر سے بلکہ  
 میں وطی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو مالک نکاح میں حرام فرمایا ہے اور مذکورہ میں انکے نزدیک تالیح نکاح ہو سوائے اسکے جو عمر و ابن عباس سے  
 مروی ہو اور لیکن ائمہ فتویٰ و انکی ابتداء میں سے کوئی بھی اس قول پر نہیں ہوا تھی کلام میں خلاصہ تفسیر یہ ہے کہ قولہ و امہات نسائکم یعنی بہتر  
 تمھاری بیویوں کی ماہین حرام ہیں و ربائکم اللاتی فی جوہکم من نسائکم ائمتی و خلتھن۔ اور تیسرے تمھاری ربائب جو اکثر تمھاری بیویوں  
 میں یا تمھارے گھروں میں رہا کرتی ہیں تمھاری ان عورتوں سے جسے تم نے دخول کیا ہے یعنی جماع یا جو مانند جماع کے ہے تیسرے حرام ہیں خواہ ربیبہ ہو یا  
 ربیبہ کی دختر کہتے ہی نیچے درج کی ہے اور خواہ منکوحہ مدخولہ کی ربیبہ ہو یا منکوحہ مدخولہ کی ربیبہ ہو۔ چاہے تمھاری پرورش میں ہو یا کسی اور  
 شہر میں ہو۔ قولہ فان لم تکنوا و خلتھن فلا جناح علیکم۔ پھر اگر تم نے جو دونوں سے جماع اور جو چیز جماع کے مانند ہونے کی ہو تو ربیبہ سے  
 نکاح کرنے میں مضائقہ نہیں یا منکوحہ مدخولہ کی ہو تو وطی کرنے میں مضائقہ نہیں بشرطیکہ ربیبہ کی ماں سے جدائی کرے پس منکوحہ سے جدائی اس طرح کہ  
 طلاق ذمیرے یا مہر جوے اور منکوحہ سے یہ عزم با مجرم کرے کہ اس ربیبہ کی ماں منکوحہ سے وطی نہ کرے گا۔ واضح ہے کہ جو دونوں کی ماہین حرام ہونے  
 کے واسطے کوئی قید دخول وغیرہ کی نہیں بلکہ جو رو سے نکاح کرتے ہی اسکی ماں و نانی وغیرہ دائمی حرام ہو جاوے گی خواہ جو رو سے نکاح کرے یا کرے  
 اور ربیبہ حرام ہونے میں قید ہے کہ اگر ربیبہ کی ماں سے دخول کیا ہو تو ربیبہ حرام ہے ورنہ نہیں۔ پس قولہ فان لم تکنوا و خلتھن فلا جناح علیکم یعنی  
 ربائب کے ساتھ ہے۔ اور ابن کثیر نے ذکر کیا کہ بعض نے اسکو امہات و ربائب دونوں کے ساتھ سمجھا ہے اور کہا کہ جو رو سے مجرد عقد کرنے  
 سے اسکی ماں یا بیٹی کوئی حرام نہیں ہوتی جب تک جو رو سے دخول واقع نہ ہو اور یہ برہانیت ابن جریر و ابن المنذر و عبد الرزاق وغیرہ کے حضرت  
 علی و زید بن ثابت و عبد اللہ بن الزبیر و مجاہد و ابن جریر و ابن عباس سے مروی ہے اور معاویہ بن ابی سفیان نے اس میں توقف کیا اور شافعیہ میں سے احمد  
 بن محمد صابونی کا یہی مذہب ہے اور ابن ابی عاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جو رو غیر مدخولہ کو اگر طلاق ہی تو اسکی ماں حلال نہیں اور ابن

Marfat.com

عباسؑ نے کہا کہ وہ ہمہر پس سکو مکروہ رکھا۔ قال ابن ابی حاتم وقد روي عن ابن مسعود وعمران بن حصين ومشرق وطاوس وعكرمة وعطار بن محمد  
 وابن سيرين وقتادة والزهري نحو ذلك برضا وبي لکھا کہ ربیہ عمو نا جو رو کی اولاد کو کہتے ہیں خواہ مذکر ہو یا مؤنث ہوا اور تاہر اس میں تائید  
 کی نہیں بلکہ ہیبت کی ہے اور اللاتی مع صلہ کے رہائش کی صفت مقیدہ ہے اور جائز نہیں کہ یہ قید اہمات کی بھی ہو کیونکہ جب رہائش کی قید  
 قرار دی تو من ابتدا یہ ہوگا اور اگر اہمات کی بھی قرار دی تو ایسا ہونا جائز ہوگا بلکہ واجب ہوگا کہ نساکم کا بیان قرار دیا جاوے کیونکہ تمہارا دبا  
 کے نزدیک ایک ہی کلمہ و معنوں پر محمول نہیں ہو سکتا ہے مترجم کتا ہے کہ روایت اور نظم کلام دونوں سے معلوم ہوا کہ وہ فقط رہائش کی قید ہی صحیح  
 ابن کثیر نے کہا کہ یہی غریب چاروں اماموں نے اتفاقاً اور جمہور فقہاء سلف و خلف کا ہے اور قرطبی نے فرمایا کہ حضرت علیؑ سے جو اسکے خلاف مروی  
 ہوا وہ بروایت خلاص ہے اور اس کی روایت سے حجت نہیں ہو سکتی اور خلاص کی روایت اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہیں ہے بلکہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ سے صحیح  
 روایت موافق جمہور کے ہے اور ابن کثیر نے پھر اجماع کیا اور ابن جریر سے بھی ایسا ہی نقل کیا اور نیز یہ کہ صحابہ میں نقل اس شخص کا ہے جو کتا ہے کہ اہمات  
 میں اہام ہے کیونکہ انہیں انکی دختروں سے قول ہونے کی قید مذکور نہیں ہے اور ابن کثیر نے کہا کہ بہات ہونے سے مراد یہ ہے کہ مرد خلیہا بہا وغیر  
 مدخول بہا دونوں کو شامل ہے پس عورت سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی مان حرام ہو جائیگی۔ اور کثرت میں کہا کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتوں  
 کی ماؤں کی تحریم بہم ہے اور رہائش کی تحریم بہم نہیں بنا بر ظاہر کلام اللہ تعالیٰ کے بجا بلکہ صحیح یہ ہے کہ جو رو سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی مان حرام ہو جائیگی اور  
 مان سے مجرد نکاح کرنے سے یہی حرام نہیں ہوتی جب تک دخول واقع نہ ہو فافہم وحلالی۔ ازواج۔ ابناء نکم الذین منہم صلابکم  
 بخلاف من قہنتہم فلم نکح حلالکم۔ یعنی اور حرام ہوئیں تم پر جو روین تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں۔ مفسر نے کہا یعنی برخلاف  
 ان بیٹوں کے جن کو تم نے متبھی کیا ہو کہ انہیں تم کو رو ہو کہ ان کی جو روئوں سے نکاح کر لو۔ واضح ہے کہ حلال جمع حلیلہ ہے یعنی وہ حلال ہے  
 بالستر یہ حلول کرتی ہے اور علمائے اجماع کیا ہے کہ جس سے باپ نے عقد کیا وہ بیٹوں پر حرام ہے لقولہ تعالیٰ۔ لا تنکحوا ما نکح اباؤکم الا یہ۔ اور جس سے  
 بیٹوں نے نکاح کیا وہ باپ پر حرام ہے بلکہ اس آیت کے خواہ عقد کے ساتھ وہی ہو یا نہ ہو اور باپ شامل ہے اور بیٹی اصل دادا پر دادا وغیرہ کو بھی اور  
 ایسے ہی بیٹوں کا لفظ بھی پوتوں پر پوتوں وغیرہ سب کو شامل ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ اگر عقد فاسد ہو تو اس سے حرمت تحقیق ہوتی ہے  
 یا نہیں۔ اور ابن المنذر نے فرمایا کہ حلالے ہصار میں سے کل وہ شخص جس سے علم محفوظ رکھا جاوے اجماع کیا کہ مرد نے اگر کسی عورت سے نکاح  
 فاسد وہی کر لی تو وہ اسکے باپ دادا بیٹے پر حرام ہوگی اور سہمی اجماع ہے کہ اگر باندی خریدی تو عقد خرید سے وہ باپ بیٹے پر حرام نہ ہوگی  
 پھر بعد خریدنے کے اگر اسکو شہوت سے چھو یا بوسہ لیا تو اسکے باپ بیٹے پر حرام ہوگی اور میں نہیں جانتا ہوں کہ انہوں نے اس میں اختلاف کیا ہو پس  
 انکے اتفاق سے اسکا حرام رکھنا واجب ہے اور چونکہ انہوں نے سوائے چھوئے و بوسے کے نظر کرنے میں اختلاف کیا ہے تو بہرہ اختلاف کے بعد نظر  
 کرنے کے وہ باپ بیٹے پر حلال نہ رہے گی۔ اور کہا کہ جو ہم نے بیان کیا اسکے برخلاف حضرت مسلم کے کسی صحابی سے صحت کو نہیں پہنچا پھر واضح  
 ہو کہ قولہ الذین من اصلابکم۔ جملہ صفت ابنا رو قہ ہے اور صلاب جمع صلب ہے یعنی وہ بیٹے جو تمہاری پشت سے ہوں خواہ  
 پہلی پشت سے ہوں یا دوسری پشت سے کہ تمہارے بیٹوں کے بیٹے ہوں اور اس سے اعتراض ہے ان لوگوں سے جنکو متبھی کر لینے تھے کیونکہ وہ  
 منہ بولے بیٹے ہیں درحقیقت بیٹے نہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف انکے نسب لگانے سے بھی منع فرمایا بلکہ فرمایا اور عوم لایا تم  
 ہوا قسط عند اللہ الایہ۔ یعنی ان کو انکے باپوں کی طرف نسبت دیکر یا رو اور فرمایا و اہل ادعیار کم ناکم الایہ۔ یعنی تمہارے منہ بولے  
 ہوں کو تمہارے بیٹے نہیں کر دیا۔ پس انکی جو روئوں سے اگر وہ طلاق دیکر الگ کر دیں یا چھوئیں تو تم کو نکاح حلال ہے اور بیٹی صلاب

علیہ وسلم نے زید بن حارثہ کو متبنی کیا تھا اور وہ زید بن محمد صلعم مشہور تھا پھر جب مالعت ہوئی تو زید بن حارثہ کے نام سے مشہور ہوئے اور زید کے نکاح میں زینب بنت جحش حضرت صلعم کے جو بطور شہرہ تھی حضرت زینب کو طلاق دیدی تو اللہ عزوجل نے حضرت زینب کا نکاح حضرت صلعم سے باندھا۔ وقد قال فلما قضیٰ ریزہما وطرانہ وجا کما لکبلا لیکون علی المؤمنین حرج فی ازواجہ او عیالہم الآتۃ۔ اور زمانہ جاہلیت والے منہ بولنے کی جو رو سے نکاح نہیں کرتے تھے چنانچہ جب ایسا ہوا تو مشرکین مکہ نے طعن کیا پس نازل ہوا واما کان محمداً بائعاً من رجاکم و لکن رسول اللہ وتمامہ لیسین الآتۃ۔ بالجملہ اس میں خلاف نہیں کہ منہ بولنے بیٹے ہونے کی وجہ سے اس کی جو رو سے نکاح حرام نہیں ہے۔ اگر کہا جاوے کہ جب انھیں بیٹوں کی جو رو میں حرام ہوئیں جو اپنی پشت سے ہیں تو رضاعی بیٹے کی جو رو کہاں سے حرام کہی جاتی ہے حالانکہ جمہور کے نزدیک بلکہ اجماع ہے کہ رضاعی بیٹے کی جو رو رضاعی باپ پر حرام ہے پس جواب یہ ہے کہ بعد اجماع کے کسی دلیل کی ضرورت نہیں اور حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو نسب سے حرام ہے وہ رضاع سے حرام ہے اور اس میں اختلاف ہے کہ وطی زنا مقضیٰ تحریم ہے یا نہیں و تحریر دلائل طرفین طوالت چاہتا ہے اور مذہب امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب کا یہ ہے کہ زنا مقضیٰ تحریم ہے اور زید بن حارثہ بن حصین رضی اللہ عنہ و شعی و عطار و حسن بصری و ثوری سے مروی ہے اور یہی مذہب امام احمد و اسحق کا ہے اور نیز اختلاف ہے کہ لو طت موجب تحریم ہے یا نہیں تو امام ثوری سے مروی ہے کہ اگر مرد نے کسی طفل سے لو طت کی تو اسے اس کی مان حرام ہوگی اور یہی قول امام احمد کا ہے اور امام شافعی کے امام اوزاعی سے مروی ہے واللہ اعلم و ان جمیعہ و ابین الاختصاص۔ من نسب اور رضاع وطی باندھنے کے بیٹا و بین عمتہا او خالتہا و یوزر علی کل واحدہ علی الاقراد و ملکہا معا و لیطا و احدہ۔ یعنی اور حرام ہے تمہارے کہ جمع کر دو وہ بنوں کو۔ مفسر نے کہا خواہ شبی نہیں ہوں یا رضاعی ہوں۔ اور اسی سے طوق بدلی سنت ہے یہ کہ حرام ہے جمع کرنا عورت و اسکی بھوپھی کو یا عورت و اسکی خالہ کو۔ ان میں سے ہر ایک کا نکاح اس طرح حرام ہے کہ وہ تنہا ہو یعنی پھر اگر ایک کو طلاق دیدے یا رجاوے تو دوسری سے نکاح کر سکتا ہے اور یہ روا ہے کہ انہی دو بانڈیاں ایک ساتھ یا آگے پیچھے خرید کر کے یا کسی اور سب سے اپنی ملک میں جمع کرے جو دونوں بنوں ہیں یا ایک بانڈی و اسکی بھوپھی کو یا خالہ کو جمع کرے یعنی ملک میں جمع کرنا منع نہیں مگر وطی ایک ہی سے کرنا بخلاف عقد نکاح کے کہ اگر دو بنوں سے ایک ساتھ ایک عقد میں یا دو عقد میں نکاح کیا تو باطل ہے اور اگر آگے پیچھے ایک ایک سے نکاح کیا تو پہلی کا جائز اور دوسری کا باطل ہے اور تمام کلام ترجمہ عالمگیری جلد دوم سے تلاش کرو اور حرمت عام ہے کہ دونوں بنوں ایک باپ سے ہوں یا فقط باپ کی طرف سے ہوں یا فقط ماں کی طرف سے ہوں جمع کرنا حرام ہے اور اس پر ہمت کا اجماع ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ دو بنوں کا اپنی ملک میں جمع کرنا روا ہے پھر اس میں اختلاف ہے کہ ملک میں دو بنوں کو جمع کر کے دونوں سے وطی روا ہے یا نہیں تو جمہور علماء کے نزدیک نہیں روا ہے اور یہی مفسر نے ختم کر لیا ہے اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جاوے اور اسکے تحت میں دو بنیں ہوں تو ایک کو طلاق دیدے چنانچہ فیروز دہلی سے روایت ہے کہ میں مسلمان ہوا اور میرے تحت میں دو عورتیں دونوں بنیں تھیں تو حضرت صلعم نے مجھے حکم دیا کہ ان دونوں میں سے ایک کو چھوڑ دوے رواہ احمد و الترمذی و ابن ماجہ و ابوداؤد و ابن مردیہ شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ ملک میں دو بنوں کا جمع کرنا اپنے اس طرح کہ دونوں سے وطی کرے یہ بھی حرام ہے کیونکہ آیت عام ہے اور یہی قول امامون و جمہور علماء سلف و خلف سے مروی مشہور ہے ان بعض سلف نے اس میں توقف کیا ہے پھر ابن کثیر نے بعد تھوڑے دنوں کے شیخ ابن عبد البر سے نقل کیا کہ جن لوگوں سے اختلاف منقول ہے اسکی طرف فقہائے حجاز و عراق و شام و مشرق و مغرب کسی نے اتقات نہیں کیا سوائے بعض اہل ظاہر کے جو شاذ ہو کر نکال گئے اور قیاس کو نہیں مانتے اور جس امر پر ہم نے اجماع کیا ہے اسکو ظاہر علی کے چھوڑنے میں اور فقہائی جماعت نے

Marfat.com

بخلاف ان سزا لوگوں کے اتفاق کیا ہو کہ ملک میں دو بہنوں کا مطرح جمع کرنا کہ ان دونوں سے وطی کرے حلال نہیں ہو جیسے نکاح میں جمع کرنا حلال نہیں اور مسلمانوں نے اجماع کیا کہ قول قلعے حرمت علیکم ہما تکم و بنا تکم و آخر تکم تا آخر ایت کے معنی یہ ہیں کہ نکاح و ملک میں ان سب عورتوں کے حق میں یکساں ہے ایسا ہی واجب ہے کہ نظر و قیاس سے وہ بہنوں کا جمع کرنا اور جو روڈن کی ماؤں اور بائیک میں جو سے اور یہی ان تہمور تقہار کے نزدیک ثابت ہے اور یہ لوگ اپنے مخالفت پر اور شہادہ ہو کر نکل بھاگتے والے پر حجت ہیں۔ پھر واضح ہو کہ اگر ایک مرد کے ملک میں ایک باندی ہو اور اس سے وطی کرتا ہو پھر اسکی بہن کا مالک ہو کر اس سے وطی چاہے تو تہمور کے نزدیک جائز نہیں جیسا کہ مذکور ہو اس ایک جامع اہل علم کے نزدیک دوسری بہن سے وطی نہیں کر سکتا تا وقتیکہ اول کو بیع یا ازاد کرنے یا کسی سے نکاح کر دینے سے اپنی ملک سے خارج نہ کرے اور خالی زبان سے عزم کر لینا کہ اول سے وطی نہ کرے جیسا کہ قتادہ کا قول ہے کافی نہیں اور یہی امام ابو حنیفہ کے اصحاب کا دلائل و شافعی و احمد و سنی کا قول ہے اور یہی حضرت علی و ابن عمر حسن بصری سے مروی ہے اور واضح ہو کہ قرطبی نے ذکر کیا کہ علمائے اجماع کیا کہ اگر مرد نے اپنی زوجہ کو ایسی طلاق دی کہ اس سے رجعت کر سکتا ہے تو جب تک عدت نہ گزر جاوے اسکی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا ہے اگر ایسی طلاق ہو کہ رجعت نہیں کر سکتا تو اختلاف ہے اس ایک گروہ نے کہا کہ جب تک عدت نہ گزرے تب تک مطلقہ مذکورہ کی بہن یا چوتھی عورت سے نکاح نہیں کر سکتا اور یہی قول امام ابو حنیفہ و ان کے اصحاب و ثوری و احمد بن حنبل کا ہے اور یہی مجاہد و عطاء و غنی سے روایت اور یہی حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے اور دوسرے گروہ نے روا کہا ہے اور یہی شافعی کا مذہب ہے۔ پھر واضح ہو کہ زمانہ جاہلیت میں ایسا ہوتا تھا اور وہ اسکو حرام نہیں رکھتے تھے کہ سزا بہنوں کو جمع کرتے تھے اور اب اللہ قلعے نے حکم حرمت نازل فرمایا تو خوف ہوا کہ جن لوگوں نے پہلے کیا تھا اسکا کیا حال ہے اور نیز احتمال تھا کہ وہ بہنوں کا جمع کرنے والا اگر مسلمان ہو اور دونوں حاملہ ہیں تو جس کو مثلاً چھوڑ اسکے بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا اور دیگر حقوق ضائع ہوئے تو رجعت کاملہ سے اسکو عفو فرمایا بقولہ۔ **اَلَا لکن مَا قَدْ سَلَفَ**۔ نے الجاہلیتہ من حکم بعض اذکر فلا جناح علیکم فیہ لعینۃ الایمان منقطع یعنی لکن ہے اور معنی یہ ہیں اور لیکن جو ہو چکا، یعنی جاہلیت کے حال میں یہ کہ تم نے ان محرمات مذکورہ میں سے بعض سے نکاح کیا تو اب اسکا پتہ گناہ نہیں ہے۔ **اِنَّ اللہَ کَانَ عَفُوًّا رَحِیْمًا**۔ لہذا سلف منکم قبل اللہی۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے اور اپنے ایسا مہربان ہے جو گنہگاروں سے پہلے سزا چھوڑے۔ بکم فی ذلک۔ رحمت کرنے والا ہے اور میں سے۔ یعنی محض رحمت ہے کہ تم کو ماخوذ نہیں کیا۔ اور یہیں اشعار ہے کہ قبل ہی کے افعال ناروا میں ماخوذ ہونا جائز ہے اور حدیث میں یہ مضمون ثابت ہے کہ جو اسلام لایا اسکے پھلے سب گناہ عفو ہوئے اب جو اسلام میں نافرمانی کر گیا ہے پر ماخوذ ہوگا اور جو اسلام نہ لایا وہ پہلے و پچھلے سب کے وبال ہیں پھر اچھا دیکھا۔ اور یہ مضمون صحیح مسلم کی حدیث سے ماخوذ ہے۔ اگر تیرے دل میں شوق ہو کہ میں کیا بھیج دو کہ آدمی نے اسلام سے پہلے جو کچھ کیا وہ عفو ہے اور بعد اسلام کے ماخوذ ہوگا حتیٰ کہ اگر زمانہ اسلام میں مسلمان ہوا تو عذاب شدید میں مبتلا ہوگا تو سنا چاہیے اور ذیل بیان میں فوراً کشیدہ ہیں۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے معرفت آقا میں مخلوقات کو معذور فرمایا کیونکہ حدیث کی مجال نہیں کہ ساحت قدم تک پہنچے الا القدم القدم کیونکہ نفوس اپنے افعال کے خالق نہیں ہیں تو نعم و معرفت انکے پیدا کرنے سے ممکن نہیں ہے پھر جب حقیقتاً نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ہدایت کا اذن عام دیا تو حکمت بالانہ کے موافق ہر طالب حق کو ہدایت دیدی اور حکمت کسی بشر کے ادراک میں نہیں آسکتی ہے کیونکہ وہ صفت قدس الہی قدیم ہے اور بشر اسکے گنہگار کے عاجز نہیں سمجھتا ہے کہ زائد فطرہ میں یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ کے لوگ اپنی جلی جہالت میں گرفتار تھے اگر کہا جائے کہ حدیث سے صرف ہے کہ لوگ اسلامی فطرت پر پیدا ہوئے ہیں پھر انکے مان باپ انکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کرتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اصل فطرت و جبلتہ میں اسلامی معرفت تھی نہ جہالت جیسا

تم کہتے ہو جو اب یہ کہ ازلی آزار توحید پر معرفت روحانی سے ہر آقا اب اس امر سے امتحان میں فطرت انسانی پر کس حدت مبارک کے یہ معنی ہیں کہ جو بشر مولود ہوتا ہو اسکا صفحہ مول ایسا صاف ہوتا ہے جیسا کہ اسلام سے سینہ صاف ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر اس حالت پر جاوے تو اسپر کسی نام کی ہونوگی بلکہ توحید اور کے مانند صاف ہوگا جس پر ایک طرح کی مہر ہو سکتی ہے پھر جب مولود بڑا ہوا اور بلوغ کی عقل پوری ہوئی تو اسوقت صحبت کا اثر ہوتا ہے چنانچہ وہ جن لوگوں پر اعتماد کرتا ہے اس کے والدین و قوم میں پس جلی تقلید کی وہی مہر سپر کندہ ہو جائیگی حتیٰ کہ بعد موت کے وہ اس مہر کو متغیر نہیں کر سکتا ہے مثلاً موت کے بعد ہر کافر کو ظاہر ہو جاتا ہے کہ ایمان توحید حق تھا اور شرک قبیح پر عذاب ہے پھر بھی وہ منکر نکیر سے نہیں کہ سکتا کہ میرا رب اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ جو ہر اسکے صفحہ بدل پر نقش تھی وہ غرغره موت سے پہلے تک زائل ہو سکتی تھی اور اب کچھ نہیں ہو سکتا ہے کیا نہیں دیکھتے کہ ہندو مومن بھی قبر میں منکر و نکیر کی ہولناک صورت سے ہراسان ہو کر چپ ہتھوگا اور وہ خوف سے چھپاوے گا لیکر صاف صاف مہر جو اسکی مہر پر کندہ ہے وہی تبتلا و یگا۔ ایسا سطلے جب کسی شخص کے دل میں شیطان نے توحید کی طرف سے شہد ڈالا اور شکوک ظاہر کیے حالانکہ وہ جاہل ہے لیکن اسے بغیر گفتگو کے کہا کہ میں ان شہادت سے بیزار ہوں اور میں ہی یقین رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جو کچھ لائے برحق ہے تو شہدہ کچھ مضمر ہوا اور شیطان کا دوسوہہ بیکار گیا کیونکہ اس مومن نے اپنی لوح فطرت پر مہر ہی نقش جمایا اور باقی کو چھوڑ دینے سے انکار کیا برخلاف اسکے کبھی بعض کافرون کو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کا یقین ہوتا ہے مگر وہ دل میں اسکو نہیں جاتا ہے تو وہ کافر ہی رہتا ہے جیسے ہر قل شاہ روم کو یقین تھا کہ محمد رسول اللہ برحق ہیں مگر سلطنت کے لالچ میں ایمان نہ لایا اور جیسے علمائے یہود کو یقین تھا مگر ایمان نہ لائے اسکے یہی معنی ہیں کہ انکے دل میں ضرور جمع ہوا مگر انھوں نے اپنے عقائدات شرک کو لوح فطرت پر جمایا اور اس یقین کو دل میں جگہ نہ دی بلکہ رد کیا تو کافر ہرے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب لوگوں پر اپنی فطرتی لوح پر نقش کرنا اپنی جہنم سے تھا پس وہ اچھا رہا جسے نقش کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں یا میرا تمام جہان کا خالق موجود ہے اگرچہ وہ صفات الوہیت سے واقف نہ ہو اور بہ کثرت بلکہ کل ہی ایسے گورے کہ انکو امتیاز نہ ہو لیکن ہر شخص نے اپنی کوشش کو خرچ کیا اور اس سے زیادہ انکو وسعت نہ تھی غیر از نیک اس قدر ضروری تھا کہ ہمارا سب کا خالق ہے لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور ہدایت دی تو اس نے اپنے نفس کا جمایا ہوا نقش مٹا دیا اور رسول اللہ کا قول ان میں اللہ تعالیٰ نے مشکور فرما کر عفو کیا اگرچہ مجوسی نے اسوقت میں اپنی بہن سے یا بیٹی سے زنا کیا ہو یا مثلاً متعہ کی عورت سے لڑکی ہوئی جس کے ساتھ اس شخص کی بیابھی عورت کے پسر نے عقد کیا ہو تو لامی اہل و عفو ہے جبکہ اس نے اسلام توحید کو اختیار کیا ہے پس یہ بھی ہے کہ زمانہ اسلام میں جس نے بد کیا تو وہ بدی و طرح ہے اول یہ کہ لوح فطرت کو نہیں بدلا پس قبول نہیں اور اول و آخر سب میں مانو ہے وہاں کہ انکو اس نے ہٹ و عداوت کی اور عذر نہیں کیا تو سخت بدتر ہو گیا اور جس نے اول شرک وغیرہ سے توبہ کی تو عفو ہو گیا اور کچھ مانو ہے وہاں کہ

والحمد لله رب العالمین





